سماجی علم

جماعت دھم

SOCIAL STUDIES - CLASS - X

ایڈیٹرس

سری اروند سردانا‘ ڈائریکٹر‘ ایکلویا‘ مدھیہ پردیش

پروفیسر جی۔ اوم کارناتھ‘ شعبہ معاشیات‘ یونیورسٹی آف حیدرآباد‘ حیدرآباد

ڈاکٹر کے نارائن ریڈی‘ اسسٹنٹ پروفیسر‘ شعبہ جغرافیہ‘ OU‘ حیدرآباد

پروفیسر کے۔ وجیہ بابو‘ شعبہ تاریخ‘ کاکتیہ یونیورسٹی‘ ورنگل

ڈاکٹر کے کے کیلاش‘ اسسٹنٹ پروفیسر‘ شعبہ شہریات‘ UOH‘ حیدرآباد

ڈاکٹر ایم۔ وی۔ سرینواسن‘ اسسٹنٹ پروفیسر DESH‘ NCERT‘ دہلی

ڈاکٹر چندریا ئیڈو‘ اسسٹنٹ پروفیسر‘ شعبہ جغرافیہ S.V.U‘ تروپتی

ڈاکٹر سی ین سبرامنیم‘ ایکلویا‘ مدھیہ پردیش

شریمتی پروفیسر آئی۔ لکشمی‘ شعبہ تاریخ‘ عثمانیہ یونیورسٹی‘ حیدرآباد

پروفیسر بھوپیندر ایادو‘ عظیم پریم جی یونیورسٹی‘ بنگلور

شری کے۔ سریش‘ منچی پُستکم‘ حیدرآباد

ڈاکٹر چندر شیکھر بالا چندرن‘ IIG‘ بنگور

شریمتی سکنیا بوس‘ اسسٹنٹ پروفیسر‘ این آئی پی ایف پی‘ نئی دہلی

شری الیکس ۔ ایم۔ جارج‘ ایکلویا‘ مہاراشٹر

(ایڈیٹرس اردو)

ڈاکٹر مسعود جعفری
مؤظف اسوسی ایٹ پروفیسر‘ حیدرآباد

ڈاکٹر سیّد اسلام الدین مجاہد
ریڈر‘ اُردو آرٹس (ایوننگ) کالج‘ حیدرآباد

کمیٹی برائے فروغ و اشاعت درسی کتب

شری جی۔ گوپال ریڈی‘ ڈائریکٹر
ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق و تربیت‘ آندھرا پردیش‘ حیدرآباد

شری بی۔ سدھاکر‘ ڈائریکٹر
گورنمنٹ ٹکسٹ بک پرنٹنگ پریس‘ آندھرا پردیش‘ حیدرآباد

ڈاکٹر این۔ اوپیندر ریڈی
پروفیسر شعبہ نصاب و درسی کتب‘ ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق و تربیت‘ آندھرا پردیش‘ حیدرآباد

ناشر حکومت آندھرا پردیش ‘ حیدرآباد

قانون کا احترام کریں
حقوق حاصل کریں

تعلیم سے آگے بڑھیں
عاجزی وانکساری کا مظاہرہ کریں

یہ کتاب حکومت آندھرا پردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے

© Government of Andhra Pradesh, Hyderabad.

New Edition

First Published 2014

All rights reserved.

No part of this publication may be reproduced, stored in a retrieval system, or transmitted, in any form or by any means without the prior permission in writing of the publisher, nor be otherwise circulated in any form of binding or cover other than that in which it is published and without a similar condition including this condition being imposed on the subsequent purchaser.

The copy right holder of this book is the Director of School Education, Hyderabad, Andhra Pradesh. We have used some photographs which are under creative common licence. They are acknowledge at the end of the book.

This Book has been printed on 70 G.S.M. S.S. Map litho,
Title Page 200 G.S.M. White Art Card

یہ کتاب حکومت آندھراپردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

Printed in India
at the Andhra Pradesh Govt. Text Book Press,
Mint Compound, Hyderabad,
Andhra Pradesh.

مصنفین

شریمتی یم ستیاوتی راؤ' موظف' PGT شہریات' آکسفورڈ اسکول' نئی دہلی

ڈاکٹر جی آنند' اسسٹنٹ پروفیسر' عثمانیہ یونیورسٹی' حیدرآباد۔

ڈاکٹر یس وینکٹارمنا' اسسٹنٹ پروفیسر' نظام کالج' حیدرآباد

ڈاکٹر ٹی وینکٹیشوراؤ' اسسٹنٹ پروفیسر' عثمانیہ یونیورسٹی' حیدرآباد

شری یم نرسمہا ریڈی' صدر مدرس' ZPHS' پداجنگم پلی' کڑپہ

شری کے لکشمی نارائینا' لکچرر گورنمنٹ ڈائٹ' انگالور' کرشنا

شری ایم۔ پاپیا' SCERT' آندھراپردیش' حیدرآباد

شریمتی اے لکشمن راؤ' ایس اے' GHS' دھنگرواڑی' کریمنگر

ڈاکٹر آر گنپتی' ایس۔اے' زیڈپی ایچ ایس لاڈیلا' ورنگل

شری یو آنند کمار' ایس۔اے' زیڈپی ایچ ایس سجاتا نگر' کھمم

شری پی۔ جگن موہن ریڈی' ایس اے' زیڈپی ایچ ایس' پیچے ڈو' گجویل' میدک

شری رنگاپانی ریڈی' ایس اے' زیڈپی ایچ ایس' پولکم پلی' محبوب نگر

شری کے۔ سرینواس راؤ' اسکول اسسٹنٹ ایم پی یوپی ایس' پی آر پلی' سریکا کولم

شری کے۔ کماراسوامی' ایس اے' زیڈپی ایچ ایس' دوڑے پلی' عادل آباد

شری ین سی جگناتھ' جی ایچ ایس' کلثوم پورہ' حیدرآباد۔

شریمتی بی۔ ماریارانی' اسکول اسسٹنٹ ایم پی یوپی ایس' چلوکا نگر' رنگاریڈی

کوآرڈینیٹر

محمد افتخارالدین

کوآرڈینیٹر' شعبہ نصاب ودرسی کتب' ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق وتربیت' آندھراپردیش' حیدرآباد

مترجمین

محمد تاج الدین' ایس اے' گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول' حسینی علم (نیو)' حیدرآباد

محمد عبدالمجید' گورنمنٹ ہائی اسکول' گاندھی بھون ناملی' حیدرآباد

محمد حبیب الدین' ایس اے' GHS' اولڈ ملک پیٹھ' حیدرآباد۔

فرزانہ تحسین' ایس اے' GBHS فرسٹ لانسر' حیدرآباد۔

شمس النساء' ایس اے' GHS' یاقوت پورہ' حیدرآباد۔

سید رؤف' گورنمنٹ اسکول، کمہارواڑی، گولکنڈہ، حیدرآباد۔

مصور

سری کوریلا سرینواس' جی ایچ ایم' زیڈپی ایچ ایس' کرمیڈ' ونلگنڈہ

پروفیسر کارین ہیڈیاک' ایچ بی ایس ای' ممبئی

لے آوٹ ڈیزائن

ٹی محمد مصطفےٰ'

حبیب کمپیوٹرس' بھولکپور' مشیرآباد' حیدرآباد۔

یہ کتاب حکومت آندھراپردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے

طلبا کے نام خط

عزیز طلباء

آپ 21 ویں صدی سے گزر رہے ہیں بڑے ہوکر بہت جلد آپ ملازمت کرنے لگیں گے۔ انتخابات میں ووٹ کا استعمال جیسی عوامی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیں گے۔ یہی وہ وقت ہے جہاں ہمیں زندگی کا تعین کرنے والے تصورات سرگرمیاں اور نظام کو سمجھنا ہوگا۔ یہ سب کچھ عوام کی سخت جدوجہد اور قربانیوں کی وجہ سے حاصل ہوئی ہیں۔ آنے والی صدی کی صورت گری کے لیئے آپ کو بھی اس طرح کا رول ادا کرنا ہوگا۔ یہ امید کی جاتی ہے کہ ماضی میں عوام نے مختلف تصورات سرگرمیاں اور نظام کس طرح قائم کیے ہیں ان تفصیلات کو جاننے میں یہ کتاب آپ کو کچھ حد تک معاون و مددگار ثابت ہوگی۔

آپ کے والدین اساتذہ ان نتائج کے حصے دار ہیں۔ یہ واضح طور پر کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس تعلق سے سخت اور مختلف رائے رکھتے ہیں۔ جب آپ پچھلی صدی کے بارے میں جاننے کی کوشش کریں گے' تب آپ کو یہ بھی جاننا ہوگا کہ اس بارے میں لوگ کیوں مختلف رائے رکھتے ہیں۔ اس طرح آپ خود ایک نتیجے پر پہنچیں گے۔

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ''فروغ وسائل و مساوات'' اور دوسرا حصہ ''عصر حاضر اور ہندوستان'' سے متعلق ہے۔ عنوان فروغ وسائل و مساوات کے تحت جس زمین پر ہم زندگی گزار رہے ہیں اس کا استعمال کیسے کر رہے ہیں' اس پر کس طرح کی پیداواری سرگرمیوں کا اہتمام کر رہے ہیں جیسے امور شامل ہیں۔ کیا ہم نے زمین اور اس کے وسائل کا استعمال صحیح طور پر کیا؟ پیداواری عمل اور اس سے حاصل ہونے والے نتائج کی تقسیم جیسے امور میں کیا ہم کو انصاف اور استقلال حاصل ہوا؟

''عصر حاضر اور ہندوستان'' موضوع کے تحت گذشتہ صدی کے اہم واقعات کے اثرات کا جائزہ لیں گے۔ ساری دنیا ہی نہیں بلکہ ہمارے ملک میں اس دوران گزرے ہوئے واقعات کا بھی مشاہدہ کرینگے۔ مختلف اُصول ہی نہیں بلکہ عوام مختلف تصورات سے متاثر ہوکر حکمت عملی اختیار کرتے ہیں۔ گذشتہ صدی میں سوشلزم' فاشزم' قومیت' آزاد پسندی جیسے عوامی خیالات کو مشترکہ حکمت عملی نے شدید متاثر کیا ہے۔ ان میں سے چند کے متعلق ہم مطالعہ کرینگے۔

اسکولی سطح پر درسی کتابوں میں عصر حاضر کے واقعات' پالیسیوں اور سیاسیات کے بارے میں عام طور پر بحث نہیں کی جاتی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کو سمجھنا دشوار ہے' بلکہ ان کے تئیں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں۔ جن کے نتیجے میں تنازعات پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ جمہوری ملک میں زندگی گزارنے کے لیے ہمارے فرق اور تنازعات کے بارے میں گفتگو کرنے کے بجائے' ہمیں یہ سیکھنا ہوگا کہ ان سے کیسے نمٹنا ہے۔

یہ کتاب ہماری نوجوان نسل کو سیاسی مباحثوں اور اختلافات سے روشناس کروانے کی کوشش کرے گی۔

اساتذہ طلباء اور سیاسی گروہ اس سے متعلق صحیح رجحان رکھتے ہوئے' رواداری برتتے ہوئے مختلف نظریوں کو صبر و تحمل کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کرنے پر ہی کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔ یہ کتاب ایک مخصوص نظریہ کو اپناتے ہوئے دوسرے نظریے کو نظرانداز کر رہی ہے ایسا محسوس ہوسکتا ہے۔ کتاب کے مصنفین بھی انسان ہی ہیں۔ ان کی اپنی ایک سوچ ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ لازمی ہوجاتا ہے کہ اس طرح کے حالات پیدا ہونے پر کتاب میں جو دیا گیا ہے وہی صحیح تصور ہے اس پر زور نہ دیتے ہوئے اس کے برعکس نظریے کا تعارف بھی اساتذہ بچوں سے کروائیں۔ ان موضوعات پر مزید معلومات کے لیے طلباء کو اخبارات اور ہفتہ واری رسالوں کا مطالعہ کرنے اور عام جلسوں میں شرکت کرنے کی ترغیب دیں۔

اس نقطہ نظر سے تحقیق کرنے والوں کے لیے یہ کتاب ایک آغاز ہوگی نہ کہ انجام۔

دوسرے کیا کرتے ہیں اور کیا سوچتے ہیں کتاب یہی کہتی ہے۔ بلآخر آپ کی معلومات اور خیالات کے بارے میں آپ خود ایک نتیجہ پر پہنچیں گے۔ آپ جن سماجی مسائل کا مطالعہ کر رہے ہیں ان سے متعلق کیا کرنا ہے یہ فیصلہ بھی کرنا ہوگا۔ اس سماج کو سمجھنے اور اس کو بہتر بنانے کی ذمہ داری بھی آپ پر ہی ہے۔ ہم یہ امید کرتے ہیں کہ یہ کتاب اس سلسلہ میں آپ کا تعاون کرے گی۔

مدیران

اس کتاب کے بارے میں

یہ کتاب آپ کے سماجی علم کے نصاب کا ایک حصہ ہے۔ یہ کئی چیزوں پر مشتمل ہے جن کا آپ مطالعہ کریں گے۔ یہ یاد رکھئے کہ یہ اُس نصاب کا چھوٹا سا حصہ ہے۔ سماجی علم کا نصاب چاہتا ہے کہ جو آپ جانتے ہیں اُسے اپنے ہم جماعتوں میں تقسیم کریں۔ یہ آپ سے تقاضہ کرتا ہے کہ آپ سوالات کریں۔ سوچیں کہ چیزیں ایسی کیوں ہیں۔ آپ اور آپ کے رفقا جماعت' جماعت سے باہر بازار' پنچایت' بلدیہ کے دفتر' گاؤں کے کھیتوں' مندروں' مسجدوں' عجائب گھروں میں جائیں اور بہت سی اشیاء کا مشاہدہ کریں۔ آپ دہقانوں' دکانداروں' ملازمین' مذہبی شخصیات سے ملاقات وغیرہ اور تبادلہ خیال کریں۔

اس کتاب میں آپ کو بہت سے مسائل سے وقفیت ہوگی۔ اُن کا مطالعہ کرسکیں گے اور اُنھیں سمجھتے ہوئے کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں گے۔ اس کتاب کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جوابات نہیں ہیں۔ اصل میں یہ کتاب مکمل نہیں ہے' یہ اُس وقت مکمل ہوگی جب آپ اور آپ کے دوست' اساتذہ اپنے سوالات' تجربے لائیں گے اور جماعت میں اُن کے بارے میں بحث کریں گے۔ آپ اس کتاب کی بہت سی چیزوں سے متفق نہیں ہوگے۔ اس کا اظہار کرنے سے مت ڈریئے۔ صرف اپنی وجوہات بیان کیجیے۔ آپ کے دوست آپ سے نامتفق رہیں گے۔ اُن کا نقطہ نظر الگ ہوگا۔ اُس کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ آپ اپنے جوابات پر نگاہ رکھیں۔ آپ اپنے جوابات کے تعلق سے پُرامید نہیں رہ سکتے۔ آپ اپنے ذہن کو تیار کرنے سے پہلے کچھ اور معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ اُس صورت میں آپ احتیاط سے اپنے سوالات کی فہرست بنایئے اور اپنے دوستوں' اساتذہ اور بزرگوں سے گزارش کریں کہ وہ جوابات کے حل میں مدد کریں۔

ہم اس جماعت میں موجودہ عالمی تناظر میں ہندوستان کا مطالعہ کرینگے۔ پچھلے سو برسوں میں عالمی جنگوں کے باعث زبردست انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اس کے نتیجے میں کئی ممالک آزاد مملکتوں کی حیثیت سے ابھر گئے اور ایک منصفانہ مساویانہ' جمہوری سماج کی تشکیل کے لیے بڑے تجربات کیے گئے۔

آزادی کے بعد ہندوستان نے اپنے قدرتی وسائل کی تلاش اور جستجو کے لیئے اپنے سفر کا آغاز کیا تا کہ ملک میں معیشیت بہتر ہو اور غربت و افلاس' محرومیوں اور اناج و صنعتی مصنوعات کے حصول کے لیے بیرون ممالک پر زیادہ انحصار نہ کیا جا سکے۔ مزید یہ کہ ملک کے طول و عرض میں روزگار کے مثبت مواقع مہیا کیے جاسکیں۔ اس کے علاوہ ہندوستان کو دنیا کا عظیم ترین جمہوری ملک بنانے کے لیے بھی پیش رفت کی گئی اور شہریوں کے لیے شخصی آزادی اور حریت کو یقینی بنانے کی سعی کی گئی۔ ہم اس کتاب میں ہندوستان کی ترقی' معیشیت اور مملکت کے بارے میں پڑھینگے۔ چونکہ یہ موضوعات ہماری زندگی کے علاوہ سماج کے مختلف طبقات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس تعلق سے ہر کمیونٹی اور طبقے کی الگ رائے ہوسکتی ہے۔ ہم اپنی کمرہ جماعت میں مختلف خیالات پر دھیان دیں۔ اور ان کے حقیقی پس منظر میں ان کو سمجھنے کی کوشش کریں اس خصوص میں محتاط رویہ اپنائیں۔ ایسا رویہ ہماری جمہوری بنیادوں کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے ضروری ہے۔

جب آپ اس کتاب کو پڑھیں گے تو آپ کے سامنے بہت سے سوالات آئیں گے۔ توقف کیجیے اور اُن سوالات کے جواب دیجیے۔ آگے بڑھنے سے پہلے تجویز کردہ سرگرمیاں انجام دیجیے۔ سبق کو عجلت میں ختم کرنا کارآمد نہیں ہوتا۔ سوالات کے بارے میں بحث کرنا اور سرگرمیاں پائے تکمیل تک پہنچانا ہے۔

بہت سے اسباق میں منصوبے ہوتے ہیں۔ انہیں پورا کرنے میں کچھ دن لگ جاتے ہیں۔ ان منصوبوں سے آپ میں تلاش و جستجو' تجزیہ' پیش کشی جیسی سماجی علم کی قدریں فروغ پائیں گی۔ یہ بات اسباق میں لکھی ہوئی چیزوں کو رٹ لینے سے زیادہ اہم ہے۔

براہِ کرم آپ اس بات کو یاد رکھیں کہ سبق میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اُسے ازبر نہ کریں۔ بلکہ اُن کے بارے میں غور و فکر کیجیے اور اپنے ذاتی خیالات کی تعمیر و تشکیل کیجیے۔

ڈائریکٹر
ایس۔سی۔ای۔آر۔ٹی
اے۔پی' حیدرآباد

یہ کتاب حکومت آندھراپردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے

معلم اور طلبا کے لیے کتاب اور یادداشت کا استعمال

❖ اس کتاب میں ہم نے سماجی علم کے تصورات کے متعلق مربوط طرز فکر کو اپنانے کی کوشش کی ہے۔ یہ قومی اور ریاستی نصابی ساخت کا تسلسل ہے۔ اس میں تدریسی ضرورتوں کی شروعات وسطانوی مدرسہ کی سطح پر ہوتی ہے۔ اس میں مکتبی انداز کی تجویز رکھی گئی ہے۔ آپ نے تاریخ، معاشیات، شہریت، جغرافیہ کی مختلف شاخوں کو روایتی انداز میں پڑھایا ہے۔ ان کے تحت بحث کیے جانے والے تصورات آپس میں خلط ملط ہو جاتے تھے۔ اس کتاب میں 6 موضوعات ہیں۔ آپ نے انہیں متن کی فہرست کے ورق میں دیکھا ہوگا۔ اُس کے تحت مختلف تصورات سے گفتگو کی گئی ہے۔

☆ اس نصابی کتاب کو اس خیال کے زیر اثر مرتب کیا گیا ہے کہ سماجی علم کے اساتذہ اور طلبا اُسے جماعت میں روشناس کریں گے اور تدریس کے لیے جماعت میں اُن کا استعمال کریں گے۔ نصابی کتاب کا جماعت میں پڑھا جانا ضروری ہے اور اُس کی رفاقت میں بحث کا اہتمام کیا جائے۔

❖ **متن کی زبان:** اس کتاب کے متن کو لکھنے میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ طلبا کے لیے سہل اور آسان ہو۔ تاہم اس میں بعض اصطلاحیں اور سمجھ میں نہ آنے والی زبان ہے۔ اُس کی تشریح کی جانی چاہیے۔ ہم معلومات سے معمور نصابی کتاب سے انحراف کر چکے ہیں۔ کتاب میں عموماً تصورات سے مطابقت پیدا کرنے والی مثالیں دی جاتی ہیں جو زیر بحث ہوتی ہیں۔ ہر سبق میں مرکزی خیال ہوتا ہے۔ اُسے ذیلی سرخیوں کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔ آپ جماعت میں ایک گھنٹے میں کم وبیش 2 سے 3 ذیلی سرخیوں کا احاطہ کر سکتے ہیں۔

❖ اس نصابی کتاب میں مختلف اسلوب نگارش کو برتا گیا ہے۔ بعض دفع افسانوی بیانیہ جیسے امان اور سریتا کو نویں سبق میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ اکثر و بیشتر افسانوی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ لیکن وہ حقائق پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس میں ایک منظر کو پیش کیا جاتا ہے۔ کچھ اقتباسات بھی ہیں۔ وہ موضوعاتی مطالعہ کی ہیئت میں ہیں۔ چھٹے سبق میں سنگارینی کے کوئلہ کی کانوں کا تذکرہ ہے۔ جدول میں بھی متن ہوتا ہے۔ جہاں تقابلی عناصر کو ایک دوسرے سے مربوط کیا جاتا ہے۔ اس کا عکس چودھویں سبق میں قانون سازی کے اختیارات میں دیکھا جا سکتا ہے۔ زبان کے مختلف اسالیب میں تصورات کی آئینہ داری کی گئی ہے۔

❖ درمیان میں سوالات غیر متنی ہوتے ہیں اور سبق کا اختتام متن کے سوالات پر ہوتا ہے۔ آپ اس بات کو محسوس کریں گے کہ متن کے درمیان میں سوالات پوچھے گئے ہیں۔ ان سوالات کو ترک مت کیجیے۔ یہ درس و تدریس اور اکتساب علم کے عمل کا ایک مربوط حصہ ہیں۔ یہ سوالات مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں۔ بعض سوالات خلاصہ اور آپ کے پڑھے ہوئے اقتباسات کا جائزہ ہوتے ہیں۔ وہ اور زیادہ معلومات اکٹھا کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ وہ پچھلی ذیلی سرخی کے تحت پیش کردہ تصورات کے اردگرد ہوتے ہیں۔ جس پر بحث کی جا چکی۔ اُن سوالات کے جوابات مت لکھوائیے۔ بچوں کو اجازت دیں کہ وہ خود سے جوابات تلاش کریں۔ اُنھیں موقع دیا جائے کہ وہ ایک دوسرے سے بحث کریں۔ ان سوالات کا مفہوم معلوم کرنے کی کوشش کریں اور ممکنہ جوابات کے بارے میں گفتگو کریں۔

❖ اس کتاب میں مختلف قسم کے سوالات لکھے گئے ہیں۔

1. اُن کے تجربات بیان کرنے کے لیے پوچھا گا ہے۔
2. متن میں دی گئی مثالوں سے اپنے تجربات کا تقابل کریں۔
3. کتاب میں دیئے گئے دوتین واقعات سے اپنے تجربات کا تقابل کیا جائے۔
4. طلبا کو واقعات یا موضوعاتی مطالعہ کے تعلق سے اپنی رائے دینے کے لیے کہا گیا۔
(جب سوالات کیے جائیں تو تمام طلبا کے لیے یکساں ہوں۔انھیں اپنی رائے دینے کی اجازت دی جائے)
5. ایک مخصوص حالت کا جائزہ لینے کے لیے سوالات سبق میں درج کیے گئے ہیں۔

❖ اُستاد جماعت میں اُن سوالات کے پوچھنے کے لیے مختلف حکمت عملی اپنا سکتا ہے۔بعض سوالات نوٹ بک میں لکھے جاسکتے ہیں۔ دیگر سوالات پر چھوٹوں گروپوں میں بحث کی جاسکتی ہے۔ چند سوالات کو انفرادی آزمائش کے طور پر لکھا جاسکتا ہے۔تمام حالتوں میں بچے کو اپنے الفاظ میں لکھنے کی ترغیب دی جائے۔تمام بچوں کو جوابات ایک ہی اسلوب اور ساخت میں لکھنے کی ہدایت نہ دی جائے۔

❖ ہر سبق میں مخصوص قوسین ہیں۔ یہ اکثر سبق میں تصورات پر بحث کی گئی اساس پر زائد معلومات ہوتے ہیں۔اُن پر جماعت میں بحث کی جائے اور اُن کے اطراف سرگرمیاں انجام دی جائیں لیکن اُنھیں آپ کے خلاصہ کے اکتساب میں شامل نہ کیا جائے۔

❖ **نصابی کتاب میں تصویریں استعمال کی گئیں:** روایتی نصابی کتاب میں تصویریں بصری تسکین کے کام آتی تھیں۔ ہمارا مقصد تصویروں کا استعمال ایک فن کی طرح اہم ہے۔قانون اور انصاف کی طرح چند خاکے ہیں۔ جہاں بیانیہ کی تصویری کشی کی گئی ہے یا ہم بہت سی سماجی اور سیاسی تحریکوں میں رہنماؤں کی شبیہ استعمال کرتے ہیں۔تمام مواقع پر تصویریں نصابی کتب ہی کی طرح اہم ہوتیہ ہیں۔وہ تصورات کی صراحت کے لیے کارآمد ہوتی ہیں یا نصابی کتابوں میں بیان کردہ خیالات کی تصویر کشی میں کام آتی ہیں۔ہم نے مختلف قسم کی تصویروں کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔تصویریں' خاکے' کارٹون' اشتہار وغیرہ تاریخی نقطہ نظر سے لیئے گئے ہیں۔جس طرح نصابی کتاب میں مختلف طرز اسلوب کو برتا گیا ہے اُسی طرح اشکال میں بھی تکثیریت پائی جاتی ہے۔

❖ **نقشے' جدول اور اشکال:** اس کتاب میں نقشے جغرافیائی' معاشی' سیاسی اور تاریخی پہلو کے بارے میں وضاحت کرتے ہیں۔ وہ معلومات کو دلچسپ پیرایے میں پیش کرتے ہیں۔آپ جدول اور اشکال کا بھی استعمال دیکھ سکتے ہیں۔ جدول کو پڑھنے اور شکلوں کا مشاہدہ سماجی علم میں اہم ہوتا ہے۔تصورات کی وضاحت شفاف آئینہ کی طرح ہوتی ہے۔

❖ **منصوبے:** کتاب میں مختلف منصوبوں کی تجاویز رکھی گئی ہیں۔تمام منصوبوں پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔ہم صرف کتاب خوانی کرتے ہوئے تصورات کے تمام زاویوں کی تدریس نہیں کرسکتے۔ منصوبے بچوں کو سماج کے اراکین سے رابطہ میں آنے کے قابل بناتے ہیں۔وہ معلومات اکٹھا کرتے ہیں اور اپنے انداز سے انھیں ترتیب دے کر پیش کرتے ہیں۔انٹرویو کے لیے سوالات مرتب کرتے ہیں۔بینک جانے کا منصوبہ بناتے ہیں۔منصوبہ کی پیش کشی میں جمع کردہ معلومات کی اساس پر اشکال' جدول' اعداد وشمار سماجی علم کی دنیا میں اہم ہوتے ہیں۔منصوبے بچوں کو گروپ میں مل کر کام کرنے' خیالات میں شریک ہونے کی ترغیب دیتے ہیں۔

یہ کتاب حکومت آندھرا پردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے

نصابی قدریں

طلبا کو وقت دینا چاہیے کہ وہ سبق میں دیئے گئے متن کو سمجھ کر اخذ کرسکیں۔ متن کے سیاق وسباق میں سوالات مفید ہوتے ہیں۔ یہ سوالات مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں جیسے تعقل پسندی، سبب اور نتیجہ، ذہن کو پڑھنا، صحیح ٹھہرانا، تصور کو اخذ کرنا، مشاہدہ، تجربہ، غوروفکر، تخیل، عکاسی، ترجمانی وغیرہ کا احاطہ کرتے ہیں۔ ہر سبق میں مثالوں اور کلیدی الفاظ کے ساتھ بنیادی تصورات کو ذیلی تصورات سے بحث کی گئی ہے۔

1. تصورات کی تفہیم

تلاش وجستجو، بحث ومباحثہ، موضوعاتی مطالعہ، ترجمانی، مشاہدہ وغیرہ کے ذریعہ سے بنیادی تصورات کو سمجھنے کی صلاحیتیں فروغ دی جاتی ہیں۔

2. دیئے گئے متن کا مطالعہ، فہم وادراک اور ترجمانی

اکثر وبیشتر دہقانوں، کارخانہ کے مزدوروں کے متعلق موضوعاتی مطالعہ کیا جاتا ہے یا سبق میں دی گئی وہ تصویریں جن سے تصور کی براہ راست وضاحت نہیں ہوتی۔ اس لیے بچے مرکزی خیالات کو اخذ کر کے تصویروں وغیرہ کی ترجمانی کر سکیں۔

3. معلومات کی صلاحیتیں

نصابی کتابیں ہی سماجی علم کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ مثال کے طور پر شہری علاقوں میں رہنے والے بچے اپنے منتخبہ نمائندوں کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ دیہی علاقوں میں رہنے والے طلبا اُن کے علاقے میں موجود آبپاشی کے طریقے، پانی کے ٹینکوں کی سہولت کے بارے میں معلومات اکٹھا کر سکتے ہیں۔ یہ معلومات نصابی کتابوں سے میل نہیں کھاتیں۔ اُس کی وضاحت کرنی پڑتی ہے۔ منصوبوں کے ذریعہ معلومات فراہم کرنا بھی ایک اہم صلاحیت ہے۔ مثال کے طور پر اگر وہ ایک تالاب کے بارے میں معلومات جمع کرتے ہیں تو لکھنے کے مواد کے ساتھ تصویریں یا نقشہ بھی بنانا چاہیے۔ وہ جمع کی گئی معلومات کو تصویروں، اشتہاروں کے ذریعے بھی پیش کر سکتے ہیں۔ معلومات کی صلاحیتوں میں معلومات حصول، جدول، دستاویزات، ریکارڈ مرتب کرنا اور اس کا تجزیہ شامل ہے۔

4. جدید مسائل پر روشنی اور سوال کرنا

طلبا کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے کہ وہ اپنے موجودہ حالات کا تقابل مختلف علاقوں یا مختلف ادوار کے باشندوں سے کریں۔ اس تقابلی جائزہ میں اُٹھے ہوئے سوالات کا کوئی ایک جواب نہیں ہوسکتا۔ بعض وقوع پذیر ہونے والے واقعات کا جواز معلوماتی اور وضاحتی انداز میں کیا جائے۔

5. نقشہ دیکھنے یا اُتارنے کی صلاحیتیں

نصابی کتاب میں مختلف قسم کے نقشے اور تصویریں پیش کی گئی ہیں۔ نقشوں سے متعلق صلاحیت کو فروغ دینا، مقامات کی صحیح پیش کشی اہم بات ہے۔ اس صلاحیت کے فروغ کے کئی مراحل ہیں۔ اپنی جماعت کا نقشہ اتارنا اُس نقشے میں پیش کی گئی بلندی اور فاصلہ کو سمجھنا۔ کتاب میں تصویریں، اشتہارات پیش کیے گئے ہیں۔ ان تصویروں کو تعلق متن سے ہوتا ہے اور وہ صرف بصری اثر کی خاطر نہیں ہوتیں۔ بعض دفع عنوان تحریر کیجیے یا اُن تصویروں کو دیکھیے جن میں سرگرمیاں بھی ہوتی ہیں۔ اُن کا تعلق فن تعمیر وغیرہ سے ہوتا ہے۔

6. تحسین اور حساسیت

ہمارا ملک زبان، ثقافت، ذات پات، مذہب، جنس وغیرہ کے اعتبار سے تکثیریت کا حامل ہے۔ سماجی علم میں انہیں کے متعلق مختلف پہلوؤں پر غور نہیں کیا جاتا۔ طلبا کو اختلافات کے تعلق سے حساس رہنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

فہرست

سلسلہ نشان	عنوان	صفحہ نمبر	پیریڈس	مہینہ
	حصہ اول: فروغ وسائل ومساوات			
.1	ہندوستان: ارتفاعی خصوصیات	1-13	8	جون
.2	ترقی کے تصورات	14-27	8	جون۔جولائی
.3	پیداوار اور روزگار	28-43	6	جولائی
.4	ہندوستان کی آب وہوا	44-57	10	اگست
.5	ہندوستانی دریا اور آبی وسائل	58-70	10	اگست
.6	آبادی	71-86	6	اکٹوبر
.7	آبادی اور بستیاں	87-100	6	اکٹوبر
.8	آبادی اور نقل مکانی	101-114	7	اکٹوبر۔نومبر
.9	رام پور: ایک دیہی معیشیت	115-129	6	ڈسمبر۔جنوری
.10	عالمیانہ	130-144	4	جنوری
.11	غذائی طمانیت	145-158	4	جنوری
.12	انصاف کے ساتھ مستقل ترقی	159-175	3	فروری
	حصہ دوم: دور حاضر دنیا اور ہندوستان			
.13	دنیا جنگوں کے درمیان (1900 تا 1950) حصہ اول	176-186	12	جولائی
.14	دنیا جنگوں کے درمیان (1900 تا 1950) حصہ دوم	187-201	12	جولائی۔اگست
.15	نوآبادیات میں قومی آزادی کی تحریکات	202-217	12	ستمبر
.16	ہندوستان میں قومی تحریک۔تقسیم اور آزادی	218-231	8	ستمبر۔اکٹوبر
.17	آزاد ہندوستان کے دستور کی تیاری	232-247	8	نومبر
.18	آزاد ہندوستان (ابتدائی 30 برس 1947 تا 1977)	248-263	8	نومبر
.19	جدید سیاسی رجحانات 1977 سے 2000 تک	264-281	10	ڈسمبر
.20	دوسری عالمی جنگ کے بعد۔ دنیا اور ہندوستان	282-297	9	ڈسمبر
.21	عصر حاضر کی سماجی تحریکیں	298-313	6	فروری
.22	شہریان اور حکومتیں	324-320	5	فروری

اوپر دیئے گئے پیریڈس اور مہینے عارضی ہیں۔ اگر ضرور ہو تو اس میں مناسب تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

یہ کتاب حکومت آندھرا پردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے

قومی ترانہ

جن گن من ادھی نا یک جیا ہے
بھارت بھاگیہ ودھاتا
پنجاب، سندھ، گجرات، مراٹھا، ڈراوڈ، اتکل، ونگا
وندھیا، ہماچل، یمنا، گنگا، اُچ چھل جل دھی ترنگا
تواشبھ نامے جاگے، تواشبھ آشش ماگے
گاہے تو جیا گاتھا
جن گن منگل دایک جیا ہے
بھارت بھاگیہ ودھاتا
جیا ہے، جیا ہے، جیا ہے
جیا جیا جیا جیا ہے

- رابندرناتھ ٹیگور

عہد

ہندوستان میرا وطن ہے۔ مجھے اپنے وطن سے پیار ہے اور میں اس کے عظیم اور گونا گوں ورثے پر فخر کرتا ہوں/کرتی ہوں۔ میں ہمیشہ اس ورثے کے قابل بننے کی کوشش کرتا رہوں گا/ کرتی رہوں گی۔ اپنے والدین، استادوں اور بزرگوں کی عزت کروں گا/کروں گی اور ہر ایک کے ساتھ خوش اخلاقی کا برتاؤ کروں گا/کروں گی۔ میں جانوروں کے تئیں رحم دلی کا برتاؤ رکھوں گا/ رکھوں گی۔ میں اپنے وطن اور ہم وطنوں کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کرنے کا عہد کرتا ہوں/کرتی ہوں۔

باب

1

ہندوستان ارتفاعی خصوصیات

اس باب میں ہم ہندوستان کے ارتقاعی خصوصیات کا مطالعہ کریں گے۔ بعد کے ابواب جیسے ہندوستان میں آب وہوا ، دریائیں اور آبی وسائل، عوام وغیرہ میں ارتفاع کے ساتھ تعلقات کی جانچ کی جائے گی۔ یہ خصوصیات اس کتاب میں حوالہ کے طور پر آتی رہیں گی۔ آندھراپردیش کی ارتفاعی خصوصیات کیا ہیں؟ آپ پچھلی جماعتوں میں پڑھ چکے ہیں؟ نقشہ یا اٹلس کی مدد سے بیان کیجیے۔ مزید مطالعہ کرتے وقت آپ اپنے مدرسہ میں موجود اٹلس، دیواری نقشہ اور ارتفاعی نقشہ کا استعمال کیجیے۔

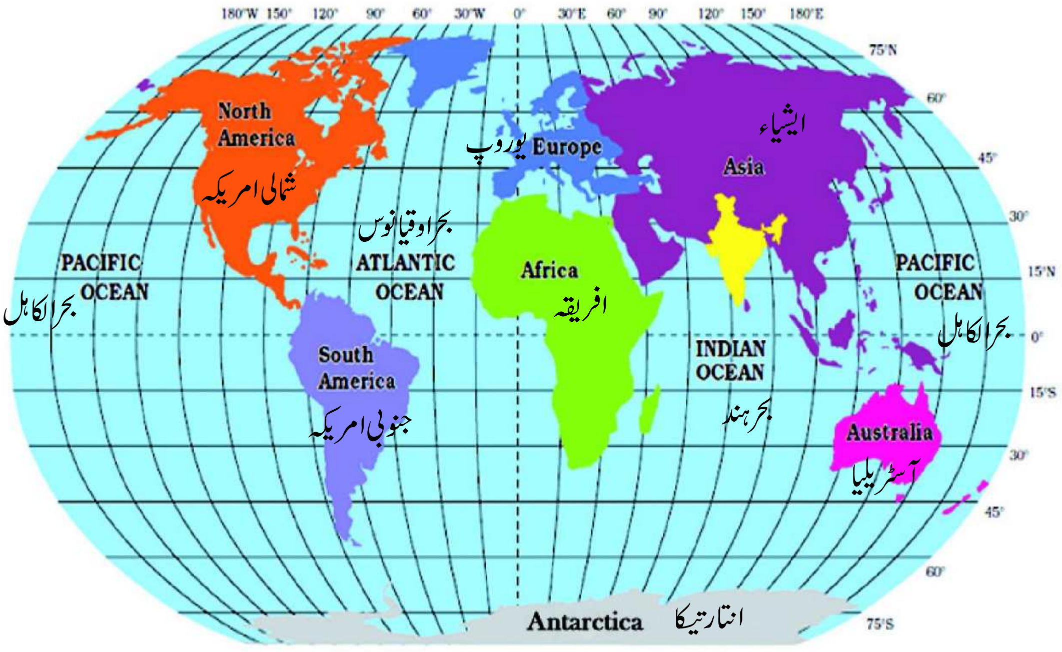

نقشہ .1۔ دنیا میں ہندوستان کا جائے وقوع

جائے وقوع

- اوپر دیئے گئے دنیا کے نقشہ کو دیکھیے اورنشان کردہ مقامات کے حوالے سے ہندوستان کے جائے وقوع پر چند سطریں لکھئے۔
- عرض البلد اورطول البلد کے خطوط کسی بھی مخصوص علاقہ یا جگہ کی بالکل درست جائے وقوع کو معلوم کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اٹلس کا استعمال کرتے ہوئے مندرجہ ذیل بیانات کو صحیح کیجیے۔

ہندوستان ایک بہت وسیع وعریض ملک ہے جو مکمل طور پر جنوبی نصف کرہ میں واقع ہے۔ ملک کا تقریباً تمام تر زمینی حصہ 8 درجہ شمال اور 50 درجہ شمال طول البلد اور 68 درجہ جنوب اور 9 درجہ مشرقی عرض البلد کے درمیان ہے۔

- ہم کیوں اکثر جزیرہ نما ہند کی اصطلاح کو استعمال کرتے ہیں؟
- نقشہ 1 کو جانچیے اور تصور کیجیے کہ ہندوستان' آرکٹک سرکل میں واقع ہے۔ تب آپ کی زندگی کس طرح مختلف ہوگی۔
- اٹلس میں اندرا پوائنٹ کی شناخت کیجیے۔ اس کی کیا خصوصیت ہے؟
- آندھرا پردیش............اور............شمالی عرض البلد اور............ سے............مشرقی طول البلد کے درمیان واقع ہے۔

  آپ کے اٹلس پر دیئے گئے پیمانہ کو استعمال کرتے ہوئے آندھرا پردیش کی ساحلی پٹی کی لمبائی تخمینہ لگائیے۔
- ہندوستان کے جغرافیائی جائے وقوع کی بناء پر آب وہوائی حالات میں کثیر اختلافات پائے جاتے ہیں۔ جو مختلف النوع نباتات اور طرز زندگی اور کئی قسم کی فصلوں کی پیداوار کا سبب بنتا ہے

  بحر ہند میں واقع اس کی طویل ساحلی پٹی تجارت اور ماہی گیری میں معاون ہے۔

جماعت نہم میں آپ طول البلد اور وقت کے متعلق پڑھ چکے ہیں۔ آپ اپنے اٹلس میں ہندوستان کے طول البلد وسعت کو جانچیے۔ ہندوستان کے لئے درمیانی طول البلد '30°82 مشرق کو معیاری نصف النہار کے طور پر لیا گیا جو الہٰ آباد سے گذرتا ہے۔ اسے ہندوستان کے معیاری وقت (IST) کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے جو گرینچ معیاری وقت (GMT) سے 1/2 5 گھنٹے آگے ہے۔

- نقشہ 2 کو دیکھیے۔
- ہندوستان کی سرحد کو نشان لگائیے۔ اور رنگ بھریئے۔ نقشہ میں دیئے گئے پیمانہ کی مدد سے ہندوستان کی جملہ سرحدی زمین جو بنگلہ دیش سے ملی ہوئی ہے معلوم کیجیے۔

اس مواد میں کونسا احمد آباد کے لئے اور کونسا امپھال میں طول آفتاب اور غروب آفتاب کے لئے ہونا چاہیے۔

تاریخ	جائے وقوع		جائے وقوع	
	طلوع آفتاب	غروب آفتاب	طلوع آفتاب	غروب آفتاب
5 جنوری	05:59	16:37	07:20	18:05

شکل 1.1 تبتی سطح مرتفع سے ہمالیہ کا منظر۔ درختوں کی غیر موجودگی کو دیکھا جاسکتا ہے

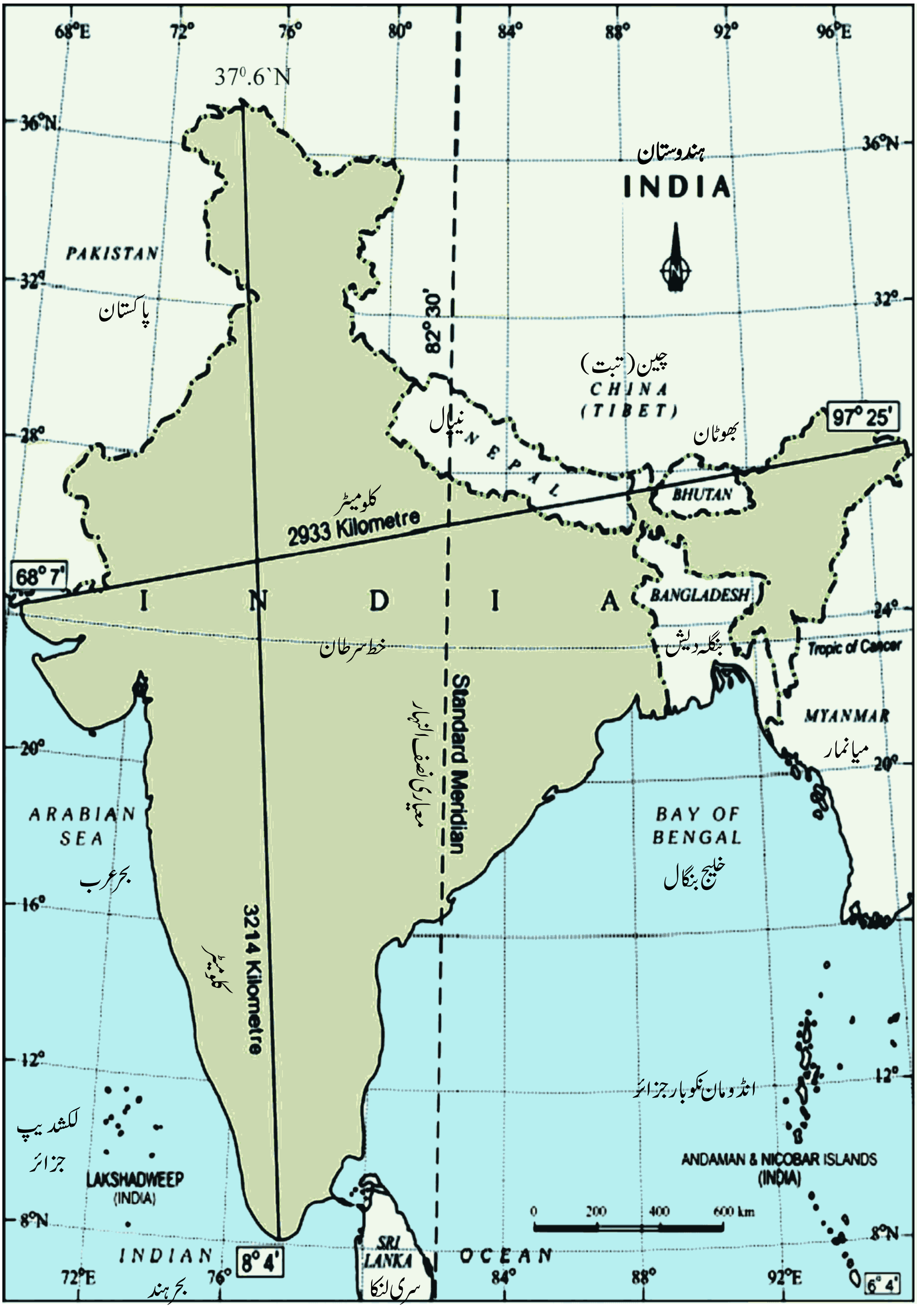

نقشہ:2۔ ہندوستان۔شمالاً اور شرقاً غرباً وسعت اور معیاری نصف النہار

ارضیاتی پس منظر

جماعت نہم کی کتاب میں سطح زمین کی حرکت کے بارے میں کو دوبارہ پڑھیئے ۔ ہندوستان کا زمینی خطہ گونڈ وانہ لینڈ کا ایک حصہ ہے جس کا وجود ارضیاتی ترتیب اور کئی دوسرے طریقہ کار جیسے موسمیانہ، کٹاؤ اور Deposition کے نتیجہ میں عمل میں آیا۔ یہ طریقہ کار کئی ملین سال تک جاری رہا جس سے طبعی خصوصیات میں تبدیلیاں ہوئیں جو آج ہیں نظر آرہی ہیں۔

دنیا کے زمینی اشکال دو بڑے دیوہیکل براعظموں انگارالینڈ (Laurasia) اور گونڈ وانہ لینڈ سے وجود میں آئے۔ جزیرہ نما ہند گونڈ وانہ لینڈ کا حصہ تھا۔تقریباً 200 ملین سالوں سے پہلے گونڈ وانہ لینڈ ٹکڑوں میں بٹ گئی اور جزیرہ نما ہند کا ٹکڑا شمال۔مشرق کی طرف حرکت کرتے ہوئے بہت بڑے ٹکڑے Eurasian (انگارالینڈ) سے متصادم ہوگیا۔تصادم اور بہت بڑے دباؤ کی قوت کے نتیجہ میں پہاڑ کئی ملین سالوں کے دوران Folding طریقہ سے بلند ہوگئے۔موجودہ ہمالیہ اسی عمل کا نتیجہ ہے۔

برصغیر سطح مرتفع شمالی کناروں سے الگ ہونے کے بعد ایک بڑا دریائی طاس (Basin) کا قیام عمل میں آیا۔ کچھ مدت کے بعد یہ نشیبی حصے بتدریج آہستہ آہستہ شمال میں ہمالیائی دریاؤں سے اور جنوب میں برصغیر کی دریاؤں لائی گئی تلچھٹ Deposits سے پُر ہوتے گئے۔ جس سے ہندوستان میں وسیع مسطح، شمالی میدان وجود میں آئے۔ ہندوستان کا زمینی حصہ بڑے متفرق خدوخال پیش کرتا ہے۔ برصغیر کا سطح مرتفع زمینی سطح کے سب سے قدیم زمینی حصوں میں ایک ہے۔

☆ ان ہمالیائی دریاؤں اور جزیزہ نما کی دریاؤں کی فہرست بنایئے جنھوں نے شمالی ہند کے میدانوں کی تشکیل میں حصہ لیا؟

☆ ہمالیہ کی تشکیل _____ ملین سال پہلے ہوئی جبکہ شکار کرنے اور غذا اکٹھا کرنے والے ابتدائی دور کے انسانوں کا ظہور زمین پر ______ ملین سال پہلے ہوا۔

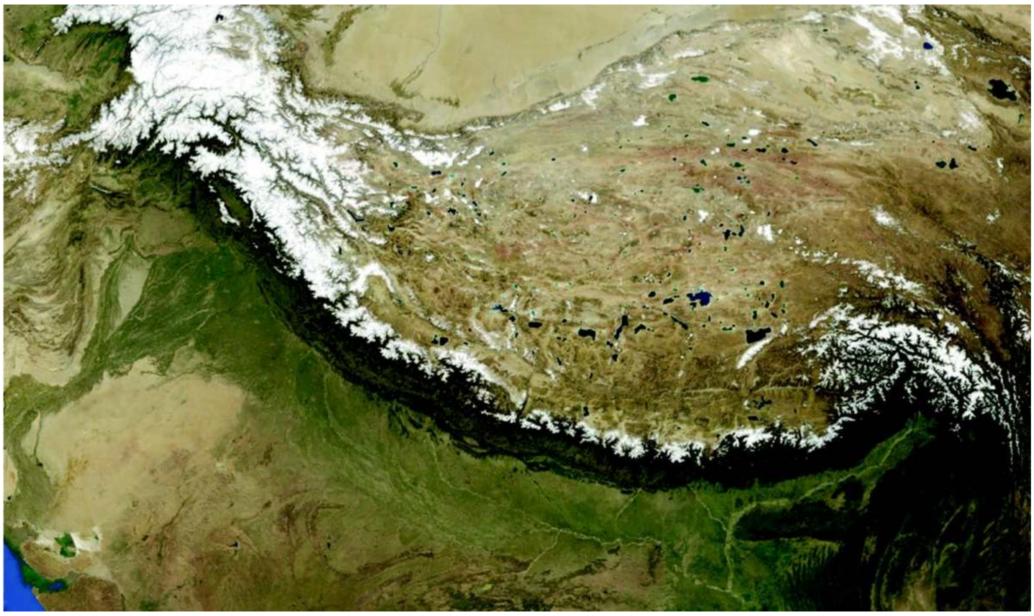

شکل 1.2، ہمالیہ، شمالی میدان اور تھار ریگستان۔ سیٹلائیٹ سے لی گئی تصویر

اہم ارتقاعی خطے

ہندوستان کے زمینی خطوں کو مندرجہ ذیل گروپوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1۔ ہمالیہ
2۔ گنگا۔ سندھ کا میدان
3۔ برصغیر کا سطح مرتفع
4۔ ساحلی میدان
5۔ ریگستان
6۔ جزائر

نقشہ 2. کو دیکھئے۔ ارتقاعی کا نقشہ لیجیے۔ اور نیچے دیئے خطوں کا پتہ لگائیے۔

- سطح مرتفع دکن کی ڈھلان کی سمت کو پہچاننے کے لئے گوداوری اور کرشنا کے راستوں کو سمجھئے۔
- ممالک، بلندی اور زمینی اشکال کے حوالے سے دریا برہمپترا کے مکمل راستہ کو بیان کیجیے۔

ہمالیہ (The Himalayas):

ہمالیائی سلسلے مغرب سے مشرق کی سمت ایک کمان کی شکل میں تقریباً 2400 کیلومیٹر فاصلہ پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی چوڑائی مغربی خطوں میں 500 کلومیٹر اور درمیانی و مشرقی خطوں میں 200 کیلومیٹر ہے۔ یہ مغربی خطوں میں کافی وسیع ہیں۔ تمام خطوں میں بلندی کا فرق بھی پایا جاتا ہے۔

ہمالیہ تین متوازی سلسلوں پر مشتمل ہے۔ یہ سلسلے گہری وادیوں اور پھیلے ہوئے سطح مرتفع سے ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتے ہیں۔ انتہائی شمالی سلسلہ عظیم ہمالیہ یا ہیمادری سے جانا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ تسلسل کے ساتھ بلندترین پہاڑی چوٹیوں پر مشتمل ہے جس کی اوسط بلندی سطح سمندر سے تقریباً 6100 میٹر ہے۔ عظیم ہمالیہ ہمیشہ برف سے ڈھکے رہتا ہے۔ آپ یہاں برف کے تودے گلیشیئر پائیں گے۔

- اپنے اٹلس میں تینوں سلسلوں کی نشاندہی کیجیے۔
- ارتقاعی نقشہ میں چند بلندترین چوٹیوں کی نشاندہی کیجیے

برف کے جمع ہونے کا موسمی دور، برف کے تودوں کا حرکت کرنا اور پگھلنا دائمی دریاؤں کے وسائل ہیں۔ عظیم ہمالیہ کے جنوب میں پایا جانے والا سلسلہ ذیلی ہمالیہ کہلاتا ہے۔ جو ناہموار خدوخال رکھتا ہے۔ ان سلسلوں کی بلندی 3700 میٹرس سے 4500 میٹر ہوتی ہے۔ پیرپنجال اور مہابھارت اس خطہ کے اہم سلسلے ہیں۔ ذیلی ہمالیائی سلسلہ مشہور وادی کشمیر، کانگرا اور کلو جو ہماچل پردیش میں ہے پر مشتمل ہے۔ یہ خطہ کئی پہاڑی اسٹیشنوں جیسے شملہ، مسوری، نینی تال، رانی کیت وغیرہ کچھیا مشہور ہے۔ اور سدابہار جنگلات سے گھرا ہوا ہے۔

- ارتقاعی نقشہ اور دیواری نقشہ میں اوپر ذکر کیے گئے خطوں کو بتائیے۔
- اپنے اٹلس میں ہندوستان کے طبعی نقشہ میں مندرجہ ذیل مقامات کی نشاندہی کیجیے۔
  شملہ، مسوری، نینی تال اور رانی کیت

شکل 1.3 تا 1.6 ہمالیہ کے جنوب سے مختلف مناظر (ہندوستان کی جانب)۔ان خاکوں کا تبّتی جانب کے خاکوں سے تقابل کیجیے۔(شکل 1.1)

ذیل کا تشریحی خاکہ ہمالیہ میں مختلف قسم کے نباتات کو دکھاتا ہے۔ اس پہاڑی سلسلہ کو بلندی کے پانچ سطحوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ چند اہم قسم کے درختوں کو یہاں دکھایا گیا ہے۔

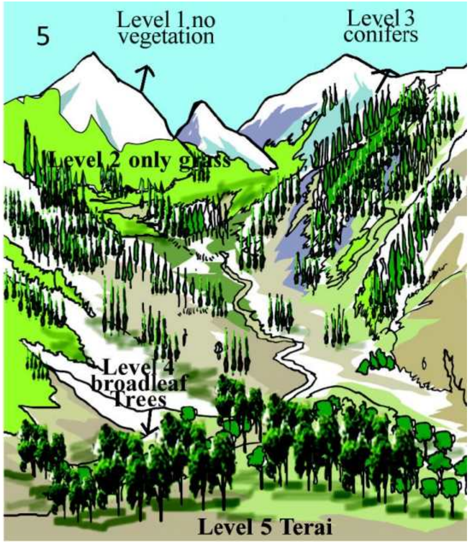

3۔ سکم میں تنگ ڈھلوان والی وادیاں۔

4۔ ہمالیہ پر Tesrace Farming (پہاڑی سطحوں پر کاشتکاری) اور Pebbles کا جائزہ۔

5۔ ہمالیہ میں مختلف سطحوں پر پائے جانے والے نباتات کا خاکہ کھینچیے۔

6۔ Mawkdok Dympep وادی کا خاکہ جو میگھالیہ ہے۔

ہمالیہ کا انتہائی جنوبی حصہ شیوالک ہیں۔شیوالک 10 سے 50 کیلومیٹر چوڑے اور 900 سے 1100 میٹر کی بلندی کے ساتھ پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ سلسلے مختلف علاقوں میں مختلف ناموں سے پکارے جاتے ہیں۔ جموں علاقہ میں جموں کی پہاڑیاں، اروناچل پردیش میں مشمی پہاڑیاں، آسام میں کچارCachar وغیرہ۔ یہ حصے سیلاب سے لائی ہوئی مٹی اور سنگریزوں پر مشتمل ہیں۔ ذیلی ہمالیہ اور شیوالک کے درمیان واقع وادیاں ڈونDUNS کہلاتے ہیں۔ دہرہ دون، کوٹلی دون اور ہٹلی دون چند مشہور دون ہیں۔

برہمپترا کی وادی ہمالیہ کی انتہائی مشرقی سرحد ہے۔اروناچل پردیش میں دیہانگ وادی کے آگے ہمالیہ جنوب کی جانب موڑ لے کر ہندوستان کی مشرقی سرحد بناتے ہیں اور شمال مشرقی ریاستوں سے گذرتے ہیں۔ یہ حصے پورآنچل Purvanchal کے نام سے جانے جاتے ہیں اور زیادہ تر تلچھٹ سنگریختہ سے تشکیل پائے ہیں۔مقامی طور پر Purvanchal پہاڑیاں Patkai hills'، ناگا پہاڑیاں، منی پور پہاڑیاں، خاصی اور میزو پہاڑیاں سے جانے جاتے ہیں۔

اپنے اٹلس میں مندرجہ ذیل سلسلوں کی نشاندہی کیجیے

پہاڑیاں	**ریاست / ریاستیں**
پوروآنچل Purvanchal	
Patkai	
ناگا پہاڑیاں	
منی پور پہاڑیاں	

ہمالیہ کا وجود آب وہوا پر مختلف طرح سے اثر انداز ہوتا ہے۔ یہ پہاڑی سلسلے موسم سرما میں وسط ایشیاء سے آنے والی سرد ہواؤں سے حفاظت ہندوستان کے عظیم میدانوں کی کرتے ہیں۔ یہ ہندوستان میں مغربی گھاٹ سے آگے موسم گرما کی بارش اور مانسونی آب وہوا کا باعث بنتے ہیں۔ان کی غیر موجودگی سے یہ خطہ مکمل ویران بن کر رہ جاتا ہے۔ہمالیائی دریا ئیں گلیشیئرس کی وجہ سے ہمیشہ بہتی ہیں۔اور اپنے ساتھ کافی مقدار میں کیچڑ اور گارلاتے ہیں اور ان میدانوں کو کافی زرخیز بناتے ہیں۔

گنگا-سندھ کا میدان

تینوں ہمالیائی دریاؤں، سندھ، گنگا اور برہمپترا اور ان کی معاون ندیوں کے باہمی تال میل کے نتیجہ میں عظیم شمالی میدان وجود میں آئے۔ ابتداء میں (تقریباً 20 ملین سال قبل) یہ کھلے نشیبی علاقے تھے جو آہستہ آہستہ زرخیز سیلابی مٹی سے جو دریا ہمالیہ سے لائے تھے پُر ہوتے گئے۔

وسیع طور پر گنگا-سندھ کا میدان تین زمروں پر مشتمل ہے

1۔ مغربی حصہ جو دریائے سندھ اور اس کی معاون ندیوں جہلم، چناب، راوی، بیاس اور ستلج جو ہمالیہ سے نکلتی ہیں سے وجود میں آیا۔ دریائے سندھ کا زیادہ حصہ پاکستان میں واقع ہے۔ہندوستان میں پنجاب اور ہریانہ کا تھوڑا حصہ سیراب ہوتا ہے۔اس علاقہ میں دو دریاؤں کا درمیانی حصہ ''دوآب'' نمایاں طور پر زرخیز ہے۔

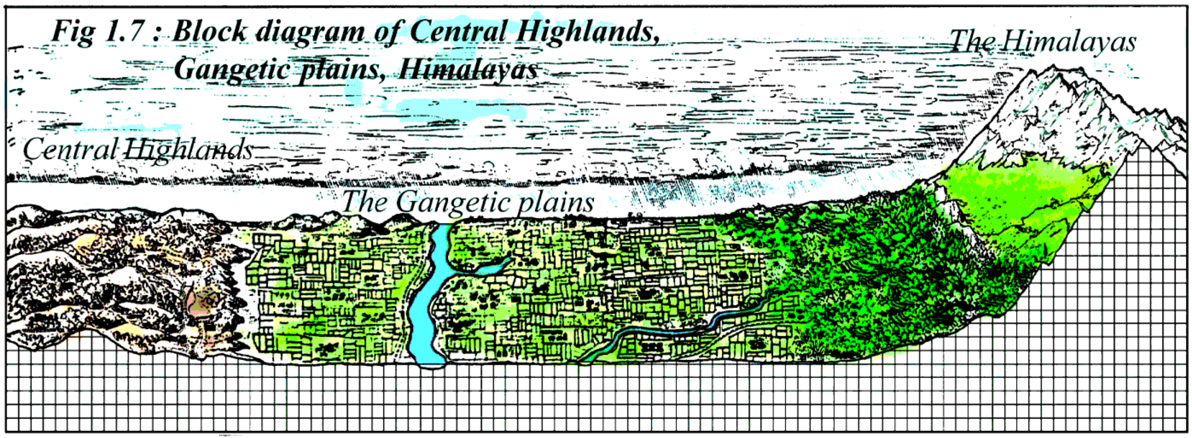

2۔ وسطی حصہ گنگا کا میدانی علاقہ کہلاتا ہے۔ یہ دریائے گھاگر سے تیسا Teesa تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ حصہ زیادہ تر اتر پردیش، بہار اور ہریانہ کا کچھ حصہ، جھارکھنڈ اور مغربی بنگال میں پھیلا ہوا ہے۔ یہاں دریائے گنگا، جمنا اور ان کی معاون ندیاں سون اور کاسی وغیرہ بہتی ہیں۔

3۔ اس میدان کے مشرقی حصہ میں زیادہ تر آسام کی برہمپترا وادی کا حصہ شامل ہے۔ اس کی تشکیل و بناوٹ کے لئے دریائے برہمپترا ذمہ دار ہے۔

ہمالیائی دریا بہاؤ کے دوران کنکر اور سنگریزے تلچھٹ میں جمع کرتے ہیں اور شیوالیکا کے دامن میں بچھا دیتے ہیں۔ یہ سنگریختہ تنگ پٹی جو صرف 8 سے 16 کیلومیٹر تک پھیلی ہوئی ہے۔ بھابر Bhabar کہلاتی ہے۔ بھابر سام دار خاصیت رکھتی ہے۔ متعدد چھوٹے دریا بھابر خطے میں زیر زمین بہتے ہوئے نشیبی علاقوں میں زمین کے اوپر دوبارہ نمودار ہو کر بھابر خطے میں دلدل والا خطہ کہلاتا ہے۔

یہ علاقہ گھنے جنگلات اور مختلف قسم کے حیوانات سے مالا مال ہے۔ تاہم ہندوستان کی تقسیم کے بعد ہجرت بناتے ہیں جو ترائی کی وجہ سے ترائی علاقہ زرعی پیداوار کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ ترائی کے جنوبی خطہ میں بہترین زرخیز خطے پائے جاتے ہیں۔

شکل 8 آسام میں برہمپترا وادی کا ایک گاؤں

جزیرہ نما ہند کا سطح مرتفع

بھارت کا سطح مرتفع جزیرہ نمائی سطح مرتفع کی حیثیت سے بھی جانا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ تین طرف سمندر سے گھرا ہوا ہے۔ یہ قدیم بلوریں، سخت آتشی اور اپنی شکل بدلتی چٹانوں سے بنا ہے۔ بھارت کے سطح مرتفع میں بڑی مقدار میں دھاتی اور غیر دھاتی معدنی وسائل دستیاب ہیں۔ یہاں وسیع اور کم گہری وادیاں ہیں جن کے اطراف پہاڑ پائے جاتے ہیں۔ یہ سطح مرتفع مشرق کی جانب کسی قدر جھکا ہوا ہے۔ اس کے مشرقی کنارے پر مشرقی گھاٹ اور مغربی کنارے پر مغربی گھاٹ ہیں۔ اس سطح مرتفع کی انتہائی جنوب میں کنیا کماری ہے۔

برصغیر کا سطح مرتفع دو بڑے حصوں وسطی بلند حصے (مالوہ سطح مرتفع) اور سطح مرتفع دکن پر مشتمل ہے۔ ہندوستان کے طبعی نقشہ میں گنگا کے میدان کے جنوب اور دریائے نرمدا کے شمال میں آپ وسطی بلند خطے دیکھ سکتے ہیں۔ یہاں کے نمایاں سطح مرتفع میں مغربی جانب مالوہ سطح مرتفع اور مشرق کی جانب چھوٹا ناگپور سطح مرتفع ہیں۔ گنگا کے میدان کے مقابلہ میں سطح مرتفع کا علاقہ خشک ہے۔ یہاں کی دریائیں دائمی نہیں ہیں۔ دوسری فصل کی آبپاشی کے لئے گہرے Tube Wells اور تالابوں پر انحصار ہوتا ہے۔ وسطی بلند خطے میں شمال کی طرف بہنے والی دریاؤں کی شناخت کیجیے۔ چھوٹا ناگپور سطح مرتفع معدنی وسائل سے مالا مال ہے۔

برصغیر سطح مرتفع کا ایک حصہ جو نرمدا کے جنوب میں واقع ہے جو مثلث نما زمینی خطہ ہے سطح مرتفع دکن کہلاتا ہے۔ ست پُڑا سلسلہ سطح مرتفع دکن کے شمالی کنارے کو بناتا ہے۔ جبکہ مہادیو Kaimur سلسلہ اور میکل سلسلہ کا کچھ حصہ مشرقی کنارے ہیں۔ مغربی گھاٹ، مشرقی گھاٹ اور نیلگری علی الترتیب مغربی، مشرقی اور جنوبی سرحدیں بناتے ہیں۔

- آپ کے اٹلس میں ہندوستان کے طبعی نقشہ اور ارتفاعی نقشہ میں مندرجہ ذیل کی نشاندہی کیجیے۔
  مالوہ سطح مرتفع، بندیل کھنڈ، راج محل پہاڑیاں اور چھوٹا ناگپور سطح مرتفع
- اٹلس کا استعمال کرتے ہوئے مذکورہ بالا مسطوح مرتفع کی بلندیوں کا تقابل تبّتی سطح مرتفع کی بلندی سے کیجیے۔

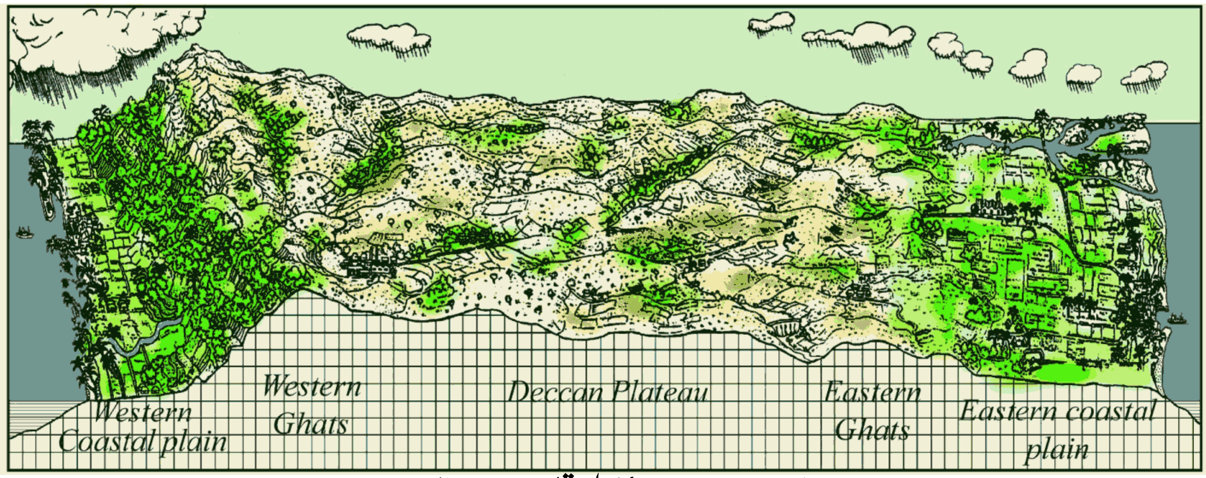

شکل-1.9: جزیرہ نمائی سطح مرتفع کا بلاک ڈائیگرام

نقشہ 3 برصغیر کا سطح مرتفع، گھاٹ اور پہاڑی سلسلے

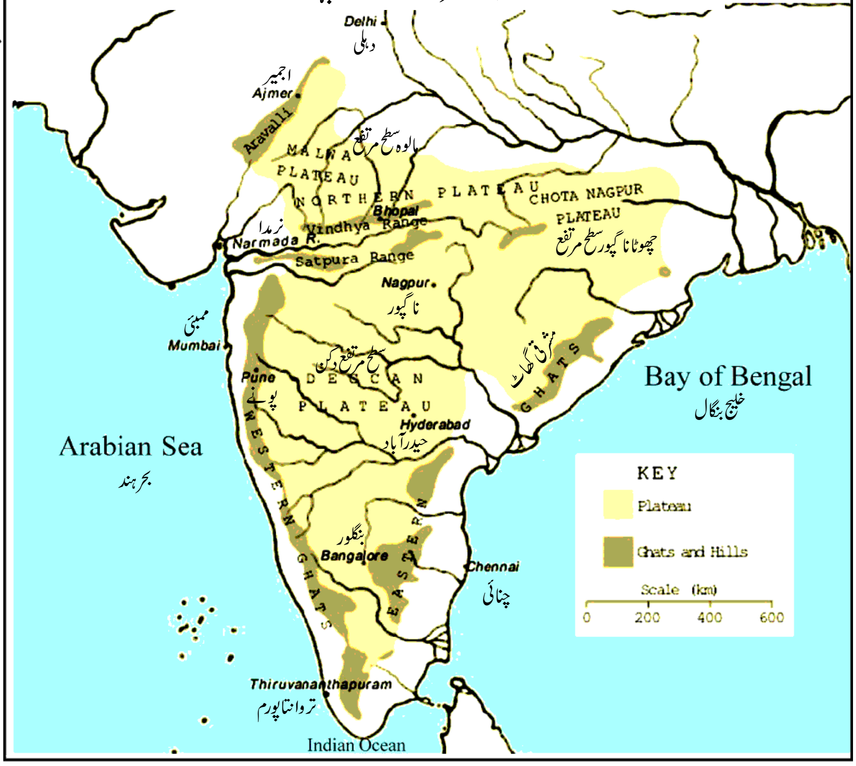

مغربی گھاٹ مغربی ساحل کی طرف متوازی ہیں۔ مغربی گھاٹ کی ساخت مسلسل گزرتے ہوئے یہاں وہاں مغربی ساحل کی گزرگاہیں کے طور پر منقطع ہوگئے ہیں۔ مغربی گھاٹ مشرق گھاٹ سے زیادہ بلند ہیں جیسا کہ شکل 1.9 میں سطح مرتفع دکن کا علاقہ مغرب سے مشرق کی جانب ڈھلان دکھایا گیا ہے۔ مغربی گھاٹ 1600 کیلومیٹر تک پھیلے ہوئے ہیں۔ گدالور کے قریب نیلگری پہاڑیاں مغربی گھاٹ سے ملتے ہیں اور تقریباً 2000 میٹر کی بلندی تک اٹھتے ہیں۔ مشہور پہاڑی اسٹیشن اودا گامنڈلم جو عام طور پر اوٹی کے نام سے جانی جاتی ہیں نیلگری میں واقع ہے۔ ڈوڈابیٹا (2637 میٹر) بلندترین چوٹی ہے۔ انائی ملائی پلانی (ٹاملناڈو) اور کارڈامم (کیرالا) پہاڑیاں مغربی گھاٹ میں شامل ہیں۔ انائی ملائے پہاڑی کی انائی مڑی (2695) جنوبی ہندوستان کی بلندترین پہاڑی چوٹی ہے۔

مشرقی گھاٹ شمال میں مہاندی وادی سے جنوب میں نیلگری تک پھیلے ہوئے ہیں۔ تاہم مشرقی گھاٹ میں تسلسل نہیں ہے۔ دریائیں جو مغربی گھاٹ سے نکلتی ہیں جیسے گوداوری اور کرشنا سطح مرتفع کو پار کرتے ہوئے خلیج بنگال میں جا ملتے ہیں۔ مشرقی گھاٹ کی اوسط بلندی کہیں کہیں 900 میٹر سے زیادہ ہے۔ مشرقی گھاٹ کی بلندترین چوٹی (آندھراپردیش میں) چنتاپلی میں 1680 میٹر ہے۔ نلاملا،

- ارتقاعی نقشہ کو دیکھئے اور مغربی اور مشرقی گھاٹوں، تبّتی سطح اور ہمالیائی چوٹیوں کی بلندی کا تقابل کیجیے۔

شکل 1.10 مغربی گھاٹ میں انائی ملائی پہاڑیاں

تھار ریگستان

تھار ریگستان اراولی پہاڑیوں کے سایٔبانی خطے میں واقع ہے اور بہت ہی کم مقدار میں بارش یعنی سالانہ 100 تا150 ملی میٹر بارش حاصل کرتا ہے۔ یہ ریگستان لہراتے ہوئے ریت کے میدانوں اور بکھرے ہوئے چٹانوں پر مشتمل ہے۔ یہ زیادہ تر مغربی راجستھان میں ہے۔ یہاں کی آب و ہوا بہت ہی خشک ہوتی ہے اور جنگلات بہت ہی کم پائے جاتے ہیں۔ بارش کے موسم میں ہوائیں چلتی ہیں اور جلد ہی تھم ہوجاتی ہیں۔ اسی علاقہ میں لونی، ہی واحد دریا ہے۔ اندرونی حصہ میں بہنے والی دریائیں جھیلوں میں شامل ہوجاتی ہیں اور سمندر تک نہیں پہنچ پاتیں۔

اندرا گاندھی کنال جو ملک کی سب سے طویل کنال ہے (650 کلومیٹر) تھار ریگستان کے مغربی حصے کو پانی پہنچاتا ہے جس سے ریگستان کی کئی ہیکٹر زمین کو قابل کاشت بنایا جاتا ہے۔

شکل-1.11: تھار ریگستان کی ایک بستی

ساحلی میدان

جزیرہ نما سطح مرتفع کا جنوبی حصہ مشرق میں خلیج بنگال اور مغرب میں بحر عرب کے ساتھ تنگ ساحلی پٹی سے گھرا ہوا ہے۔ مغربی ساحل کچھ کارن سے شروع ہوتا ہے اور کنیا کماری پر ختم ہوتا ہے۔ یہ مشرقی ساحل کے مقابلہ میں تنگ ہے۔ یہ میدان ناہموار چھپلے پہاڑی سلسلوں سے منسلک زمین کا خطہ ہے۔

اسے تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ کونکن ساحل۔ یہ شمالی حصہ ہے جو مہاراشٹرا اور گوا تک ہے۔

2۔ Canara ساحل۔ یہ درمیانی حصہ ہے جس میں کرناٹک کا ساحلی میدان شامل ہے۔

3۔ مالابار ساحل۔ یہ جنوبی حصہ زیادہ تر ریاست کیرالا میں ہے۔

شکل-1.12: سندر بن۔ مانگرو
Fig 1.12 : Sundarban Mangrove

> ہندوستان کے طبعی نقشہ پر ڈیلٹا علاقوں کی نشاندہی کیجیے۔ کس طرح ان کی بلندی میں یکسانیت یا اختلاف ہے؟ انہیں کس طرح شمالی میدانوں سے تقابل کیا جاسکتا ہے۔

خلیج بنگال کے میدان زیادہ چوڑے اور مسطح ہیں۔ یہ اڑیسہ میں مہاندی سے ٹاملناڈو میں کاویری ڈیلٹا تک پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ میدان مہاندی، گوداوری، کرشنا اور کاویری دریاؤں سے بنے ہیں اور بہت ہی زرخیز ہیں۔ یہ ساحلی میدان مقامی طور پر مختلف ناموں سے جانے جاتے ہیں۔ اُتکل ساحل (اڈیشہ) سرِکار ساحل (آندھراپردیش) کارومنڈل ساحل (ٹاملناڈو) شمالی میدانوں کی طرح یہ ڈیلٹا بھی زرعی طور پر ترقی یافتہ ہیں۔ ساحلی منطقے مچھلی وسائل سے بھی مالا مال ہیں۔ جھیلیں جیسے چلکا اڑیسہ میں کولیرو اور پلی کٹ (آندھراپردیش) میں ساحلی میدان کی دیگر اہم خصوصیات ہیں۔

جزائر

نکوبالا پرندہ

جزیروں کے دو گروپ پائے جاتے ہیں۔ انڈومان اور نکوبار جزائر جو خلیج بنگال میں ہیں اور لکشا دیپ جزائر بحیرۂ عرب میں پھیلے ہوئے ہیں۔

انڈومان اور نکوبار جزائر مینمار کے پہاڑ Arkan Yama کے غرقاب پہاڑی سلسلوں کے بلند حصے ہیں۔ انڈومان اور نکوبار جزائر میں Narkon Dam اور Barren جزیرے آتش فشاں ہیں۔ ہندوستان کے جنوب بعید کی پٹی جو نکوبار جزیرہ میں پائی جاتی ہے جو 2004 کے سنامی میں غرقاب ہوگئی اندراپوائنٹ کہلاتی ہے۔ لکشادیپ جزائر مونگا سے بنے ہوئے ہیں اس کا جغرافیائی رقبہ 32 کلومیٹر ہے۔ یہ جزیروں کا گروپ مختلف النوع حیوانات اور نباتات کے لئے مشہور ہے۔

مختصر یہ کہ زمینی اشکال میں جہاں ہندوستانی عوام رہتے ہیں بہت اختلاف ہے۔ بعض علاقے ہمالیہ سے بہنے والی طاقتور دریاؤں کی وجہ سے زرخیز ہیں اور بعض پر موسمی دریاؤں پر منحصر ہیں۔ جو مغربی گھاٹ اور اسکے جنگلات سے نکلتی ہیں۔ کئی مقامات، وادیوں میں اور دیگر مقامات پہاڑوں پر واقع ہیں۔

شکل-1.13: مونگے کی چٹانیں

Fig 1.13 : Coral Reefs

کلیدی الفاظ

دائمی		مونگے کی چٹانیں	ساحلی میدان	جزیرہ نما	Lauraisa
ڈون	انگرالینڈ	گونڈوانہ لینڈ	شیوالک	پوروآنچل	سائبانی خطہ

اپنے اکتساب کو بڑھایئے

1۔ اروناچل پردیش میں گجرات سے دو گھنٹے پہلے سورج طلوع ہوتا ہے لیکن گھڑیاں ایک جیسا وقت بتاتی ہیں۔ یہ کسطرح ہوتا ہے؟

2۔ اگر ہمالیہ موجودہ حالت میں نہیں ہوتا تو برصغیر ہند میں آب وہوائی حالات کیسے ہوتے؟

3۔ ان میں کن ریاستوں میں ہمالیہ پھیلے ہوئے نہیں ہیں۔

مدھیہ پردیش، اترپردیش، سکم، ہریانہ، پنجاب، اترانچل

4۔ ہندوستان کے اہم طبعی خطے کیا ہیں؟ ہمالیائی خطوں کی بلندی کا جزیرہ نما ہند کی بلندی سے موازنہ کیجیے۔

5۔ ہندوستان کی زراعت پر ہمالیہ کا کیا اثر ہے؟

6۔ گنگا۔سندھ کا میدان کثیر گنجان آبادی رکھتا ہے۔وجوہات بتایئے۔

7۔ ہندوستان کے خاکہ میں مندرجہ ذیل کو بتایئے۔

(i) پہاڑ اور پہاڑی سلسلے: قراقرم' زاسکر PatkaiBum' جنیٹیا' وندھیا سلسلۂ اراولی اور کارڈامم پہاڑیاں

(ii) چوٹیاں......K2' کنچن جنگا، ننگا پربھات اور انائی مڑی

(iii) سطح مرتفع..........چھوٹا ناگپور اور مالوہ

(iv) ہندوستان کا ریگستان' مغربی گھاٹ، لکشا دیپ جزائر

8۔ اٹلس کا استعمال کرتے ہوئے مندرجہ ذیل کی شناخت کیجیے۔

(i) وہ جزائر جو آتش فشاں پھٹ پڑنے سے وجود میں آئے۔

(ii) وہ ممالک جو برصغیر ہند میں شامل ہیں۔

(iii) وہ ریاستیں جہاں سے خطِ سرطان گذرتا ہے۔

(iv) انتہائی شمالی عرض بلند درجوں میں۔

(v) جنوبی بعید میں ہندوستان کی زمینی خطہ کا عرض بلد درجوں میں

(vi) مشرقی اور مغربی بعید کے طول بلد درجوں میں۔

(vii) تین سمندروں پر واقع مقام

(viii) وہ آبنائے (Strait) جو سری لنکا کو ہندوستان سے علحدہ کرتا ہے۔

(ix) ہندوستان کے مرکزی زیرانتظام علاقے۔

9۔ کس طرح مشرقی ساحلی میدان اور مغربی ساحلی میدان میں یکسانیت اور اختلافات پائے جاتے ہیں؟

10۔ ہندوستان میں سطح مرتفع کے علاقے میدانی علاقوں کی طرح زراعت میں معاون نہیں ہوتے' اسکی کیا وجوہات ہیں؟

منصوبہ

آپ کے اٹلس سے ارتقائی کا نقشہ اور طبعی نقشہ کو استعمال کرتے ہوئے چکنی مٹی/ریت سے میدان پر ہندوستان کا ماڈل تیار کیجیے۔ مختلف قسم کی ارتقائی کو ظاہر کرنے کے لئے مختلف قسم کی ریت اور مٹی کو استعمال کیجیے۔ مقامات کی تناسبی بلندی اور دریاؤں کی نشاندہی کو یقینی بنایئے۔ اٹلس میں نباتاتی نقشہ کو دیکھیے اور اس کی سجاوٹ کے لئے پتے اور گھانس استعمال کرنے کی کوشش کیجیے۔ شاید کئی سالوں کے بعد ہندوستان کی کچھ اور خصوصیات کو جمع کرنا ہوگا۔

باب

2

ترقی کے تصورات

ہم کیا کام کرنا چاہتے ہیں اور کیسے زندگی گزارنا چاہتے ہیں اس کے متعلق ہماری کچھ نہ کچھ تمنا اور آرزو ہوتی ہے۔ اسی طرح ہمارا ملک کیسا ہو اس تعلق سے بھی ہمارے کچھ خیالات ہوتے ہیں؟ ہمیں کونسی ضروری اشیاء درکار ہیں؟ ترقی ان ہی سوالوں اور ان مقاصد کے حاصل کرنے کے طریقوں کے اطراف گھومتی ہے۔ یہ ایک پیچیدہ مفوضہ کام ہے اس باب کا آغاز ہم ترقی کے مفہوم کو سمجھنے سے کرتے ہیں۔

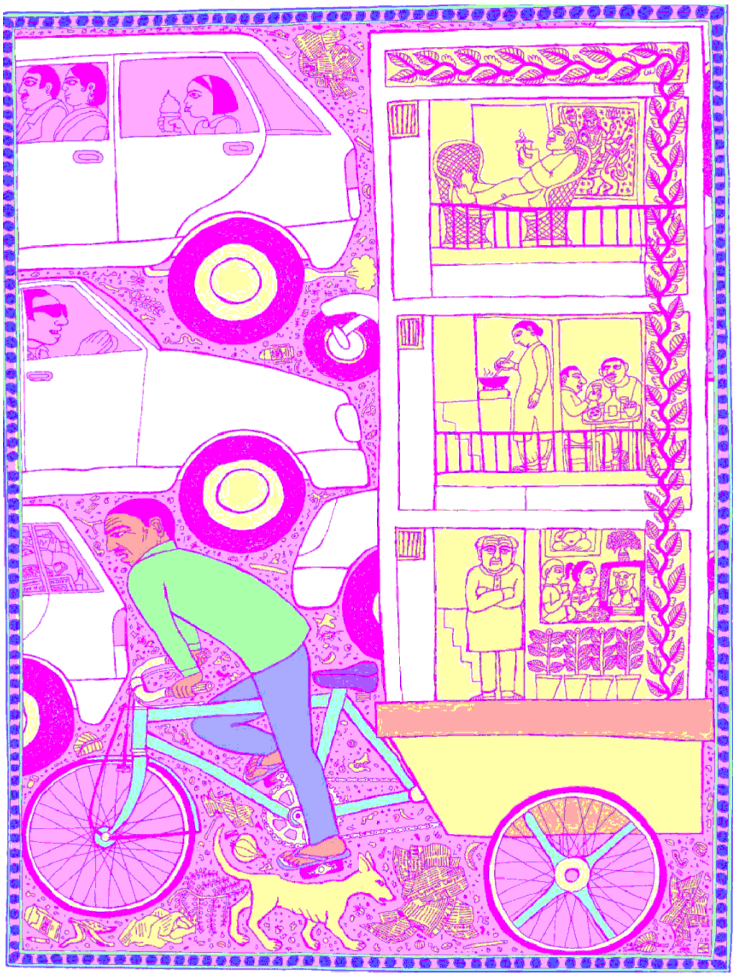

شکل 2.1 میرے بغیر وہ ترقی نہیں کر سکتے
میں اس نظام میں ترقی نہیں پا سکتا

ترقی کے تحقیات کیا ہیں-مختلف لوگ، مقاصد:

چلئے دیکھتے ہیں کہ جدول 2.1 میں مختلف لوگوں کی فہرست میں بالیدگی یا ترقی کے کیا معنی ہیں۔ ان کی کیا تمنائیں ہیں؟ آپ چند کالموں کو کچھ حد تک بھرے ہوئے پائیں گے۔ جدول کو مکمل کرنے کی کوشش کیجیے۔ آپ کچھ دیگر زمروں کے اشخاص کو بھی جمع کر سکتے ہیں۔

جدول-1: مختلف زمروں کے اشخاص کے ترقیاتی مقاصد

اشخاص کا زمرہ	ترقیاتی مقاصد/تمنائیں
بے زمین دیہی مزدور	زیادہ دنوں کے لیے کام اور بہتر اجرتیں' ان کے بچوں کے لیے مقامی اسکول میں بہتر تعلیم، کوئی سماجی امتیازات نہ ہو اور وہ بھی گاؤں میں لیڈر بننا چاہتے ہیں
خوشحال کسان	فصل کی بہترین قیمت اور جفاکش سستے مزدوروں کے ذریعہ خاندان کی بہتر آمدنی کی طمانیت' وہ اپنے بچوں کو پردیس میں آباد کرنے کے قابل بن جائیں۔

اشخاص کا زمرہ	ترقی کے مقاصد/تمنائیں
کسان جو فصل اگانے کے لئے صرف بارش پر ہی انحصار کرتے ہیں	
زمیندار خاندان کی ایک دیہی عورت	
بے روزگار شہری نوجوان	
دولتمند خاندان کا ایک شہری لڑکا	
دولتمند خاندان کی ایک شہری لڑکی	وہ اپنے بھائی کی طرح زیادہ آزادی حاصل کرنا چاہتی ہے اور زندگی میں اسے کیا کرنا ہے اس کا فیصلہ خود کرنے کے قابل بننا چاہتی ہے وہ اپنی تعلیم کے لیے بیرون ملک جانا چاہتی ہے
معدنیاتی میدان کا ایک آدی واسی	
ساحلی علاقے کے مچھیرے کمیونٹی کا ایک شخص	

جدول 2.1 کو مکمل کرنے کے بعد اس کی جانچ کریں۔ کیا یہ تمام اشخاص ترقی کا ایک جیسا ہی تصور رکھتے ہیں؟ یقیناً نہیں ان میں ہر ایک الگ الگ چیزیں تلاش کرتا ہے۔ وہ ان چیزوں کو تلاش کرتے ہیں جو ان کے لئے بے حد اہم ہوں جو ان کی تمناؤں یا خواہشوں کی تکمیل کرتے ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بعض مرتبہ افراد یا ان کے گروپس ایسی چیزوں کو تلاش کرتے ہیں جو ایک دوسرے متصادم ٹکرتی ہیں۔ ایک لڑکی اپنے بھائی کی طرح زیادہ آزادی اور مواقع چاہتی ہے اور یہ بھی چاہتی ہے کہ اس کا بھائی بھی گھریلو کاموں میں تعاون کرے جبکہ اس کا بھائی یہ پسند نہیں کرتا۔ ایسا ہی زیادہ بجلی حاصل کرنے کیلئے صنعتکار زیادہ ڈیم چاہتے ہیں مگر یہ زمین کو غرقاب کرتے ہیں اور لوگوں کی زندگیوں کو تدوبالا کرتے ہیں اور وہ قبائل کی طرح ادھرادھر منتقل ہوجاتے ہیں جس سے یہ لوگ ناراض ہوجاتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی زمین کی آبپاشی کے لئے صرف چھوٹے چیک ڈیم یا تالاب چاہتے ہوں۔

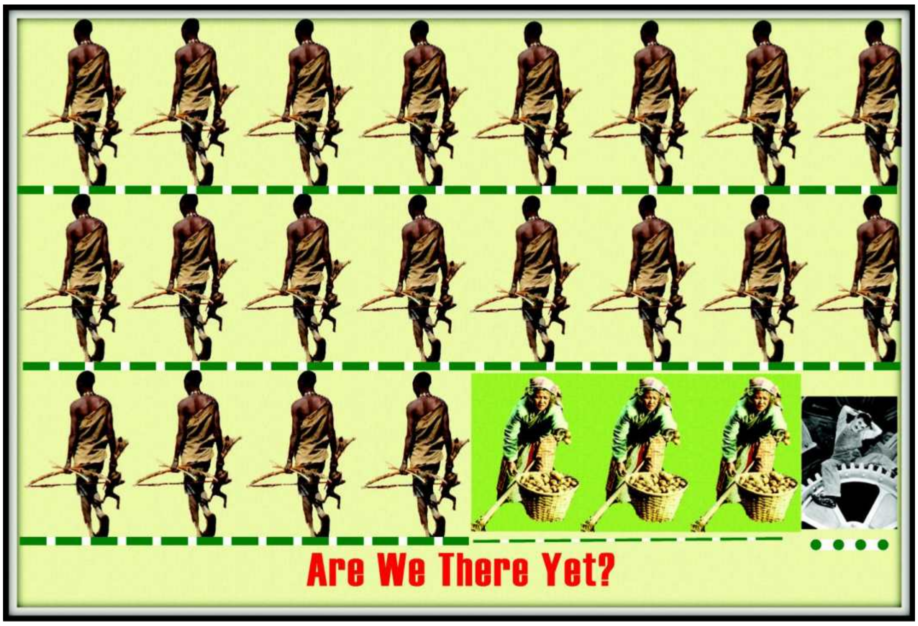

شکل 2.2 اگر ہم انسانی تاریخ کو وقت کے پیمانہ پر سوچیں جانچیں تو ہم ترقی کو کس طرح سمجھ سکتے ہیں؟ کون ترقی یافتہ ہے؟ شکار اور غذا اکٹھا کرنے کا دور (تقریباً 200,000 سال) زراعت کی ابتداء ہو کر گذرے ہوئے سال (12,000 سال قبل)، جدید صنعتوں کی ابتداء کے بعد کے سال (تقریباً 400 سال پہلے)

ترقی کس کی؟

شکل 2.3: کوڈنکولم پراجکٹ پر احتجاج

جب ترقی کے تصور کا تعین مختلف اور متصادم ہوسکتا ہے تو یقینی طور پر ترقی کی راہیں بھی الگ ہوسکتی ہیں۔ ٹاملناڈو کے ترونیلویلی ضلع میں کوڈنکولم نیوکلیر پاور پراجکٹ پر جاری احتجاج ایسا ہی ایک تنازعہ ہے۔ حکومت ہند نے مچھیروں کے اس ساحلی شہر میں نیوکلیئر پاور پلانٹ قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ جس کا مقصد ملک کی بڑھتی ہوئی توانائی کی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے نیوکلیئر توانائی پیدا کرنا ہے۔ اس علاقہ کے عوام نے سلامتی، حفاظت اور روزی کی بنیاد پر احتجاج کیا اور ایک طویل جدوجہد شروع ہوئی۔ سائنسداں، ماحولیاتی ماہرین، سماجی کارکن بھی اس پراجکٹ پر تنقید کرتے ہوئے احتجاجیوں کے شانہ بہ شانہ کھڑے ہوگئے۔ حکومت کو احتجاجی عرضداشتیں پیش کیں کہ ''آپ کا یہ عمل لائق تحسین نہیں ہے کیونکہ نیوکلیئر توانائی سے ہمیں نہ صرف طاقت حاصل ہوگی بلکہ ناقابل یقین تباہی والی صلاحیت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا ساحل اور ملک ریڈیائی شعاعوں کے خطرے سے محفوظ رہے۔ منصوبہ کو بند کردیں اور ناقابل تجدید توانائی کو متبادل کے طور پر دیکھیں۔ حکومت نے جواب دیا کہ پلانٹ تمام سلامتی اقدامات رکھتا ہے، باوجود احتجاج کے پراجکٹ آگے بڑھے گا۔

اوپر کی بحث سے دو باتیں بالکل واضح ہوتی ہیں۔

1۔ مختلف افراد مختلف ترقیاتی مقاصد رکھتے ہیں۔

2۔ کسی ایک کے لیے جو ترقی ہوتی ہے وہ دوسرے کے لیے ترقی نہیں۔ یہ دوسرے کے لئے تباہی بھی بن سکتی ہے۔

- اس اخباری رپورٹ کو پڑھیے۔

ایک جہاز کے ذریعہ 500 ٹن ناکارہ زہریلا مائع ایک شہر کی کھلی جگہ اور سمندر کے قریب پھینک دیا گیا۔ یہ افریقہ کے ایک ملک ایوری کوسٹ کے شہر عابدجان میں ہوا۔ خطرناک ناکارہ زہر کی بو متلی، جلدی خراش، بے ہوشی، پیٹ کی جلن کا سبب بنی۔ ایک ماہ بعد سات افراد مر گئے، بیس افراد کا دواخانہ میں اور چھبیس ہزار افراد کا زہریلی علامتوں کا علاج کیا گیا۔ ایک ملٹی نیشنل کمپنی نے جو پٹرولیم اور دھاتوں کا کاروبار کرتی ہے ایوری کوسٹ کی ایک مقامی کمپنی کو اس زہریلے مادہ کو ٹھکانے لگانے کا کام سپرد کیا تھا۔ (ویجوزاونے کے آرٹیکل سے ماخوذ جو دی ہندو ستمبر 2006 میں شائع ہوا)

اب مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب دیجیے

- وہ کونسے لوگ ہیں جو فائدہ میں رہے اور کون نہیں؟
- اس ملک کے لئے ترقیاتی مقاصد کیا ہو سکتے ہیں؟
- آپ کے گاؤں یا محلّہ کے لئے چند ترقیاتی مقاصد کیا ہو سکتے ہیں؟
- نیوکلیر پلانٹ کے علاقہ میں رہنے والوں اور حکومت کے درمیان تنازعہ کی وجوہات کیا ہیں؟
- کیا آپ کسی ترقیاتی پراجکٹس / پالیسیوں کے خلاف ہوئے کسی تنازعہ کے بارے میں جانتے ہیں۔ ہر دو جانب کے دلائل تلاش کیجیے۔

آمدنی اور دوسرے مقاصد

اگر آپ جدول 1 پر غور کریں تو ایک مشترکہ چیز دیکھیں گے کہ لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ مسلسل کام، بہتر اجرتیں اور ان فصلوں یا ان کی پیداوار کے لئے عمدہ قیمت۔ دوسرے الفاظ میں وہ زیادہ آمدنی چاہتے ہیں۔

کسی نہ کسی ذریعے سے زیادہ آمدنی کے ساتھ ساتھ وہ مساوی برتاؤ، آزادی، تحفظ اور احترام بھی چاہتے ہیں۔ وہ امتیاز کو پسند نہیں کرتے۔ یہ تمام اہم مقاصد ہیں دراصل چند معاملات میں یہ بہتر آمدنی سے بھی زیادہ اہم ہیں کیونکہ صرف مادی اشیاء زندگی روپیہ، پیسہ، یا مادی اشیاء جن کو خریدا جاسکتا ہے۔ ایک عنصر ہے جس پر ہماری زندگی انحصار کرتی ہے مگر ہماری زندگی کی خوبی کا انحصار اوپر بیان کیے گئے غیر مادی اشیاء پر بھی ہوتا ہے اگر یہ بات آپ کو واضح نہیں ہوئی تو آپ اپنی زندگی میں دوستوں کے رول کے بارے میں سوچیئے۔ آپ ان کی دوستی چاہتے ہیں۔ ایسے ہی کئی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن کو آسانی سے ناپا نہیں جاسکتا لیکن وہ ہماری زندگیوں میں بڑے معنی رکھتی ہیں۔ جو اکثر نظر انداز کردی جاتی ہیں۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہوگا کہ جس کی پیائش نہیں کی جاسکتی وہ اہم نہیں۔

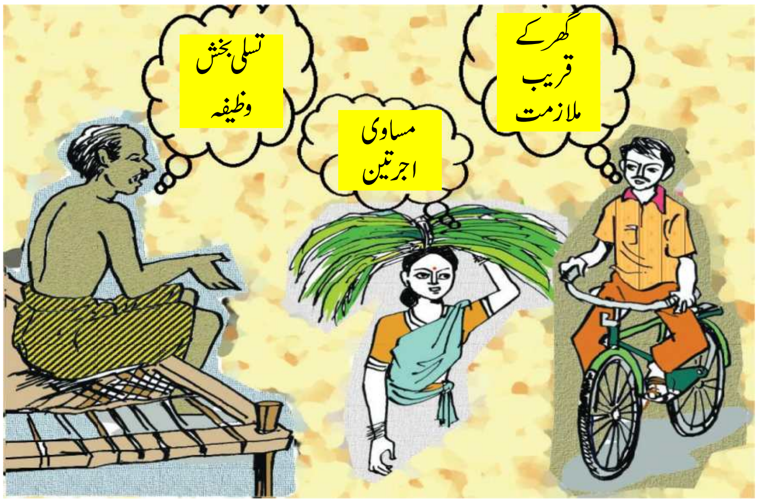

ایک اور مثال پر غور کیجیے۔ اگر آپ کہیں دور مقام پر ملازمت حاصل کرتے ہیں تو آپ آمدنی کے ساتھ ساتھ دوسرے عناصر پر بھی غور کرنے کی کوشش کریں گے۔ جیسے کیا یہ آپ کے خاندان کے لیے سہولت بخش ہوسکتی ہے، کام کا ماحول اور سیکھنے کے مواقع وغیرہ کیسے ہیں؟ ایک دوسری مثال میں کوئی ملازمت آپ کو کم تنخواہ دیتی ہے۔

مگر مستقل ملازمت کا پیش کش ہوتو آپ میں تحفظ کا احساس بڑھ جاتا ہے۔ دوسری نوکری میں اگرچیکہ زیادہ تنخواہ کی پیشکش ہے لیکن نوکری کا تحفظ نہیں اور اپنے خاندان کے لیے وقت نہیں مل پاسکتا تو یہ آپ کے تحفظ اور آزادی کے احساس کو کم کرے گا۔

ایسے ہی ترقی کے لیے لوگ ملے جلے مقاصد کو دیکھتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اگر خواتین معاوضہ کے کام میں مشغول ہو جائیں تو خاندان کی آمدنی بڑھ جاتی ہے اور ان کے وقار اہل خانہ اور سماج میں بڑھ جاتا ہے البتہ یہ اس وقت ہوگا جب خواتین کے تئیں احترام ہوگا' گھریلو کام میں ان کا ہاتھ بٹایا جائے گا اور باہر کام کرنے والی خواتین کو تسلیم کیا جائے گا۔ محفوظ اور بے خطر ماحول خواتین کو مختلف ملازمتوں یا کاروبار چلانے کی طرف مائل کرے گا۔ لوگ جو ترقیاتی مقاصد رکھتے ہیں ان کا نہ صرف بہتر آمدنی سے بلکہ زندگی کی دیگر اہم چیزوں سے بھی تعلق ہوتا ہے۔

- مختلف افراد ترقی کے مختلف تصوارت کیوں رکھتے ہیں؟ مندرجہ ذیل میں کونسی تشریح زیادہ اہم ہے اور کیوں؟
  a) کیونکہ لوگ مختلف ہوتے ہیں۔
  b) کیونکہ لوگوں کی زندگی کے حالات مختلف ہوتا ہے؟
- کیا ان دونوں بیانات کا ایک ہی مطلب ہے؟ اپنے جواب کی وجہ بتایئے
  a) لوگ مختلف ترقیاتی مقاصد رکھتے ہیں۔
  b) لوگ متصادم ترقیاتی مقاصد رکھتے ہیں۔
- چند مثالیں دیجیے جہاں آمدنی سے ہٹ کر دیگر عناصر کو ہماری زندگیوں میں اہمیت حاصل ہے۔
- ذکر کیے گئے اس سکشن چند اہم تصورات کو اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

مختلف ریاستوں یا ممالک کا تقابل کس طرح کیا جاتا ہے

جب ہم مختلف چیزوں کا تقابل کرتے ہیں تو ان میں اختلافات کے ساتھ یکسانیت بھی ہوسکتی ہے۔

ان میں تقابل کے لئے ہم کس پہلو کو استعمال کریں گے؟ چلیے ہم اپنی جماعت کے طلبا کو ہی دیکھتے ہیں۔

ہم کس طرح مختلف طلباء کا موازانہ کریں گے؟ وہ اپنے قد، صحت، صلاحیت اور دلچپسی میں مختلف ہوں گے۔ ضروری نہیں کہ صحتمند طالب علم محنتی بھی ہو۔ سب سے عقلمند طالب علم ہمدرد بھی ہو۔ تو ہم کس طرح طلباء کا تقابل کریں گے؟ جو اصول ہم استعمال کریں گے اس کا انحصار تقابلی مقصد پر ہوگا۔ ہم کھیل کود کی ٹیم، مباحثہ کی ٹیم، میوزک ٹیم یا پکنک منظّم کرنے کی ٹیم کا انتخاب کرتے وقت مختلف اصول اپناتے ہیں۔ تاہم اگر چند مقاصد ہوں تو جماعت میں بچوں کی ہمہ جہتی ترقی کے اصول کو اپنائیں گے۔ یہ ہم کس طرح کریں؟

عام طور پر ہم افراد کے ایک یا زیادہ خوبیوں کو لیتے ہیں اور ان خوبیوں کی بنیاد پر موازنہ کرتے ہیں۔ ممالک کا تقابل کرنے کے لئے ان کی آمدنی کو ایک اہم معاون طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ زیادہ آمدنی والے ممالک کم آمدنی والے ممالک کے مقابلہ میں ترقی یافتہ ہوتے ہیں۔ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ زیادہ آمدنی کا مطلب انسانی ضروریات کی زیادہ چیزیں۔ لوگ جو چاہتے ہیں ان کے پاس ہوتا ہے' وہ زیادہ آمدنی حاصل کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ زیادہ آمدنی ازخود ایک اہم مقصد سمجھی جاتی ہے۔

کسی ملک کی آمدنی کیا ہے؟ یقینی طور پر ایک ملک میں رہنے والے تمام لوگوں کی آمدنی ہی ملک کی آمدنی ہوگی اور یہ ملک کی مجموعی آمدنی ہوتی ہے۔

تاہم ممالک کے درمیان موازنہ کے لیے جملہ آمدنی ایک کارآمد پیمانہ نہیں ہے۔ کیونکہ ممالک کی آبادی میں فرق ہوتا ہے۔ مجموعی آمدنی سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ ایک فرد اوسطاً کتنا کماتا ہے یا ایک ملک کے عوام دوسرے ملک کے عوام سے بہتر حالات میں ہیں؟ تو ہم اوسط آمدنی کا موازنہ کرتے ہیں، جو ملک کی جملہ آمدنی کو جملہ آبادی سے تقسیم کرنے پر حاصل ہوتا ہے۔ اوسط آمدنی کو فی کس آمدنی بھی کہا جاتا ہے۔

ورلڈ بینک کی جانب سے ممالک کی درجہ بندی میں ورلڈ ڈیولپمنٹ رپورٹ میں اسی پہلو کو اختیار کیا گیا ہے۔ ایسے ممالک جن کی فی کس آمدنی 2012 میں سالانہ 12600 امریکی ڈالر تھی زیادہ آمدنی والے ممالک یا دولتمند ممالک کہلائے 2012 میں 1035 امریکی ڈالر یا اس سے کم سالانہ فی کس آمدنی والے ممالک کم آمدنی والے ممالک کہلائے۔ ایک دہے سے بھی کم عرصہ تک بھی بھارت کم آمدنی والے ممالک کے زمرہ میں ہی تھا۔ اب اس کا شمار درمیانی آمدنی والے ممالک میں ہو رہا ہے کیونکہ بھارت کی فی کس آمدنی میں دوسرے کئی ممالک سے زیادہ تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ اور اس کے موقف میں بہتری آئی ہے۔ ہم اگلے باب میں بھارت میں عوام کی آمدنیوں میں اضافہ کے تعلق سے مزید مطالعہ کریں گے۔

مغربی ایشیا اور دیگر چھوٹے ممالک کو چھوڑ کر دولتمند ممالک عام طور پر ترقی یافتہ ممالک کہلاتے ہیں۔

اوسط آمدنی کو تقابل کے لئے' کارآمد سمجھا جاتا ہے۔ جبکہ اس میں بھی خامیاں پوشیدہ ہیں۔

مثال کے طور پر دو ممالک A اور B پر غور کریں۔ آسانی کے لئے ہم ہر ملک کے لئے پانچ شہری ہی تصور کرتے ہیں۔ ذیل کے جدول میں دیئے گئے مواد کی بنیاد پر دونوں ممالک کی اوسط آمدنی کا حساب لگایئے۔

جدول - 2 دو ممالک کا موازنہ

ملک	2001 میں شہریوں کی ماہانہ آمدنی (روپیوں میں)					
	I	II	III	IV	V	اوسط
A	9500	10500	9800	10000	10200	
B	500	500	500	500	48000	

کیا آپ ان دونوں ممالک میں یکساں طور پر خوش رہ سکتے ہیں؟ کیا دونوں یکساں ترقی یافتہ ہیں۔؟
ہم میں سے چند لوگ B ملک میں رہنا پسند کریں گے اگر وہاں کے پانچویں شہری کی آمدنی جیسی طمانیت اگر وہاں کے شہری بننے کے لیے قرعہ ڈالا جائے تب ہم میں سے بہت سے لوگ A ملک میں رہنے کو ترجیح دیں گے۔ اگرچیکہ ظاہری طور پر دونوں ممالک کی اوسط آمدنی برابر ہے لیکن زیادہ مساوی تقسیم کی وجہ سے A ملک ترجیح پائے گا۔ اس ملک میں لوگ نہ زیادہ امیر ہیں نہ بے حد غریب جبکہ B ملک کے زیادہ لوگ غریب ہیں اور ایک شخص بے حد امیر ہے۔ چنانچہ اوسط آمدنی جہاں تقابل کے لئے کارآمد ہے ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ آمدنی کو عوام کے درمیان کیسے تقسیم کیا گیا ہے۔

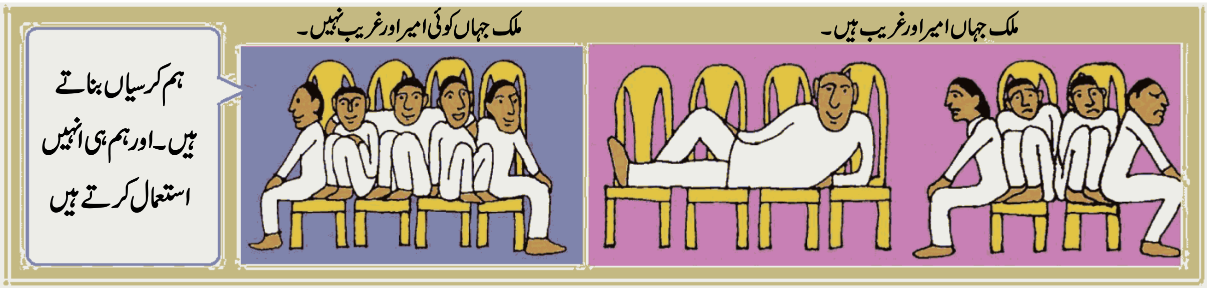

- اوپر دی گئی مثال سے ہٹ کر مزید تین مثالیں دیجیے جہاں حالات کا تقابل کرنے کے لیے اوسط کو استعمال کیا گیا۔
- آپ کیوں خیال کرتے ہیں کہ اوسط آمدنی ترقی کے لئے ایک اہم پہلو ہے؟ بیان کیجیے۔
- فرض کیجیے کسی ملک کے ریکارڈس بتاتے ہیں کہ ایک عرصہ میں اوسط آمدنی میں اضافہ ہوا ہے۔
  تو کیا ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ معیشت کے تمام شعبوں میں بہتری آئی ہے؟
  مثال کے ذریعہ اپنے جواب کی تشریح کیجیے۔
- اس مضمون میں درج ورلڈ ڈیولپمنٹ رپورٹ 2012 کے مطابق وسط آمدنی والے ممالک کی فی کس آمدنی کی سطح معلوم کیجیے۔
- ترقی یافتہ بننے کے لئے بھارت کو کیا کرنا چاہیے اپنے خیالات پر ایک پیرا گراف دیکھئے۔

آمدنی اور دوسرے پہلو

جب ہم کسی فرد کے محسوسات اور مقاصد کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ عوام نہ صرف بہتر آمدنی کے بارے میں سوچتے ہیں بلکہ سلامتی، احترام، مساوی برتاؤ اور آزادی جیسے مقاصد بھی ذہن میں رکھتے ہیں۔ ایسا ہی جب ہم ایک ملک یا علاقہ کے بارے میں سوچتے ہیں تو اوسط آمدنی کے ساتھ دیگر یکساں اہم پہلوؤں کو بھی سوچیں گے۔

جدول-3. چند ریاستوں کی سالانہ فی کس آمدنی

ریاست	2012 کے لیے فی کس آمدنی روپیوں میں
پنجاب	78000
ہماچل پردیش	74000
بہار	25000

یہ پہلو کیا ہو سکتے ہیں؟ چلیے ایک مثال کے ذریعہ غور کریں۔ جدول 2.3 پنجاب، ہماچل پردیش، اور بہار کے فی کس آمدنی کو ظاہر کرتا ہے۔ ہمیں معلوم ہوا کہ تینوں میں پنجاب زیادہ فی کس آمدنی رکھتا ہے اور جبکہ بہار میں ایک فرد اوسطً صرف 25000 روپئے ہی کماتا ہے۔ اگر فی کس آمدنی کو ترقی کی پیمائش کے لئے استعمال کریں تو تینوں ریاستوں میں پنجاب زیادہ ترقی یافتہ اور بہار کم ترقی یافتہ ریاست سمجھی جائیں گی۔ چلیے اب ہم جدول 4. میں ان ریاستوں سے متعلق دیگر امور کو دیکھتے ہیں۔

جدول 4 چند ریاستوں میں دیگر تقابلی امور

ریاست	اطفال میں اموات کی شرح فی ہزار (2006)	شرح خواندگی (%) 2011	خالص حاضری کی شرح (2006)
پنجاب	42	77	76
ہماچل پردیش	36	84	90
بہار	62	64	56

جدول 2.4 میں استعمال کی گئیں اصطلاحیں – اطفال میں اموات کی شرح 1000 باحیات پیدا ہونے والے بچوں میں اندرون ایک سال مرنے والے بچوں کی تعداد

شرح خواندگی: یہ 7 سال اور اس سے زیادہ عمر والے گروپ میں تعلیم یافتہ آبادی کے فیصد کو ظاہر کرتا ہے۔

خالص حاضری کی شرح: 6-17 سال عمر کے گروپ کے جملہ بچوں میں سے اسکول حاضر ہونے والے بچوں کی تعداد

پہلا کالم یہ بتاتا ہے کہ ہماچل پردیش میں باحیات پیدا ہونے والے 1000 بچوں میں 36 ایک سال کی عمر مکمل ہونے سے پہلے مرجاتے ہیں۔ پنجاب میں اندرون ایک سال مرنے والے بچوں کی شرح کا تناسب 42 ہے۔ آخری کالم حاضری کی شرح کو بتاتا ہے۔ بہار میں اسکول جانے کی عمر کے بچوں میں آدھے اسکول نہیں جاتے۔

عوامی سہولتیں

یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ پنجاب میں ایک اوسط آدمی کی آمدنی ہماچل پردیش کے اوسط آدمی سے زیادہ ہونا مگر ان اہم امور میں پیچھے رہ جانا کیسے لگتا ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ آپ کے پاس موجودہ روپیہ پیسے سے وہ تمام اشیاء اور خدمات کو نہیں خرید سکتے جو ایک بہتر زندگی گذارنے کے لیے ضروری ہیں۔ اس طرح آمدنی از خود شہریوں کو درکار مادی اشیاء اور خدمات کا مناسب ترین نشان دہندہ نہیں۔ مثلاً آپ اپنی دولت سے آلودگی سے پاک ماحول نہیں خرید سکتے۔ یا اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ آپ کو ملاوٹ سے پاک دوائیں مل جائیں۔ یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ آپ اس علاقے یا کمیونٹی کو چھوڑ کر وہاں جانے کے قابل نہیں ہوتے جہاں یہ چیزیں پائی جاتی ہیں۔ روپیہ پیسہ اس قابل نہیں ہوتا کہ آپ کو وبائی بیماریوں سے محفوظ رکھ سکے جب تک کہ پوری کمیونٹی احتیاطی اقدامات نہیں کرتی۔

درحقیقت زندگی کی کئی اہم چیزوں کو فراہم کرنے بہترین اور سستا طریقہ ان اشیاء اور خدمات کو اجتماعی طور پر فراہم کرنا ہے۔

ذرا سوچیے۔کیا سارے علاقہ کے لئے اجتماعی نگرانی سستی رہے گی یا ہر گھر کے لئے ذاتی نگران کار؟ آپ کے گاؤں یا محلّہ میں آپ کے علاوہ تعلیم میں دلچسپی لینے والا کوئی نہ ہوتو کیا ہوگا؟ کیا آپ تعلیم حاصل کر سکیں گے؟ نہیں، جب تک کہ آپ کے والدین کسی خانگی اسکول میں پڑھنے نہیں بھیجتے۔اسی لئے آپ تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہیں کیونکہ کئی دوسرے بچے بھی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں اور کئی لوگوں کا ماننا ہیکہ حکومت اوپن اسکولس قائم کرے اور دیگر سہولتیں فراہم جس سے بچوں کا پڑھنے کا موقع مل سکے۔اب بھی کئی علاقوں میں بچے' خاص کر لڑکیاں ثانوی سطح کی اسکول کی تعلیم بھی حاصل کرنے کے قابل نہیں کیونکہ حکومت / سماج درکار سہولتیں فراہم نہیں کر رہا ہے۔

چند ریاستوں میں اطفال کی موت کی شرح میں کمی پائی جاتی ہے کیونکہ وہاں مناسب بنیادی صحت اور تعلیمی سہولتیں پائی جاتی ہیں۔

ایسے ہی چند ریاستوں میں عوامی تقسیم نظام Public Distribution System(PDS) بہتر کام کر رہا ہے۔

اگر کوئی PDS دکان یعنی راشن شاپ کسی مقام پر بہتر کام نہیں کر رہی ہے تو وہاں کے لوگ اس کی اصلاح کے اقدامات کرتے ہیں۔

ایسی ریاستوں میں عوامی صحت اور تغذیہ کا موقف بھی بہتر ہوگا۔

- جدول 3 اور 4 کے مواد کو دیکھیں۔کیا پنجاب شرح خواندگی میں بہار سے آگے ہے جیسا کہ یہ فی کس آمدنی میں آگے ہے؟
- ایسی دیگر مثالیں بیان کیجیے جہاں اشیاء اور خدمات کی اجتماعی فراہمی انفرادی فراہمی سے سستی ہوتی ہے؟
- کیا اچھی صحت اور تعلیمی سہولتوں کی دستیابی کا انحصار حکومت کی جانب سے ان سہولتوں پر خرچ کی جانے والی رقم پر ہوتا ہے؟ اس سے متعلق دوسرے عناصر کیا ہوسکتے ہیں؟
- ٹاملناڈو اور آندھرا پردیش دیہی علاقوں کے خاندانوں نے 2009-2010 میں راشن شاپس سے علی الترتیب 53 فیصد اور 33 فیصد چاول کی خریدی کی باقی خاندان مارکٹ سے خریدے۔مغربی بنگال اور آسام میں صرف 11 فیصد اور 6 فیصد راشن شاپس سے خریدی کی۔کہاں کے لوگ بہتر حالت میں ہیں اور کیوں؟

انسانی ترقی کی رپورٹ Human Development Report

جب ہم جان چکے ہیں کہ آمدنی کی سطح اہم ہونے کے باوجود ترقی کو ناپنے کا غیر مناسب پیمانہ ہے تو ہمیں دیگر امور کو دیکھنا پڑے گا۔ ایسے امور کی ایک لمبی فہرست ہوسکتی ہے جو کارآمد نہیں ہوگی۔اس کے بجائے ہمیں اہم ترین امور پر مشتمل مختصر تعداد چاہیے۔صحت اور تعلیم کے نشاندہندے بھی ان میں شامل ہیں جنہیں ہم نے کیرلا اور پنجاب کے تقابل کے دوران استعمال کیا۔گذشتہ دس سال سے بھی زائد عرصے سے تعلیم اور صحت کو آمدنی کے ساتھ ساتھ ترقی کے نشان دہندے کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔مثال کے طور پر بین الاقوامی ترقیاتی پروگرام (UNDP) کی جانب سے شائع کردہ انسانی ترقی کی رپورٹ میں ملکوں کے درمیان موازنہ کرنے کے لیے لوگوں کی تعلیم کی سطح' صحت کے موقف اور فی کس آمدنی کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

انسانی ترقی کی رپورٹ 2013 سے ہندوستان اور اس کے پڑوسی ممالک سے متعلق مخصوص امور کی تفصیلات کا جائزہ لینا دلچسپی سے کم نہ ہوگا

جدول 5 بھارت اور اس کے پڑوسیوں سے متعلق چند امور کی تفصیلات

ملک	فی کس آمدنی ڈالر میں	متوقع عرصۂ حیات	اوسط اسکولی تعلیم کی مدت (سالوں میں)	متوقع اسکولی تعلیم کی مدت (سالوں میں)	انسانی ترقی اشاریہ (HDI) کا درجہ دنیا میں
سری لنکا	5170	75.1	9.3	12.7	92
انڈیا	3285	65.8	4.4	10.7	136
پاکستان	2566	65.7	4.9	7.3	146
مائنمار	1817	65.7	3.9	9.4	149
بنگلہ دیش	1785	69.2	4.8	8.1	146
نیپال	1137	69.1	3.2	8.9	157

جدول 5 کے لیے تشریحات

HDI۔انسانی ترقی کا اعشاریہ: جدول میں دیئے گئے HDI کے درجے 177 ممالک میں سے دیا گیا۔

متوقع عرصۂ حیات: اس سے مراد کسی فرد کی پیدائش کے وقت سے زندگی کی متوقع مدت ہے۔

اوسط اسکولی تعلیم کی مدت (سالوں میں): 25 سال سے زائد عمر کے لوگوں کا تعلیم حاصل کرنے کے لیے صرف کئے گئے سالوں کا اوسط

متوقع اسکولی تعلیم کی مدت (سالوں میں): اسکول جانے والی عمر کے بچوں کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے صرف کی جانے والی متوقع سالوں کا اوسط

فی کس آمدنی: اس کا تخمینہ امریکی ڈالر میں کیا جاتا ہے تاکہ موازنہ کرنے میں آسانی ہو۔اس کے علاوہ یہ اس لیے بھی کہا جاتا ہے کہ ہر ملک میں ڈالر سے مساوی مقدار میں اشیاء اور خدمات کی خریدی جا سکتی ہے۔

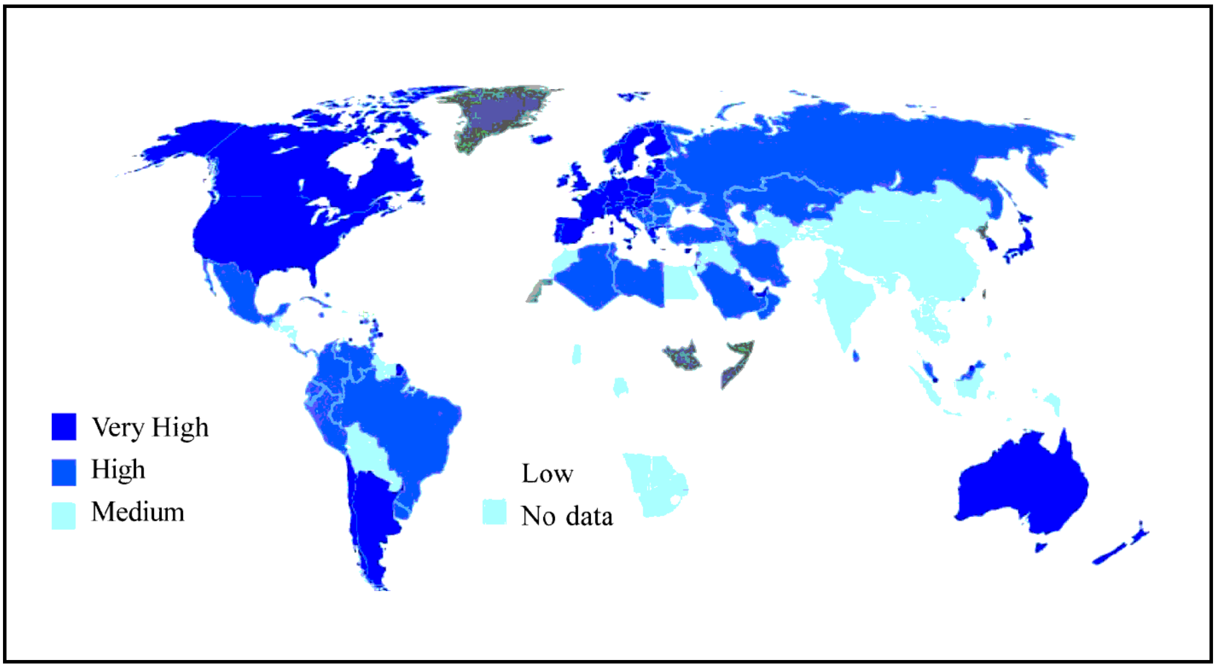

نقشہ 1 دنیا کے نقشہ میں HDI انسانی ترقی کا اشاریہ دکھایا گیا ہے۔مختلف براعظموں میں مختلف نمونوں کی شناخت کیجیے

کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ ہمارے پڑوس کا ایک چھوٹا سا ملک سری لنکا ہر اعتبار سے کافی آگے ہے اور ہمارے جیسا ایک بڑا ملک دنیا میں اتنا کم درجہ رکھتا ہے؟ جدول 2.5 یہ بھی دکھاتا ہے اگرچیکہ نیپال کی فی کس آمدنی بھارت سے آدھی سے بھی کم ہے مگر تعلیمی سطح پر وہ بھارت سے زیادہ دور نہیں۔ متوقع عرصہ حیات کی اصطلاح میں وہ بھارت سے بھی آگے ہے۔

انسانی ترقی کے اشاریہ کا حساب لگانے کے لئے کئی امور کی سفارش کی گئی ہے اور کئی نئے اجزاء کو انسانی ترقی کی رپورٹ میں شامل کیا گیا ہے۔ مگر ترقی سے پہلے ''انسانی'' کے سابقہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ترقی میں اس بات کی اہمیت ہو کہ کسی ملک کے شہریوں کے لئے کیا کیا جارہا ہے۔ عوام، انکی صحت اور انکی بہتری سب سے اہم ہیں۔

ترقی ایک تدریجی عمل ہے

انسانی ترقی کے اشاریہ کی اصطلاع میں چند ممالک دیگر ممالک سے آگے ہوتے ہیں۔ ایسے ہی چند ریاستیں انسانی ترقی کے بہتر اشاریے رکھتے ہیں۔ اگرچیکہ اندرون ریاست تفاوت بھی ہوتے ہیں۔ چند اضلاع دوسروں سے زیادہ ترقی یافتہ ہوتے ہیں۔ یادرکھیے تقابل اور درجے ازخود بہت کم استعمال ہوتے ہیں بلکہ یہ اسی وقت کارآمد ہوتے ہیں جبکہ اشاریے ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کریں کہ چند لوگ دوسروں سے پیچھے کیوں ہیں؟

انسانی ترقی کے ان نشان دہندوں میں کسی ایک میں پیچھے ہونا اس بات کا اشارہ ہے کہ لوگوں کی زندگی کے اس پہلو پر ضرور دینے کی ضرورت ہے دوسروں سے آگے کیوں ہیں؟

جدول 2.4 کے مطابق ہماچل پردیش میں اسکول جانے والے بچوں کا اوسط دوسری ریاستوں کے مقابلہ میں زیادہ کیوں ہے۔

اس کا جواب دینے کے لئے ہمیں ''ہماچل پردیش میں اسکولی انقلاب'' کو قریب سے دیکھنا ہوگا۔ اس سے کئی دلچسپ انکشافات ہوتے ہیں خاص طور پر ممکنہ تبدیلی کے لئے کئی عناصر مل کر کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ترقی واقعی ایک پیچیدہ مظہر ہے

بھارت کی آزادی کے وقت بھارت کی دوسری ریاستوں کی طرح ہماچل پردیش میں بھی تعلیمی سطح بہت نیچے تھے۔ ایک پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے کئی دیہاتوں میں آبادی بہت کم تھی۔ ایسے حالات میں اسکولوں کا پھیلاؤ خاص طور پر دیہی علاقوں میں ایک بڑا چیلنج تھا۔ تاہم ریاست کی عوام اور ہماچل پردیش کی حکومت دونوں تعلیم کیلئے پرجوش تھے۔ اس خواب کو تمام بچوں کے لیے حقیقت میں کیسے تبدیل کریں؟

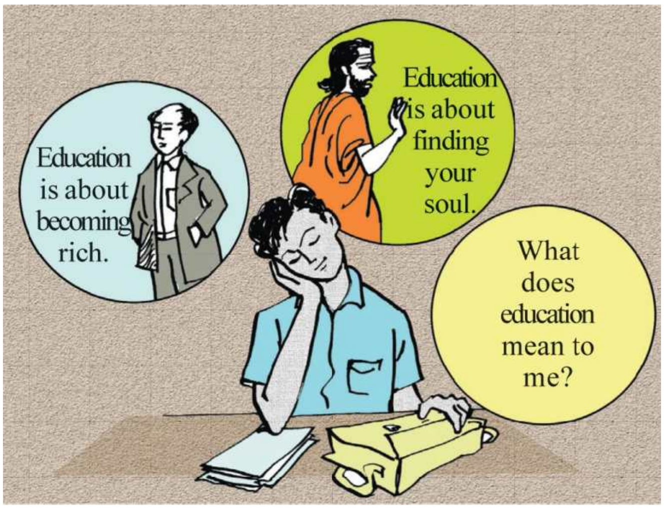

حکومت نے اسکولوں کو شروع کیا اور اس بات کو یقینی بنایا کہ تعلیم بڑے پیمانہ پر مفت یا والدین پر کم بوجھ والی ہو اس کے علاوہ اس بات کی بھی کوشش کی گئی کہ کم سے کم سہولتیں

جیسے اساتذہ، کمرہ جماعت، بیت الخلاء، پینے کا پانی وغیرہ کو یقینی بنایا جائے۔ وقت کے گذرنے کے ساتھ ساتھ ان سہولتوں میں مزید پھیلاؤ اور ترقی لائی گئی۔ اس کے لئے مزید اسکول کھولے گئے اور اساتذہ کا تقرر کیا گیا تا کہ زیادہ سے زیادہ بچے آسانی کے ساتھ تعلیم حاصل کر سکیں۔ ہماچل پردیش اپنے حکومتی بجٹ میں ہر بچے کی تعلیم پر زیادہ خرچ کرنے میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ سال 2005 میں بھارت کی ریاستوں میں تعلیم پر خرچ کی جانے والی رقم ہر بچہ پر اوسط رقم 1049 روپئے تھی جبکہ ہماچل پردیش میں ہر بچہ پر 2005 روپئے خرچ کی گئی تھی۔

تعلیم کو اولین ترجیح دینے کا بہتر نتیجہ برآمد ہوا۔ 1996 میں اسکولوں پر ایک سرگرم سروے کیا گیا جسے 2006 میں دہرایا گیا۔ جائزہ لینے والوں نے لکھا۔

ہماچل پردیش میں طلباء جوش وخروش کے ساتھ اسکول آتے ہیں۔ بڑی تعداد میں طلباء اسکولی معلومات سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ''اساتذہ ہم سے پیار کرتے ہیں اور بہت اچھا پڑھاتے ہیں''۔ نیہا نے کہا جو ایک گاؤں چمبا میں چوتھی جماعت میں شریک ہے۔ بچوں کا خواب ہیکہ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کریں وہ پولیس آفیسر، سائنسداں اور اساتذہ بننے کی تمنا رکھتے ہیں۔ ابتدائی جماعتوں کے ساتھ ساتھ بڑے بچوں میں بھی حاضری کی شرح بہت بلند ہوتی ہے۔

''بچوں کے کم سے کم 10 سال اسکول کے لئے'' ہماچل پردیش میں ایک اصول بن گیا ہے۔ ملک کے کئی حصوں میں آج بھی والدین لڑکوں کے مقابلہ لڑکیوں کی تعلیم کو کم فوقیت دیتے ہیں جس سے لڑکیاں کچھ جماعتوں تک ہی پڑھتی ہیں اور اپنی اسکولی تعلیم مکمل نہیں کر پاتیں۔ ہماچل پردیش میں ایک خوشگوار رجحان دیکھنے میں آیا ہے۔ ہماچلی والدین اپنی لڑکیوں کے لئے بھی لڑکوں کی طرح حوصلہ مند تعلیمی مقاصد رکھتے ہیں۔ تبھی 18-13 سال عمر کے گروپ میں لڑکیوں کا اعظم ترین فیصد آٹھویں جماعت تک تعلیم حاصل کرتے ہوئے ثانوی جماعتوں میں داخل ہو رہا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہاں مرد وخواتین کے موقف میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مگر خاص کر شمالی ریاستوں کے دوسرے علاقوں کے مقابلہ میں تفاوت میں کمی دیکھی گئی ہے۔

ہرایک کو تعجب ہوگا کہ کیوں جنسی امتیاز میں کمی ہے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ یہ دوسرے میدانوں میں بھی دیکھا گیا ہے۔ اطفال کی موت (بچوں کی پیدائش کے چند سالوں میں فوت ہوجانے) ہماچل پردیش میں بھارت کی دوسری ریاستوں سے موازنہ کریں تو لڑکوں کے مقابلہ میں لڑکیوں میں کم دیکھی گئی۔ ایک قابل غور بات یہ ہے کہ کئی ہماچلی خواتین گھر سے باہر خود روزگار ہیں۔ گھر سے باہر کام کرنے والی خواتین معاشی طور پر آزادانہ اور خود اعتماد ہیں۔ وہ گھریلو فیصلوں جیسے بچوں کی تعلیم، صحت، پیدائش اور دیکھ بھال وغیرہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں۔ خود روزگار رہنے کی بناء پر ہماچلی مائیں اپنی بیٹیوں سے بھی شادی کے بعد گھر کے باہر کام کرنے کی توقع رکھتی ہیں۔ اسی لئے اسکول کی تعلیم فطری طور پر ایک سماجی اصول بن گئی ہے۔

ہماچلی خواتین تقابلی طور پر سماجی زندگی اور دیہی سیاست میں زیادہ مشغول دیکھی گئی ہیں۔ کئی دیہاتوں میں متحرک مہیلا منڈلس دیکھے گئے ہیں۔

جدول 6 اسکولی تعلیم کی ترقی میں ایک عرصہ کے دوران ہماچل پردیش کا بھارت کی دوسری ریاستوں سے موازنہ

	ہماچل پردیش		بھارت	
	2006	1993	2006	1993
لڑکیوں کا فیصد (6+ سال) 5 سال سے زیادہ اسکولی تعلیم حاصل کرنے والی	60	39	40	28
لڑکوں کا فیصد (6+ سال) 5 سال سے زیادہ اسکولی تعلیم حاصل کرنے والے	75	57	57	51

دو مختلف برسوں کے نشاہندوں کے تقابل سے حاصل کردہ ترقی کا پتہ چلے گا۔ واضح طور پر ہماچل پردیش میں بھارت کے مقابلہ میں مجموعی طور پر تعلیمی پھیلاؤ میں زیادہ ترقی ہوئی۔

اگرچیکہ ابھی تک لڑکوں اور لڑکیوں کے اوسط تعلیمی سطحوں کے درمیان بڑا فرق پایا جاتا ہے لیکن حالیہ برسوں میں وسیع تر مساوات کی جانب کچھ بہتری دیکھی گئی۔

حاصل بحث

ترقی مختلف مقاصد کا مجموعہ ہے۔ مقاصد اور انکے حصول کے طریقہ کار میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ ترقی کے بارے میں غور کرتے وقت ایک اہم سوال جس کو جاننا ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ ”ترقی کس کے لیے ہو؟“

آمدنی اور فی کس آمدنی جو ترقی کی پیائش کے لیے اکثر استعمال کئے جاتے ہیں' ترقی کا صرف ایک پہلو ہیں۔ مجموعی آمدنی میں اضافے کے باوجود آمدنی کی تقسیم غیر مساوی ہوسکتی ہے۔

انسانی ترقی کے اشارے ترقی کے تصور میں صحت اور تعلیم جیسے سماجی نشاندہندوں کو شامل کرتے ہوئے ترقی کے تصور کو وسعت دی ہے۔ سب کے لیے صحت اور تعلیم کی فراہمی حکومتی اقدامات کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ ایسے سماج جہاں مساوات ہو بنیادی عوامی سہولتوں کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے تو تیز رفتاری سے ترقی کرتے ہیں۔

کلیدی الفاظ

فی کس آمدنی، انسانی ترقی، عوامی سہولتیں، تعلیم اور صحت کے نشان دہندے

اپنے اکتساب کو بڑھایئے

1۔ مختلف ممالک کی درجہ بندی میں ورلڈ بینک نے کس اہم پیمانہ کو استعمال کیا؟ کیا اس پیمانہ کی کچھ اہم دشواریاں ہیں؟

2۔ عام طور پر کسی سماجی تبدیلی کے پس پشت ایک نہیں' کئی عناصر کارفرما ہوتے ہیں۔ آپ کے خیال میں ہماچل پردیش میں اسکولی تعلیم کی ترقی میں کون کونسے عناصر باہم کارفرما تھے؟

3۔ ترقی کی پیمائش کے لیے UNDP کی جانب سے اختیار کیا گیا پیمانہ ورلڈ بینک کی جانب سے اختیار کیے جانے والے پیمانے سے کس طرح مختلف ہے؟

4۔ کیا آپ کے خیال میں انسانی ترقی کی پیمائش کے لیے اس باب میں ذکر کیے گئے پہلوؤں کے علاوہ بھی کچھ اور پہلو ہو سکتے ہیں؟

5۔ ہم اوسط کو کیوں استعمال کرتے ہیں؟ کیا ان کے استعمال کی کچھ تحدیدات ہیں؟ ترقی سے متعلق مثالوں سے تشریح کیجیے۔

6۔ ہماچل پردیش میں فی کس آمدنی کم ہونے کے باوجود انسانی ترقی کے اشاریہ میں پنجاب سے بہتر درجہ حاصل ہے۔ اس آمدنی کی اہمیت کے متعلق آپ کو کیا سبق ملتا ہے۔؟

7۔ جدول 2.6 کی بنیاد پر مندرجہ ذیل کی خالی جگہوں کو پُر کیجیے۔

ہماچل پردیش میں سال 1993 میں 6 سال سے زیادہ عمر کی ہر 100 لڑکیوں میں ......لڑکیوں نے ابتدائی سطح سے آگے تک تعلیم حاصل کی۔ سال 2006 تک یہ تناسب ہر 100 میں......تک پہنچ گیا۔ 2006ء میں بھارت کے لئے مجموعی طور پر لڑکوں کا تناسب جو ابتدائی سطح سے آگے تک تعلیم حاصل کی 100 میں صرف......تھا۔

8۔ ہماچل پردیش کی فی کس آمدنی کیا تھی؟ کیا آپ سوچتے ہیں کہ زیادہ آمدنی بچوں کو اسکول بھیجنے میں والدین کی معاون ہوتی ہے۔ بحث کیجیے۔ حکومت کے لئے ہماچل پردیش میں سرکاری مدارس چلانا کیوں ضروری تھا۔؟

9۔ آپ کے خیال میں والدین لڑکوں کے مقابلہ میں لڑکیوں کی تعلیم کو کم فوقیت کیوں دیتے ہیں؟ جماعت میں بحث کیجیے۔

10۔ خواتین کا گھر سے باہر کام کرنے اور جنسی امتیاز کے درمیان کیا تعلق ہوتا ہے؟

11۔ قانون حق تعلیم RTE 2009 بیان کرتا ہے کہ 6 سے 14 سال کی عمر کے تمام بچوں کے لیے مفت تعلیم کا حق حاصل ہے اور حکومت کو چاہیے کہ اطراف و اکناف میں خاطر خواہ اسکول کی عمارتیں، قابل اساتذہ کا تقرر اور تمام ضروری سہولتوں کو یقینی بنائے۔ اس باب میں آپ نے جو کچھ پڑھا اور پہلے سے جو معلومات ہیں ان کی روشنی میں

i) اطفال اور ii) انسانی ترقی کے لیے اس قانون کی اہمیت پر بحث ومباحثہ کیجیے

منصوبہ

- یہاں اس تشریحی خاکہ میں روزگار کے مختلف وسائل کو بتایا گیا ہے۔ ایسا ہی ایک تشریحی خاکہ بنائیے اور ان کی ترقی کے تصورات کو ظاہر کرنے کیلئے موزوں عنوان دیجیے۔

باب

3

پیداوار اور روزگار

GDP کی نشوونما میں 9 سال کی حد تک گراوٹ

ہندوستان کی خام گھریلو پیداوار میں 13-2012 میں صرف 5 فیصد تک اضافہ ہوا۔ زرعی نشوونما بھی معتدل رہی جبکہ تعمیرات اور خدمات میں گراوٹ دیکھی گئی......کم تر خام گھریلو پیداوار سے مایوس فینانس منسٹر نے امید کا اظہار کیا اور منتخبہ شعبوں میں بہتری کی طرف نشاندہی کی۔ (دی ہندو)

آپ ان خبروں کو دیکھے ہوں گے۔ خام گھریلو پیداوار GDP کیا ہے جس کا تذکرہ کیا گیا ہے؟ ہندوستانی معیشت کے شعبوں سے اس کا کیا تعلق ہے؟ اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

معیشت کے شعبے

آپ جماعت ہشتم اور نہم کے چند ابواب کو پھر سے یاد کریں جن میں ہم نے اس بات پر بحث کی کہ عوام کس طرح اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کیلئے مختلف کارکردگیوں میں مشغول رہتے ہیں۔ ان کارکردگیوں کو تین زمروں میں درجہ بندی کی جاتی ہے۔ 1) زراعت اور اس سے متعلقہ کارکردگیاں جیسے کہ مچھلی پکڑنا، جنگل بانی، کان کنی وغیرہ جہاں پیداواری عمل میں قدرت کا نمایاں کردار ہوتا ہے۔ 2) مشینی پیداواری عمل اور دیگر صنعتیں جہاں لوگ اشیاء کی پیداوار اوزار اور مشینوں کے ذریعہ کرتے ہیں اور 3) وہ تمام کارکردگیاں جو راست طور پر اشیاء کی پیداوار نہیں کرتی بلکہ خدمات فراہم کرتی ہیں جو کہ اشیاء کی پیداوار اور دیگر عوامی خدمات کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔

ان کے درمیان فرق کو جاننے کے لئے

- ذیل میں دیئے پیشوں کی زراعت، صنعت اور خدمات کے شعبہ کے تحت درجہ بندی کیجیے اور وجوہات بتایئے۔

پیشہ	درجہ بندی
ٹیلر	
باسکٹ بنانا	
پھولوں کی کاشت کرنے والے	
دوودھ فروش	
مذہبی پیشوا	
کوریئر	

دیاسلائی کارخانہ میں کام کرنے والے	
قرض دہندے	
مالی	
کمہار	
شہد کی مکھی پالنے والے	
خلاءباز	
کال سنٹر کے ملازم	

* ذیل کا جدول 73-1972 میں اور 2010-2009 میں یعنی تقریباً 37 سال کے بعد ہندوستان کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والوں کے فیصد کو ظاہر کرتا ہے۔

سال	زراعت	صنعت	خدمات
1972-73	74%	11%	15%
2009-10	53%	22%	25%

(i) دیئے گئے جدول میں کیا اہم تبدیلیاں دیکھی گئیں۔

(ii) آپ نے پہلے جو کچھ پڑھا اس کی مدد سے ہونے والی تبدیلیوں کی وجوہات پر بحث کیجیے۔

ذیل کی تصویروں کو دیکھئے اور بتلائیے کہ یہ کن شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

1. .... 2.. .... 3.. ....4.. ....

خام گھریلو پیداوار

فرض کیجیے کہ دو خاندان ہیں۔ ایک دولت مند خاندان ہے جبکہ دوسرا غریب خاندان۔ خاندان کے لوگوں کا لباس جو وہ پہنتے ہیں‘ گاڑیاں جو وہ سفر کے لئے استعمال کرتے ہیں، غذا جو وہ کھاتے ہیں‘ مکانات جس میں وہ رہتے ہیں‘ فرنیچر اور دیگر آلات جو ان کے پاس ہے دواخانے جہاں وہ علاج کے لئے جاتے ہیں وغیرہ۔ کی بنیاد پر ہم انہیں ’’امیر‘‘ یا ’’غریب‘‘ کہہ سکتے ہیں ساتھ ہی ساتھ آمدنی جو یہ خاندان کماتے ہیں تمام نشان دہندوں میں ایک اہم نشان دہندہ ہے۔ ملک کے لیے مجموعی طور پر ملک میں پیدا کی گئی اشیاء اور خدمات جملہ مالیت کو ملک کی آمدنی کے طور پر دکھایا جاتا ہے۔ فنی اصطلاح میں اسکو خام گھریلو پیداوار (GDP) سے ظاہر کیا جاتا ہے.

ذیل میں دیا گیا چارٹ ہندوستان میں دومختلف سالوں 1972-73 اور 2009-10 کے خام گھریلو پیداوار کی مالیت کو ظاہر کرتا ہے۔ جس سے کوئی بھی معیشت کے تینوں شعبوں میں کسی قسم کا اضافہ ہوا ہے تقابل کر سکتا ہے۔

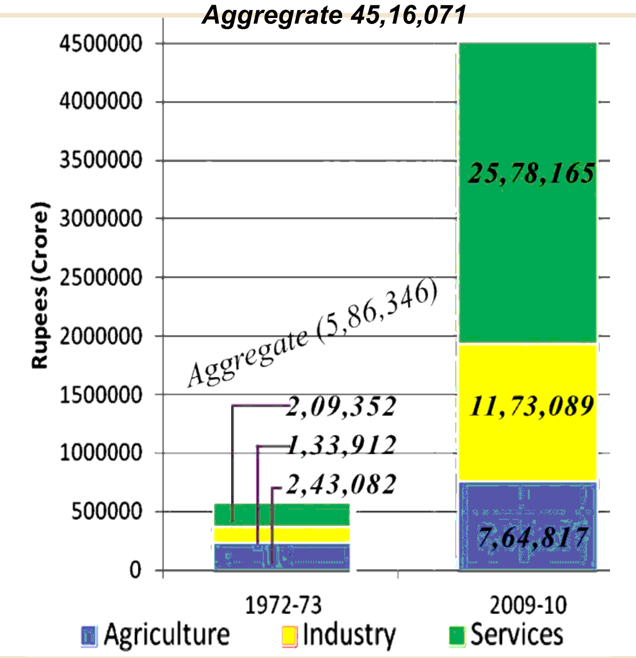

گراف-1: زراعت، صنعت اور خدمات شعبوں کے ذریعہ خام گھریلو پیداوار

چارٹ کو دیکھتے ہوئے ذیل کے سوالات کے جواب دیجیے۔

- 1972-73 میں زیادہ پیداوار کا شعبہ کونسا تھا؟
- 2009-2010 میں زیادہ پیداوار کا شعبہ کونسا تھا؟
- خالی جگہ کو پُر کیجیے۔

ہندوستان میں مجموعی اشیاء کی پیداوار اور خدمات کی قدر میں (1972-73 اور 2009-10 کے درمیان) تخمیناً .... گنا اضافہ ہوا۔

(The data for 2009-10 has been adjusted for prices, which means that both for 1972-3 and 2009-10 the GDP values can be compared. Both have been expressed in terms of prices existing in the same reference/ base year).

ہم کس طرح خام گھریلو پیداوار (GDP) کا تخمینہ کرتے ہیں؟

لوگ اوپر دیئے گئے شعبوں میں مختلف معاشی کارکردگیوں میں مشغول رہتے ہوئے بڑی تعداد میں اشیاء اور خدمات کی پیداوار کرتے ہیں۔ ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ کس قدر اشیاء اور خدمات کی پیدوار کی گئی۔

کئی ہزار اشیاء اور خدمات کی پیدوار کی وجہ سے آپ سمجھتے ہوں گے ایک ناممکن کام ہے۔

اس مسئلہ کے حل کے لئے ماہرین معاشیات مشورہ دیتے ہیں کہ اشیاء اور خدمات کی قدر کو استعمال کریں بجائے ان کی تعداد کے۔ مثال کے طور پر اگر 10,000 کلوگرام دھان کو اگر 25 روپے فی کلوگرام کے فروخت کریں تو جملہ دھان کی قیمت 2,50,000 روپے ہوگی۔ 5000 ناریل کی جملہ مالیت فی ناریل 10 روپے کے حساب سے 50,000 روپے ہوگی۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ہر شئے یا خدمت کو جو فروخت کی گئی شمار کریں؟ ہم کس طرح اشیاء اور خدمات کی جملہ قدر کا اندازہ لگاتے ہیں؟

مثال کے طور پر ایک کسان ایک چاول کی مل کو 25 روپے فی کلوگرام سے وہ 100 کلوگرام دھان فروخت کرتا ہے۔ اس کے دھان کی پیداوار کی جملہ مالیت 2500 روپے ہوگی۔ چاول کی مل میں 80 کلوگرام چاول فی کلوگرام 40 روپے اور ii) 20 کلوگرام بھوسی فی کلوگرام 20 روپے سے ہوٹل چلانے والے کو فروخت کیا جاتا ہے۔ چاول مل والے کو اشیاء کی پیداوار پر جملہ مالیت حاصل ہوتی ہے۔ 3600 روپے 80 x 40 + 20 x 20 یہ وہ رقم ہے جو ہوٹل چلانے والا 'مل والے کو ادا کرتا ہے۔ ہوٹل والا اڈلی، دوسہ بناتا ہے اور بھوسی کو ایندھن کے طور پر استعمال کرتا ہے۔

ہوٹل کا مالک چاول اور بھوسی کا استعمال کر کے اڈلی، دوسہ فروخت کر کے 5000 روپئے بناتا ہے۔

اشیاء فروخت کرنے پر ہر مرحلہ پر اس کی جملہ مالیت

مرحلہ 1	(کسان کا چاول مالک کو دھان فروخت کرنا)	2500 روپئے
مرحلہ 2	(مل مالک کا ہوٹل مالک کو چاول اور بھوسی فروخت کرنا)	3600 روپئے
مرحلہ 3	(اڈلی، دوسہ کے فروخت سے)	5000 روپئے

- بحث کیجیے۔ اشیاء کی جملہ مالیت معلوم کرنے کے لئے کیا ہم تمام کو جمع کریں گے؟

اشیاء جیسے کہ اس مثال میں دھان، چاول اور بھوسی درمیانی مرحلہ میں ہیں یہ تمام چیزیں اشیاء صرف کی طرح صاف استعمال نہیں کرنا۔ انہیں آخری شکل کی اشیاء تیار کرنے کے لیے خام مال کی طرح استعمال کیا جاتا ہے جیسے اس مثال میں اڈلی اور دوسہ۔ اگر ہر مرحلہ پر حاصل کی گئی اشیاء کی جملہ مالیت آخری اشیاء کی قیمت میں جمع کرتے جائیں گے تو دوہری گنتی ہوگی۔ آخری اشیاء میں پہلے ہی تمام درمیانی اشیاء کی قدر موجود ہے جو ہر مرحلہ پر پیدا کنندہ اپنے سے پہلے پیدا کنندہ کو ادا کرتا ہے۔ یعنی 5000 روپئے کی ہوٹل کی اشیاء میں جو ہوٹل کا مالک فروخت کرتا ہے (آخری شکل میں دستیاب اشیاء) پہلے ہی 3600 روپئے چاول اور بھوسی کی قیمت جو اڈلی دوسہ بنانے کے لئے استعمال کئے گئے شامل ہے۔ یہ ہوٹل کا مالک چاول کی مل سے خریدتا ہے۔ اسی طرح چاول اور بھوسی کی قیمت 3600 روپئے میں دھان کی قیمت 2500 روپئے شامل ہیں۔ جیسے کسان پہلے مرحلہ میں پیش کرتا ہے۔

چاول اور دھان کی قیمت الگ الگ شمار کرنے کا مطلب اسی چیز کو کئی مرتبہ شمار کرنا ہوگا۔ پہلے دھان پھر چاول اور بھوسی اور آخر کار اڈلی اور دوسہ۔ کوئی بھی شئے اسی وقت آخری مرحلہ کی شئے کہلاتی ہے جبکہ اسے مزید کسی شئے کی پیداوار کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ اوپر کی مثال میں اگر کوئی خاندان چاول اپنے صرف کے لئے خریدتا ہے تو یہ آخری نقطہ ہوگا۔ یہ خاندان اپنے لئے اڈلی اور دوسہ بھی بنا سکتے ہیں فروخت کرنے کیلئے نہیں۔

- اوپر کی مثال میں، دھان یا چاول درمیانی اشیاء ہیں اور اڈلی آخری شکل میں دستیاب شئے ہے۔

ذیل میں کچھ اشیاء ایسی ہے جسے ہم اپنی روزمرہ زندگی میں استعمال کرتے ہیں۔ ہر ایک کے لئے درمیانی شئے کی فہرست بنائیے

آخری شکل میں دستیاب شئے	درمیانی شئے
نوٹ بک	
کار	
کمپیوٹر	

ان مرحلوں کو دیکھنے کا دوسرا طریقہ ہوتا ہے کہ ہر مرحلہ میں اشیاء پیدا کرنے والے کی مالیت کو جمع کرتے جائیں۔ ہر مرحلہ کی جمع کردہ قدر دیکھنے کے لیے اوپر کی مثال کو دوبارہ دیکھیں۔

مرحلہ 1۔ کسان کا چاول مل کے مالک کو دھان فروخت کرنا	=	2500روپے
مرحلہ 2۔ ہوٹل کے مالک کو چاول اور بھوسی فروخت کرنا	=	3600روپے
مرحلہ 3۔ اڈلی اور دوسہ کی فروخت	=	5000روپے

- بحث کیجیے۔ کیوں دونوں طریقوں کا ایک ہی نتیجہ ہوگا؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف ہر مرحلہ کی اضافی قدر کو جمع کریں یا آخری شکل میں دستیاب اشیاء اور خدمات کی قدر لیں۔ کسی مخصوص سال میں آخری شکل میں دستیاب اشیاء اور خدمات کی جملہ مالیت جو ہر شعبہ سے حاصل کی گئی اس شعبہ کی مکمل پیداوار ہوتی ہے۔ اور تینوں شعبوں کی پیداوار کا مجموعہ ملک کی خام گھریلو پیداوار GDP کہلاتا ہے۔ یہ ملک میں ایک مخصوص سال میں آخری شکل میں دستیاب اشیاء اور خدمات کی مالیت ہوتی ہے۔

آپ سال 2009-10 کے GDP کے اعداد و شمار دیکھے ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ اعداد و شمار اپریل 2009 تا مارچ 2010ء سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ عرصہ مالیاتی سال کہلاتا ہے۔ GDP میں تمام آخری شکل میں دستیاب اشیاء اور خدمات کی قدر کو درج کیا جاتا ہے۔ لیکن کئی چیزیں مارکٹ میں خریدی یا فروخت نہیں کی جاتیں۔ ایک اہم مثال یہ ہے کہ گھر میں کئی کام انجام دیئے جاتے ہیں جیسے پکانا، صفائی، گھر کا انتظام، بچوں کی پرورش، پودوں اور مویشیوں کی دیکھ بھال وغیرہ۔ اکثر اوقات یہ تمام کام کسی مالیاتی لین دین کے دائرے میں نہیں آتے اسی لئے یہ خام گھریلو پیداوار کی پیمائش سے باہر رہتے ہیں۔ اگرچیکہ یہ معیشت کے لئے نہایت ہی اہم ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان اور دنیا کے دیگر ممالک میں اکثر بلا معاوضہ کام خواتین انجام دیتی ہیں۔

ذیل کے جدول میں GDP کی قدر دی گئی ہے۔ GDP میں اضافہ کی شرح کو محسوب کیجیے جیسا کہ 2010-11 کے لیے کیا گیا ہے

سال	GDP (کروڑ روپیوں میں)	پچھلے سال کے مقابلہ میں GDP میں تبدیلی کا فیصد	GDP میں نمو کی شرح
2009-10	45,16000		
2010-11	49,37,000	[(49,37,000-45,16,000)/ 45,16,000]*100	=9.32%
2011-12	52,44,000		
2012-13	55,05,000		

شعبوں کی اہمیت میں تبدیلیاں۔اشیاءاور خدمات کی پیداوار کی قدر اور عوام کا روزگار

اب ہم یہ جان چکے ہیں کہ کس طرح GDP کی جسامت میں اشیاءاور خدمات کی پیداوار کی بقدر سالوں سال اضافہ ہوتا ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ کس طرح یہ اضافہ ہوتا ہے اور کس قسم کی کارکردگیاں GDP کے نمو میں حصہ لیتی ہیں۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ موجودہ ترقی یافتہ ممالک کی ترقی کے ابتدائی مراحل میں زراعت اور اس سے متعلقہ کارکردگیاں اہم حصہ ادا کرتی تھیں۔

کاشت کاری کے طریقہ کار میں تبدیلی سے زراعتی شعبہ میں خوشحالی شروع ہوئی اور پہلے سے زیادہ غذا کی پیداوار کرنے لگے۔ کئی لوگ اب دوسرے کارکردگیوں کو اپنا سکتے ہیں۔ کیونکہ بنیادی غذائی ضروریات کی دوسرے پیدا کنندگان تکمیل کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے دستکار اور تاجروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے۔ خرید و فروخت کی کارکردگیوں میں کئی گنا اضافہ ہوا، مزید یہ کہ اشیاءاور خدمات کی طلب میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ساتھی ساتھ دیہی لوگوں نے بڑی تعداد میں نظم و نسق اور فوج میں ملازمت حاصل کی۔ اگرچیکہ اس مرحلہ میں مجموعی طور پر دیکھا جائے تو زیادہ تر اشیاء کی پیداوار زراعت اور اس سے متعلقہ شعبہ میں ہوئی اور زیادہ تر لوگ اسی شعبہ میں روزگار حاصل کئے۔

پچھلی جماعتوں میں آپ نے صنعتی انقلاب کے تعلق سے جو کچھ پڑھا یاد کیجیے۔

پیداوار کے نئے طریقوں کو متعارف کروایا گیا، فیکٹریوں کو بڑے پیمانے پر شروع کیا گیا۔ وہ لوگ جو پہلے کھیتوں میں کام کرتے تھے بڑی تعداد میں فیکٹریوں میں کام کرنے لگے۔ عوام نے زیادہ سے زیادہ اشیاءاستعمال کرنا شروع کیا۔ فیکٹریوں کی جانب سے بہت زیادہ پیداوار کم قیمتوں میں کی جانے لگی اور یہ اشیاء دنیا کی تمام مارکٹوں میں پہنچنے لگیں۔ ان ممالک میں صنعتی پیداوار آہستہ آہستہ نہایت اہم شعبہ بن گئی۔ مجموعی اشیاءاور خدمات کی پیداوار میں اور عوام کے روزگار کے لئے۔ اس طرح اوورٹائم اور شفٹ کا وجود ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ شعبوں کی اہمیت میں تبدیلی واقع ہوئی۔ صنعتی شعبہ ایک با اثر شعبہ بن گیا اور زرعی شعبہ کی اہمیت میں پیداوار اور روزگار کے لحاظ سے گراوٹ آئی۔

پچھلے 50 برسوں میں ترقی یافتہ ممالک میں صنعتی شعبہ سے خدمات کے شعبہ میں منتقلی دیکھی گئی۔ خدمات کا شعبہ مجموعی پیداوار کی اصطلاع میں ایک اہم شعبہ بن گیا۔ زیادہ تر کام کرنے والے لوگ بھی منتقل ہو رہے ہیں اور اب وہ خدمات کے شعبہ میں روزگار حاصل کر رہے ہیں اور زیادہ تر پیداواری کارکردگیاں خدمات سے تعلق رکھتے ہیں نہ کی صنعتی اشیاء سے۔ ترقی یافتہ ممالک عموماً اس خاکہ کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔ کیا ایسا ہی مشاہدہ ہندوستان میں بھی کیا جاسکتا ہے۔؟

ذیل کے pie چارٹس کو دیکھیے۔ مختلف کارکردگیوں کے GDP میں تعاون کو 73-1972 اور 2010-2009 ''مالیاتی سالوں' کے لئے بنایا گیا ہے۔ دائرہ یا pie اس سال کے GDP کی نمائندگی کرتا ہے۔ GDP تینوں شعبوں زراعت، صنعت اور خدمات کی پیداوار پر مشتمل ہوتی ہے۔ مزید خدمات تین مختلف قسموں پر مشتمل ہیں۔

خدمات میں کون کونسی سرگرمیاں شامل ہیں؟

کمیونٹی، سماجی اور شخصی خدمات	پبلک ایڈمنسٹریشن، دفاع، تعلیمات، صحت، وٹرنری، کارکردگیاں، میڈیا، لائبریری، میوزیم اور دیگر تہذیبی کارکردگیاں وغیرہ
فینانس، انشورنس اور رئیل اسٹیٹ	بینکس، پوسٹ آفس، سیونگس اکاؤنٹس، مالیاتی ادارے، لائف انشورنس اور جنرل انشورنس کارپوریشن، بروکرس اور رئیل اسٹیٹ کمپنیاں وغیرہ
تجارت، ہوٹلس، حمل ونقل اور مواصلات	

- کیا آپ تجارت، ہوٹلس، حمل ونقل اور مواصلات کے لئے کچھ مثالیں دے سکتے ہیں۔

گراف-2:GDP میں مختلف شعبوں کا حصہ

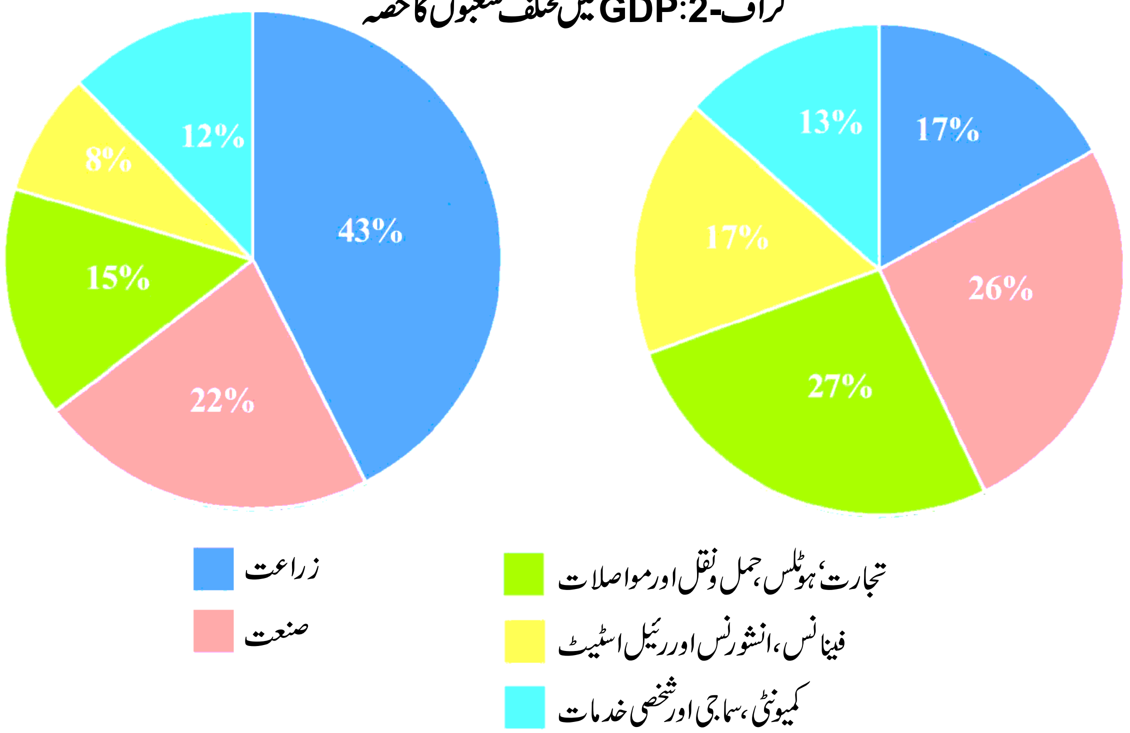

37 سالوں کے دوران زراعتی شعبہ کی پیداوار کے حصہ میں بڑی حد تک گراوٹ آئی ہے۔ خام گھریلو پیداوار میں صنعتی شعبہ کے پیداواری حصہ میں معمولی اضافہ ہوا۔ اس کی بہ نسبت خدمات کی کارکردگیوں کے شعبہ میں بے حد اضافہ ہوا۔ خدمات کے تین ذیلی شعبوں میں سے دو شعبوں کی کارکردگی میں توسیع ہوئی ہے۔

روزگار۔ہندوستان میں محنت کا عرصہ حیات

کسی ملک کی خام گھریلو پیداوار کا اس ملک میں کام کرنے والے لوگوں کی جملہ تعداد سے قریبی تعلق ہوتا ہے۔ ہر ملک میں آبادی میں اضافہ کے ساتھ یہ ضروری ہے کہ کام کے مواقع بھی فراہم ہوں۔ جب تک لوگ کمانے کے لیے نوکری حاصل نہیں کرتے وہ کس طرح غذا اور دوسری ضروریات کو پورا کر سکتے ہیں۔

ہندوستان کی 2011 مردم شماری کے مطابق ہندوستان 1.2 بلین لوگوں میں 460 ملین لوگ کام کرنے والے ہیں یعنی لوگ چند پیداواری کارکردگیوں میں مشغول ہیں۔

مندرجہ ذیل جدول ہندوستانی ورکرس کے چند بنیادی حقائق کو ظاہر کرتا ہے۔

جدول 1 ہندوستان میں کامگروں (ورکرس) کی تقسیم 2009-2010 (%)

شعبہ	رہائش کی جگہ		جنس		تمام ورکرس/کامگر
	دیہی	شہری	مرد	عورت	
زراعت کا شعبہ	68	8	47	69	53
صنعتی شعبہ	17	34	34	16	22
خدمات کا شعبہ	15	58	19	15	25
جملہ	100	100	100	100	100

مندرجہ بالا جدول کا مشاہدہ کیجیے اور خالی جگہوں کو پر کیجیے۔

- زراعت کے شعبے سے وابستہ ورکرس کی اکثریت ________ میں رہائش پذیر ہوتی ہے۔
- اکثر ________ ورکرس زراعت سے وابستہ ہوتے ہیں۔ ________ ورکرس کا صرف چھوٹا سا حصہ صنعتی شعبہ سے وابستہ ہوتا ہے۔
- 90% سے زائد شہری ورکرس ________ اور ________ شعبہ سے روزگار حاصل کرتے ہیں۔
- مردوں کے مقابل خاتون ورکروں کی نہایت کم تعداد ________ اور ________ شعبوں سے روزگار حاصل کرتی ہے

بدقسمتی سے ہندوستان میں جبکہ GDP میں تینوں شعبوں کے حصہ میں تبدیلی آئی ہے ایسی ہی تبدیلی روزگار میں نہیں آئی۔ گراف 3.3 میں 73-1972 اور 10-2009 کے دوران تینوں شعبوں میں روزگار کے حصہ کو بتایا گیا ہے۔ زرعی شعبہ اب بھی سب سے زیادہ روزگار فراہم کرنے والا شعبہ ہے۔ کیونکہ روزگار زرعی شعبہ سے منتقل نہیں ہو رہا ہے؟ یہ اس لیے کہ صنعتی اور خدمات کے شعبوں میں زیادہ سے زیادہ روزگار کے مواقع فراہم نہیں کئے جا رہے ہیں۔ اگرچیکہ صنعتی اشیاء کی پیداوار میں اس مدت کے دوران تقریباً 9 گنا کا اضافہ ہوا لیکن روزگار میں صرف تین گنا تک ہی اضافہ ہوسکا۔ اس کا اطلاق خدمات کے شعبہ پر بھی ہوتا ہے۔ جہاں پیداوار میں 14 گنا تک اضافہ ہوا اور روزگار میں صرف 5 گنا ہی اضافہ ہوسکا۔ نتیجہ کے طور پر ملک کے کامگاروں کا نصف حصہ زرعی شعبہ میں کام کرتے ہوئے GDP کا صرف 1/6 حصہ ہی فراہم کر رہا ہے۔ اس سے ہٹکر صنعتی اور خدمات کے شعبہ GDP کا 3/4 حصہ فراہم کر رہے ہیں۔ جبکہ یہاں کامگاروں کا صرف نصف حصہ ہی ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ زراعت میں کام کرنے والے اتنی پیداوار نہیں کر پا رہے ہیں جتنی کہ وہ کر سکتے ہیں؟

اس کا مطلب یہ ہوا کہ زراعت میں زیادہ افراد ہوتے ہیں لیکن ہر ایک طور پر مصروف کار مکمل نہیں ہوتا۔ اس لیے اگر کچھ لوگ ہٹ بھی جائیں تو پیداوار پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ دوسرے الفاظ میں زرعی شعبہ میں کام کرنے والے کم تر روزگار کی حالت ہوتے ہیں۔

ایک چھوٹے کسان گائتری کا معاملہ لیجیے جس کے پاس دو ہیکٹر زمین ہے جو آبپاشی کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے صرف بارش کے پانی پرا نحصار کرتی ہے اور وہاں جوار، مسور کی دال جیسی فصلیں اگائی جاتی ہیں۔ اس کے خاندان کے تمام پانچ ارکان سال بھر اسی کھیت میں کام کرتے ہیں۔ کیوں؟ انہیں یہاں کرنے کے لئے کوئی کام نہیں، آپ دیکھیں کہ ہر کوئی کام کر رہا ہے کوئی بھی فرد خالی نہیں۔ لیکن درحقیقت ان کی محنت تقسیم ہو رہی ہے۔ ہر کوئی کچھ کام کر رہا ہے مگر کوئی مکمل طور پر برسرِ کار نہیں۔ یہ کمترین روزگار کا موقف ہے۔ جہاں تمام لوگ کام کرتے ہیں مگر ہر کوئی اپنی صلاحیت سے کم کام کرتا ہے۔ اس قسم کی کمتر روزگاری ہر ایک کی نظروں سے پوشیدہ رہتی ہے برخلاف اسکے اگر کوئی فرد جسے روزگار نہیں وہ واضح طور پر بے روزگار نظر آتا ہے۔ اسی لئے کمتر روزگار کو پوشیدہ یا غائبانہ بے روزگاری بھی کہتے ہیں۔

فرض کیجیے کہ کوئی زمیندار خاندان کے ایک یا دو ارکان کو اپنی زمین میں کام کرنے کے لیے کرایہ پر حاصل کرتا ہے۔ تب گائتری کا خاندان اجرت کے ذریعہ زائد آمدنی کمانے کے قابل ہوگا چونکہ ایک چھوٹے سے قطعہ زمین کی دیکھ بھال کے لیے پانچ افراد کی ضرورت نہیں ہوتی، دو افراد کے الگ ہو جانے سے ان کے کھیت کی پیداوار متاثر نہ ہوگی۔ دی گئی مثال میں دو افراد کو فیکٹری میں کام کرنے یا تجارت کے شعبے میں منتقل ہونا ہوگا۔ جس سے خاندان کی آمدنی میں اضافہ ہوگا اور ان کی زمینی پیداوار بھی جاری رہے گی۔

ہندوستان میں گائتری جیسے لاکھوں کسان ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زراعت کے شعبہ سے ان لوگوں کو کسی اور جگہ خاطر خواہ کام فراہم کیا جائے تو زراعتی پیداوار متاثر نہ ہوگی۔ ان لوگوں کی آمدنی جو دوسرے کاموں سے حاصل کرتے ہیں خاندان کی جملہ آمدنی میں اضافہ کا باعث ہوگی۔

کمترین روزگار دوسرے شعبوں میں بھی پایا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر شہری علاقوں میں خدمات کے شعبہ میں ہزاروں بے قاعدہ مزدور ہیں جو روزانہ کام کی تلاش میں رہتے ہیں۔ وہ پینٹر، پلمبرس، مرمت کرنے والے اور دیگر متفرق کام انجام دیتے ہیں۔ ان میں اکثر کو روزانہ کام نہیں ملتا۔ ایسے ہی ہم نے دیکھا کہ خدمات کے شعبہ میں بعض لوگ گلی کوچوں میں بنڈی ڈھکیلتے ہیں یا کچھ اشیاء فروخت کرتے ہیں جس میں سے دن بھر میں کچھ روپے کما لیتے ہیں۔ وہ یہ کام اس لئے کرتے ہیں، کیونکہ انہیں بہتر مواقع نہیں ملتے۔

گراف 3 روزگار میں شعبہ جاتی حصے

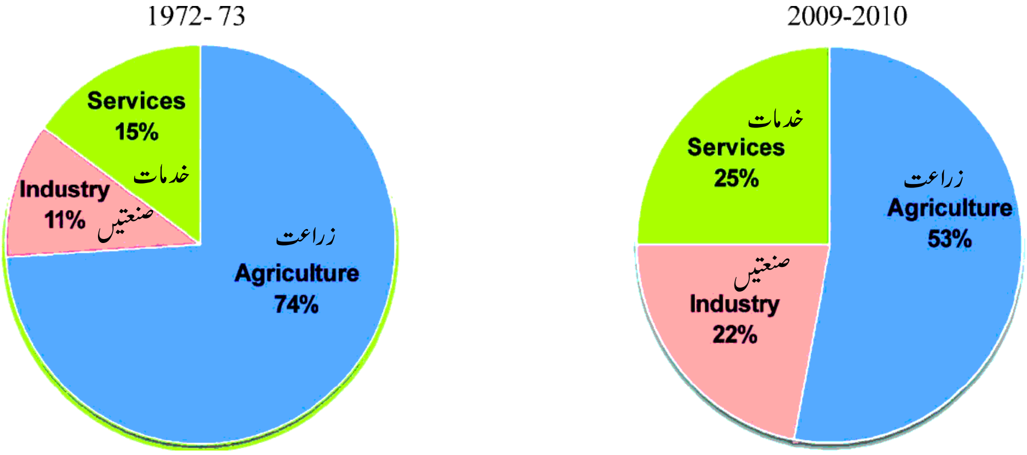

گراف 4: GDP میں تینوں شعبوں کے حصے

* اوپر دیئے گئے Pie چارٹس کو دیکھئے اور ذیل کے جدول کو پُر کیجیے۔

شعبہ	روزگار (%)		خام گھریلو پیداوار (%)	
	2009-10	1972-73	2009-10	1972-73
زراعت				
صنعت				
خدمات				

حالانکہ خدمات کا شعبہ وسعت اختیار کر رہا ہے لیکن خدمات کے شعبہ کی تمام کارکردگیاں یکساں طور پر نہیں فروغ پا رہی ہیں۔ ہندوستان میں خدمات کے شعبے سے مختلف قسم کے لوگ وابستہ ہیں۔ ایک طرف بعض ایسی محدود خدمات ہیں جو اعلیٰ پیشہ وارانہ اور تعلیم یافتہ افراد کو روزگار فراہم کرتی ہیں تو دوسری جانب لوگوں کی کثیر تعداد کم درجے کی خدمات جیسے چھوٹی دکانات' مرمت کے کام حمل و نقل کی خدمات سے وابستہ ہیں۔ یہ لوگ بڑی مشکل سے اپنے گذارے کے قابل آمدنی حاصل کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان ہی خدمات کو انجام دیئے جاتے ہیں کیونکہ انہیں روزگار کے دیگر مواقع دستیاب نہیں ہیں۔ اس طرح اس شعبہ کا ایک چھوٹا سا حصہ کی اہمیت بڑھتی جا رہی ہے۔

ہندوستان میں منظّم اور غیر منظّم شعبوں میں روزگار

ہم نے دیکھا کہ کیسے مختلف شعبے ہندوستان میں خام گھریلو پیداوار میں اپنا تعاون ادا کرتے ہیں۔ اور تینوں شعبوں کی تقابلی اہمیت کیا ہے۔ اس سے ہم کو پیداوار اور روزگار میں ہونے والی اور نہ ہونے والی منتقلی کا تجزیہ کرنے میں مدد ملتی ہے۔

ہمارے ملک میں ہم روزگار میں حقیقی منتقلی نہیں دیکھ پاتے اس پر غور و خوص کرنے کے لئے ہم دوسرے طریقہ کی درجہ بندی اپنا سکتے ہیں جو روزگار کی نوعیت پر مرکوز ہوتا ہے۔ درج ذیل درجہ بندی روزگار کے مسائل اور کام سے وابستہ شرائط پر مکمل زور دیتی ہے۔

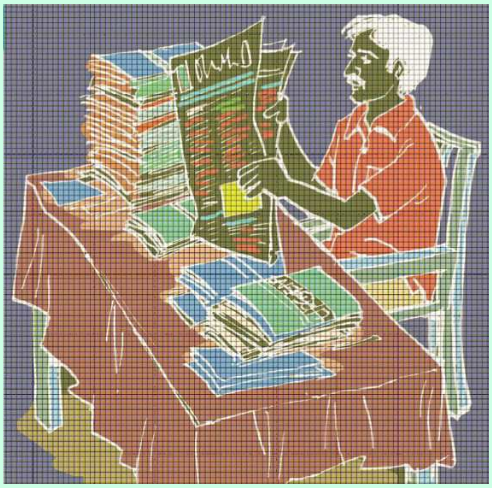

نرسمہا

نرسمہا گورنمنٹ آفس میں کام کرتا ہے۔ وہ اپنے آفس میں صبح 9:30 بجے تا شام 5:30 تک حاضر رہتا ہے۔ وہ گھر سے آفس تک 5 کیلومیٹر سفر کرنے کے لیے موٹر بائیک کا استعمال کرتا ہے۔ وہ ہر ماہ کے اختتام پر اپنی تنخواہ حاصل کرتا ہے جو اس کے بینک اکاؤنٹ میں ڈپازٹ ہوجاتی ہے۔ تنخواہ کے علاوہ وہ حکومت کے قواعد کے تحت پراویڈنٹ فنڈ بھی حاصل کرتا ہے۔ وہ میڈیکل اور دیگر الاؤنس بھی حاصل کرتا ہے۔ نرسمہا اتوار کے دن آفس کو نہیں جاتا۔ یہ بااجرت تعطیل کا دن ہوتا ہے۔ جب وہ رجوع بہ کار ہوا تو اسے تقررنامہ دیا گیا تھا جس میں کام کے تمام شرائط اور قاعدے بیان کیے گئے تھے۔

راجیشوری

راجیشوری تعمیراتی مزدور کا کام کرتی ہے۔ وہ کام کے لئے صبح 7 بجے جاتی ہے اور شام 7 بجے گھر واپس ہوتی ہے۔ وہ بس کے ذریعہ کام کے لیے روزانہ 8 تا 10 کلومیٹر کا سفر کرتی ہے۔ تعمیراتی مزدور دوپہر کے کھانے کے لئے ایک اور دو بجے کے درمیان ایک گھنٹہ کا وقفہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ مہینے میں صرف 10 تا 12 دن کے لئے کام کرپاتی ہے۔ بقیہ دنوں میں اسے کوئی کام نہیں ملتا اور وہ کچھ بھی اجرت حاصل نہیں کرپاتی۔ وہ ایک دن کے 150 روپئے بطور اجرت حاصل کرتی ہے۔ اسے اجرت زیادہ تر کام کے مقام پر ہی شام میں ادا کردی جاتی ہے۔ جب وہ ایک ہی مقام پر تین یا چار دنوں کے لیے کام کرتی ہے تو اسے کام کے بعد ادائیگی کی جاتی ہے۔ وہ زیادہ کام فروری تا جون میں حاصل کرتی ہے۔ جولائی سے جنوری تک کام نہیں رہتا۔ راجیشوری سیلف ہیلپ گروپ کی رکن بھی ہے۔ کام کے دوران اگر کسی کی موت واقع ہوجائے یا گہرا زخم آجائے تو حکومت کی جانب سے کچھ معاوضہ ادا کیا جاتا ہے۔ کام کے دوران کوئی حادثہ ہوجائے تو حکومت علاج معالجہ کیلئے کوئی مدد نہیں دیتی۔ وہ میستری (Mason) کے ایک گروپ میں بھی شامل ہے۔ ہر میستری (Mason) کے ماتحت 6 تا 10 مزدور ہوتے ہیں۔

نرسمہا اور راجیشوری منظّم اور غیر منظّم شعبوں میں کام کرنے والوں کی فراہمی مثال ہیں۔ کیا تم نے ان دونوں کے کام کی شرائط میں فرق کو دیکھا؟ منظّم اور غیر منظّم شعبوں کے درمیان پائے جانے والے امتیاز سے ہمیں ملک کے مزدوروں کی اکثریت کے کام کے حالات اور اجرتوں کی کیفیت کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ ہندوستان میں 92 فیصد کامگار غیر منظّم شعبہ میں پائے جاتے ہیں اور صرف 8 فیصد ہی منظّم شعبہ میں کام پاتے ہیں۔

منظّم شعبہ ان تجارتی اداروں اور کام کے مقامات کا احاطہ کرتا ہے جہاں شرائط روزگار مستقل رہتے ہیں اور لوگوں کو کام کی ضمانت رہتی ہے۔ یہ حکومت کی جانب سے رجسٹرڈ ہوتے ہیں اور ان کو قاعدے اور ضوابط جو مختلف قوانین کے ذریعہ جیسے کارخانوں کا قانون، کم سے کم اجرت کا قانون دوکانوں اور ادارہ جات کا قانون وغیرہ کو اپنانا پڑتا ہے۔ یہ اس لئے منظّم کہلاتے ہیں کیونکہ یہاں منظّم طریقہ کار اپنایا جاتا ہے۔ منظّم شعبہ میں کامگاروں کو روزگار کی طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ انہیں صرف متعینہ گھنٹوں میں ہی کام کرنا ہوتا ہے۔ اگر وہ وقت سے زیادہ کام کریں تو انہیں آجر کی جانب سے اوورٹائم کا معاوضہ ادا کیا جاتا ہے۔ وہ آجر کی جانب سے دیگر کئی سہولتیں بھی حاصل کرتے ہیں۔ وہ بااجرت رخصت، تعطیلات کے دوران ادائیگی اور پراویڈنٹ فنڈ وغیرہ بھی حاصل کرتے ہیں۔ وہ میڈیکل سہولتیں اور قانون کی تحت دیگر سہولتوں کے مستحق ہوتے ہیں۔ آجر کو ضروری ہوتا ہے کہ تمام سہولتوں جیسے پینے کا پانی، کام کا حفاظتی ماحول کو یقینی بنائے۔ جب وہ سبکدوش ہوتے ہیں ایسے کئی کامگار وظیفہ بھی پاتے ہیں۔ وہ لوگ جو حکومت میں کام کرتے ہیں یا کمپنیوں یا بڑے ادارے تمام منظّم شعبہ میں شامل ہیں۔

غیر منظّم شعبہ خصوصیت کے ساتھ چھوٹے اور بکھرے ہوئے اکائیوں پر مشتمل ہوتا ہے زیادہ تر حکومت کے کنٹرول سے باہر رہتے ہیں۔ وہاں قاعدے اور ضوابط تو ہوتے ہیں لیکن ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔ یہاں نوکریاں کم ادائیگی والی اور مستقل نہیں ہوتی ہیں۔ اوورٹائم، ادائیگی کے ساتھ رخصت، تعطیلات رخصت بوجہ بیماری وغیرہ کی کوئی سہولت نہیں ہوتی۔ روزگار کی طمانیت نہیں رہتی۔ بغیر کسی وجہ روزگار چھوڑنے کے لیے کہا جاتا ہے۔ جب کبھی کچھ موسموں میں کام کی کمی ہوتی ہے تو لوگوں کو ہٹا دیا جاتا ہے۔ زیادہ تر روزگار آجر کی مرضی اور مارکٹ کے موقف کی تبدیلی پر منحصر ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا حالات کے علاوہ یہ شعبہ بڑی تعداد میں ایسے لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے جو خود روزگار ہوتے ہیں۔ تقریباً آدھے سے زیادہ ورکرس خود روزگار ہوتے ہیں۔ آپ انہیں چھوٹی چھوٹی نوکریاں کرتے ہوئے جیسے گلی کوچوں میں فروخت کرتے ہوئے یا مرمتی کام کرتے ہوئے یا ادھر اُدھر پھیری لگاتے ہوئے ادھر ادھر دیکھ سکتے ہیں۔ ایسے ہی کسان بھی زیادہ تر خود روزگار ہوتے ہیں اور ضرورت کے وقت وہ مزدوروں کو کرایہ پر حاصل کرتے ہیں۔

منظّم شعبہ نوکریوں کا پیش کش بہت ہی سوچ بچار کے بعد کرتا ہے۔ مگر منظّم شعبہ میں روزگار کے مواقع بہت ہی کم رفتار میں پھیل رہے ہیں جس کے نتیجہ میں بہت سے کامگار غیر منظّم شعبہ میں داخل ہونے پر مجبور ہیں۔ جہاں بہت ہی کم تنخواہ دی جاتی ہے۔ انہیں معقول اجرت نہیں دی جاتی اور اکثر ان کا استحصال کیا جاتا ہے۔ ان کی آمدنی بہت کم اور غیر مستقل ہوتی ہے۔ جب کامگار منظّم شعبہ میں اپنی نوکریاں کھودیتے ہیں تو غیر منظّم شعبہ میں کم آمدنی پر نوکریاں حاصل کرے پر مجبور رہتے ہیں۔ زیادہ کام کی ضرورت کے ساتھ ساتھ غیر منظّم شعبہ میں اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ کامگاروں کی حفاظت اور مدد کی جائے۔

یہ غیر محفوظ لوگ کون ہیں جن کو تحفظ کی ضرورت ہے۔؟ دیہی علاقوں میں غیر منظّم شعبہ زیادہ تر بے زمین زرعی مزدور، چھوٹے کسان، حصہ داری میں فصل اگانے والے اور کاریگر (جیسے جولاہے، لوہار، بڑھئی، اور سنار) پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہندوستان میں دیہی علاقوں میں رہنے والے تقریباً 80 فیصد چھوٹے کسانوں کے زمرہ میں پائے جاتے ہیں۔ ان کسانوں کو وقت پر بیجوں کی فراہمی، زرعی ماحاصل پیداوار، قرض، گودام کی سہولت، اور مارکٹ کی فراہمی جیسی موزوں سہولتوں کے ذریعہ مدد کی ضرورت ہے جیسا کہ کھیتوں میں کام کرنے والے مزدوروں کو موزوں کام اور موزوں اجرتوں کی ادائیگی کی ضرورت ہے۔

شہری علاقوں میں غیر منظّم شعبہ زیادہ تر چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کے مزدوروں، تعمیرات میں بے قاعدہ کامگار، تجارت اور حمل ونقل کے علاوہ جوگلی کوچوں میں پھر کر سامان بیچنے والوں، وزن ڈھونے والوں، کپڑے بنانے والوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کو بھی خام مال کے حاصل کرنے اور پیداوار کی فروخت میں حکومت کی مدد کی ضرورت ہے۔ دیہی اور شہری دونوں علاقوں میں بے قاعدہ کامگاروں کے تحفظ کی ضرورت ہے۔

ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ درج فہرست اقوام، قبائل اور پسماندہ اقوام کے کامگاروں کی اکثریت غیر منظّم شعبہ میں پائی جاتی ہے۔ غیر مستقل اور کم ادائیگی پر کام کے ساتھ ساتھ انہیں سماجی امتیاز کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے اور یہ صورتحال اس وقت اور بھی بدترین ہو جاتی ہے جب کہ کامگاران طبقات کی کوئی عورت ہو۔ غیر منظّم شعبہ کے کامگاروں کی مدد اور تحفظ معاشی اور سماجی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہے۔

اب ہم ان شعبوں میں اشیاء کی پیداوار اور خدمات اور روزگار کا جائزہ لیتے ہیں۔ غیر منظّم شعبہ بھی GDP میں اپنا حصہ ادا کرتا ہے۔ سال 2004-05 کے دوران تمام کامگاروں میں 92 فیصد غیر منظّم شعبہ کے کامگاروں کا حساب لگایا گیا جن کا جملہ پیداوار میں نصف حصہ رہا۔

دوسری جانب صرف 8 فیصد لوگ جو معقول روزگار رکھتے ہیں اشیاء اور خدمات کی پیداوار میں 50% حصہ رکھتے ہیں۔ ان کمپنیوں کی پیداوار اور خدمات مارکٹ میں اپنی اہمیت رکھتے ہیں لیکن وہ آبادی کے ایک چھوٹے حصہ کو ہی نوکریوں کے ذریعہ سہولتیں فراہم کرتی ہیں۔ یہ ایک شدید غیر مساوی صورتحال ہے۔ باقی لوگ غیر مستقل یا پھر بے روزگار رہتے ہیں کم ادائیگی والی نوکریاں یا خود روزگار یا کمتر روزگار سے وابستہ ہیں جن کی آمدنی بہت ہی کم ہوتی ہے۔

جدول 2 منظّم اور غیر منظّم شعبوں کا حصہ

شعبہ	منظّم اور غیر منظّم شعبوں کا حصہ (جملہ کا %)	
	روزگار حصہ	خام گھریلو پیداوار
منظّم	8	50
غیر منظّم	92	50
جملہ	100	100

روزگار کے زیادہ مواقع اور بہتر حالات کس طرح فراہم کیے جا سکتے ہیں؟

عوام کی ایک بڑی تعداد کو صنعت اور خدمات میں معقول روزگار حاصل کرنا ہوگا جو کہ اب تک نہ ہو سکا۔ پیداوار (صنعتی اور خدمات) میں اضافے کے مماثل نہیں ہوتا ہے۔ روزگار میں اضافہ، جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ لوگ کس طرح روزگار حاصل کر رہے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ تر لوگ غیر منظّم شعبہ میں ہیں اور بڑی مشکل سے کام پاتے ہیں۔ پیداوار میں اضافہ سے صرف 8 فیصد کامگار استفادہ کر رہے ہیں تو وہ کون سے طریقے ہو سکتے ہیں جن سے تمام عوام کے لیے روزگار میں اضافہ ہو سکتا ہے؟ آیئے ان میں سے چند کے بارے میں یہاں غور کریں گے۔

گائتری کا مسئلہ لیجیے۔ جس کے پاس دو ہیکٹر خشک زمین کا خطہ ہے۔ اس کی زمین کو آبپاشی سہولت کے لئے کنواں بنانے حکومت کچھ رقم فراہم کر سکتی ہے یا بینکس قرض مہیا کر سکتے ہیں۔ تب گائتری اپنی زمین پر آبپاشی کے ذریعہ ربیع کے موسم میں دوسری فصل گیہوں اُگا سکتی ہے۔ فرض کیجیے ایک ہیکٹر زمین پر اگائی جانے والی فصل دو آدمیوں کو 50 دن کے لئے روزگار فراہم کرتی ہے (جس میں بیجوں کو بونا، پانی دینا، کھاد ڈالنا، اور فصل کاٹنا شامل ہے) اس طرح خود اسکے کھیت میں مزید دو افراد خاندان کو روزگار مل سکتا ہے۔ اب فرض کیجیے ان جیسے کھیتوں کو آبپاشی کے لیے کئی چھوٹے ڈیمس تعمیر کیے جائیں اور نہریں کھودیں جائیں تو صرف زراعت کے شعبہ میں کئی روزگار کے مواقع نکل سکتے ہیں۔ جس سے کمتر روزگار کے مسائل کو گھٹایا جا سکتا ہے۔

اس طرح فرض کیجیے کہ پیداوار میں پہلے کی بہ نسبت اضافہ ہونے سے گائتری اور دوسرے کسانوں کو پیداوار میں سے کچھ حصہ فروخت کرنا پڑے گا۔ اس کے لئے اپنی پیداوار کو قریبی شہروں میں لیجانے کے لیے حمل ونقل (ٹرانسپورٹ) کی ضرورت ہوگی۔ اگر حکومت حمل ونقل، فصل کے لیے گوداموں، دیہی سڑکوں کو بہتر بنانے پر جس سے چھوٹی گاڑیاں ایک مقام سے دوسرے مقام تک آسانی سے پہنچ سکیں کچھ سرمایہ کاری کرتی ہے تو گائتری جیسے کئی کسان جنہیں اب پانی کی سہولت مل رہی ہے فصل کاری اور فروخت کو جاری رکھ سکتے ہیں۔ یہ کارکردگی نہ صرف کسانوں کو بلکہ دوسری خدمات جیسی تجارت اور حمل ونقل میں بھی روزگار کے مواقع فراہم کر سکتی ہے۔

گائتری کی ضروریات صرف پانی کے حد تک ہی نہیں بلکہ زمین کو کاشت کے قابل بنانا، بیجوں کی ضرورت، کھادیں، زرعی آلات اور پانی کنوؤں سے نکالنے کے لئے پمپ سیٹس کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک غریب کسان ہونے کی وجہ سے وہ ان میں سے کئی ضرورتوں کو پورا نہیں کر پاتی تو اسے بڑی شرح سود پر ساہوکاروں سے قرض لینا پڑتا ہے۔ اگر مقامی بینکس مناسب شرح سود پر اسے قرض دے تو وہ وقت تمام درکار چیزوں کو خریدنے کے قابل ہوگی اور اپنی زمین پر کاشت کر سکے گی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پانی کے ساتھ ساتھ ہمیں کسانوں کو کاشتکاری کو ترقی دینے کے لیے سستے زرعی قرضے بھی فراہم کرنا ہوگا۔

اس مسئلہ کو سلجھانے کا دوسرا راستہ نیم دیہی علاقوں جہاں کئی لوگوں کو روزگار مل سکتا ہے کو شناخت کرتے ہوئے صنعتوں اور خدمات کو قائم کرنا اور اسے فروغ دینا ہے۔ مثال کے طور پر کئی کسان باجرہ اور دیگر اناج اگانے کا فیصلہ کرتے ہیں تو اس پیداوار کو حاصل کرنے اور فروخت کرنے کے لیے ایک آٹے کی گرنی قائم کی جا سکتی ہے۔ سرد خانے (کولڈ اسٹوریج) کھول کر کسانوں کو مواقع فراہم کر سکتے ہیں کہ وہ اپنی پیداوار جیسے مرچ، پیاز، وغیرہ محفوظ رکھیں اور جب اچھی قیمت آئے فروخت کر سکیں۔

دیہاتوں میں جنگلوں کے قریب ہم شہد جمع کرنے کے مراکز شروع کر سکتے ہیں جہاں لوگ جنگل سے شہد لا کر فروخت کر سکتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایسی صنعتیں قائم کریں جو ترکاری اور زرعی پیداوار جیسے ٹماٹر، مرچ، آم، چاول، مسور کی دال، میوہ وغیرہ باہر کی مارکٹوں میں فروخت کر سکتی ہیں۔

اس سے نیم دیہی علاقوں کی صنعتوں میں روزگار حاصل ہوگا اس کے لیے بڑے بڑے شہری مراکز کا ہونا ضروری نہیں۔

آج ہمیں صرف روزگار کے مواقع پیدا کرنا ہی نہیں ہے بلکہ کامگاروں کو مشینوں کے ذریعہ مہارت کے ساتھ کام کرنے کی تربیت دینا بھی ضروری ہے۔ ہمیں دیہی اور نیم دیہی علاقوں کی صنعتوں میں سرمایہ کاری کرنا چاہیے جس سے اشیاء اور خدمات کی پیداوار بڑھانے کے قابل ہو سکیں۔

کلیدی الفاظ

خام گھریلو پیداوار، اشیائے صرف، شعبہ جاتی اشیاء ، روزگار کی منتقلی، منظّم اور غیر منظّم شعبہ

اپنے اکتساب کو بڑھائیے

1۔ براکٹ میں دیئے گئے الفاظ میں سے صحیح انتخاب کر کے خالی جگہوں کو پُر کیجیے۔

i) خدمات کے شعبہ میں روزگار میں اضافہ پیداوار کی مناسبت سے	بڑھتا ہے/نہیں بڑھتا
ii)............شعبہ میں کامگار اشیاء کی پیداوار نہیں کرتے	خدمات/زراعتی
iii) زیادہ تر کامگاروں کو............شعبہ میں نوکری کی ضمانت حاصل ہوتی ہے	منظّم/غیر منظّم
iv) ہندوستان میں کام کرنے والے مزدوروں کا ایک............حصہ غیر منظّم شعبہ میں ہے۔	بڑا/چھوٹا
v) کپاس ایک............پیداوار ہے اور کپڑا............پیداوار ہے۔	قدرتی/صنعتی

2۔ مناسب جواب کا انتخاب کیجیے۔

a) قدرتی طریقہ کار سے کسی شئے کو پیدا کرنا یا کارکردگی زیادہ تر اس شعبہ میں پائی جاتی ہے۔

i) ابتدائی

ii) ثانوی

iii) ثلاثی

iv) انفارمیشن ٹکنالوجی

b) GDP کسی سال کی ان کی پیداوار کی جملہ مالیت ہے۔

i) تمام اشیاء اور خدمات

ii) تمام آخری شکل کی اشیاء اور خدمات

iii) تمام درمیانی اشیاء اور خدمات

iv) تمام درمیانی اور آخری شکل کی اشیاء اور خدمات

c) 2009-10 میں GDP میں خدمات کے شعبہ کا حصہ تھا۔

i) 20 تا 30 فیصد کے درمیان

ii) 30 تا 40 فیصد کے درمیان

iii) 50 تا 60 فیصد کے درمیان

iv) 70 فیصد

3۔ ان میں سے متفرق کی شناخت کیجیے اور وجہ بتائیے؟

i) ٹیچر، ڈاکٹر، سبزی فروش، وکیل

ii) پوسٹ مین، موچی، فوجی، پولیس کانسٹبل

4۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ معاشی کارکردگیوں کی ابتدائی، ثانوی اور ثلاثی شعبوں میں درجہ بندی کرنا مفید ہے؟ کس طرح بیان کیجیے۔

5۔ اس باب میں ذکر کیے گئے ہر شعبہ میں روزگار اور خام گھریلو پیداوار پر خاص توجہ کیوں دی گئی؟ کیا دیگر کوئی امور ہو سکتے ہیں جن کا جائزہ ضروری ہو؟ بحث کیجیے

6۔ خدمات کا شعبہ کس طرح دوسرے شعبوں سے الگ ہے؟ چند مثالوں کے ذریعہ تشریح کیجیے۔

7۔ آپ کم تر روزگار سے کیا مطلب سمجھتے ہیں؟ شہری اور دیہی علاقوں میں کم تر روزگار کے تعلق سے مثال کے ذریعہ سمجھائیے۔

8۔ غیر منظّم شعبہ میں کام کرنے والوں کو ذیل کے امور میں تحفظ کی ضرورت ہے۔ اجرتیں، حفاظت اور صحت، مثالوں کے ذریعہ سمجھائیے

9۔ احمد آباد میں ایک مطالعہ کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ شہر میں 15,00,000 کام کرنے والوں میں سے 11,00,000 غیر منظّم شعبہ میں کام کرتے ہیں۔ شہر کی جملہ آمدنی اس سال 98-1997 میں 6000 کروڑ تھی جس میں سے 3200 کروڑ روپے منظّم شعبہ سے حاصل ہوئی۔ اس مواد کو ایک جدول کے ذریعہ ظاہر کیجیے اور بتلائیے کہ شہر میں زیادہ سے زیادہ روزگار پیدا کرنے کی اور کیا طریقے ہو سکتے ہیں؟

باب

4

ہندوستان کی آب وہوا

عجیب موسم آب وہوا میں تبدیلی کی ایک وجہ : ماہرین

حیدرآباد میں وقفہ وقفہ سے ہونے والی بارش نے موسمی پیش قیاسی کرنے والے عہدیداروں کو حیرت زدہ کردیا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ملک میں آب وہوا کی تبدیلی کے دوران مستقبل کی پیش قیاسی کرنا دشوار کن بنتا جارہا ہے۔ پچھلے دو سالوں میں ہم نے موسمی نظام کا انوکھا برتاؤ دیکھا جس کے نتیجہ میں غیر معمولی موسمی واقعات پیش آرہے ہیں۔ پہلے کبھی نہ دیکھی گئی صورتحال کے بعد جیسے ملک میں شدید موسم گرما رنگاریڈی ضلع کے چیوڑلہ علاقہ میں اچانک برف وژالہ باری، اترکھنڈ میں بادلوں کا پھٹ پڑنا اور جنوب مغربی مانسون کا قبل از وقت آمد اور دیر سے واپس ہونا۔ ماہرین کہتے ہیں کہ موسمی نظام اور انوکھا برتاؤ کی راہ پر ہے۔ اونگول میں 341 ملی میٹر بارش ہوئی جو ساری ریاست کی سالانہ بارش کا ایک تہائی سے زیادہ ہے۔ ساری ریاست میں شدید بارش نے کئی ایکڑوں کی فصل کو نقصان پہنچایا خاص طور پر کپاس کی فصل کو۔ اچھی خبر یہ ہے کہ آندھراپردیش کے 80,000 تالاب میں تقریباً 75% لبریز ہو چکے ہیں۔ (ٹائمس آف انڈیا 25 اکتوبر 2013 سے اخذ کیا گیا ہے)

ایسی ہی اخباری رپورٹوں کو جمع کیجیے۔

کیا یہ چند تبدیلیوں کو ظاہر کرتے ہیں یا صرف ایک لمبے عرصہ میں ہونیوالی ایک تبدیلی ہے۔

چند ماہرین موسمیات یا کسی کالج کے لکچروں کو اس پر بحث کے لئے دعوت دیجیے۔

موسم اور آب وہوا (Climate and Weather)

کسی علاقہ میں ایک مخصوص مدت کے دوران پائے جانے والے فضائی حالات کو موسم کہا جاتا ہے۔ یہ موسمی حالات اکثر تھوڑے سے وقفہ میں بھی بدلتے رہتے ہیں۔ ایک بڑے علاقہ میں ایسے حالات عمومی طور پر کئی سالوں تک پائے جاتے ہیں تو اسے آب وہوا کہتے ہیں۔ سال درسال تیس سالوں سے زیادہ کے عام حالات کو آب وہوا سمجھا جاتا ہے۔ ہر سال کچھ تغیرات ہوتے ہیں لیکن بنیادی طریقہ ایک جیسا رہتا ہے۔ ان عمومی حالات کی بنیاد پر سال کو موسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ موسم اور آب وہوا کے عناصر ہیں: درجہ حرارت' فضاء دباؤ ہوا، رطوبت اور ترتیب۔ کسی مقام پر ان عناصر کو تصاویر کے ذریعہ دکھا سکتے ہیں Climograph۔ یا Climatographs کہتے ہیں۔ کلیموگراف ایک مقام کے اوسط زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم درجہ حرات اور بارش بتاتا ہے۔

ہندوستان میں چند مقامات کے Climographs

نیچے دیئے گئے Climographs ملک کے مختلف حصوں میں درجہ حرارت اور بارش میں پائے جانے والے فرق کو بتاتے ہیں۔ آپ کے اٹلس کے حوالہ سے یہ مقامات جہاں واقع ہیں علاقائی خدوخال کی شناخت کیجیے۔ ان گراف کو پڑھیے اور نیچے دیئے گئے جدول کو پُر کیجیے۔

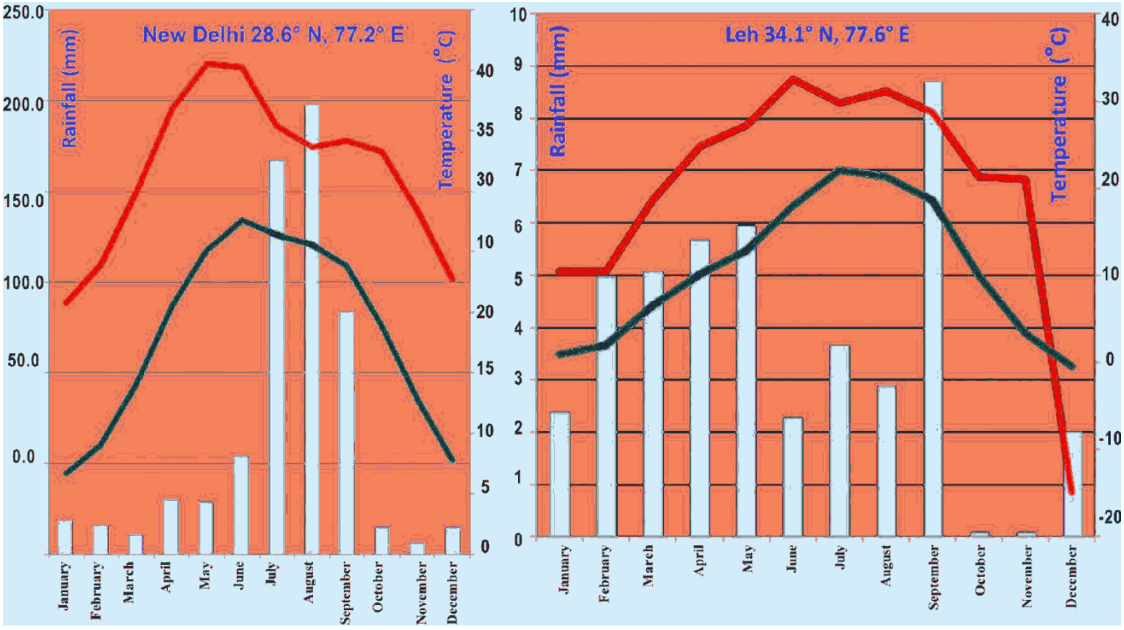

اوسط زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت (^{0}C)

اوسط بارش (ملی میٹر)

اوسط کم سے کم درجہ حرارت

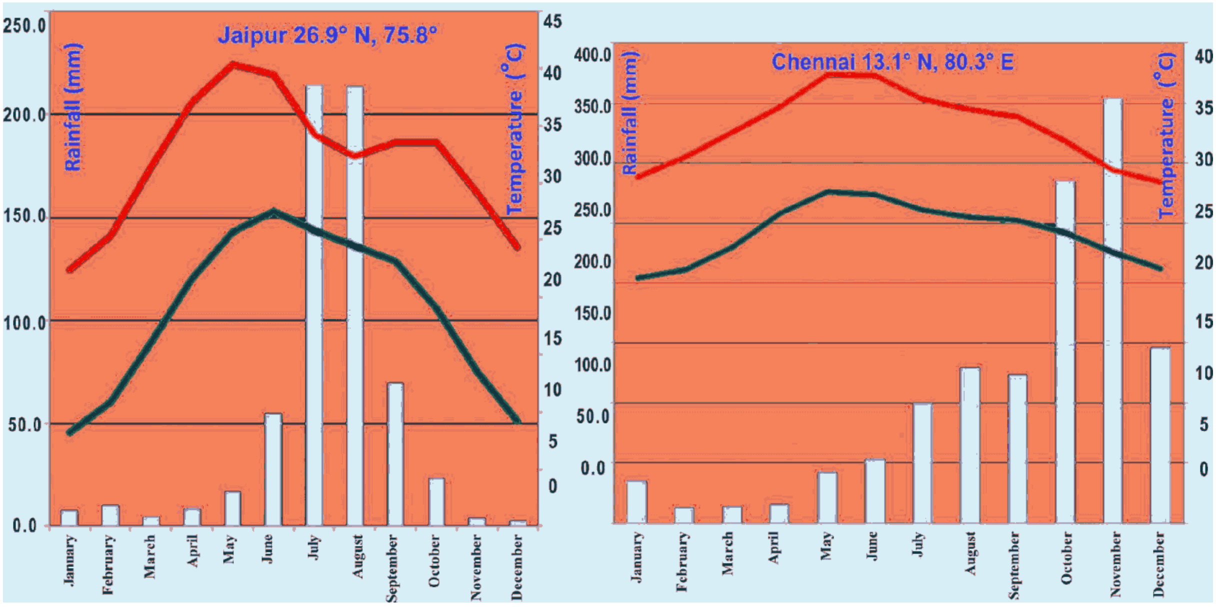

انڈین انسٹیٹوٹ آف جغرافیکل اسٹڈیز (CC) 2013

مقام	خدوخال خطہ	سال کے دوران زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت کی سطح	سال کے دوران کم سے کم درجہ حرارت کی سطح	زیادہ بارش والے مہینوں کے نام اوراس ماہ کے دوران ہونے والی بارش (ملی میٹر)	خشک ترین ماہ کا نام اوراس ماہ میں ہونے والی بارش (ملی میٹر)
جے پور					
لیہہ					
نئی دہلی					
چینائی					

درجہ حرارت کی سطح: زیادہ مقدار سے کم مقدار

- لیہہ میں گرم ترین اور سرد ترین مہینے کونسے ہیں۔
- اوپر دی گئی درجہ حرارت کی سطحوں سے بتائیے کہ عام طور پر کیا جے پور سے لیہہ سے رہتا ہے؟ اپنے جواب کو واضح کیجیے۔
- دہلی اور چینائی کی آب وہوا کا موازنہ کیجیے۔ وہ کس طرح مختلف ہوتے ہیں۔؟
- لیہہ میں ہونے والی بارش کا غور سے مطالعہ کیجیے۔ یہ کس طرح دوسروں سے مختلف ہے۔ آپ اپنے اٹلس میں کیا اسی طرح کی بارش کے مقامات کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔
- چینائی میں بارش کے مہینوں کی شناخت کیجیے۔ یہ کس طرح جے پور سے مختلف ہے۔؟

موسم اور آب وہوا پراثر انداز ہونے والے عوامل

چند مقامات کے لئے (مثال کے طور پر چینائی) یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ وہاں درجہ حرارت میں مہینوں کوئی زیادہ فرق نہیں ہوتا۔ چند مقامات (مثال کے طور پر دہلی) میں مہینوں کے دوران درجہ حرارت میں بڑا فرق پایا جاتا ہے۔

ہندوستان کے درجہ حرارت میں بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ شمالی حصہ ہمالیہ سے گھرا ہوا ہے جبکہ جنوبی جزیرہ نما سمندروں سے گھرا ہوا ہے۔ چند مقامات ساحل سے دور ہیں۔ وہ جزیرے ہیں۔ چند مقامات زیادہ بلند ہیں جبکہ دوسرے میدان ہیں۔ آب وہوا پراثر انداز ہونے والے عناصر آب وہوائی کنٹرولس کہلاتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

1۔عرض بلد 2۔خشکی تری کا تعلق 3۔خدوخال 4۔اوپری ہوا کا بہاؤ

عرض بلد یا خط استواء سے فاصلہ

جیسے جیسے خط استواء سے دور ہوتے جائیں گے سالانہ اوسط درجہ حرارت گرتا جائے گا۔ اس وجہ سے ہم زمین پر خطوں کو اس طرح تقسیم کر سکتے ہیں۔

- منطقہ حارہ، وہ خطے جو خط استواء کے قریب ہیں
- قطبی، وہ خطے جو قطبین کے قریب ہیں۔
- معتدل، وہ خطے جو ان دونوں شدید خطوں کے درمیان میں ہیں۔

یہ کتاب حکومت آندھرا پردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے

اگر ہم انڈومبھو اور جاپان کے آب وہوا کا تقابل کریں تو ان اختلافات کو سمجھ سکتے ہیں۔ان اختلافات کی وجہ زمین کی اختلافی حدت ہے جو آپ پچھلی جماعتوں میں پڑھ چکے ہیں۔درجہ حرارت کی شدت کا انحصار عرض بلد پر ہوتا ہے۔زمینی سطح پر کسی مخصوص مقام کے فضائی درجہ حرارت کا انحصار انجذاب حرارت (سورج کی شعاعوں کی گرمی) جو وہ حاصل کرتا ہے پر ہوتا ہے۔یہ اعلیٰ عرض بلد بہ بنسبت ادنیٰ عرض بلد میں زیادہ شدید ہوتا ہے۔جیسے خط استواء سے آگے بڑھتے جائیں گے اوسط سالانہ درجہ حرارت کم ہوتا جائیگا۔

> گلوب کو استعمال کرتے ہوئے آپ نے پچھلی جماعتوں میں جو کچھ پڑھا پھر سے یاد کیجیے اور بحث کیجیے۔
> کس طرح سورج کا زاویہ مختلف عرض البلد پر مختلف ہوتا ہے؟
> اس کا کیا اثر ہوتا ہے؟

ہندوستان میں جنوبی حصہ منطقہ حارہ کی پٹی میں استواء کے قریب واقع ہے۔اس لئے یہ خطہ شمالی حصہ سے زیادہ اوسط درجہ حرارت رکھتا ہے۔کنیا کماری کی آب وہوا کا بھوپال یا دہلی سے بالکل الگ ہونے کی ایک وجہ ہے۔ہندوستان 8° سے 37° شمالی عرض البلد کے درمیان واقع ہے اور خط سرطان ملک کو دو مساوی حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔خط سرطان کا جنوبی حصہ منطقہ حارہ میں واقع ہے۔خط سرطان کا شمالی حصہ معتدل منطقہ میں واقع ہے۔

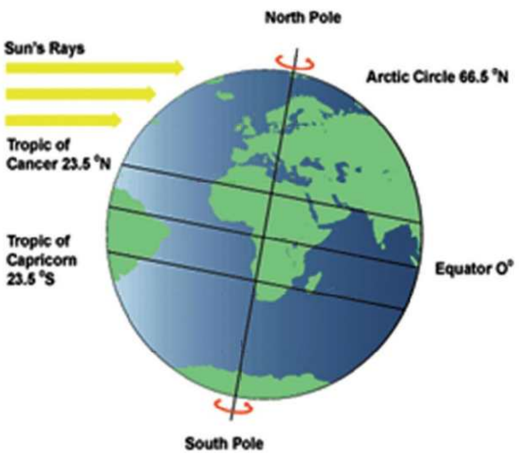

شکل 4.1 عرض بلد کا آب وہوا پر اثر

خشکی تری کا تعلق

آپ ہندوستان کی نقشہ میں خشکی کے حصوں اور تری یعنی پانی کے حصوں کو دیکھئے۔آپ ایک اور اہم عنصر جو آب وہوا پر اثر ڈالتا ہے دیکھیں گے۔خشکی اور تری کا تعلق،سورج کی روشنی کی مقدار کا جو پہلے جذب ہوتی ہے پھر شعاعیں واپس ہوتی ہیں یا راست منعکس ہوجاتی ہیں کہ انحصار سطح کی خاصیت پر ہوتا ہے۔تاریک علاقے جیسے کثیر جنگلاتی علاقہ بہتر جذب کرنے والے ہوتے ہیں۔روشنی علاقہ جیسے برفباری اور برف سے گھرے علاقہ بہتر منعکس کرنے والے ہیں۔خشکی کے مقابلہ میں سمندر حرارت کو جذب اور کم آہستہ کرتے ہیں۔یہ آب وہوا کو کئی طرح متاثر کرتا ہے۔ان میں سے ایک بری اور بحری ہواؤں کا وجود ہے۔شکل 4.5 کو استعمال کرتے ہوئے بیان کیجیے کہ یہ کس طرح ہوتا ہے۔جماعت نہم سے ہوا کے دباؤ اور سمت کے درمیان تعلق کو دوبارہ یاد کیجیے۔

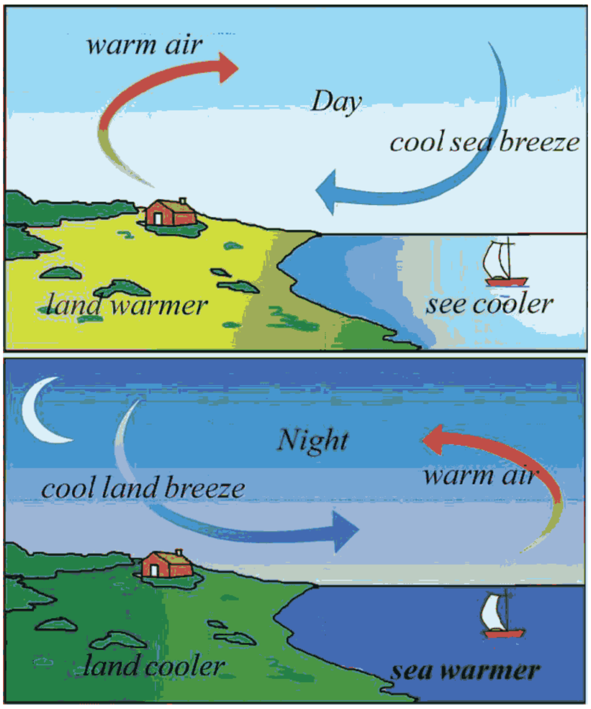

شکل 4.2 یہ کس طرح اس مقام کے درجہ حرارت کو معتدل بناتی ہیں

جنوبی ہندوستان کا ایک بڑا حصہ اس کے طویل ساحل کی وجہ سے سمندر کے معتدل اثر کے تحت آتا ہے جس سے دن اور رات کے درجہ حرارت میں موسم سرما اور گرما میں زیادہ فرق نہیں ہوتا۔ اسے یکساں آب وہوا سے جانا جاتا ہے۔ اگر ہم ایک جیسی بلندی اور عرض بلد پر پائے جانے والے مقامات کا تقابل کریں گے تو سمندر کے اثر کو بہتر سمجھ سکیں گے۔

- آپ کے اٹلس میں ممبئی اور ناگپور کے درجہ حرارت میں سرما اور گرما کے مہینوں کے لئے موازنہ کیجیے۔
- کس طرح وہ مختلف یا موافق ہوتے ہیں؟
- کس طرح یہ سمندر سے فاصلہ کو بیان کرتا ہے؟
- کلیموگراف کی مدد سے کیا آپ جے پور اور چینائی کے درجہ حرارت میں پائے جانے والے فرقوں کو بیان کر سکتے ہیں۔

خدوخال

کیا شملہ اور دہلی بہت مختلف عرض البلد پر واقع ہیں؟ اپنے اٹلس میں دیکھئے۔ کیا شملہ موسم گرما میں دہلی سے زیادہ ٹھنڈا رہتا ہے؟ اگر ہم موازنہ کریں تو موسم گرما میں دارجلنگ کولکتہ سے زیادہ خوشگوار رہتا ہے کیوں؟

آپ سیکھ چکے ہیں کہ بلندی میں اضافہ کے ساتھ درجہ حرارت میں کمی واقع ہوتی ہے۔اسی لئے پہاڑیاں اور پہاڑ میدانی مقامات کے مقابلے میں کم درجہ حرارت رکھتے ہیں۔اسی لئے کسی علاقہ کے خدوخال یا بلندی اس علاقہ کی آب وہوا کو متاثر کرتے ہیں۔ آپ ہمالیائی خطہ کے کئی پہاڑی اسٹیشنوں کے بارے میں سن چکے ہیں جیسے شملہ، گلمر گ، نینی تال، اور دارجلنگ یہ ایسے مقامات ہیں جو شدید گرما کے مہینوں میں بھی سرد آب وہوا رکھتے ہیں۔ایسے ہی کوڈائی کنال اور اودا گا منڈلم (اوٹی) قریبی ساحلی مقامات کے مقابلہ میں ٹھنڈے ہوتے ہیں۔

اوپری ہوائی گردش

شمالی نصف کرہ ذیلی منطقہ حارہ کی زیادہ دباؤ والی پٹی دائمی ہوائیں اٹھاتی ہیں۔ یہ ہوائیں استوائی خط کی کم دباؤ والی پٹی کی طرف چلتے ہوئے مغرب کی جانب پلٹتی ہیں تجارتی ہوائیں کہلاتی ہیں۔

جرمن لفظ: ٹریڈ/تجارت کا مطلب راستہ کے ہیں اور استقلال کے ساتھ ایک ہی جانب دائمی چلتی ہیں۔ بھارت خشک شمال۔مشرقی تجارتی ہواؤں کی پٹی میں واقع ہے۔

ہندوستان کی آب وہوا اوپر ہوائی دھاروں کی حرکت سے بھی جو Jet Streams سے جانے جاتے ہیں متاثر ہوتی ہے۔ یہ اوپری فضاء (12,000 میٹر سے زیادہ) میں تیز رفتار چلنے والی ہوائی دھاروں کی تنگ پٹی ہے۔رفتار میں فرق 110 کلومیٹر فی گھنٹہ موسم گرما میں اور موسم سرما میں 184 کلومیٹر فی گھنٹہ ہوتا ہے۔مشرقی تیز رفتار دھارے $25N^o$ تک بڑھتے ہیں۔ تیز رفتار دھارے قریبی فضاء کو ٹھنڈا بناتے ہیں۔ مشرقی تیز رفتار دھاروں کا یہ ٹھنڈا اثر اس عرض بلد 25^o شمال میں بادلوں سے بارش کا سبب بنتے ہیں۔

موسم : سرما

بھارت میں درجہ حرارت وسط نومبر سے بھٹتا جاتا ہے اور یہ سرد موسم فروری تک جاری رہتا ہے۔جنوری ہمیشہ سرد ترین مہینہ ہوتا ہے دن میں بعض اوقات ملک کے کئی حصوں میں درجہ حرارت 10^o سنٹی گریڈ سے نیچے تک گر جاتا ہے۔تاہم موسم سرما شمالی ہندوستان میں زیادہ ہوتا ہے۔جنوبی ہندوستان خاص طور پر ساحلی علاقے معتدل آب وہوا 20^o سنٹی گریڈ درجہ حرارت کے ساتھ لطف اندوز ہوتے ہیں۔

نیچے دیئے گئے نقشہ میں خطوط جنوری میں یکساں اوسطاً رجہ حرارت والے مقامات کی نشاندہی کرتے ہیں

سرما کے دوران موسم عام طور پر مطلع صاف ،کم رطوبت اور ٹھنڈی ہواؤں کے ساتھ خوشگوار رہتا ہے۔ طوفانی دباؤ جو بحر روم سے آتا ہے مغربی خلل Western Disturbances کا سبب بنتے ہیں۔ یہ بارش گیہوں کی کاشت کے لئے جو عام طور پر ربیع کے موسم اگائی جاتی ہے ایک نعمت ثابت ہوتی ہے۔ ہندوستان شمالی نصف کرہ کی تجارتی ہوائی پٹی میں واقع ہے۔ شمال مغربی تجارتی ہوائیں ہندوستان پر خشکی سے سمندر کی جانب چلتی ہیں اور اسی لیے یہ خشک ہوتی ہیں۔ تاہم ان ہواؤں سے ٹاملناڈو کے کورامنڈل ساحل پر قلیل مقدار میں بارش ہوتی ہے۔ چونکہ یہ خلیج بنگال سے عبور کرتے ہوئے کچھ نمی حاصل کرتی ہیں۔

- آندھرا پردیش میں جنوری میں اوسط درجہ حرارت کی سطح کیا ہونا چاہیے؟
- اپنے اٹلس کو استعمال کرتے ہوئے چند مقامات کی نشاندہی کیجیے جہاں درجہ حرارت 15° سنٹی گریڈ ہوتی ہے۔
- 25° سنٹی گریڈ درجہ حرارت پائی جانے والے مقامات بتانے والی خط کے قریب ایک مقام کا دائرہ ہے جہاں 20° سنٹی گریڈ درجہ حرارت ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے؟

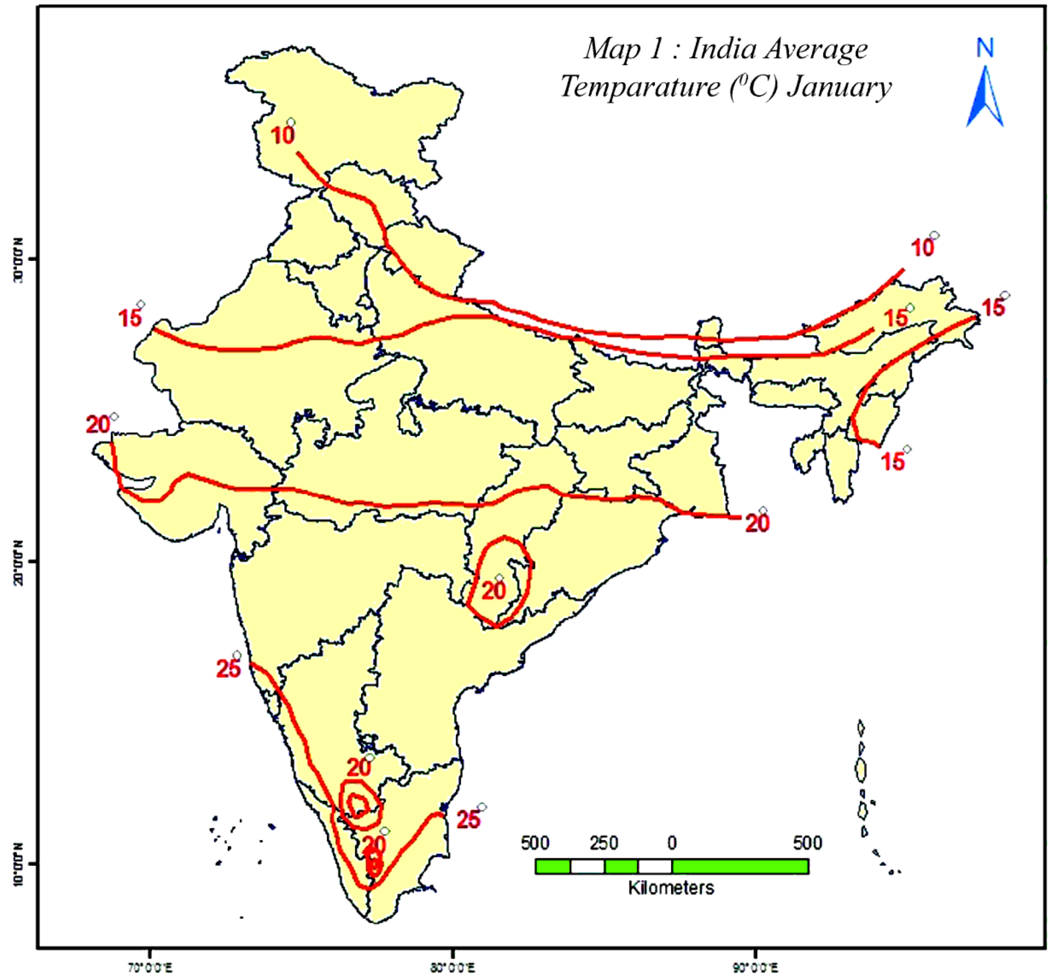

موسم گرما

گرم موسم کے دوران جب ہم جنوبی حصہ سے شمالی حصہ کی جانب بڑھتے ہیں اوسط درجہ حرارت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ ہندوستان کے شمالی میدان میں اپریل میں شروع ہوکر درجہ حرارت بڑھتا جاتا ہے اور آہستہ آہستہ دن کا زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت 37^{o} سنٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے۔ ملک کے کئی حصوں میں خاص طور پر شمال۔مغربی میدانوں اور وسطی ہندوستان میں مئی کے درمیان تک 41^{o} سنٹی گریڈ سے 42^{o} سنٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے۔ تاہم اقل ترین درجہ حرارت 20^{o} سنٹی گریڈ سے کم نہیں ہوتا۔شمالی میدان میں خشک اور گرم ہوا محسوس کی جاتی ہے۔ جسے ''لو'' کہتے ہیں۔

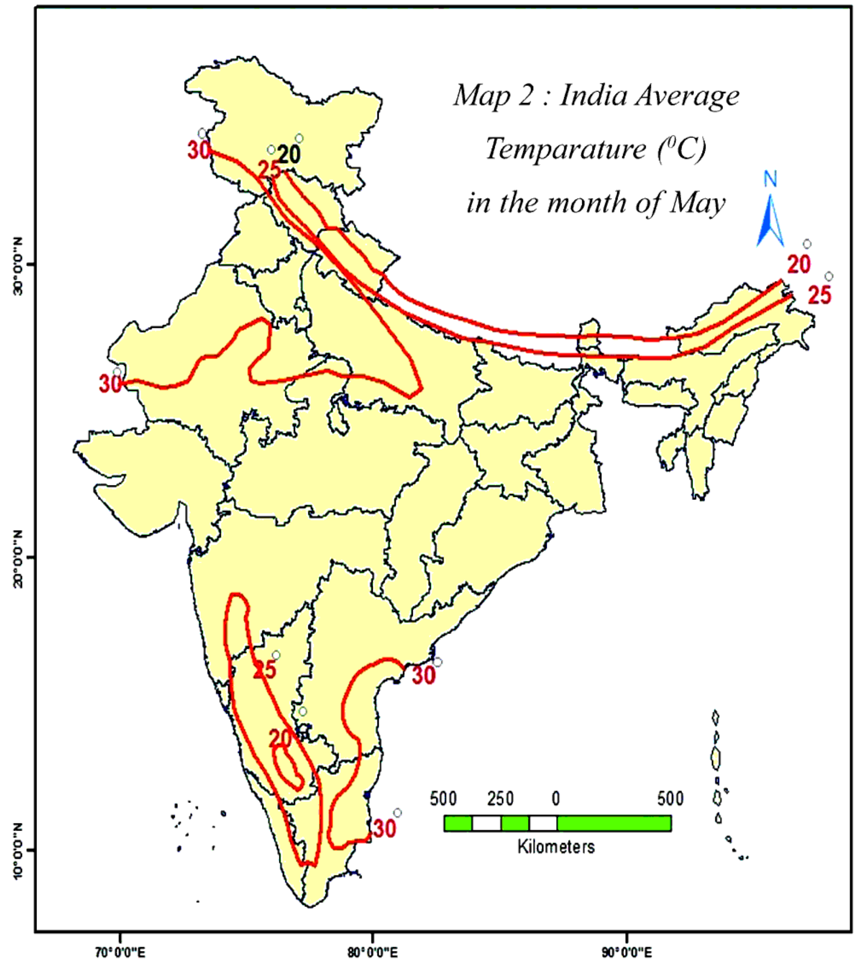

موسم گرما کے اختتام سے پہلے سطح مرتفع دکن میں قبل از مانسون بارش (مانسون کا پھٹ پڑنا) عام ہے۔ جو جزیرہ نما ہند میں آم کے جلد پکنے اور دیگر فصلوں کی شجرکاری میں مدد دیتا ہے۔ اس طرح یہ آندھرا پردیش میں مقامی طور پر آم کی بارش سے جانا جاتا ہے۔

Climographs گراف 1.4 سے ماہ مئی کے اوسط درجہ حرارت کسی چار مقامات کے لئے نوٹ کیجیے اور انہیں اوپر دیئے گئے نقشہ میں نشان لگائیے۔

مانسون کی پیش رفت

بھارت کی آب و ہوا مانسونی ہواؤں سے بہت زیادہ متاثر ہوتی ہے۔ پرانے زمانے میں ہندوستان آنے والے سیاحوں نے مستقل طور پر وقتاً فوقتاً پلٹنے والی ہواؤں کی طرف توجہ کی۔ وہ ان ہواؤں کو ہندوستانی ساحل کی طرف سفر کے لئے استعمال کیا۔ عرب تاجروں نے اس موسمی پلٹنے والی ہواؤں کو ''مانسون'' کا نام دیا۔

مانسون منطقائی علاقہ میں تقریباً 20^{o} شمال اور 20^{o} جنوب کے درمیان تشکیل پاتے ہیں۔ جنوب۔مشرقی مانسونی ہوائیں جنوبی نصف کرہ میں رطوبت ساتھ لاتے ہیں اور جب وہ بحر ہند کے اوپر سے استوائی کم دباؤ والے منطقہ کی جانب گذرتے ہیں۔ خط استواء کو پار کرنے کے بعد یہ ہوائیں کم دباؤ کی جانب جو برصغیر ہند میں تشکیل پاتا ہے موڑ جاتے ہیں۔ زمین کی حدت برصغیر ہند میں کم دباؤ پیدا کرتی ہے، خاص طور پر وسطی ہندوستان اور گنگا کے میدان میں اس کے ساتھ ساتھ تبت کا سطح مرتفع شدید گرمی حاصل کرتا ہے جو طاقتور ہوائی رو کا سبب بنتے ہیں اور سطح مرتفع پر 9 کلومیٹر کی بلندی تک کم دباؤ پیدا کرتے ہیں۔

جب وہ جنوب مغربی مانسون کی طرح چلتی ہیں جزیرہ نما ہند انہیں دوشاخوں میں تقسیم کردیتا ہے۔بحیرہ عرب کی شاخ اورخلیج بنگال کی شاخ۔خلیج بنگال کی شاخ بنگال کے ساحل اورشیلانگ سطح مرتفع کے جنوبی حصہ سے ٹکراتا ہےتو مغرب کی جانب گنگا کی وادی کی طرف بڑھتا ہے۔ بحیرہ عرب کی شاخ بھارت کے مغربی ساحل تک پہنچ کرشمال کی جانب آگے بڑھتی ہے۔دونوں شاخیں جون کے آغاز تک بھارت میں پہنچ جاتی ہیں جسے'مانسون کا پھٹ پڑنا' سے جانا جاتا ہے۔یہ آہستہ آہستہ چار پانچ ہفتوں میں سارے ملک میں پھیل جاتے ہیں۔بھارت میں سالانہ بارش کا بڑا حصہ جنوبی مغربی مانسون سے حاصل ہوتا ہے۔بارش کی مقدار مغربی گھاٹ کی وجہ سے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ شمال مشرقی ہندوستان میں بلند پہاڑی چوٹیوں کی وجہ بہت زیادہ ہوتی ہے۔تاہم ٹاملناڈو کا ساحل (کارومنڈل) اس موسم میں زیادہ ترخشک رہتا ہے جیسا کہ یہ بحیرہ عرب کی شاخ جوخلیج بنگال کی شاخ کے متوازی ہوتا ہے۔

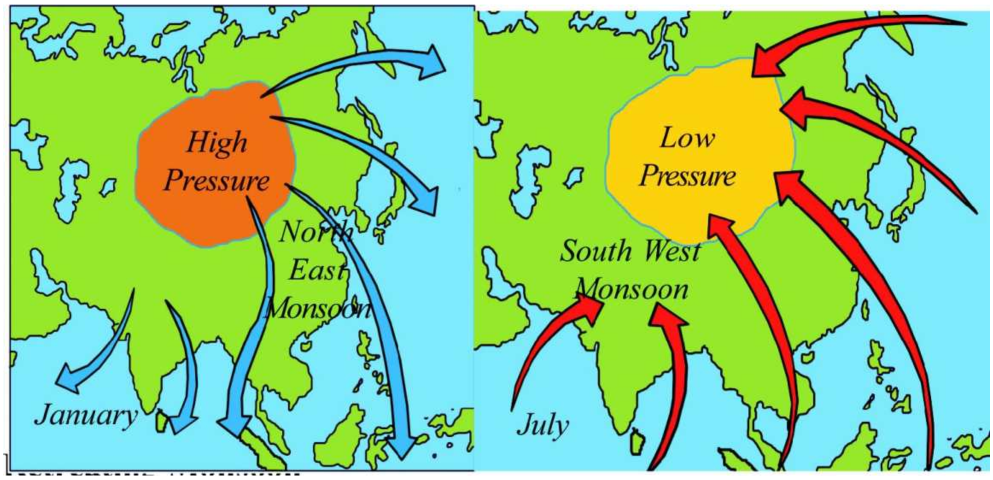

شکل 4.3: دباؤ اور مانسونی ہوائیں

اکتوبر۔نومبر گرم مرطوب سے خشک سرد حالات میں تبدیلی کا عرصہ ہے۔شکل 4.7 مانسون کی واپسی میں مطلع صاف اور درجہ حرارت میں اضافہ ہوتا ہے۔زمین مرطوب رہتی ہے زیادہ درجہ حرارت اور رطوبت کی وجہ سے موسم بھی شدید بن جاتا ہے۔اسے عام طور پر''اکتوبر کی گرمی'' سے جانا جاتا ہے۔

نومبر کے ابتدائی میں کم دباؤ والے حالات جو کبھی شمال مغربی ہندوستان پر جنوب سے دور خلیج بنگال کے وسط کی طرف حرکت کرتے ہیں۔اس عرصہ میں انڈومان علاقہ میں طوفانی دباؤ پیدا ہوتا ہے۔یہ منطقانی طوفان اکثر بہت تباہی مچاتے ہیں۔گوداوری، کرشنا اور کاویری کے گنجان آبادی والے ڈیلٹا اس کا نشانہ بنتے ہیں۔کوئی سال تباہی سے خالی نہیں دیکھا گیا۔کبھی کبھار یہ طوفانی سندربن اور بنگلہ دیش کا بھی دورہ کرتے ہیں۔کارومنڈل ساحل اس طوفانی دباؤ کی وجہ سے زیادہ مقدار میں بارش حاصل کرتا ہے۔

نقشہ:3 بھارت میں جنوب مغربی
مانسون کی آمد

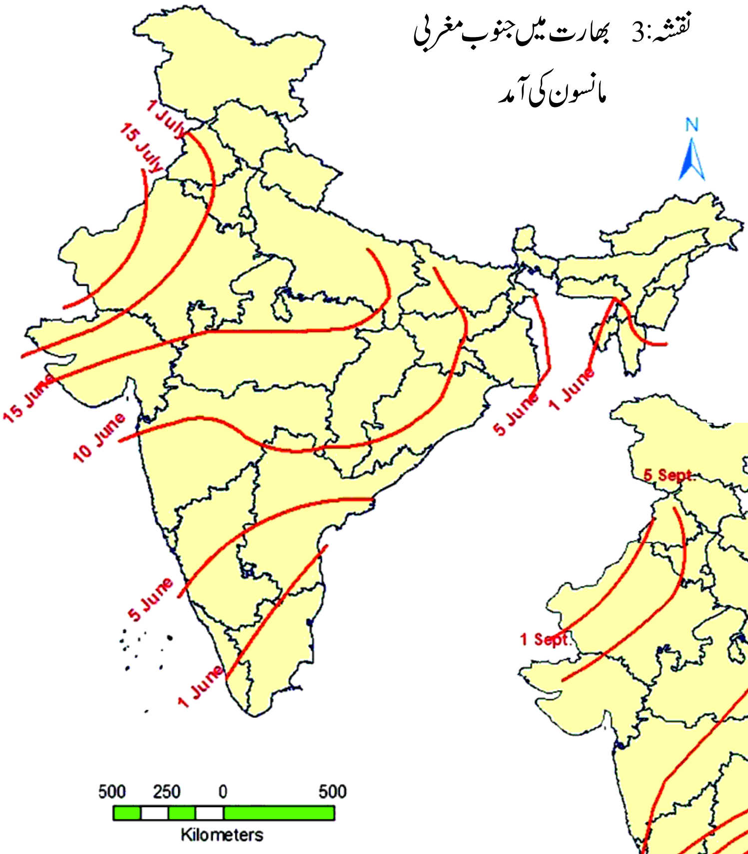

نقشہ:4 بھارت میں جنوبی مغربی
مانسون کی واپسی

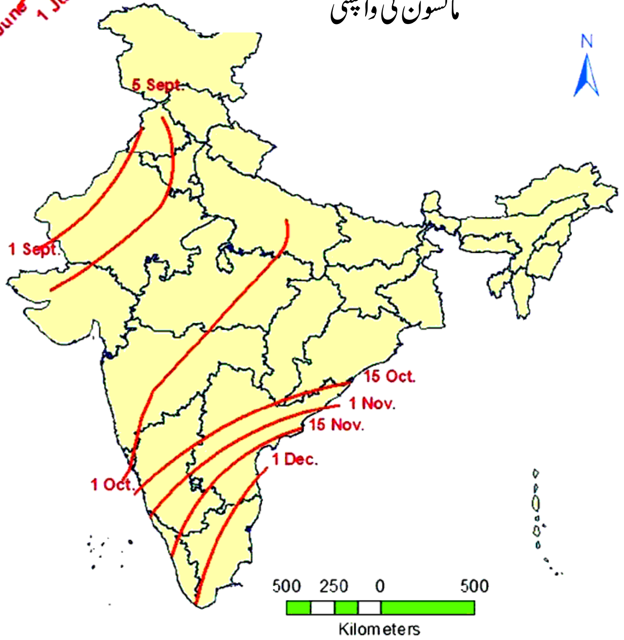

ہندوستان کی روایت میں سال کو چھ دوماہی موسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ یہ موسموں کا چکر جسے شمال اور وسطی بھارت کے لوگ اپناتے ہیں انکے عملی تجربوں اور عرصہ دارز سے چلے آرہے موسمی طریقوں کی بنیاد پر ہے۔ شمالی اور جنوبی ہندوستان کے موسموں کے اوقات کے درمیان کسی قدر فرق ہوتا ہے۔

روایتی ہندوستانی موسم

موسم	ہندوستانی (قمری) مہینے کیلنڈر کے مطابق	مہینے مغربی (شمسی) کیلنڈر کے مطابق
وسنتا	چیترا۔ویشاکھا	مارچ۔اپریل
گرشمہ	جیشٹھا۔آشادھا	مئی۔جون
ورشا	سروانا۔بھدرا	جولائی۔اگست
شرد	اسوینا۔کارتیکا	ستمبر۔اکتوبر
ہیمنتا	مرگاشیرا۔پشیا	نومبر۔دسمبر
ششیرا	مگھا۔پھالگنہ	جنوری۔فروری

عالمی حدت اور آب وہوا کی تبدیلی

جب زمین کا ایک آتشی گولے سے سیارہ کی شکل اختیار کرنا شروع ہوا تو کئی گیسیں خارج ہوئیں۔ یہ گیسیں زمین کی قوت کشش کی وجہ سے بچ کر خلا میں نہیں جا سکی اور اس کو اپنے پاس واپس پکڑے رکھی ہوئی ہے۔ اس کے نتیجے میں گیسوں کی ایک باریک پرت زمین کو گھیرتے ہوئے کئی اہم فوائد فراہم کرتی ہے۔ مثال کے طور پر آکسیجن جو ہم سانس لیتے ہیں اوزون جو ہمیں سورج سے نکلنے والی نقصاندہ بنفشئی شعاعوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ نائٹروجن سے ہمارے پودے پروٹین بنانے کے لئے استعمالکرتے ہیں جس کی ہمیں ضرورت ہوتی ہے۔ ماحول جس کے ذریعہ تازہ پانی کا بہاؤ ہوتا ہے اور ہمیں گرم رکھتا ہے۔ نہم جماعت کے باب کی تصویر دیکھیے۔

فضاء ہمیں گرم رکھنے کا ایک اہم کام انجام دیتی ہے۔ یہ روشنی کی طرح ایک موثر زمینی غلاف ہے۔ آپ جماعت نہم میں پڑھ چکے ہیں کہ فضائی کرہ شمسی توانائی کو جو زمین تک پہنچتی ہے مکمل طور پر دوبارہ خلاء میں محفوظ ہونے سے روکتا ہے۔ یہ عالمی حدت کہلاتا ہے۔ یہ اس سیارہ پر زندہ رہنے کے لئے بہت اہم اور ضروری ہوتا ہے۔ اگر یہ فضائی کرہ کے جال میں نہ ہوتو زمین یقینی طور پر بہت سرد ہوتی ہے۔

تاہم 19 ویں صدی سے یہ سیارہ تیزی کے ساتھ گرم ہوتا جارہا ہے۔ جس کے لئے فکر بڑھتی جارہی ہے۔ یہ فکر کیوں ہے؟ بحرکف زمین کئی گرم اور سرد ادوار سے گذرتی ہے تو اب اس میں کیا خاص بات ہے؟

پہلے کے گرم اور سرد ادوار ایک طویل وقفہ میں ہوتے تھے اور زمین پر پائی جانے والی زندگی کو ان تبدیلیوں کو قبول کرنے کے کافی وقت دیتے تھے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ گرمی تیزی کے ساتھ بڑھتی جارہی ہے جو آفت ناگہانی کا سبب بن رہی ہے۔ گرمی میں زیادتی صنعتی انقلاب واقع ہونے کے بعد سے انسانی سرگرمیوں کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اسی لیے موجودہ عالمی حدت کا رجحان AGW (Anthropogenic Global Warming) کہلاتا ہے۔ Antheropogenic کا مطلب انسانی سبب سے ہے۔

حالیہ عرصہ میں سائنسدانوں نے انتہائی شمالی عرض بلد کے منجمد ٹنڈرا (جو زیادہ تر شمالی روس میں پھیلا ہوا ہے) کے نیچے بڑی مقدار میں میتھین Methane کو دریافت کیا۔ عالمی درجہ حرارت میں اضافہ سے ٹنڈرا میں برف زیادہ پگھل رہا ہے۔ Methane جو برف کے نیچے پھنسی ہوتی ہے فضاء میں داخل ہوکر عالمی درجہ حرارت کو بڑھاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اور زیادہ برف پگھلنے لگتی ہے اور زیادہ میتھین خارج ہوتی ہے اور یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ گرین ہاؤز گیس میں میتھین کاربن ڈائی آکسائیڈ سے بھی زیادہ طاقتور ہے۔

AGW اور آب واوہا میں تبدیلی

AGW زمینی نظام میں حرارت کی تقسیم میں کئی تبدیلیوں کا سبب بنتا ہے۔ یاد رکھیے کہ کس طرح ہوائی اور بحری گردش دنیا میں حرارت کی دوبارہ تقسیم کی پابندی کرتی ہے۔ خلل از خود کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہوتا بلکہ اس کی تیزی سے ہونا ہے۔

جب دوبارہ تقسیم کا نظام منتشر ہوتا ہے، موسم اور آب وہوائی نمونے تبدیل ہو جاتے ہیں۔

جب دوبارہ تقسیم کا نظام منتشر ہوتا ہے، موسم اور آب وہوائی نمونے تبدیل ہو جاتے ہیں طویل مدتی تبدیلیاں (آب وہوائی تبدیلی) مختصر مدتی تبدیلیوں (موسمی تبدیلیاں) کے مجموعہ سے پیش آتی ہیں۔

بین الاقوامی جدوجہد ہے کہ تمام ممالک گرین ہاؤز گیسوں کے اخراج کو کم کرنے کی کوشش کریں لیکن یہ ابھی تک حاصل نہ ہو سکا۔ ایک بین الاقوامی تنظیم InterGovernmentalPanelonClimateChange(IPCC) کہا جاتا ہے۔ اس مسئلہ کے حل کے لئے تشکیل دی گئی ہے۔ یہ تنظیم دنیا کے ممالک کے مابین AGW کی کمی پر معاہدہ کے کئی کانفرنسوں کا انعقاد عمل میں لاتی ہے تاکہ آب وہوا کی تبدیلی کے عمل میں کمی کی کوشش کریں۔ لیکن یہ ابھی تک کامیاب نہ ہو سکی۔ 2013 میں وارسا (پولینڈ) میں IPCC کانفرنس جدید کوشش تھی۔ یہ بھی اتفاق حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ ترقی یافتہ ممالک (مغرب کے صنعتی، معاشی طور پر زیادہ ترقی یافتہ ممالک) اور ترقی پذیر ممالک (وہ ممالک جو صنعتی نہیں ہیں) کے مابین ناراضگیاں پائی جاتی ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک چاہتے ہیں کہ ترقی پذیر ممالک کوئلہ جلانے والی اور دیگر سرگرمیوں میں جس سے فضاء گرین ہاؤز گیسوں سے متاثر ہوتی ہے تخفیف کرے۔ ترقی پذیر ممالک کو اس بات پر اعتراض ہے کہ ترقی یافتہ ممالک اپنی ترقی کی راہ میں یقینی طور پر زمین سے نکالے گئے آتشی ایندھن کو بڑھاوا دیتے ہیں۔ ترقی پذیر ممالک کہتے ہیں کہ اگر وہ آتشی ایندھن (کوئلہ) استعمال نہ کریں تو ان کی معاشی ترقی تشویشناک حد تک گر جائے گی۔ ترقی یافتہ ممالک کو چاہیئے وہ متبادل کی تلاش میں مدد کرتے ہوئے اپنا بہتر حصہ ادا کریں تاکہ ترقی پذیر ممالک بھی ترقی کر سکیں۔

- جنگلات کا صفایا کیا ہے؟
- کیا جنگلات کا صفایا صرف جنگلاتی علاقوں میں ہی ہونا ہے؟ آپ کے مقامی علاقہ میں جبکہ وہاں جنگلات نہیں ہوتے کیسے ہوتا ہے؟
- جنگلات کا کاٹنا (صفایا) کس طرح عالمی حدت پر اثر انداز ہوتا ہے؟ (آپ کو سائنسی مطالعہ سے شعاع ترکیب کو یاد کرنے کی ضرورت ہے)
- عالمی حدت میں تعاون کرنے والے انسانی کارکردگی کے چند اور طریقے کیا ہوتے ہیں۔

دنیا کے اطراف واکناف کے کئی سائنسداں بہت حد تک اس بات پر متفق ہیں کہ AGW ایک حقیقت ہے، یہ ہو رہا ہے جو تیز اور خطرناک آب وہوائی تبدیلی کی طرف لے جا رہا ہے۔ وہ خبردار کرتے ہیں کہ آنے والے سالوں میں شدید موسمی و دیگر تبدیلیوں میں اضافہ ہوگا جن سے ہم آگاہ ہونے تک زندگی چھین لی جائے گی۔

عالمی حدت میں حصہ ادا کرنے والی ایک انسانی کارکردگی جنگلات کا صفایا ہے۔

اپنے معلم اور ساتھی طلباء سے بحث کرتے ہوئے ان سوالوں کا جواب چند جملوں میں دینے کی کوشش کریں۔

آب ہوا کی تبدیلی کا ہندوستان پر اثر

اگرچیکہ اوسط درجہ حرارت 2^{o} سنٹی گریڈ کا اضافہ معمولی سمجھا جاتا ہے لیکن یہ آنے والی صدی کی ابتداء تک سطح سمندر میں ایک میٹر کے اضافہ کا سبب بن سکتا ہے۔ جو ساحل سمندر کے بڑے حصے کو متاثر کر سکتا ہے اور لاکھوں لوگوں کو منتقل ہونا پڑے گا۔ انہیں اپنی ضروریات زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

مشرقی کولکتہ کے نونا دنگا میں رہنے والے تقریباً 200 بے گھر خاندان جو پچھلے چند سالوں سے زندگی گذار رہے تھے۔

کولکتہ میٹروڈیولپمنٹ اتھاریٹی (KMDA) کی جانب تخلیہ کروایا گیا۔ کئی خاندان عظیم طوفان آئیلا کی 2009ء میں تباہ کاریوں کے بعد کولکتہ میں کام کی تلاش میں آئے تھے۔

30 مارچ کو پولیس کی موجودگی میں جھونپڑپٹیوں کو بلڈوزر سے تباہ کر دیا گیا اور چند جھونپڑیوں کو آگ لگادی گئی۔ چند دنوں سے چلنے والی سرد لہریں قریب 700 لوگوں کو جو بے گھر ہو گئے ہیں نیند سے عاری اور زمین پر راتیں گزارنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ وہ گھروں میں کام کرنے والے رکشا چلانے والے اور تعمیراتی مزدور تھے۔

دوسرا اثر بارش پر ہوسکتا ہے۔ یہ زیادہ غیر یقینی ہوتی ہے اور جس سے غیر متوازن کی طرف لے جاتا ہے۔ بعض مقامات زیادہ بارش حاصل کرتے ہیں جبکہ دیگر معمول سے بھی کم بارش پاتے ہیں۔ جس سے قحط اور سیلاب کی توقع بڑھ جاتی ہے۔ یہ زراعت کے طریقہ کار اور لوگوں کے رہن سہن کو بری طرح متاثر کرتا ہے۔

تصور کیجیے کس طرح کوئی ان حالات کا مقابلہ کرسکتا ہے جبکہ لاکھوں لوگ متاثر ہوں؟ آپ کو دوبارہ آباد ہونے کے لئے زمین کہاں ملے گی؟ وہ کیا نوکریاں کریں گے؟

ہمالیہ کے گلیشیر کا تیزی سے پگھلنا مچھلی پکڑنے والا طبقہ کے رہن سہن اور ان کی مچھلی پکڑنے کی فطرت متاثر ہو رہی ہے۔ ایسے ہی انوکھے موسمی حالات جسے آپ پڑھ چکے ہیں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ آب و ہوا کی تبدیلی عالمی سطح پر ہونے چند چیزوں کا نتیجہ ہے جو ہم تمام کو متاثر کرتا ہے۔

شکل 4.8 آئیلا کا اثر (بائیں)
ٹوٹا ہوا پشتہ نیچے۔ پشتہ کی مرمت

کلیدی الفاظ

کلیموگراف، موسم، مانسون، انجذاب حرارت، دباؤ کا منطقہ، عالمی حدت

اپنے اکتساب کو بڑھائیے

(1) ذیل کے بیانات کو پڑھیئے اور اگر یہ موسم یا آب وہوا کی مثال ہے تو نشان لگائیے۔

a) پچھلے کچھ سالوں کے دوران ہمالیہ میں کئی برف کے تودے (گلیشیرس) پگھل گئے۔

b) پچھلے کچھ دہوں کے دوران ودربھا علاقہ میں قحط سالی میں اضافہ ہوا۔

(2) جوڑ ملایئے۔ اگر آپ مقامات کی نشاندہی نہیں کرسکتے تو نقشہ استعمال کیجیے۔ یہاں کثیر صحیح جوابات ہوسکتے ہیں۔

a) ٹرینڈرم	خط استواء سے دور ہے اور موسم سرما میں درجہ حرارت کم ہوتا ہے
b) گنگٹوک	خط استواء سے قریب ہے مگر سمندروں سے قریب نہیں اور کم بارش ہوتی ہے۔
c) اننت پور	خط استواء سے قریب ہے اور آب وہوا پر سمندروں کا بڑا اثر رہتا ہے۔

(3) ہندوستان کے آب وہوائی کنٹرول کو بیان کیجیے۔

(4) صحرا اور پہاڑی علاقوں میں موسمی تبدیلیوں کو متاثر کرنے والے عوامل کے بارے میں مختصر نوٹ لکھئے؟

(5) کس طرح انسانی کارکردگیاں عالمی حدت میں اپنا حصہ ادا کرتے ہیں۔

(6) AGW کے متعلق ترقی یافتہ اور ترقی پزیر ممالک کے درمیان کیا عدم موافقت ہے؟

(7) عالمی حدت کی وجہ سے آب وہوا کس طرح تبدیل ہوتی ہے؟ عالمی حدت کے اثر کو کم کرنے کے اقدامات تجویز کیجیے؟

(8) ہندوستان کے خاکہ میں مندرجہ ذیل کو بتائیے۔

i) وہ علاقے جہاں سالانہ اوسط درجہ حرارت 40^o سنٹی گریڈ سے زیادہ ہوتا ہے۔

ii) 10^o سنٹی گریڈ سے کم سالانہ اوسط درجہ حرارت والے علاقے

iii) ہندوستان میں جنوب۔ مغربی مانسون کی سمت

(9) درجہ ذیل موسمی گراف کا مشاہدہ کیجیے اور درجہ ذیل سوالات کے جوابات دیجیے۔

A۔ کونسے مہینے میں بارش زیادہ ہوتی ہے؟

B۔ کونسے مہینے میں درجہ حرارت اعظم ترین اور اقل ترین ہوتا ہے؟

C۔ جون اور اکٹوبر کے مہینے میں بہت زیادہ بارش کیوں ہوتی ہے؟

D۔ مارچ اور جون کے مہینے میں درجہ حرارت بہت زیادہ کیوں ہوتا ہے؟

E۔ جو درجہ حرارت اور بارش میں تبدیلی کا باعث بنتے ہیں ارتفاعی حالات کی نشاندہی کیجیے؟

یہ کتاب حکومت آندھراپردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے

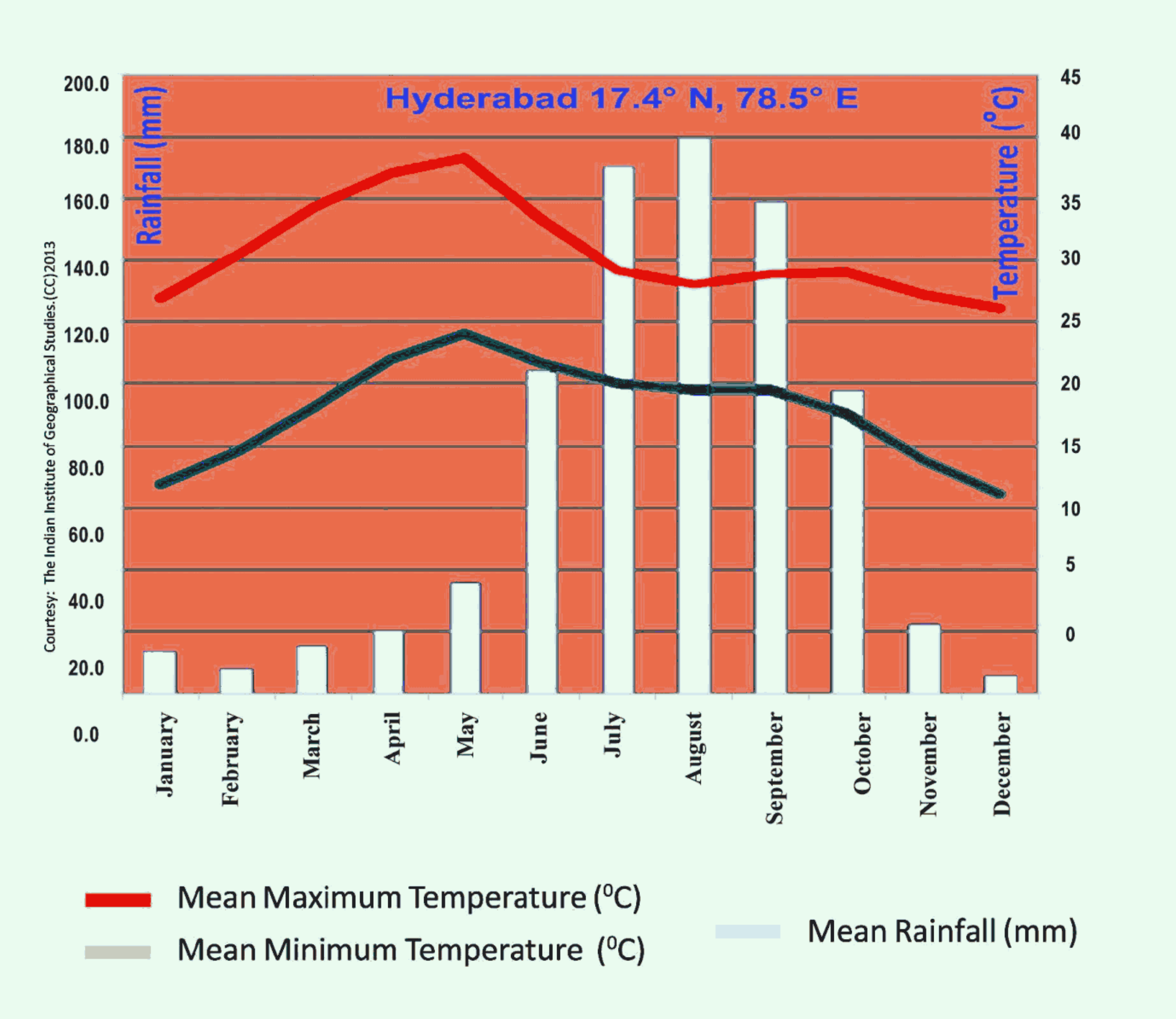

منصوبہ کام

- آپ کے منصوبہ علاقہ میں موسم اور آب وہوا سے تعلق رکھنے والے محاوروں / کہاوتوں کو جمع کیجیے۔

باب

5

ہندوستانی دریا اور آبی وسائل

ہندوستان کے نقشہ میں ہمالیہ اور مغربی گھاٹ کی شناخت اور نشاندہی کیجئے۔

- قاعدے کے مطابق رنگوں کو استعمال کرتے ہوئے' اونچائی کے سلسلہ کی نشاندہی کیجئے۔ جہاں سے چند دریا' شروع ہوتے ہیں۔ اٹلس اور بلند ارتفاعی نقشہ کو استعمال کرتے ہوئے ان دریاؤں کے راستے پر غور کرتے ہوئے ان کے بہنے کی سمت کی نشاندہی کیجئے۔
- بحث کیجئے: صرف 5% فیصد پانی گھریلو مقاصد کیلئے استعمال ہوتا ہے پھر بھی آبادی کے بڑے حصے کی اس تک رسائی ممکن نہیں ہے۔
- ہندوستان کی 40 ملین ایکڑ زمین سیلاب زدہ ہے اور اتنا ہی علاقہ قحط سالی سے متاثر ہے۔ اس کی وجوہات کیا ہیں؟
- سطح زمین کے 70% آبی ذرائع آلودہ ہیں کیوں؟

نقشہ 1 ہندوستان کا ارتفاعی اور نکاسی نظام

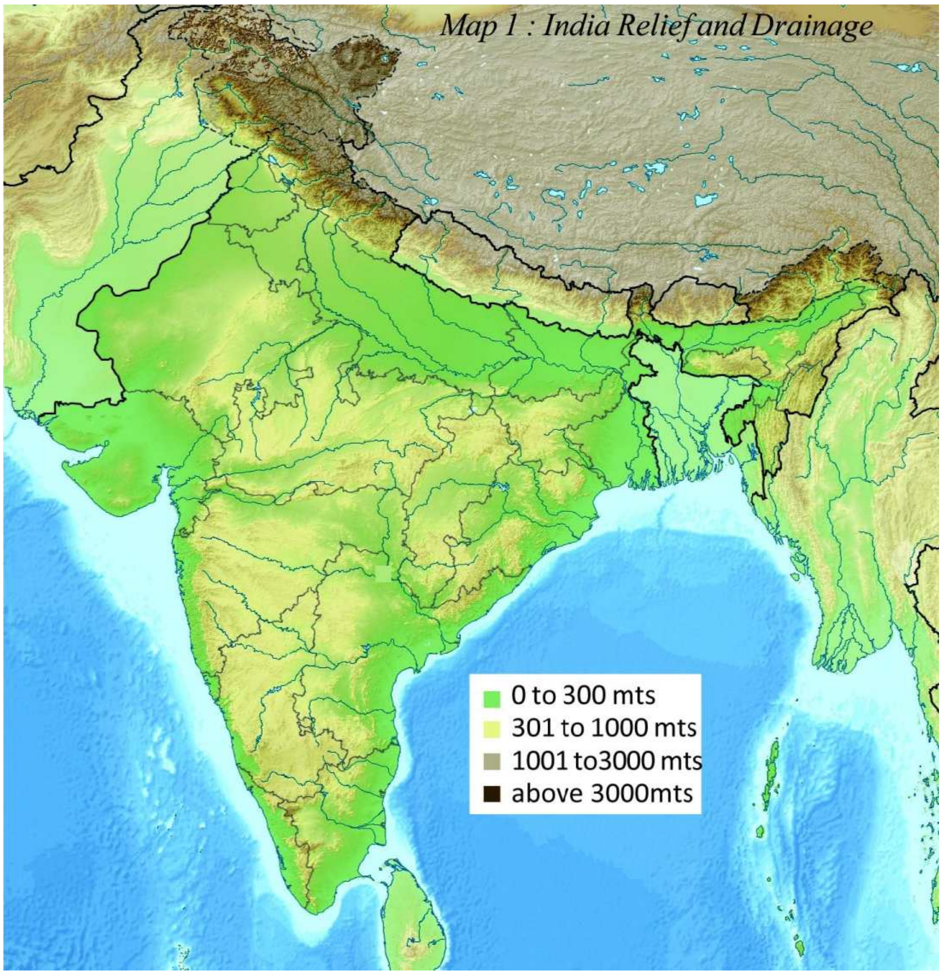

ہندوستان کا نکاسی نظام تین طبعی جغرافیائی اکائیوں کے ارتقا سے ہم آہنگ ہوکر تشکیل پایا۔(1) ہمالیہ پہاڑ (2) جزیرہ نما کے سطح مرتفع اور (3) دریائے سندھ اور گنگا کا میدان۔

اس کے نقطۂ آغاز کی بنیاد پر ہندوستان کے نکاسی نظام کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔(i) ہمالیائی دریا (ii) جزیرہ نما کے دریا

ہمالیائی دریا

ہمالیائی دریا تین اہم دریائی نظاموں پر مشتمل ہیں۔ دریائے سندھ' دریائے گنگا اور دریائے برہم پترا۔ یہ تمام دریا چند کلومیٹر کے اندر ایک ہی علاقہ سے شروع ہوتے ہیں آبی تقسیم کے ذریعہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوجاتے ہیں۔ پہلے یہ پہاڑوں کے متوازی بہتے ہیں۔ پھر اچانک جنوبی سمت میں لڑکر عظیم پہاڑی سلسلہ کو قطع کرتے ہوئے شمالی ہند کے میدانوں تک پہنچتے ہیں۔ اس عمل کے دوران وہ گہری "V" شکل کی وادیاں بناتے ہیں۔ دریائے سندھ اور برہماپترا اسکی بہترین مثالیں ہیں۔

ہمالیائی دریا سدابہار ہوتے ہیں کیونکہ ان دریاؤں کو برسات کے علاوہ پگھلتے ہوئے برف سے پانی حاصل ہوتا ہے۔

دریائے سندھ کا نظام Indus System:

- اٹلس کی مدد سے ہندوستان اور پاکستان میں دریائے سندھ کے راستے کا خاکہ کھینچیے۔

مانسرور جھیل کے قریب تبت میں کیلاش پہاڑی سلسلہ کی شمالی ڈھلانوں سے دریا سندھ شروع ہوتی ہے۔ یہ براہ راست تبت سے شمال مغربی راستہ اختیار کرتی ہوئی ہندوستانی علاقہ جموں و کشمیر میں داخل ہوتی ہے۔ ہندوستان میں دریائے سندھ کی معاون ندیاں جہلم' چناب' راوی' بیاس اور ستلج ہیں۔ یہ ہندوستان میں جموں و کشمیر کے علاوہ پنجاب اور ہماچل پردیش کا احاطہ کرتی ہے۔

دریائے گنگا کا نظام The Ganga System:

- دریائے گنگا کو نقشہ 5.2 میں دیکھئے اوران ریاستوں کے نام لکھئے جنہیں دریائے گنگا سیراب کرتی ہے۔
- اوپر دیئے گئے نقشہ کے ذریعہ شمالی سمت اور جنوبی سمت بہنے والی گنگا کی معاون ندیوں کی فہرست مرتب کیجئے۔

دریائے گنگا کا بہاؤ دو خاص دریاؤں سے بنا ہے۔ پہلا اہم ذریعہ گنگوتری گلیشر (برفانی تودہ) ہے۔ جسے بھاگیرتھی کہا جاتا ہے۔ دوسرا بدری ناتھ کے شمال مغرب میں ستو پنتھ (Satopanth) گلیشر جیسے الکھنندا کہا جاتا ہے۔ بھاگیرتھی اور الکھنندا دونوں دیوپریاگ کے مقام پر ملکر دریا گنگا کی تشکیل کرتے ہیں جو کہ ہری دوار کی پہاڑی سے برآمد ہوتی ہے۔ دریائے گنگا متعدد معاون ندیوں سے جڑی ہوئی ہے۔ ان میں اکثر ہمالیائی پہاڑی سلسلہ سے شروع ہوتے ہیں لیکن ان میں سے چند کا منبع جزیرہ نما سطح مرتفع میں ہے۔

دریائے برہم پتر کا نظام:۔ تبت میں مانسرور کے قریب کیلاش پہاڑی سلسلہ کے چمایُنگ ڈنگ Chema Yung dung گلیشر کا دہانہ دریائے برہم پتر کا منبع ہے جو تسانگ پو بھی کہلاتی ہے۔ یہ جنوبی تبت سے مشرقی سمت بہتی ہے۔ لُوتسی زنگ (Lhotse Dzong) کے قریب یہ تقریباً 640 km کیلومیٹر تک جہاز رانی کے قابل وسیع و کشادہ نہر میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد یہ کئی تیز رفتار ندیوں میں تقسیم ہوجاتی ہے یہ عظیم حلقہ بناتے ہوئے جنوب مغرب سے ارونا چل پردیش سے ہندوستان میں داخل ہوتی ہے۔ جسے پہلے سیانگ اور بعد میں ڈیہانگ کا نام دیا جاتا ہے۔ وادی آسام میں داخلے کے وقت اس سے دو معاون ندیاں دیبانگ اور لوہت جُڑ جاتی ہیں۔ یہاں سے برہم پتر کے طور پر جانی جاتی ہے۔

Map 2 : Ganga joining with Brahmaputra

دریائے گنگا' برہمپترا میں شامل ہوتے ہوئے

جزیرہ نما ہند کے دریا The Peninsular Rivers

مغربی گھاٹ' جزیرہ نما کے اہم دریاؤں کی آبی تقسیم کرتا ہے۔ جو خلیج بنگال میں جاملتی ہیں اور چند چھوٹی ندیاں بحرہ عرب میں شامل ہوجاتی ہیں۔ جزیرہ نما کے زیادہ تر بڑے دریا سوائے نرمدا اور تاپتی کے مغرب سے مشرق کی سمت بہتے ہیں۔ جزیرہ نما کے شمال سے شروع ہونے والی دریائیں چمبل' سندھ' بیٹوا' کین اور سون دریائے گنگا کے نظام کا حصہ ہیں۔ جزیرہ نما کے دوسرے اہم دریا مہاندی' گوداوری' کرشنا اور کاویری ہیں۔ جزیرہ نما کے دریاؤں کی اہم خصوصیت محصوص راستہ' دریاؤں کے پیچ وخم کی غیر موجودگی اور دریاؤں کا موسمی بہاؤ ہے۔ جزیرہ نما ہند کے دریاؤں میں سب سے بڑی گوداوری ہے سطح مرتفع ٹریمبک مہاراشٹرا میں ناسک کے قریب سے نمودار ہوکر خلیج بنگال میں جا گرتی ہے۔

پانی کا استعمال Water Use

پانی ایک قدرتی وسیلہ ہے جو کہ ہمیں کے بہاؤ کے سالانہ دور کی وجہ سے دستیاب ہوتا ہے۔ اب ہم تخمینہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم کتنا پانی سال بھر میں استعمال کرتے ہیں۔ اس ترتیب کو سمجھنے کیلئے ہمیں آبی دور کو یاد کرنا ہوگا۔ سال بھر میں خارجی بہاؤ اور داخلی بہاؤ کا اندازہ لگانا ہوگا۔ خارجی بہاؤ اور داخلی بہاؤ کا اندازہ مختلف سطحوں سے لگایا جاتا ہے۔ مثلاً: چھوٹے واٹرشیڈ ہوں یا بڑے دریا کے طاس۔

نقشہ اور اٹلس کا استعمال کرتے ہوئے ذیل کی تشریح کیجئے

1۔ دریائے گوداوری---------اور--------میں شروع ہوتی ہے

2۔ جزیرہ نما کی مشرقی سمت بہنے والی دوسری طویل دریا کرشنا' جو مہابلیشور اور--------کے قریب سے نکلتی ہے۔

3۔ چھتیس گڑھ میں سہاوا کے قریب مہاندی کا منبع ہے اور وہ--------سے گزرتی ہے۔

4۔ دریائے نرمدا' مدھیہ پردیش میں امرکنٹک کے قریب شروع ہوتی ہے اور----------

5۔ دریائے تاپتی---------سے شروع ہوتی ہے اور اس کا بہاؤ----------- (بہاؤ کی سمت لکھئے)

اب ہم آبی منصوبہ بندی Water budget پر غور وفکر کریں گے چونکہ چھوٹے یا بڑے علاقے جیسے گاؤں یا شہر اس سے مستفید ہوسکتے ہیں۔

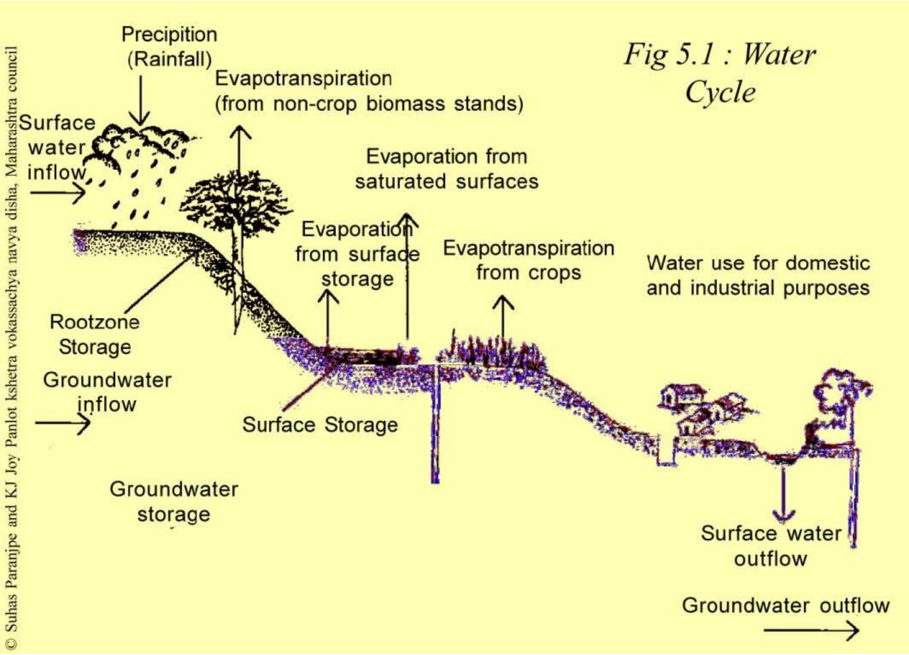

Watershed کی اصطلاح پر بحث کیجیے

داخلی بہاؤ (Inflow)

کسی بھی علاقہ کا داخلی بہاؤ = ترسیب + سطحی بہاؤ + زیر زمینی پانی کا بہاؤ

بہاؤ سطحی میں دریا' ندیاں' نہریں اور سطح زمین پر بہنے والے دوسرے بہاؤ شامل ہیں۔ زمینی سطح پر بہنے والے پانی کا اندازہ لگانا مشکل ہے لیکن یہ ممکن ہوسکتا ہے۔ یہ ترسیب' شبنم' ژالہ یا برف' بارش پر مشتمل ہوتی ہے۔ کسی علاقہ کی ترسیب کا اندازہ لگانے کیلئے ہم کئی سالوں کا اوسط لیتے ہیں کیونکہ ہر سال ترسیب مختلف ہوتی ہے۔

سطحی بہاؤ اور زیر زمین پانی کا بہاؤ:

آپ کے علاقہ کے چاہے گاؤں ہو یا شہر دریاؤں یا آبپاشی پراجکٹ کی نہروں کی سطحی بہاؤ کی فہرست مرتب کیجیے۔ چھوٹے علاقے جیسے کہ گاؤں' نہروں' پائپ لائین وغیرہ کے ذریعہ پانی حاصل کرتے ہیں۔ تمام بیرونی ذرائع کی فہرست مرتب کیجیے۔

☆ قریبی منڈل آفس سے اپنے علاقے میں 5 سالوں کے دوران سالانہ بارش کی مقدار معلوم کیجیے۔

بہرحال گاؤں میں جملہ داخلی بہاؤ کے متعلق رائے قائم کرنے کیلئے اس میں سالانہ بارش کو شامل کرلینا چاہیے۔ تاہم زیر زمین پانی کے متعلق رائے قائم کرنا اور بھی مشکل ہے۔ لیکن زمین کی عمومی ڈھلان کی مدد سے کوئی بھی بہاؤ کی سمت کا ممکنہ اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اخراج Out flow

Evapotranspiration (اخراج بخارات)

☆ سائنس کے سبق کو یاد کیجیے اور بتلایئے کہ درخت اپنی جڑوں کے ذریعہ جو پانی جذب کرتے ہیں وہ کہاں جاتا ہے؟

پانی کا بھاپ بننا عمل تبخیر کہلاتا ہے۔ زمین کی سطح پر کئی آبی ذرائع موجود ہیں جیسے سمندر' دریا اور جھیل وغیرہ۔ ان آبی ذرائع سے پانی مسلسل بخارات میں تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ جہاں نمی پائی جاتی ہے۔ وہاں تبخیر کا عمل ہوتا ہے۔ جاندار اجسام عمل تنفس کے دوران فضاء میں پانی خارج کرتے ہیں اسے Transpiration کہتے ہیں۔ Transpiration اور عمل تبخیر سے فضاء میں جمع ہونے والا پانی Evapotranspiration کہلاتا ہے۔

سطحی بہاؤاورزیرزمینی بہاؤ سے پانی کا اخراج:- کسی علاقے کا تصور کیجئے جیسے کہ کوئی گاؤں۔ سطحی بہاؤ کے ذریعے یعنی ندی' نالوں کے ذریعہ پانی کا کچھ حصہ گاؤں کے باہر جاتا ہے۔ مانسون کے دوران بارش کا پانی کافی حد تک بڑھ جاتا ہے۔ بارش کا ایک حصہ زمین میں جذب ہوجاتا ہے اور بہتے ہوئے زیرزمین پانی کے سوتوں کو جاری کرتا ہے۔ اس میں سے کچھ بہہ کر اندر پہنچ جاتا ہے اور کنوؤں اور ٹیوب ویل کے ذریعہ باہر نکالا جاتا ہے۔ ایک حصہ بہت گہرائی تک پہنچ جاتا ہے جو کہ قابل حصول نہیں رہتا۔ کچھ زیرزمین پانی بہاؤ کا حصہ بن جاتا ہے جو بالآخر نہروں یا دریاؤں کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

زرعی مقاصد کیلئے پانی کا استعمال:- پانی برسات یا آبپاشی کے ذریعے فصلوں کی جڑوں تک پہنچ جاتا ہے۔ مٹی میں نمی کو برقرار رکھنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ پانی زیادہ ہوجانے کی صورت میں یعنی سیلاب کی صورت میں پانی مکمل طور پر جذب نہ ہوتو وہ جڑوں کو نقصان پہنچاتا ہے جبکہ دوسری طرف قحط زدہ صورت حال میں جڑوں میں مناسب نمی نہ ہونے کی وجہ سے فصل مرجھا جاتی ہے یا پھر مردہ ہوجاتی ہے۔

گھریلو مقاصد اور جانوروں کیلئے پانی کا استعمال:- پینے' پکانے' دھونے' صفائی وغیرہ جیسے گھریلو مقاصد کے علاوہ جانوروں کیلئے بھی پانی بیحد ضروری ہے۔ پانی کی حصول یابی کو بڑھانے کیلئے اس جز کی منصوبہ بندی ضروری ہے تاکہ بلالحاظ آمدنی' پانی کی کم از کم مقدار سب کو حاصل ہو۔

پانی کا صنعتی استعمال:- مصنوعات کی تیاری کے دوران پانی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ طلب اکثر گھریلو اور زرعی طلب سے ٹکراتی ہے۔ اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ ٹکراؤ بڑھتا جارہا ہے۔ پانی کو دوبارہ قابل استعمال بنانا اور آلودگی پر قابو پانا' صنعتی استعمال کو درپیش مسائل ہیں۔ کسی علاقہ یا گاؤں میں دستیاب پانی کا انحصار صرف داخلی بہاؤ پر نہیں ہوتا بلکہ اس میں پہلے سے دستیاب آبی ذخیرے (Stock) بھی شامل ہیں۔ ہمیں تجزیے کے دوران ذخیرے اور داخلی بہاؤ میں فرق کو اکثر ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک ٹینک (Tank) کا تصور کیجئے جس میں ایک پائپ کے ذریعے مسلسل پانی بھرا جارہا ہے۔ اور اسی طرح ایک پائپ کے ذریعے پانی کا اخراج عمل میں آرہا ہے۔ ہم ٹینک میں بھرے جانے والے پانی کی پیمائش لیٹر فی منٹ کے حساب سے کرسکتے ہیں۔ اسی طرح اخراج کا حساب بھی لیٹر فی منٹ سے لگایا جاسکتا ہے۔ تاہم ٹینک میں موجود پانی کی مقدار ہر لمحہ بدلتی رہتی ہے۔ لیکن کسی مخصوص وقت مثلاً صبح 8.30 بجے ہم ٹینک میں موجود پانی کا حساب لیٹروں میں کرسکتے ہیں۔ یہ اس مخصوص وقت پر موجود ذخیرہ یا اسٹاک ہوگا۔

کسی گاؤں میں موجود جوہڑ' تالاب اور جھیلیں' وہاں سطح زمین پر موجود آبی ذخائر ہیں ہندوستان کے اکثر گاؤں کنوؤں اور بورویلوں سے پانی حاصل کرتے ہیں۔ یہ زیرزمین آبی ذخائر پر انحصار کرتے ہیں۔ یہ تمام آبی ذخائر اور داخلی بہاؤ کے ذریعے آپس میں مربوط ہوتے ہیں۔ داخلی بہاؤ سے حاصل ہونے والے پانی کا ایک حصہ تو راست طور پر استعمال کیا جاتا ہے جبکہ باقی پانی ذخائر میں شامل ہوتا ہے۔ اسی طرح بورویلوں سے پانی نکالنے کی وجہ سے زیرزمین ذخائر کی سطح آب میں کمی واقع ہوتی ہے پانی کے داخلی وخارجی بہاؤ کی شرحوں کا تقابل کرنے سے ہمیں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ کئی برسوں کے دوران آبی ذخائر کی کیفیت کیا ہوگی۔ آج ہمیں جو مسئلہ درپیش ہے وہ یہ ہے کہ زیرزمین آبی ذخائر بتدریج کم ہوتے جارہے ہیں اور مستقبل کی نسلوں کے پانی کی دستیابی پر توجہ نہیں دی جارہی ہے۔

پانی کا سالانہ داخلی بہاؤ اور کنوؤں اور بورویلوں میں ذخائر کے ذریعے دستیاب پانی ہی دراصل پانی کی وہ مقدار ہے جو ہمیں استعمال کے لیے دستیاب ہورہی ہے۔ ہمیں اپنی ضروریات کو اس حد تک محدود رکھنا چاہیے۔ جب ہم پانی کے حصول کے لیے کافی گہرائی تک کھدوائی کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ہزاروں سال کے عرصے میں بتدریج جمع ہوئے پانی کو باہر کھینچ نکالا ہے۔ ایسی صرف شدید قحط کی صورت میں کرنا چاہیئے اور اچھی برسات کے دوران انہیں دوبارہ بھر دینا چاہیئے۔ ہم دوبارہ واپس اپنے سوال کی طرف آئیں گے جو کہ ''برقراری'' Sustainability کے بارے میں ہے۔

دریائے تنگبھدرا کے طاس میں پانی کا استعمال

تنگبھدرا جس کے پانی مین دو جنوبی ریاستیں کرناٹک اور آندھراپردیش شریک ہیں، دریائے کرشنا کے وسیع نظام کی معاون دریا ہے۔ یہ مغربی گھاٹ سے نکلتی ہے اسکا سیرابی علاقہ 71,417 مربع کلومیٹر ہے۔ جس میں 57671 مربع کلومیٹر کا علاقہ کرناٹک میں ہے۔ تنگبھدرا کے طاس کے دو حصے ہیں (1) کرناٹک میں سیرابی کا بالائی اور وسطی طاس (2) آندھراپردیش میں طاس کا زیریں حصہ

سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ان ریاستوں کی زیادہ تر زمین زرعی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر درخت، غیر زرعی اراضی، بے کاشت زمینات، مستقل چراگاہیں، جنگلات اور قدرتی نباتات باقی علاقے میں پائے جاتے ہیں۔ کچھ قطعے Water Harvesting کے ذریعے پانی کی ذخیرہ اندوزی کے لیے استعمال ہوتے ہیں جو کہ تالاب کہلاتے ہیں۔ طاس کے زیریں حصے آندھراپردیش میں واقع ہیں جو کمتر بارش اور قحط جیسی صورتحال کا شکار ہیں۔ بعض علاقے بارش اور زیرزمین پانی (کنوؤں اور ٹیوب ویل) پر انحصار کرتے ہیں۔ جبکہ دیگر علاقے دریائے تنگبھدرا پر بنائے گئے ڈیموں کے نہروں سے حاصل ہونے والے پانی پر انحصار کرتے ہیں۔ ان دو اقسام کے علاقوں میں پانیکی دستیابی میں کافی فرق پایا جاتا ہے

☆ ہندوستان کے نقشے میں دریائے تنگبھدرا کے راستے کی نشاندہی کیجیے۔

زراعت کی خاطر عوامی زمینات (سرکاری زمینات) پر غاصبانہ قبضے عام ہیں۔ اس کے نتیجے میں مزید زمین زیر کاشت لائی جاتی ہے مگر درختوں کی کٹائی کی قیمت پر۔ کثیر تعداد میں درختوں کی کٹائی اور کان کنی سے جنگلات محدود ہوتے جارہے ہیں۔ اور نباتات اور حیوانات کی انواع کے وجود کو شدید خطرات لاحق ہوگئے ہیں۔ زیرزمین پانی کے بہاؤ کے انحصار سیرابی علاقوں میں کثیر درختوں کی موجودگی پر ہوتا ہے۔ درختوں کی عدم موجودگی میں پانی کی سطح زمین پر بہہ جاتا ہے اور زیرزمین پانی کے ذخائر میں سرایت نہیں کرپاتا۔ اس کے علاوہ اچانک آنے والے سیلابوں کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ اگر ہم یہ جانتے ہیں کہ بارش پر منحصر اور نہروں کے پانی پر منحصر دونوں خطوں سے انصاف کریں تو ہمیں پانی کے تحفظ اور پانی کی تقسیم کے لیے علاحدہ منصوبے اپنانے پڑیں گے۔

Fig 5.2 : Tungabhadra Dam Construction - 1952

شکل 1952:5.2 میں تنگبھدرا ڈیم کی تعمیر

کئی دہائیوں کے دوران تنگبدرا ڈیم میں پانی کی ذخیرہ اندوزی کی گنجائش بتدریج گھٹتی جارہی ہے۔تقریباً 50 سال قبل ذخیرہ آب کی گنجائش 3,766 ملین مکعب میٹر تھی۔اب کان کنی' دھول' مٹی کے سرکاؤ' ملبہ کے تہہ نشین مادوں کی وجہ سے ڈیم کی گنجائش میں 849 ملین مکعب میٹر کمی ہوگئی ہے۔ایک مطالعہ کے مطابق ''لوہے کی کچ دھات کی کان کنی کے لیے اصولوں پر مناسب عمل آوری نہیں ہورہی ہے۔کدرے مکھ کے مقام پر لوہے کی کچ دھات اور سندور کے مقام پر میگنیز کی کان کنی نے مٹی کے کٹاؤ' کئی چھوٹے تالابوں' پرانے تالابوں اور تنگھبدرا ڈیم میں تہہ نشین مادوں کے جمع ہونے سے برا اثر پڑرہا ہے۔''

استعمال کے لیے دستیاب پانی کے مسئلہ پر کرناٹک اور آندھراپردیش کے مابین تنازعہ چلا آرہا ہے۔پانی کے بہنے والا قدرتی وسیلہ ہے۔اس کی ذخیرہ اندوزی اور بالائی حصے میں کثرت استعمال سے زیریں حصے میں رہنے والوں کو شدید دشواریاں پیش آتی ہیں۔ریاستی حکومتوں کے درمیان معاہدوں کی بنیاد پر پانی کی تقسیم عمل میں آرہی ہے۔

اس زرعی علاقے مین جہاں 80% آبادی اپنے روزگار کے لیے زراعت پر انحصار کرتی ہے' پانی کی فراہمی نہایت اہم ہے۔نہروں کے ذریعے آبپاشی کی جاتی ہے۔اور بارش پر منحصر علاقوں میں زیرزمین پانی بورویلوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔یہاں کی اہم فصلیں دھان' جوار' گنا ' کپاس اور Finger Millet ہیں۔

اگرچیکہ یہ علاقہ نیم خشک فصلوں کے لیے موزوں ہے۔لیکن یہاں کی اہم فصلوں دھان اور گنے کی کاشت کے کافی مقدار میں پانی کی ضرورت ہے۔سارے علاقے میں ان فصلوں کی کاشت ہونے کی وجہ سے پانی کی تقسیم میں عدم توازن پیدا ہوگیا ہے۔چونکہ تمام خطے کے لوگوں کو ان فصلوں کی کاشت کے زیادہ پانی چاہیے لہذا تصادم اور تنازعات ناگزیر ہوگئے۔آبپاشی کے لیے پانی تک رسائی رکھنے والوں اور پانی تک رسائی نہ رکھنے والوں میں کافی فرق ہوتا ہے۔اس لیے سب کے درمیان پانی کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنانے کے لیے سارے علاقے میں فصلوں کی ترتیب میں تبدیلی کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیے۔

گذشتہ دو دہائیون کے دوران چھوٹے شہروں اور صنعتی خطوں کی تعداد اضافے کا رجحان بڑھتا جارہا ہے۔جس کی وجہ سے پانی کے لیئے مسابقتی طلب مزید پیچیدہ ہوگئی ہے۔شہروں کی ترقی اور صنعتیانے میں اضافے سے جہاں بعض لوگوں کے معیار زندگی کو بلند کیا ہے وہیں ان سرگرمیوں سے خصوصاً صنعتیانے سے آلودگی میں کافی اضافہ ہوا ہے۔اس طاس مین 27 بڑی 2543 چھوٹی صنعتی اکائیاں کام کررہی ہیں۔وہ روزانہ پانی کی کثیر مقدار استعمال کرتی ہیں۔ان اکائیوں کو اپنا ناکارہ مادے دریا میں بہانے کی اجازت تھی۔مگر مولاسس کے اخراج سے بڑے پیانے پر مچھلیوں کی ہلاکت کے بعد 1984ء میں عوامی احتجاج کیا گیا تو چند قوانین وضع کئے گئے۔اب صنعتیں صرف متعینہ مادوں کو ہی دریا میں بہاسکتی ہیں۔ان قوانین پر سختی سے عمل آوری نہ ہونے کی وجہ سے دریائی نظام شدید آلودگی کا شکار ہے۔

مختلف محاذوں پر ترقیاتی سرگرمیوں کے ساتھ چھوٹے شہروں اور دیہی علاقوں میں سماج کے تمام طبقات کو پینے کے پانی کی فراہمی اور صفائی کے انتظامات میں ہم آہنگی نہیں پائی جاتی۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پینے کے پانی اور صفائی بنیادی ضروریات ہیں۔اور بلالحاظ قوت ادائیگی تمام عوام کو ان کی کم ازکم مقدار فراہم کی جانی چاہیے۔جب ہم پانی کے میٹروں کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ سماج کا ایک حصہ ایسا ہے جو پانی جیسی بنیادی ضرورت کو حاصل کرنے کی سکت بھی نہیں رکھتا۔اس دریا کے طاس کے بارے میں ایک رپورٹ کہتی ہے کہ ''شہروں کو پینے کے پانی کی فراہمی کی سہولت منصوبہ بند طریقے سے مہیا کی گئی۔خصوصا چھوٹے شہروں میں پانی کی دستیابی اور تقسیم بہت سنگین مسائل ہیں جو گرما کے موسم میں مزید شدت اختیار کرجاتے ہیں۔''

لہٰذا پانی کے استفادہ کے نظم میں سماجی و معاشی اہمیت کے حامل ہیں۔ ایک ہی علاقے میں مختلف طبقوں اور مختلف شعبوں جیسے زراعت، صنعت، پینے کے پانی وغیرہ میں تنازعات عام ہیں۔ اس کے علاوہ آندھراپردیش اور کرناٹک کے درمیان، دریا کی بین ریاستی نوعیت کی وجہ سے تنازعہ پیدا ہوا ہے۔

- پانی کے استعمال کی منصوبہ بندی کیلئے اگر حکومتی ادارہ River Basin Authority ہوتا تو یہ کیسے معاون ہوتا؟
- دریائے تنگبھدرا کے طاس میں پانی کے استعمال سے متعلق مختلف تنازعات کیا ہیں؟

پانی کا معقول اور منصفانہ استعمال۔ ایک مثال:

ہم نے پانی کے استعمال، داخلی اور خارجی بہاؤ کے تمام ذرائع پر توجہ کی ضرورت کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ تاکہ درست اور منصفانہ طریقے سے پانی کا استعمال کیا جائے۔ وہ چاہے ایک دریا کا طاس ہو یا کوئی گاؤں ہو۔ اس کے لیے چند منصوبوں کی تیاری اور ان کا نفاذ ممکن ہوسکتا ہے۔ Hiware Bazar گاؤں اس کی ایک مثال ہے۔

HIware Bazar کی آدرش گرام یوجنا کے تحت Watershed اور گاؤں کی مکمل ترقی کے لیے مہاراشٹرا حکومت کی جانب سے منتخب کیا گیا۔ Hiware Bazar، مہاراشٹرا کے ضلع احمد نگر میں واقع ہے۔ یہ گاؤں سہیادری پہاڑی سلسلے کے مشرقی جانب موجود ہے یہ پہاڑی سلسلہ شمالاً جنوباً پھیلے ہوئے ہیں۔ اور کونکن کے ساحلی علاقے کو مہاراشٹرا کے باقی علاقے سے جدا کرتے ہیں۔ احمد نگر ایک قحط زدہ ضلع ہے۔ جہاں پر سالانہ 400 ملی میٹر بارش ہوتی ہے۔

Hiware Bazar میں عوامی زمینات اور خانگی گھاس کے میدانوں میں مٹی اور پانی کے تحفظ کے پروگرام پر عمل آوری کی گئی۔ زمینی کٹاؤ کو روکنے، پانی کے تحفظ اور گھاس کی پیداوار بڑھانے کے لیے پہاڑی ڈھلانوں پر احاطہ بندی۔ (Continuous CCTs Contour Trenches) کی گئی گاؤں میں بے شمار Water Hawesting Structures تعمیر کئے گئے۔ مزاحمتی پشتوں کی تعمیر، تالابوں کی مرمت، جنگلاتی خطے میں اور سڑکوں کے کنارے شجرکاری کرنا وغیرہ اس پروگرام کا حصہ تھی۔

جب مہاراشٹرا میں آدرش گرام یوجنا شروع کی گئی تب گاؤں کے انتخاب کے لیے چند شرائط رکھے گئے۔ سب سے اہم چار بندھی (چار ممانعتیں) رالیگاؤں سِدّھی تجربات کے طور پر مشہور ہوئے۔ چار ممانعتیں "خرید بندی" (درختوں کو کاٹنے پر پابندی) "چرائے بندی" (مفت چراگاہ پر پابندی) نس بندی (خاندانی منصوبہ بندی) اور نشہ بندی (شراب نوشی پر پابندی) تھیں۔ لوگوں کو شرم دان (رضا کارانہ جسمانی مشقت) بھی کرنا تھا۔ سوائے بے زمین لوگوں کے جنہیں اس سے چھوٹ دی گئی۔ ان پانچ اصولوں کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے ہمیں ہیوازے بازار کے 1980 کی دہائی کے پس منظر کو ذہن نشین کرنا چاہیے۔ درخت کی کٹائی اور کھلی چراگاہیں، امیر و غریب دونوں میں عام تھیں۔ کئی مقامی افراد کے بموجب اطراف و اکناف کی چٹانیں بنجر منظر پیش کرتی تھیں۔ زمینی کٹاؤ کی وجہ سے زمینی پانی کی سطح بہت کم تھی۔ گاؤں میں چارے اور ایندھنی لکڑی کی قلت عام تھی۔ حالانکہ کھلی چراگاہوں پر پابندی تھی لیکن لوگوں کو جانوروں کے لیے چارہ (گھاس) کاٹ کر لے جانے کی اجازت تھی۔

گاؤں میں دوسری پابندیاں بھی تھیں جو بعد میں شامل کر لی گئی۔ ان میں سب سے نمایاں تھیں۔ آبپاشی کے لیے بورویل کے استعمال پر پابندی، گنا اور موز کی کاشت پر پابندی غیر مقامی افراد کو زمین کی فروخت کرنے پر پابندی۔ یہ اقدامات ظاہر کرتے ہیں کہ طویل مدتی برقراری یا پائیداری کی راہیں تھیں (خصوصاً پانی کا استعمال) میں بڑی حد تک حکمت عملی مرکوز ہے۔ یہ بندشیں صرف اعلانات نہیں تھے بلکہ ایسے افراد جن کا مشترکہ مقصد سماج کی ترقی ہو۔ مگر یہ آسان کام نہیں ہے۔

گرمائی فصل کی آبپاشی کا علاقہ 7 ہکٹار سے 72 ہکٹار تک بڑھا دیا گیا۔ معمول کی بارش کے دوران کنوؤں میں آبپاشی کے لیے کافی پانی ہوتا ہے۔ جو نہ صرف خریف میں باجرہ بلکہ ربیع میں جوار اور گرمائی سبزیوں کی فصل کے بھی کام آتا ہے۔ یہاں تک کہ بے آبیار زمین میں بھی نمی کی سطح میں بہتری، پیداوار میں اضافہ کا سبب بنی۔ سابقہ کے مقابلہ میں فصلوں کے مابین قابل لحاظ حد تک فرق پایا گیا۔ لوگ تجارتی فصلوں کی کاشت کرنے لگے جیسے کہ آلو، پیاز، پھل (انگور اور انار) پھول اور گیہوں۔ سب سے اہم تبدیلی پانی کی زیادہ مقدار میں دستیابی نے دوسری فصل کو ممکن بنایا۔ نتیجتاً نقل مقامی میں کمی آئی۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ چھوٹے اور محنتی کسان اپنی زمینوں کو وسعت دینے کے قابل ہو گئے بلکہ ان کی زمینیں پہلے سے زیادہ پیداوار دینے لگیں۔ اجرتوں کی شرح میں روز افزوں اضافہ سے اجرتی روزگار کی صورتحال میں بہتری ہوئی ہے۔ حالانکہ وہ ابھی بھی کم تر ہی ہیں۔

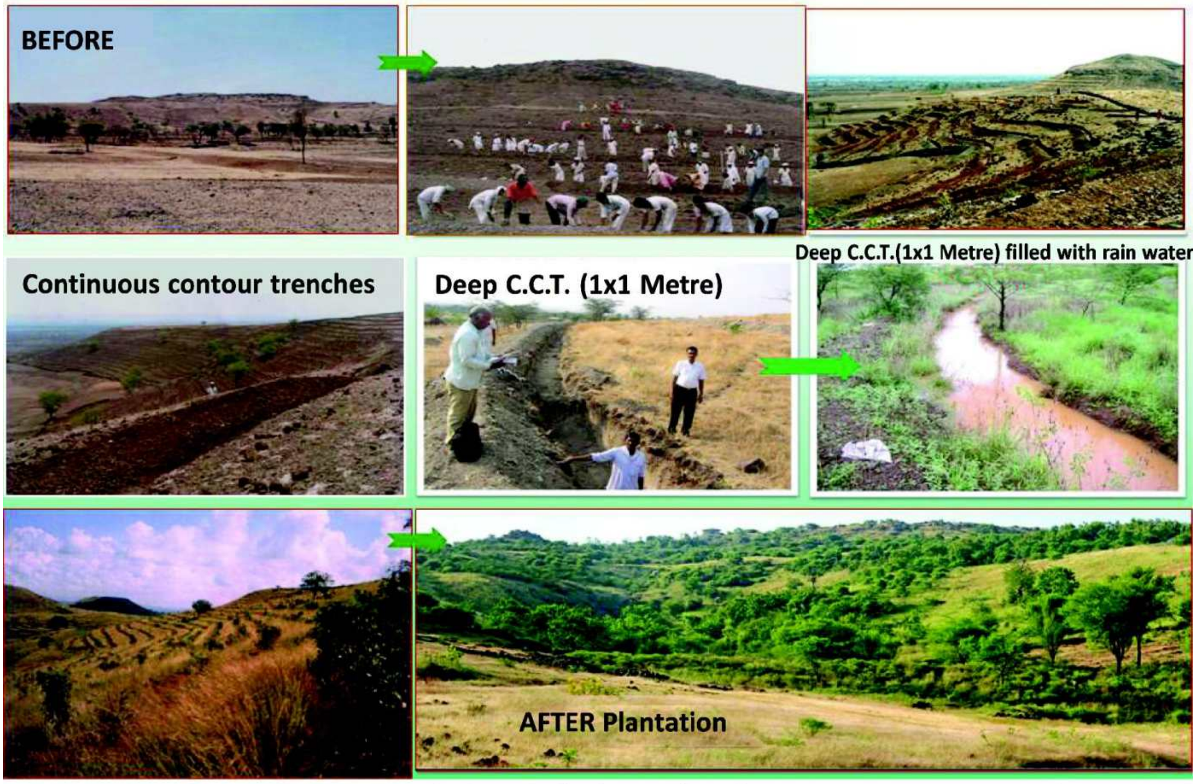

Fig 5.3 : Hiware Bazar - before and after soil and water conservation works

سب سے اہم بات زیرزمینی پانی پرسماجی کنٹرول ہوناچاہیے۔آبپاشی کے لیےنہیں بلکہ پینے کے پانی کے لیے بورویل کی اجازت دینی چاہیے۔زیادہ پانی والی فصل جیسے گنے کی کاشت نہیں کریں گے۔آپ باشی کے لیےصرف کنوؤں کاہی پانی استعمال کریں گے۔انہوں نےبعض اہم اصولوں کواپنایا جیسے کہ اگر برسات بہتر ہوتو پورے علاقہ میں ربیع کی فصل کریں گےاورکم برسات ہوتو ربیع کے تحت علاقہ کم کردیں گے وغیرہ۔وہ برسات کےاعدادوشمارکا باریک بینی سے جائزہ لیتے،اوراس کااستعمال فصلوں کی منصوبہ بندی کے لیےکرتے۔پانی کوترجیحی بنیادوں پراستعمال کرنے کی وجہ سےکئی سال مسلسل قحط کے باوجود پینے کے پانی کی کوئی کمی نہ تھی۔ایسااس لیےممکن ہوسکا کیونکہ انہوں نے منصوبہ بندی پر پوری طرح عمل کیا۔

مویشی معیشت میں بہتری نے بھی ضمنی اورچھوٹے کسانوں کی کافی اہم مدد کی ہے۔ہیوارے بازار کی ڈیری صنعت کی ترقی کے لیےٹھوس اقدامات کئے گئےتاکہ وہ آمدنی کا بہترین وسیلہ بنے۔کئی چھوٹے کسانوں کوقرضہ فراہم کیا گیا۔نتیجتاً گاؤں میں دودھ دینے والے جانوروں کی افزائش ہوئی۔چارہ کی فراہمی بڑھ گئی کیونکہ بہتر پیداوار ہوئی۔ہرروز گاؤں میں دودھ کی پیداوار 140 لیٹر سے بڑھ کر 3000 لیٹر ہوئی یہ 20 گنااضافہ کا ثبوت ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ زمینی پانی کی نکاسی کا اختیارایک چھوٹی اکائی یاایک گاؤں کے حدود میں ممکن نہیں ہے۔پڑوسی گاؤں زیادہ گہرائی والی بورویل کی کھدائی کرتا ہے۔جس پر ہیوارے بازار کا کوئی کنٹرول نہیں تھا۔چناچہ بڑے پیانے پرزمینی پانی کی اہمیت کوسمجھنے کیلئے ہمیں ادارہ جاتی ہدایات سے واقفیت ضروری ہے۔بڑی اکائیاں جیسے ذیلی طاس (Sub-basin) یادریائی طاس (River basin) کی سطح پر

☆ ہیوارے بازار میں پانی کے تحفظ کے ضمن میں کئے گئے اقدامات کوخط کشیدہ کیجیے۔
☆ دستیاب پانی سے زرعی منصوبہ بندی کے لیے کیااقدامات کئے گئے؟
☆ اگر آپ کے پاس انٹرنیٹ کی سہولت ہوتو ہیوارے بازار کے متعلق ڈاکیومنٹر دیکھئے۔ http://bit.1/kothL1

پانی ایک مشترکہ وسیلہ

پچھلے چند دہائیوں سے گھریلواورزرعی استعمال کے لیے زمینی پانی ایک اہم ذریعہ بن چکا ہے زیرزمینی پانی کااسراف،پانی کی دستیابی اوررسائی پرنمایاں اثرڈالتا ہے۔

کئی ریاستوں میں زمینی پانی کے متعلق موجودہ قوانین دقیانوسی اور غیرموزوں ہیں۔انہیں اس وقت وضع کیا گیا تھا جبکہ زیرزمین پانی ایک ضمنی ذریعہ تھا۔جبکہ آج کل ٹیوب ویل گہرائی سے زیادہ پانی نکالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔اس پانی کے استعمال کا منصفانہ طریقہ کیا ہونا چاہیے؟

زیرزمینی پانی پرموجودہ قوانین نامناسب ہیں۔کیونکہ پانی کی رسائی اورزمین کے مالکانہ حقوق کے درمیان تعلق اس قوانین کی بنیاد ہے جوکہ ناقص ہے۔جب سے زیرزمینی پانی حاصل کیا جانے لگا ہے مالکانہ حق اورنگرانی کاعمل کے درمیان ایک تعلق قائم ہوا ہے۔

یہ مفروضہ قائم تھا کہ زیر زمین پانی مالک زمین کی ملکیت ہے۔ یہ اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ زیر زمینی پانی زیادہ تر ان افراد کے کنٹرول میں ہے جو اس کے مالک ہیں۔ مالکانِ زمین پر کوئی پابندی نہیں کہ وہ کتنی مقدار میں پانی حاصل کرتے ہیں۔

اوپر بیان کی گئی وضاحت غلط کیوں ہے؟ زیر زمین پانی انسان کے مالکانہ حق کے تابع نہیں ہوتا۔ پانی ایک رواں وسیلہ ہے۔ انفرادی ٹیوب ویل یا کنوؤں سے جو پانی کی نکاسی کی جاتی ہے اسے سطح آب کو از سر نو بھرنا، رواں پانی اور زمینی چٹان کی بناوٹ پر منحصر ہے۔ یہ تمام عناصر ایک بڑے علاقہ میں پیش آتے ہیں۔ لہذا علاقہ میں ہونے والی حرکات دوسرے کنوؤں پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک ٹیوب ویل سے زیادہ پانی نکالنے سے عموماً اطراف کی دوسری ٹیوب ویل خشک ہوجاتی ہیں۔ ہر ایک اپنے پڑوسی کے مقابلہ میں زیادہ گہرائی میں جانے کی کوشش کرتا ہے اور جلد ہی مخصوص گہرائی تک تمام ٹیوب ویل خشک ہوجاتے ہیں۔ چونکہ یہ کنویں علاقہ میں موجود زیر زمین ساخت سے مربوط ہوتے ہیں۔ لہذا رواں پانی کی ملکیت کے متعلق سوچنا غلط ہے۔ ایک قطعہ زمین پر اس کا تقابل ہوا سے کیجیے۔ یہ ہمیشہ رواں رہتی ہے اور اس کی کوئی سرحد نہیں۔ اس طرح زیر زمین روان پانی کی بھی کوئی سرحد نہیں ہوسکتی۔

آج کل زیر زمین پانی سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ جب اتنی زیادہ نکاسی ہوتی ہے تو اس کا اثر لازماً متصل علاقوں پر ہوگا۔ یہ مستقبل کی نسلوں کے لیے پانی کے ذخیرہ کو متاثر کرے گا۔ لہذا انفرادی مالک زمین کو اس بات کی اجازت نہیں ہوگی کہ وہ حسب منشاء پانی کی نکاسی کریں۔ یہ پابندیاں اس وقت قابل قبول ہوگی جب ہم پہلے زمین کی ملکیت اور زیر زمین نکاسی کے درمیان تعلق کو غیر مربوط کریں گے۔

جہاں زمینی پانی پر کنٹرول زمینی حقوق سے مربوط ہے وہیں انفرادی زمین کے مالکان پر پانی کے صحیح استعمال کے لیے کوئی دباؤ نہیں ہے۔ نہ ہی ایسی کوئی حکمت عملی ہے جس کو عملی جامہ پہنا کر سماج اور ماحول کی بڑے پیمانہ پر فلاح و بہبود کی جاسکے۔ تمام عملی مقاصد کے لیے بے قاعدگی کے شکار ہیں مثلاً کوئی ارباب مجاز اس بات کو طئے نہیں کرسکتا کہ اس کے علاقے میں کتنے ہینڈ پمپ، کنویں اور دوسرے ٹیوب ویل ہوں زمینی پانی اور استعمال کے نقطہ نظر بڑے پیمانے پر سمجھنے کے لیے چند اقسام کے ضوابط ضروری ہیں۔ چنانچہ پانی کو سب کا مشترکہ وسیلہ سمجھنا چاہیے۔ جس طرح سڑکیں، دریا، پارک اسی طرح زیر زمین پانی بھی عوامی مملکت "Public Property" ہے۔ جس پر سب کا حق ہے۔ چند ریاستی حکومتوں نے اس بات کو تسلیم کرلیا ہے لیکن اس تصور کی بڑے پیمانے پر ترویج باقی ہے

ضوابط وضع کرنا آسان نہیں ہے۔ اس لیے کہ بعض وسائل جیسے پانی، بجلی، تیل اور قدرتی گیس وغیرہ کا ایک شخص یا ایک علاقے کی جانب سے کیا جانے والا صرفہ دوسری جگہ کی حصولیابی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ درحقیقت کئی ریاستوں میں پانی کی گھٹتی ہوئی مقدار کی وجہ اس مسئلہ پر غور نہ کرنا ہے۔ لہذا اکثر حکومتیں امداد میں اضافہ کرتی ہیں تاکہ زمین کی اور زیادہ گہری پرتوں سے زمینی پانی کی حصولیابی ممکن ہو۔ زمینی پانی پر کنٹرول کے بجائے، خصوصی امداد کے ذریعہ اس کے حصول کی ہمت افزائی سے نظریہ کی ناکامی کو واضح طور پر سمجھ سکتے ہیں باضابطہ کام کے لیے سیاسی سوچ کو تبدیل کرنا ہوگا۔ کیونکہ ہر شخص دوسروں سے پہلے اپنا حصہ لینا چاہتا ہے۔ منفی مقابلہ آرائی کے ذریعہ پانی جیسے مشترکہ وسیلے کو ختم ہونے سے بچانے کا یہی ایک واحد راستہ ہے۔ یہ حقیقتاً دور حاضر کا ایک سنگین مسئلہ ہے۔

پانی کو مشترکہ وسیلہ کے طور پر تسلیم کرنے کے لیے جس چیز کی ضرورت ہے وہ ہے قوانین اور ضابطے۔ پینے کا پانی پہلی ترجیح اور انسانی حق ہے۔ اس لیے پنچایتی راج اداروں کو زمینی پانی کے استعمال پر کنٹرول کرنا چاہیے۔

آیئے ہم دیکھیں :

کیرالا میں پیرومٹی گرام پنچایت اور کوکا کولا کمپنی کے مابین پانی کے نکاسی کو لے کر تنازعہ پیدا ہوگیا۔ پنچایت نے پانی کی نکاسی کے لیے لائسنس (اجازت نامہ) کی تجدید نہ کرنے کا فیصلہ کیا کیونکہ پڑوسی علاقوں میں سطح آب کم ہورہی تھی۔ پانی کا معیار اس حد تک گر گیا کہ مقامی حکومت کے طبی اداروں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ پانی پینے کے قابل نہیں ہے۔ اس مسئلہ کو لے کر کئی شکایتیں عدالت تک پہنچیں لیکن جنوری 2014 تک بھی وہ سپریم کورٹ میں ہنوز زیر التواء ہیں۔ کیرالا میں ججوں کی جانب سے دیئے گئے دو فیصلے زمینی پانی کے ضابطوں وقاعدوں پر دو مخالف نظریے پیش کرتے ہیں۔ پہلے جج نے فیصلہ دیا کہ زمینی پانی عوامی وسیلہ ہے جو سب کے لیے یکساں اہمیت رکھتا ہے۔ اس لئے حکومت کا فرض ہے کہ وہ ضرورت سے زیادہ استحصال کے خلاف اس کا تحفظ کرے۔ دوسرے جج نے مکمل طور پر دوسرا رخ اختیار کیا اور زمینی پانی پر زمین کے مالکان کی برتری کی توثیق کی۔ یہ دو متضاد فیصلے ہمارے موجودہ قوانین میں تذبذب کو ظاہر کرتے ہیں

الختصر

پہلے حصہ میں ہم نے دریائی نظام اور ہندوستان میں پائے جانے والے مختلف طبعی وجغرافیائی حالات (Physiographic) کا جائزہ لیا۔ کسی بھی علاقہ میں پانی کا استعمال چاہے وہ چھوٹا علاقہ ہو یا دریائی طاس ہو داخلی بہاؤ اور خارجی بہاؤ کا حساب رکھنا چاہیے۔ اس پس منظر میں ہم پانی کے غیر مصنفانہ طریقے استعمال کو سمجھ سکتے ہیں۔ تنگبھدرا دریائی طاس کی صورتحال کے مطالعہ کے ذریعہ ہم نے دیکھا کہ پانی کی مصنفانہ تقسیم کیسے ہو؟۔ یہ ایک پیچیدہ عمل ہے۔ مگر نا ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح ایک چھوٹے علاقہ کی باریک بینی سے کی گئی منصوبہ بندی اور سماجی پہل سب کے لیے عملی مثال ہے۔ ہم ''ہیوارے بازار'' گاؤں کے لوگوں کی کوششوں پر نظر ڈالتے ہیں اور توقع کرتے ہیں کہ ماقی لوگ ایسی صورتحال میں پر جوش تخلیقی اقدامات کریں گے۔

پانی کے وسائل کو لے کر ریاستی، قومی اور مقامی سطح پر موزوں قوانین اور حکمت عملی کی ضرورت ہے۔ زیر زمینی پانی کی مثال کے ذریعہ ہم اپنی موجودہ غور وفکر کی خامیوں کو سمجھ سکتے ہیں۔

☆ کیا زیر زمین پانی کے لیے قواعد وضوابط بنانے کی ابتدائی ذمہ داری سماج کی ہے؟ جیسے ہیوارے سا بازار گاؤں میں ہوا؟

☆ زیر زمین پانی سے متعلق موجود قوانین فرسودہ اور نا مناسب ہیں وضاحت کیجیے؟

☆ کیا زیر زمین پانی کو ایک مشترکہ وسیلہ سمجھنا چاہیے۔ اپنے نکتہ نظر کی وضاحت کیجیے؟

کلیدی الفاظ

بہاؤ کے ذرائع٬ زیرزمین پانی کی نکاسی ٬ آبی تقسیم کا قانون٬ واٹرشیڈ٬ سیرابی کا علاقہ ٬ قحط ٬ رساؤ

اپنے اکتساب کو بڑھایئے

(1) ہندوستان کے اہم دریائی نظام کو بیان کیجیے۔ذیل کے نکات کو استعمال کرتے ہوئے جدول تیار کیجیے؟

(1) بہاؤ کی سمت (2) ان ممالک/علاقوں کی فہرست جہاں سے یہ گزرتی ہیں۔(3) ارتفاعی خصوصیات Relief feature

(2) زیرزمین پانی کا مختلف شعبہ جات میں استعمال جیسے کہ زراعت، صنعت وغیرہ کی مخالفت وتائید میں دلائل دیجیے؟

(3) ''پانی قدرتی وسیلہ'' کے تحت پانی کے داخلی بہاؤ اور خارجی بہاؤ مختلف ذرائع بیان کیجیے؟

(4) ''زیرزمین پانی'' کے سلسلہ میں داخلی بہاؤ اور خارجی بہاؤ میں کونسا بہاؤ اہم ہے؟

(5) تنگھدرا طاس میں درپیش آبی مسائل کی فہرست تیار کیجیے اور ان کے حل کو تلاش کیجیے جو اس باب میں دئے گئے ہیں یا جو آپ نے پچھلی جماعتوں میں پڑھا ہو یا کہیں اور سے معلوم کیجیے؟

(6) ''آبی وسائل'' کے سلسلہ میں کئی تبدیلیاں واقع ہوئیں ہیں؟ اس سبق میں ظاہر ہونے والی مثبت اور منفی سماجی تبدیلیوں کی وضاحت کیجیے؟

(7) آبی تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے ہیوارے بازار کے سلسلے میں کن زرعی پہلوؤں کو مدنظر رکھا گیا؟

(8) آبی وسائل کے حوالے سے عوام کا ردعمل اور قوانین کتنے اہم ہیں؟ سبق کے آخری دو حصوں میں جن موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔اس کی بنیاد پر مختصر نوٹ تیار کیجیے؟

(9) اگر انٹرنیٹ کی سہولت دستیاب ہو تو دیکھیے www.aponline.gov.in آندھراپردیش WALTA Act. (والٹا ایکٹ)

(10) آپ کے علاقہ میں پانی کی خرید و فروخت کن مقاصد کے لیے کی جاتی ہے؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس کی روک تھام اور توازن کی برقراری ضروری ہے؟ بحث کیجیے۔

منصوبہ کام

- آپ کے گاؤں/علاقہ کے لیے منصوبہ تیار کیجیے جس پر عمل آوری ہر ایک کے لیے فائدہ مند ہو۔

باب
6

آبادی

نقشہ-1:: اگر ہم ملکوں کے رقبے کو انکی آبادی کے مطابق دکھائیں تو کچھ اس طرح کا نقشہ سامنے آئے گا۔
یہ دنیا کے دیگر نقشوں سے کیسے مختلف ہے؟ بحث کیجیے۔

سماجی علم میں آبادی ایک نہایت ہی اہم عنصر ہے۔ جب ہم ''سب کے لیے ترقی'' کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد ملک کے عوام ہوتے ہیں اور خصوصاً وہ جو ترقی کے عمل میں عموما حاشیہ پر رکھ دئے جاتے ہیں۔ مساوات کا تصور عوام سے مربوط ہے اور دوسری طرف آپ نے اکثر سنا ہوگا کہ ہمیں درپیش مسائل کے لیے لوگ ''آبادی میں اضافہ'' کو ہی ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ وہ دراصل روزگار، غذا اور وسائل کی قلت کی شکایت کرتے ہیں کہ ہمیں کثر آبادی کی وجہ سے ان تمام کو تقسیم کرنا ہوگا۔ ہندوستان میں کام کرنے والے افراد کا 92% حصہ غیر منظّم شعبہ میں ہے۔ انہیں کام کے لیے جدوجہد کرنی پڑتی ہے اور انکو سہارا دینے کے لیے ان کے خاندانوں کے علاوہ کوئی سماجی تحفظ حاصل نہیں ہوتا۔ ہم ان تمام اختلافات کو کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ یہ نہایت اہم ہے کہ ہم آبادی کے اعداد و شمار اس کی تقسیم اور اس کی خصوصیات کو سمجھیں جو دوسرے پہلوؤں کو سمجھنے اور ان کی ستائش کرنے کے لیے بنیادی پس منظر فراہم کرتی ہیں۔

☆ اپنے پڑوس میں چند افراد سے گفتگو کیجیے جو مختلف پیشوں اور آمدنی کے گروپ سے تعلق رکھتے ہوں۔ ایک مثالی خاندان کے سائز کے بارے میں ان کے خیالات معلوم کیجیے۔

☆ کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ آپ کے علاقے، گاؤں اور ملک کے لوگوں کے بارے میں تفصیلات کیسے جمع کی جاتی ہیں اور کیسے ریکارڈ کی جاتی ہیں؟ اپنے ٹیچر سے مردم شماری کی تفصیلات جمع کرنے کے تجربات کو بیان کرنے کے لیے کہیں۔

☆ مردم شماری کے طریقے یا Sample method کے ذریعہ تفصیلات اکٹھا کرنے میں کیا فرق ہے؟ چند مثالیں پیش کرتے ہوئے بحث کیجیے۔

مردم شماری(Census) کے ذریعہ ہمیں ملک کی آبادی کے متعلق تفصیلات حاصل ہوتی ہیں۔ مردم شماری سے مراد دی گئی آبادی کے افراد سے متعلق تفصیلات کو ترتیب کے ساتھ اکٹھا کرنا اور اس کا اندراج کرنا ہے۔ دس سال میں ایک بار ہندوستان میں رہنے والے تمام لوگوں کی تفصیلات اکٹھا کی جاتی ہیں۔ وہ لوگ جو یہ سروے کرتے ہیں تفصیلات اکٹھا کرنے کے لیے ہر گاؤں، ہر شہر اور ہر قصبے کے ایک ایک گھر کو جاتے ہیں اور ہر گھر میں رہنے والے افراد کی تفصیلات جمع کرتے ہیں۔ اس مردم شماری کی مدد سے ہمیں کئی معلومات حاصل ہوجاتی ہیں۔ مثلاً لوگوں کی عمریں، ان کے پیشے یا روزگار، مکان کی تفصیلات، تعلیم، مذہب اور جنس وغیرہ۔ ان تفصیلات کو جمع کروانے اور ریکارڈ کرنے کا انتظام The Registrar General & Census Commission of India کے ذمہ ہے۔

ہندوستان میں مردم شماری

ہندوستان میں پہلی بار مردم شماری 1872 میں کی گئی۔ البتہ پہلی مکمل مردم شماری 1881 میں عمل میں آئی۔ اس کے بعد سے ہر دس سال میں ایک مرتبہ مردم شماری ہوتی رہی ہے۔ 2011 کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان کی کل آبادی 1210193422 ہے۔ ان 1210 ملین افراد میں 623,724,248 مرد اور 586,469,174 خواتین ہیں۔

مردم شماری کے بارے میں مزید جانکاری حاصل کرنے سے پہلے آیئے ہم اپنے علاقے کا سروے کرکے دیکھتے ہیں کہ مردم شماری کا کام کیسے کیا جاتا ہے۔

ایک سروے کا نظم کرنا

☆ دو تا تین طلباء پر مشتمل گروپ بنائیں۔ ہر گروپ اپنے علاقے کے 10 خاندانوں کی تفصیلات اکٹھا کرے گا۔ سروے کے لیے فارم درج ذیل ہے۔

☆ ہر گروپ درج ذیل تفصیلات کو پُر کرتے ہوئے چند جدول بنائے گا۔

☆ ہر گروپ کی جانب سے پیش کئے گئے جدول کی اساس پر جماعت چند سوالات پر بحث کرے گی۔

خاندان-1 افراد کے نام	مرد	خاتون	عمر	تعلیم	روزگار (+15 والوں کے لیے)
خاندان-2 افراد کے نام					

سروے سے پہلے:

☆ جماعت کے طلباء آپس میں بحث کرکے سروے فارم میں استعمال کی گئی اصطلاحات کی مشترکہ تعریفات پر متفق ہوجائیں۔ ورنہ سروے کے دوران الجھن پیش آئے گی اور ہم ایک گروپ کے نتائج کا تقابل دوسرے گروپ سے کر نہیں پائیں گے۔ اپنے ٹیچر کی مدد سے حسب ذیل امور پر بحث کیجیے۔

1. اہل خانہ (House hold) کی تعریف کیسے کی جائے؟ اس میں کن لوگوں کو شامل کیا جائے؟

2. 'تعلیم' کے تحت آپ کن کن زمروں کو استعمال کریں گے؟

مثالیں: چھ سال سے کم عمر کا بچہ اسکول یا کالج میں تعلیم حاصل کررہا ہے، کلاس: اسکول میں ہونا چاہیے مگر داخلہ نہیں لیا، .... جماعت تک تعلیم حاصل کیا، اسکول نہیں جاتا۔

3. پیشہ یا روزگار کے لیے آپ کونسے زمروں کا استعمال کریں گے؟

مثالیں: خانہ داری، طالب علم، خودروزگار بحیثیت ....، بے روزگار، وظیفہ یاب، بزرگ شہری۔

سروے کے بعد

(A) ہر گروپ سروے شدہ خاندانوں کے افراد کی تعداد کو ظاہر کرنے کے لیے درج ذیل جدول تیار کرے۔

خاندان	مرد	خواتین	کل آبادی

(B) آپ کے گروپ کی کل آبادی مُں مرد وخواتین کا تناسب کیا ہے؟ کیا یہ تناسب مختلف گروپوں میں کافی فرق رکھتا ہے؟ بحث کیجیے۔

6-14 سال کے تمام بچوں کے لیے

بچے	لڑکے	لڑکیاں	کل
اسکول			
ترک مدرسہ			
کبھی داخلہ نہیں لیے			

(C) تمام گروپوں کے مجموعے میں ترک مدرسہ اور داخلہ نہ لینے والے بچوں کا فی صد کیا ہے؟ اس کے اسباب کیا ہیں؟

(D) 20 سال سے زائد عمر والوں کے لیے، انہوں نے کتنا عرصہ مدرسے میں گذارا؟ اپنے گروپ کے لوگوں کا جائزہ لیجیے۔ کیا یہ تفصیلات مفید ہیں؟

(E) 15 سے 59 سال کی عمر کے تمام افراد کے لیے

پیشہ یا روزگار	تعداد	فی صد
خودروزگار		
خانہ داری		
ملازمت		
بے روزگار		
طالب علم		
کل تعداد		

آپ اپنے تجزیے میں کام کرنے والوں (Working) اور دوسروں پر انحصار کرنے والے افراد (Dependent) کی درجہ بندی کیسے کریں گے؟

یہ کتاب حکومت آندھرا پردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لیئے ہے۔

مردم شماری سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟

Age Structure :-(عمر کے اعتبار سے بناوٹ)

آبادی کے Age Structure سے مراد ملک کے مرد و خواتین کی وہ تعداد ہے جو مختلف عمر کے گروپوں میں ظاہر کی جاتی ہے۔ یہ آبادی کی سب سے بنیادی خصوصیات میں سے ایک ہے۔ کسی فرد کی عمر اس بات کو ظاہر کرنے میں مدد دیتی ہے کہ اس کی ضروریات کیا ہیں؟ اس میں کام کرنے کی اہلیت کتنی ہے؟ کیا وہ دوسروں پر انحصار کرتا ہے وغیرہ۔ اسی طرح آبادی میں بچوں کی تعداد اور فی صد، کام کرنے والے افراد کی تعداد اور معمر افراد کی تعداد وغیرہ آبادی کے سماجی و معاشی ساخت کا تعین کرنے والے قابل ذکر عناصر ہیں۔

عموماً کسی ملک کی آبادی کو تین بڑے زمروں میں درجہ بند کیا جاسکتا ہے۔

(1) **بچے (عموماً 15 سال سے کم عمر والے):** خاندان والے ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور دوسروں کی طرح انہیں بھی غذا، لباس، تعلیم، طبی نگرانی اور پرورش اور ترقی پانے کے دیگر مواقع ضروری ہیں۔ البتہ یہ بچے اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے آمدنی نہیں کماتے۔ یہ کوئی بہتر بات نہیں کہ معاشی حالات کی وجہ سے بچوں کو کام کرنے پر مجبور کیا جائے۔

(2) **کام کرنے والے افراد (15-59 سال):** اس گروپ میں عموماً سماج کے کام کرنے والے افراد شامل ہوتے ہیں۔ حیاتیاتی اعتبار سے بھی وہ افزائش نسل کے قابل ہوتے ہیں۔ اس گروپ کے اکثر افراد بہترین آمدنی اور روزگار کا تحفظ چاہتے ہیں۔ بچے اور عمر رسیدہ افراد ان کی کمائی پر منحصر ہوتے ہیں۔

(3) **معمر افراد (59 سال سے زائد عمر):** ملازمت کرنے والے یا منظّم شعبے میں کام کرنے والے لوگ اس عمر میں وظیفہ حاصل کرتے ہیں۔ البتہ زرعی مزدوروں، گھریلو کام کرنے والوں، تعمیراتی کامگاروں اور دیگر لوگوں کی اکثریت جسمانی طور پر جب تک تندرست ہوتے ہیں کام کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ جب یہ لوگ کام کرنے کے قابل نہیں ہوتے ان کو اپنے خاندان پر انحصار کرنا پڑتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ صحت کے مسائل کی بناء پر دوسرے گروپ والوں کے مقابلے میں ان کے طبی اخراجات زیادہ ہو جاتے ہیں۔

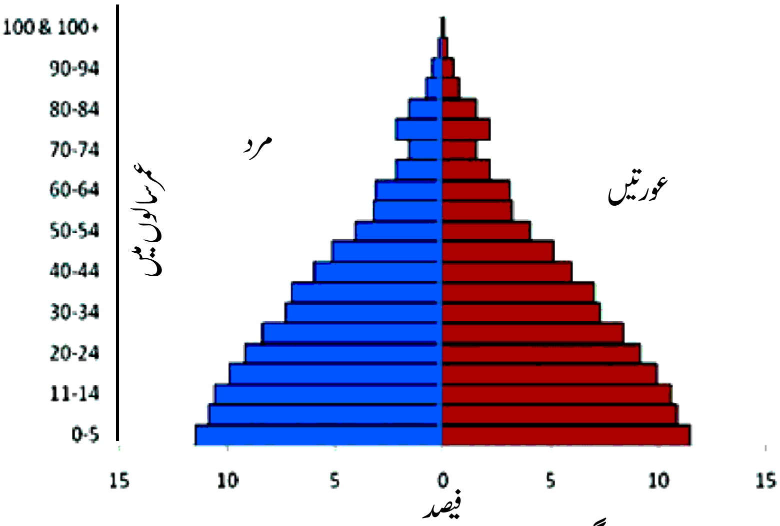

گراف 1: آبادی کا اہرام-ہندوستان 2011

☆ آبادی کے اہرام کی مدد سے آبادی میں بچوں کے فیصد کا ایک اندازہ لگایئے۔

☆ آپ کے سروے کی بنیاد پر درج ذیل امور کو ایک جدول میں پیش کریں۔ آبادی، بچے، کام کرنے والے افراد، معمر افراد، مختلف عمر کے گروپ والوں کے لیے حکومت کی خصوصی اسکیمات کے بارے میں سوچیے۔ مثلاً دوپہر کا کھانا، آنگن واڑی پروگرام وغیرہ۔ یہ کیوں ضروری ہیں۔

جنسی تناسب:

آبادی میں فی ہزار مردوں (مزکر) میں عورتوں (مونث) کی تعداد جنسی تناسب ہے۔ کسی سماج میں مردوں اورعورتوں کے مابین مساوات کومعلوم کرنے کے لیے یہ اہم سماجی اشاریہ ہے۔ آپ نے سروے شدہ خاندانوں میں جنس کا تناسب معلوم کیا ہے۔ اب پورے ملک کے لیے ان اعدادوشمار کا جائزہ لیجیے۔

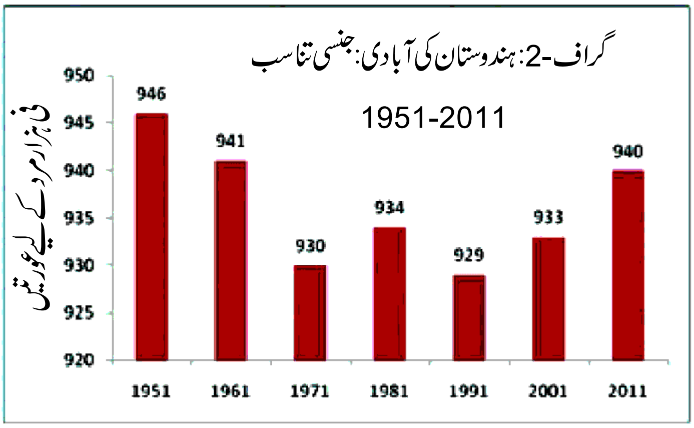

گراف

ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں مسلسل کم نظر آرہی ہے۔ یہ ایک غورطلب مسئلہ ہے جو سماج میں موجود پوشیدہ امتیاز کو ظاہر کرتا ہے۔ عورتیں اور خصوصاً لڑکیاں تعلیم وترقی کے میدان میں عدم مساوی مواقع کا شکار ہیں۔ تغذیہ کے معاملے میں توجہ اور صحت کے معاملے میں انہیں تفریق کا سامنا رہتا ہے۔ ان چیزوں کو وہ مردوں کے برابر حاصل نہیں کر پاتیں۔ یہ خود انکے خاندان میں بھی ہوسکتا ہے۔ یہ امتیاز عموماً ظاہر نہیں ہو پاتا ہے۔

میڈیکل ریسرچ بتلاتی ہے کہ مماثل حالات فراہم کیے جائیں تو لڑکیاں، لڑکوں سے بہتر نشونما پاسکتی ہیں۔ اس لیے اگر لڑکیوں کے ساتھ امتیاز نہ ہوتا تو لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے زیادہ یا برابر ہونی چاہیے تھی۔ مردم شماری کے سروے سے ہمیں ایک اور اشاریہ حاصل ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ ہندوستان میں 100 لڑکوں کے مقابل 103 لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں۔ مگر جب بچوں کی اموات کی شرح دیکھی جاتی ہے تو لڑکوں کے مقابل لڑکیوں کی اموات زیادہ دکھائی دیتی ہیں۔ اعدادوشمار سے پتہ چلتا ہے کہ 5-0 کے عمر کے گروپ میں بازماندہ لڑکیوں کی تعداد لڑکوں سے کم ہے۔ یہ صرف اسی وقت ہوسکتا ہے جب لڑکیوں کے ساتھ توجہ اور تغذیہ کے معاملے میں امتیاز برتا جائے ورنہ بازماندگی کے طبعی وفطری حالات لڑکیوں کے حق میں بہتر ہوتے ہیں۔

اس کا ایک ثبوت ہمیں تقابلی اعدادوشمار سے ملتا ہے۔ اگر ہم ان علاقوں یا سماجوں کو دیکھیں جہاں خواتین کو مساوات حاصل ہیں اور انہیں مساوی مواقع فراہم کیے گیے ہیں تو یہ پتہ چلتا ہے کہ وہاں جنس کا تناسب مختلف ہے۔ ان علاقوں میں جہاں جہاں جنس کی بنیاد پر عدم مساوات ہوتی ہے، مردوں کا غلبہ اور عورتوں کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جاتا ہے وہاں ہم کو غیر متوازن جنس کا تناسب نظر آتا ہے۔ یہ اس صورت میں بھی ہوسکتا ہے جب خواتین ملازمت کرنے والی یا زیادہ آمدنی پانے والی ہی کیوں نہ ہوں۔ مثال کے طور پر درج ذیل تفصیلات پر غور کیجیے۔

علاقہ	ہریانہ	پنجاب	آندھراپردیش	کیرلا	USA
جنس کا تناسب	870	880	970	1040	1050

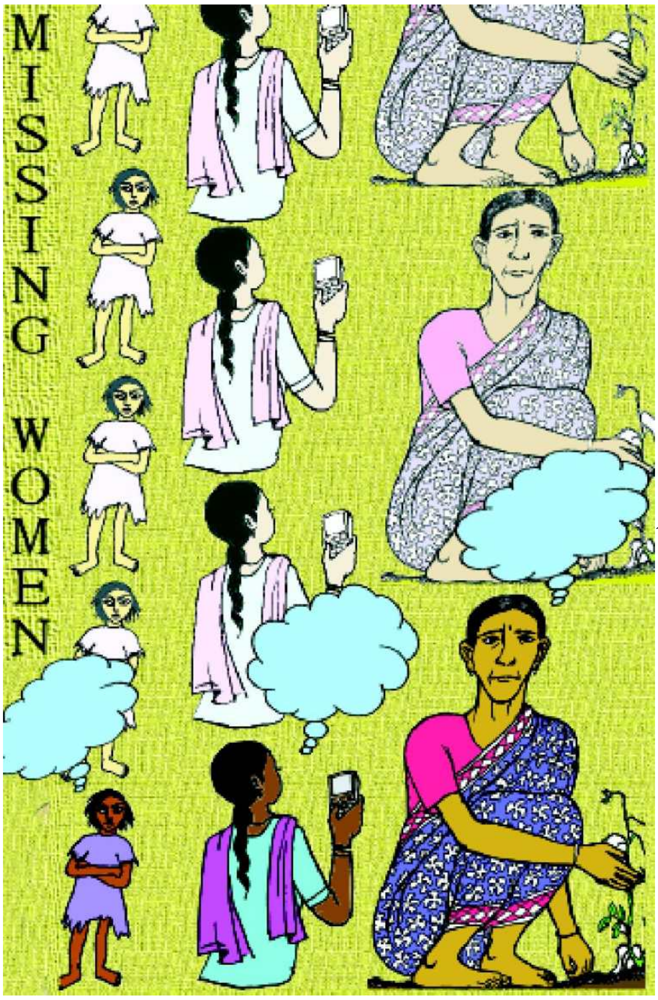

آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ہندوستان میں بعض علاقے جیسے کہ کیرلا میں جنس کا تناسب مثبت نظر آتا ہے۔ جبکہ دوسرے علاقوں میں عورتوں کے تئیں شدید متعصب نظر آتے ہیں۔ ہندوستان میں جنسی امتیاز کا پریشان کن پہلو جو ختم ہوتا نظر نہیں آتا وہ لڑکیوں کے مقابل لڑکوں کو ترجیح دینا ہے۔ مردوں کی موافقت والے اس امتیاز کا ایک نتیجہ لڑکوں کے مقابل لڑکیوں میں نسبتاً اونچی شرح اموات کے طور پر سامنے آتا ہے۔ اس کا اہم سبب لڑکوں کے مقابلے میں لڑکیوں پر کم توجہ دینا اور ان کی صحت و بیماری کو نظر انداز کرتا ہے۔ اس کے علاوہ پیدائش سے قبل ہی لڑکیوں کو رحم مادر میں قتل کرنے کے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں۔ لڑکوں کو ترجیح دیتے ہوئے والدین یہ بے رحمانہ فیصلہ کرلیتے ہیں کہ لڑکی کو پیدائش سے قبل ہی رحم مادر میں ختم کردیا جائے۔ اکثر لوگ لڑکیوں بوجھ تصور کرتے ہیں۔ مطالعے سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ بالغ افراد کی صحت کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو مردوں کی اولیت برقرار رہتی ہے اور بالغ مردوں کے مقابلے میں بالغ عورتوں میں اموات کی شرح زیادہ ہوتی ہے۔

خواتین کے خلاف امتیاز کو کم کرنے میں تعلیم نسواں ایک طاقتور ہتھیار ہے۔ اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ عورتوں کی خواندگی اور تعلیم نے لڑکیوں کی شرح اموات کو گھٹایا ہے اور لڑکیوں کی صحت کے مسائل کو نظر انداز کرنے کے خلاف کارگر ثابت ہوئی ہے۔ ان باتوں کو سمجھنے کے لیے دائیں جانب دیے سوالات پر بحث کیجیے اور دیکھیے کہ کیا اس سے جنس کے تناسب پر اثر پڑتا ہے۔

☆ کیا اعلیٰ تعلیم کے لیے لڑکیوں کو لڑکوں کے برابر مواقع ملتے ہیں؟
☆ کیا شادی شدہ عورتوں کو گھر سے باہر سفر کرنے اور کام کرنے کے مواقع حاصل ہیں؟
☆ کیا عورتوں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے والدین کے خاندان سے دوری برقرار رکھیں اور تحفظ یا جائیداد کے حقوق کا مطالبہ نہ کریں؟
☆ کیا آپ کے علاقے میں لڑکوں کو ترجیح دینے میں شدت نظر آتی ہے؟

شرح خواندگی

شرح خواندگی 2011 کی مردم شماری کے مطابق کوئی فرد جو 7 سال یا اس سے زیادہ عمر کا ہو اور وہ کسی زبان کو لکھ پڑھ اور سمجھ سکتا ہو تو وہ خواندہ تصور کیا جائے گا۔ خواندگی سماجی و معاشی ترقی کے لیے ایک کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔

☆ معلوم کرو کہ کیا آپ کے گاؤں یا شہر میں ناخواندہ افراد موجود ہیں؟ آپ کے سروے سے کس بات کا پتہ چلتا ہے۔
☆ بحث کیجیے کہ خواندگی ترقی کے عمل کو کیسے متاثر کرتی ہے؟

آزادی کے وقت 1947 میں ہمارے ملک کی 12% آبادی خواندہ تھی۔ 2001 میں یہ 64.84% تھی۔ جو بڑھ کر 2011 میں 74.04% ہوگئی۔البتہ 2011 کی مردم شماری سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مردوں (82.14%) اور عورتوں (65.46%) کی خواندگی کی شرح میں کافی فرق پایا جاتا ہے۔

کام کرنے والی آبادی :

ابتداء میں بتایا گیا تھا کہ 59-15 سال کے درمیان والے افراد کی آبادی کام کرنے والے افراد کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ پورا سال بھی کام کر سکتے ہیں یا سال کے کچھ حصے میں کام کرنے والے بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ روزگار اور کام کی دستیابی پر منحصر ہوتا ہے۔جیسا کہ اس سے قبل بحث کیا گیا کہ اس میں وہ کام شامل نہیں ہے جو خانہ داری کے بلا معاوضہ کام ہوتے ہیں۔ (جدول-1 دیکھیے)

جدول-1، 2011 کی مردم شماری کے مطابق کامگاروں کی تقسیم

کامگار (Workers)	کامگاروں کا فیصد
کاشتکار	25
زرعی مزدور	30
گھریلو صنعتوں میں کام گار	04
جملہ	59
دیگر کامگار	41

ہندوستان میں مردم شماری کے دوران انہیں چار گروپوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ کاشتکاروں سے مراد کسان ہیں جو اپنی ذاتی زمین یا کرایہ کی زمین پر کاشتکاری کرتے ہیں یا کاشتکاری کا انتظام کرتے ہیں۔ زرعی مزدور وہ لوگ ہوتے ہیں جو رقم یا جنس کے بدلے دوسروں کی زمین یا کھیت میں کام کرتے ہیں۔ گھریلو صنعتوں کے کامگاروں سے مراد وہ افراد ہیں جو گھریلو سطح پر کسی شئے کی تیاری یا درستگی کے کام کرتے ہیں۔مثلاً دھان کوٹنا، بیڑی بنانا، برتن سازی، رنگ سازی، جوتوں کی مرمت، دیاسلائی بنانا یا گڑیاں بنانا وغیرہ کے کام۔ دیگر کامگاروں میں وہ لوگ شامل ہوتے ہیں جو کارخانوں میں کام کرتے ہیں، تجارت کرتے ہیں، جزوقتی مزدوری وغیرہ کرتے ہیں اور دیگر تمام کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔

☆ زرعی مزدور، کاشتکار سے کیسے مختلف ہوتا ہے؟
☆ آپ نے جو سروے کیا ہے اس میں موجود کامگاروں کا تقابل مردم شماری کے مذکورہ بالا زمروں سے کریں۔

آبادی کے سائز میں تبدیلی ہونا :

آبادی حرکیاتی ہوتی ہے۔آبادی کے اعداد و شمار، تقسیم اور ترکیب مسلسل تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ یہ دراصل تین امور کے مابین تعامل کی وجہ سے ہوتا ہے۔(1) پیدائش (2) اموات (3) ہجرت (نقل مکانی)

آبادی کے سائز میں تبدیلی کا مطلب کسی ملک یا علاقے کے باشندوں کی تعداد میں مخصوص مدت مثلاً گذشتہ دس سال میں ہونے والی تبدیلی ہے۔ایسی تبدیلی کو دو طرح سے ظاہر کیا جاسکتا ہے۔(1) حقیقی تعداد کی شکل میں یا (2) فیصد کی شکل میں۔

آبادی میں ہر دس سال میں جو تعداد شامل ہوتی ہے وہی اس دہائی میں ہونے والا اضافہ ہوتا ہے۔اس کا پتہ چلانے کے لیے قدیم آبادی مثلاً (مثلاً 1991 کی) کی تعداد کو موجودہ آبادی (مثلاً 2011 کی) کی تعداد میں تفریق کرنا پڑتا ہے۔اگر نتیجہ مثبت عدد میں ہو تو اس کا مطلب آبادی میں اضافہ ہے اور اگر یہ منفی عدد ہو تو آبادی میں کمی اس عدد کے برابر ہوئی ہے۔

آبادی میں تبدیلی (حقیقی تعداد) = (بعد کی تاریخ میں آبادی) - (پہلے کی تاریخ میں آبادی)

☆ 2011-1901 کے دوران ہندوستان کی آبادی میں ہونے والے بتدریج اضافہ پر غور کیجیے (گراف 6.3)

☆ کس سال آبادی میں کمی ہوئی؟

☆ کس سال کے بعد سے آبادی میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے؟

☆ ہندوستان کی آزادی کے بعد آبادی میں تیز رفتار اضافے کے اسباب کیا ہوں گے؟

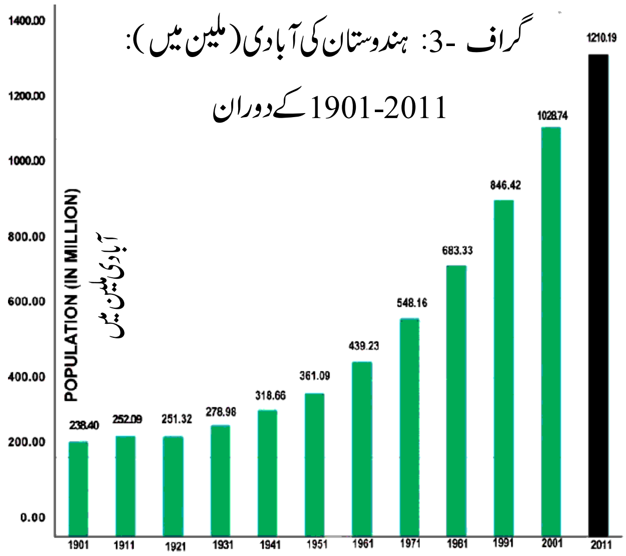

گراف -3: ہندوستان کی آبادی (ملین میں): 2011-1901 کے دوران

کسی علاقہ میں آبادی میں تبدیلی = (تعداد پیدائش + اس علاقے میں باہر سے آکر بسنے والوں کی تعداد) - (تعداداموات + اس علاقہ سے باہر مہاجرت کرنے والوں کی تعداد) مثبت عدد کا مطلب اس عدد کے برابر آبادی میں اضافہ ہے اور منفی عدد کا مطلب اس عدد کے بقدر آبادی میں کمی ہے۔

تھوڑی دیر کے لیے فرض کرلیں کہ وہاں کسی قسم کی نقل مکانی نہیں ہوئی ہے۔ تو آبادی میں تبدیلی کو جاننے کے لیے ہمیں دو شرحوں کا جائزہ لینا ہوگا۔ (1) شرح پیدائش یعنی اس سال فی ہزار میں بازماندہ (زندہ رہنے والے) بچوں کی تعداد۔ مثلاً 1992 میں ہندوستان میں شرح پیدائش 29 تھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ملک میں فی ہزار افراد کے مقابل 29 بچوں کی پیدائش ہوئی تھی۔ (2) شرح اموات یعنی کسی سال فی ہزار افراد میں ہونے والی اموات کی تعداد۔ 1992 میں فی ہزار افراد میں سے اوسطاً 10 افراد کی موت ہوئی۔ لہٰذا اس سال آبادی میں فی ہزار افراد کے مقابل 19 افراد کا اضافہ ہوا۔ اس عدد کو ہم فیصد میں بھی ظاہر کرسکتے ہیں یعنی 1.9%۔ اس طرح ہم کہیں گے کہ 1992 کے سال میں آبادی میں اضافہ کی شرح 1.9% تھی۔

آبادی میں اضافہ کی شرح یا رفتار ایک نہایت اہم عنصر ہے۔ اس کا مطالعہ فیصد فی سال میں کیا جاتا ہے۔ مثلاً اضافہ کی شرح 2% فی سال کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دیے گئے سال میں ہر 100 افراد کے مقابل 2 افراد کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ مرکب سود کی طرح کارگرد ہوتا ہے۔ اسے سالانہ اضافہ کی شرح کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے ہندوستان کی آبادی میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔

ہندوستان کی آبادی میں ہونے والے مسلسل اضافہ کے اسباب کا جائزہ لینے کے لیے ہمیں شرح اموات اور شرح پیدائش کو دیکھنا پڑتا ہے۔ ہندوستان میں شرح اموات میں تیزی سے کمی ہوئی ہے۔ لیکن حالیہ عرصے تک شرح پیدائش میں کمی نہیں دیکھی گئی۔ 1900 کے بعد سے اور خصوصاً آزادی کے بعد قحط سالی کے اثرات، راحت کاری کے کاموں، راشن کی دکانوں اور جمہوریت میں فعال عوامی نمائندگی کی بنا پر کم ہوگئے ہیں۔ اسی طرح مختلف وباؤں جیسے ہیضہ، طاعون اور کسی قدر ملیریا پر بھی قابو پالیا گیا ہے۔ آلودہ پانی، تنگ مکانات اور کچرے کی عدم نکاسی وغیرہ مختلف بیماریوں کے اسباب تھے۔ ان مسائل پر قابو پاتے ہوئے صفائی کے انتظامات کئے گئے۔ صاف پانی اور غذا کی سربراہی کو یقینی بناتے

ہوئے دیگر کئی اقدامات بھی کیے گئے۔ اس کے علاوہ طبی ترقی خاص کر Antibiotics اور Vaccines نے صحت عامہ کے تحفظ میں پانا مثبت رول نبھایا ہے۔ اسی لیے 1900ء کے بالمقابل شرح اموات تیزی سے گھٹ گئی ہے۔ شرح اموات میں کمی کے متوازی پیدائش کی اونچی شرح نے آبادی میں اضافہ کیا ہے۔

اتنی طویل مدت تک پیدائش کی شرح اونچی کیوں رہی؟ جائزہ لینے پر کئی اسباب ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اگر مجموعی آبادی میں نوجوان لوگوں کا فیصد زیادہ ہو تو مستقبل قریب میں ان کی شادیاں ہوں گی اور وہ عیال دار ہو جاتے ہیں۔ اس طرح آبادی میں شامل ہونے والے بچوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے، کیونکہ ہم نے نوجوان افراد کی کثیر آبادی کے ساتھ آبادی کے مطالعے کی ابتدا کی ہے۔

اس کی ایک اور وجہ کثرت اولاد کی خواہش بھی ہے۔ اس کا تعلق زندہ رہنے والے بچوں کی تعداد، لوگوں کے سماجی تحفظ اور سماج میں لڑکوں کو دی جانے والی ترجیح سے بھی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر امید سنگھ کی تین نسلوں کا جائزہ لیجیے۔

''امید سنگھ کے دادا اور دادی کا انتقال طاعون اور ہیضہ کی وباؤں سے ہوا۔ اس کے والد کی پیدائش 1900ء میں ہوئی تھی۔ ان کی پرورش ان کے چچا نے کی۔ ان کے یہاں تھوڑی سی زمین تھی۔ مگر وہ ہمیشہ پریشانیوں کا شکار رہے۔ کبھی فصل تباہ ہوگئی اور کبھی قحط کا سامنا کرنا پڑا۔ بعض اوقات تھوڑی بہت پیداوار ہو جاتی تھی۔ امید سنگھ کے والد کے نو بچے تھے۔ جن میں سے چھ کم عمری میں وفات پا گئے۔ باقی تین بچوں میں امید سنگھ ایک تھا۔ جس کی پیدائش 1935 میں ہوئی۔ اس کی دو بہنیں تھیں۔ امید سنگھ نے ثانوی درجے تک تعلیم حاصل کی اور پولیس میں بھرتی ہوگیا۔ اس کے والد کے برعکس اس کی مستقل تنخواہ تھی اور کھیتوں سے کچھ آمدنی ہو جاتی تھی۔ امید سنگھ کو ابتداء دو لڑکیاں ہوئیں مگر وہ ان کے باحیات رہنے کے بارے میں فکرمند رہا کرتا تھا۔ اسے اولاد نرینہ کی خواہش بھی تھی۔ اس لیے بعد ا سے مزید چار بچے ہوئے جن میں سے تین لڑکے تھے۔ بہرحال، امید سنگھ کی بڑی بیٹی جو ایک ٹیچر بننے کے لیے تربیت حاصل کر چکی ہے، چاہتی کہ اس کے تین سے زائد بچے نہ ہوں''۔

تصویر 6.2:- یہ دو پوسٹرس دوسرے ملکوں سے لئے گئے ہیں۔ کیا آپ اس میں پوشیدہ پیام کا اندازہ لگا سکتے ہیں؟ کیا آپ نے ہندوستان میں ایسے پوسٹرس دیکھے ہیں؟ بحث کیجیے۔

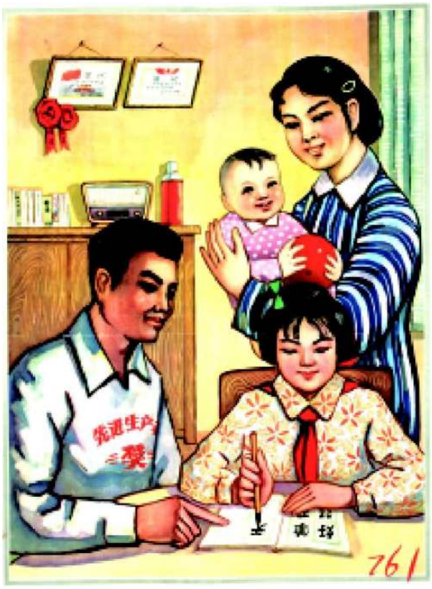

جدول 6.1:- یہاں پر دیگر ممالک کے دو پوسٹرس دیے گئے ہیں۔ کیا آپ اس میں دیے گئے پیغام کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کیا آپ نے ہندوستان میں ایسے ہی پوسٹرس دیکھیں ہیں؟ بحث کیجیے۔

جدول-2: ہندوستان کی آبادی کی وسعت اور اضافہ کی شرح (غیر موجود اعداد کو محسوب کیجیے اور متعلقہ خانوں میں لکھیے)

سال	جملہ آبادی (ملین میں)	دس سال کے عرصے میں ہوا اضافہ	دس سال کے عرصے میں تبدیلی فیصد میں
1951	361		
1961	439	78	
1971	548	?	
1981	683	?	
1991	846	?	
2001	1029	?	
2011	1210	?	

1981ء سے شرح پیدائش میں بھی دھیرے دھیرے کمی ہونی شروع ہوئی جس کے نتیجے میں آبادی میں اضافہ کی شرح بھی سست ہوگئی۔ 1951 سے 2011 کی دہائیوں کے دوران فیصد تبدیلی کو محسوب کیجیے اور دیکھیے کہ آبادی میں اضافہ کی شرح میں کمی کیا اس میں بھی دکھائی دیتی ہے؟

ہم اس رجحان کو کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ ہم ایک اور تصور کا استعمال کرتے ہیں جو شرح تولید Fertility Rate کہلاتی ہے۔ یعنی فی عورت بچوں کی پیدائش کی جملہ تعداد مجموعی شرح تولید کا مطلب بچوں کی وہ تعداد ہے جو کسی عورت کو ہو سکتے ہیں اگر وہ باروری کی عمر تک باحیات رہے اور مروجہ شرح کے مطابق بچے پیدا ہوں۔

اگر یہ گھٹتی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ زوجین نے کم بچوں کی پیدائش کا فیصلہ کیا ہے۔ ان فیصلوں کے پیچھے کئی عناصر کارفرماں ہوتے ہیں اور وہ خاندان میں پائے جانے والے عناصر بھی ہو سکتے ہیں اور بیرونی عناصر بھی ہو سکتے ہیں۔ گراف 6.4 کا جائزہ لیجیے۔

1960ء میں ہندوستان میں تولید کی شرح 5.6 تھی جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ اس وقت فی عورت کو اوسطاً 5 یا چھ بچے ہوتے تھے۔ سماجی اقدار، بچوں کے لیے دستیاب مواقع اور تحفظ کے پیش نظر خاندان کے افراد بچوں کی تعداد سے متعلق فیصلہ لیتے ہیں۔ اس نقطہ نظر میں تبدیلیاں ہوتی رہیں ہیں۔ فی الوقت ہندوستان میں شرح تولید 2.7 ہے جبکہ یہ شرح آندھراپردیش میں 1.9 ہے۔

گراف 6.4 ہندوستان میں تولید کی شرح 1961-2011 کے دوران

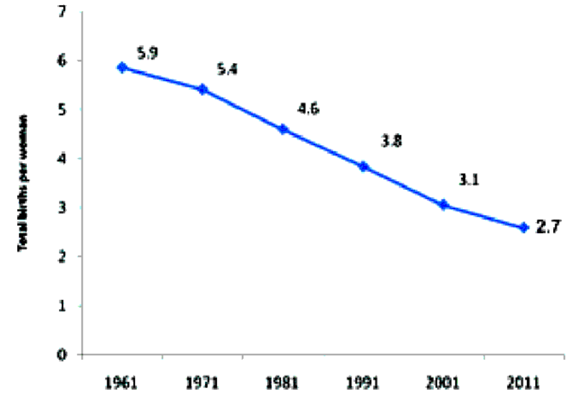

☆ جب شرح تولید 2 کے قریب ہوتو اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ بحث کیجیے۔

☆ ایسے چند جوڑوں سے گفتگو کیجیے جن کی نئی نئی شادی ہوئی ہو اور ابھی ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی ہو۔ معلوم کیجیے کہ وہ کتنے بچوں کی خواہش رکھتے ہیں؟ اور اس کے کیا اسباب ہیں؟

☆ آپ کے خاندان میں تین نسلوں سے متعلق بچوں کی تعداد کا جائزہ لیجیے اور غور کیجیے کہ اوسطاً فی عورت کو کتنے بچے ہوئے تھے؟ آپ نے کن تبدیلیوں کو محسوس کیا؟

☆ آپ نے گروپ واری جو سروے کیا ہے اس میں 45 سال اور زیادہ عمر کی عورتوں کی تعداد اور ان کے بچوں کی تعداد معلوم کیجیے۔ بتلائیے کہ فی عورت کے اوسطاً کتنے بچے ہیں؟

☆ امید سنگھ نے بچوں کے لیے جو فیصلے کئے ان پر کونسے عناصر اثر انداز ہوئے؟ کیا آپ کے خیال میں اس کی بیٹی بھی اسی انداز میں سوچ رہی ہے؟

آبادی میں تبدیلی کا تیسرا عنصر مہاجرت یا نقل مکانی ہے۔ مہاجرت سے مراد لوگوں کا مختلف علاقوں سے دوسرے علاقوں کو منتقل ہونا ہے۔ مہاجرت داخلی بھی ہوسکتی ہے یعنی ایک ملک کے اندر، یا بین الاقوامی ہوسکتی ہے یعنی مختلف ملکوں کے مابین۔ داخلی مہاجرت آبادی کے سائز کو تبدیل نہیں کرتی۔ البتہ ملک کے اندر آبادی کی تقسیم پر اثر انداز ہوتی ہے۔ مہاجرت آبادی کی تقسیم اور ترکیب میں تبدیلی میں کافی اہم رول ادا کرتی ہے۔ آپ آئندہ باب میں مہاجرت کے بارے میں مزید معلومات حاصل کریں گے۔

ہم اکثر لوگوں کو آبادی میں اضافے کی تشویشناک صورتحال کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے سنتے ہیں۔ یہ لوگ اکثر خوشحال طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور دوسروں کو فائدہ پہنچانا پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ قلیل مقدار میں دستیاب وسائل سے استفادہ کرنے والے کثیر تعداد میں ہوتے ہیں۔ بہر حال بچوں کی تعداد کے بارے میں خاندان والے فیصلہ کرتے ہیں اور ان فیصلوں پر کئی امور اثر انداز ہوتے ہیں۔ مثلاً انکے وسائل، ضعیفی میں ان کا تحفظ وغیرہ۔ کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ اکثر خاندان جو دوسروں کی بہ نسبت غریب ہوتے ہیں۔ ان کے زیادہ بچے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس دیگر وسائل پیش ہوئے۔ اس لیے وہ بچوں کو اپنے بڑھاپے کا سہارا تصور کرتے ہیں۔ ہم ان مختلف نقاط نظر کو کیسے سمجھ سکتے ہیں؟

کثافت آبادی :

کثافت آبادی کی مدد سے آبادی کے تقسیم کی صحیح تصویر سامنے آتی ہے۔ کثافت آبادی سے مراد رقبہ کی کسی اکائی میں افراد کی تعداد ہے۔

ہندوستان دنیا کے کثیر آبادی والے ملکوں میں سے ایک ہے۔ 2011ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان میں کثافت آبادی 332 افراد فی مربع کلومیٹر ہے۔ ریاست واری دیکھا جائے تو ہر ریاست کی کثافت آبادی مختلف ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ مغربی بنگال میں کثافت سب سے زیادہ (904 افراد فی مربع کلومیٹر) ہے اور اروناچل پردیش میں سب سے کم (13 افراد فی مربع کلومیٹر) ہے۔ آسام اور جزیرہ نما بھارت کی اکثر ریاستوں میں اوسط کثافت آبادی پائی جاتی ہے۔ پہاڑی خطے، کٹی پھٹی پتھریلی زمینات، اوسط تا کم تر بارش، بنجر اور غیر زرخیز مٹی وغیرہ وہ عناصر ہیں جو ان علاقوں میں کثافت آبادی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ شمالی ہند کے میدانوں اور جنوب میں کیرلا میں ہموار میدانی خطے، زرخیز مٹی اور کثرت بارش کی وجہ سے کثافت آبادی بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔

شمالی میدانوں کی تین ریاستوں کی نشاندہی کیجیے جن میں آبادی کی کثافت بہت زیادہ ہو۔ مختلف علاقوں کی کثافت آبادی میں اس قدر

فرق کیوں پایا جاتا ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے ہمیں اس علاقہ کی تاریخ، وہاں کی زمین، آب و ہوا کے حالات وغیرہ کا جائزہ لینا پڑے گا۔ مثال کے طور پر باب-9 میں ''زمین اور دیگر قدرتی وسائل'' کے عنوان کا سکشن پڑھیے۔ حالانکہ زرخیز زمین اور آبپاشی کی سہولتیں پہلے کی بہ نسبت آبادی کے بڑے حصے کو فائدہ پہچاننے کے قابل ہیں۔ پھر بھی اس کا اثر ہر گروپ پر مختلف ہوتا ہے خصوصاً چھوٹے کسانوں پر اور بے زمین مزدوروں پر۔

☆ کس سال تک گاؤں کی ساری زمینات کاشتکاری کے تحت لائی گئیں؟
☆ آپ کے خیال میں زمین کی ملکیت رکھنے والے لوگ خاندان کے سائز کے بڑھنے پر کیا ردعمل ظاہر کرتے ہیں؟
☆ جب خاندان پھیلنے لگے تو گوند جیسے چھوٹے کسانوں کا ردعمل کیا تھا؟
☆ ٹیوب ویلوں سے آبپاشی کس قدر مفید ثابت ہوئی؟
☆ نقشہ 6.2 کو دیکھیے۔ معلوم کیجیے کہ کیا ہندوستان کی طبعی خصوصیات اور کثافت آبادی میں کوئی تعلق پایا جاتا ہے؟ ملک کے بڑے شہری مراکز کی نشاندہی کیجیے۔ ان شہروں میں زیادہ کثافت آبادی کی آپ کیسے توضیح کریں گے؟

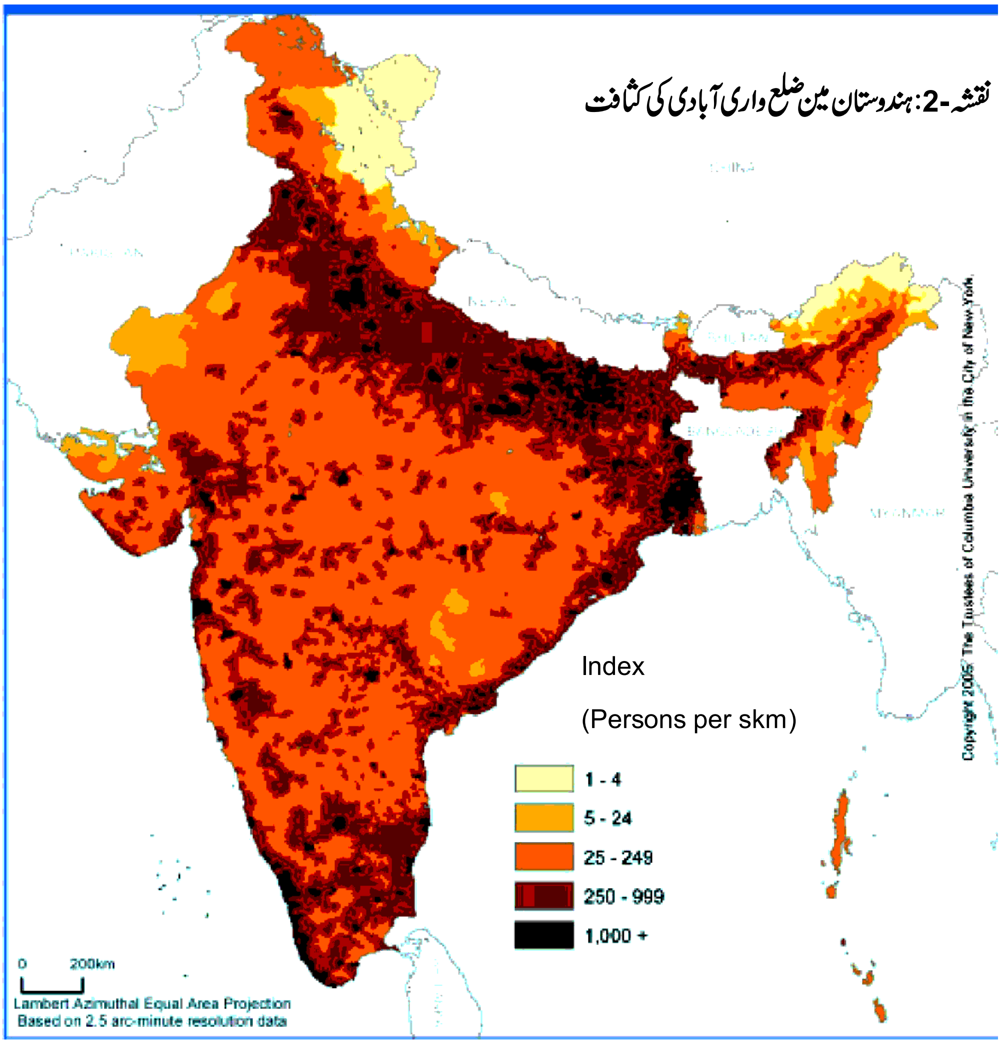

نقشہ-2: ہندوستان میں ضلع واری آبادی کی کثافت

نقشہ-3: آندھراپردیش کا آؤٹ لائن نقشہ

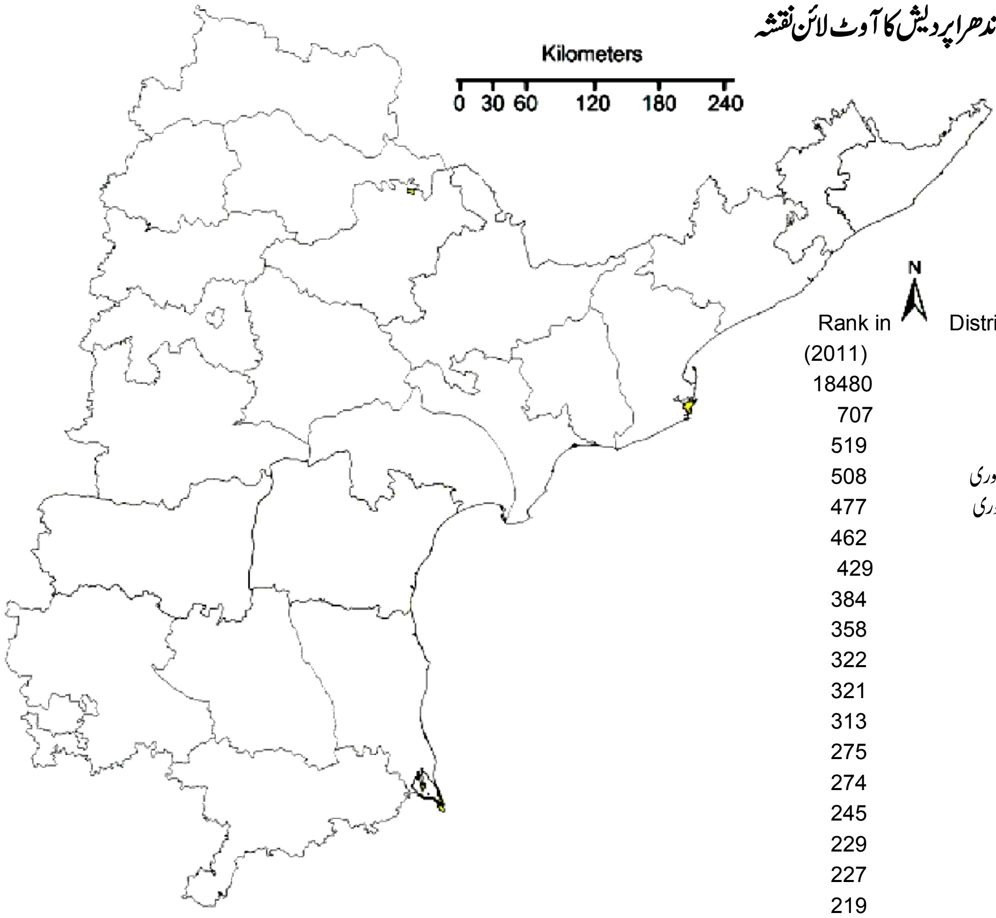

Rank in (2011)	District	Population 2011
18480	حیدرآباد	1
707	رنگاریڈی	2
519	کرشنا	3
508	ویسٹ گوداوری	4
477	ایسٹ گوداوری	5
462	سریکاکولم	6
429	گنٹور	7
384	وشاکھاپٹنم	8
358	وجیانگرم	9
322	کریم نگر	10
321	نظام آباد	11
313	میدک	12
275	چتور	13
274	ورنگل	14
245	نلگنڈہ	15
229	کرنول	16
227	نیلور	17
219	محبوب نگر	18
213	اننت پور	19
192	پرکاشم	20
188	وائی ایس آر کڑپہ	21
175	کھمم	22
170	عادل آباد	23

یہاں 2011ء کے مطابق آندھراپردیش کی کثافت آبادی کی تفصیلات (Data) دیا گیا ہے۔ آندھراپردیش کے اضلاع کے خالی نقشے میں اسے زمروں کے مطابق ظاہر کیجیے۔

درج ذیل بنیادوں پر ایک زیادہ کثافت والے ضلع اور ایک کم تر کثافت والے ضلع کا تقابل کیجیے۔

(a) زرعی ترقی کے لیے موزوں زمین اور زرخیزی۔

(b) اس خطہ میں زراعت کی تاریخ۔ زمینی استفادہ، پانی اور دیگر قدرتی وسائل۔

(c) اس علاقے سے یا اس علاقے کو مہاجرت اور اس کے اسباب۔

کلیدی الفاظ :

آبادی میں اضافہ	کثافت آبادی	جنسی تناسب	شرح تولید
آبادی کی تقسیم	طفل کشی	شرح خواندگی	

اپنے اکتساب کو بڑھائیے

(1) غلط جملوں کی شناخت کیجیے اور انہیں درست کیجیے۔

(a) مردم شماری کی تفصیلات ہر دس سال میں ایک بار جمع کی جاتی ہیں۔

(b) جنس کے تناسب سے مراد بالغ افراد کی آبادی میں عورتوں کی تعداد ہے۔

(c) Age Structure سے ہم کو عمروں کے مطابق آبادی کی تقسیم کا پتہ چلتا ہے۔

(d) پہاڑی خطوں میں آبادی کی کثافت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ لوگ وہاں کی آب و ہوا پسند کرتے ہیں۔

(2) درج ذیل جدول کی بنیاد پر دیئے گئے سوالات کے جواب دیجیے۔

دنیا ماضی اور مستقبل کی آبادی کے تخمینے (ملین میں)

سال/علاقہ	1500	1600	1700	1800	1900	1950	1999	2012	2050	2150
دنیا	458	580	682	978	1,650	2,521	5,978	7,052	8,909	9,746
افریقہ	86	114	106	107	133	221	767	1,052	1,766	2,308
ایشیاء	243	339	436	635	947	1,402	3,634	4,250	5,268	5,561
یوروپ	84	111	125	203	408	547	729	740	628	517
لاطینی امریکہ اور کریبین	39	10	10	24	74	167	511	603	809	912
شمالی امریکہ	3	3	2	7	82	172	307	351	392	398
اوشیانا	3	3	3	2	6	13	30	38	46	51

☆ بتلائیے کہ دنیا کی آبادی کو دوگنی ہونے کے لیے پہلی مرتبہ کتنی صدیاں لگیں؟

☆ پچھلی جماعتوں میں آپ نے نوآبادیت کے بارے میں پڑھا ہے۔ جدول کو دیکھیے اور بتلائیے کہ 1800ء تک کن براعظموں کی آبادی کم ہوئی؟

☆ کونسا براعظم زیادہ عرصے تک کثیر آبادی والا رہا ہے؟

☆ کیا کوئی ایسا براعظم ہے جس کی آبادی مستقبل میں کم ہوتی دکھائی دیتی ہو؟

(3) جنس کا تناسب اگر بہت زیادہ یا بہت کم ہو جائے تو سماج پر پڑنے والے اثرات کی فہرست ترتیب دیجیے۔

(4) ہندوستان کی شرح خواندگی کا ذیل کے ممالک سے تقابل کیجیے۔

برازیل سری لنکا جنوبی افریقہ نیپال بنگلہ دیش ناروے چلی انڈونیشیا

آپ نے کیا مشابہتیں اور کیا فرق محسوس کیا؟

(5) آندھرا پردیش کے کونسے علاقے زیادہ کثافت آبادی والے ہیں اور اس کے لیے کونسے اسباب ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟

(6) آبادی میں اضافہ اور آبادی کی منتقلی میں فرق بیان کیجیے؟

(7) تین ملکوں کی آبادی کے اہرام کا تقابل ہندوستان کے آبادی کے اہرام سے کیجیے۔

☆ کس ملک کی آبادی بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے؟

☆ کس ملک کی آبادی گھٹتی ہوئی نظر آتی ہے؟

☆ جنس کے توازن کا تقابل کیجیے۔

☆ آپ ہر ملک کے خاندانی بہبود کی پالیسیوں کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں؟

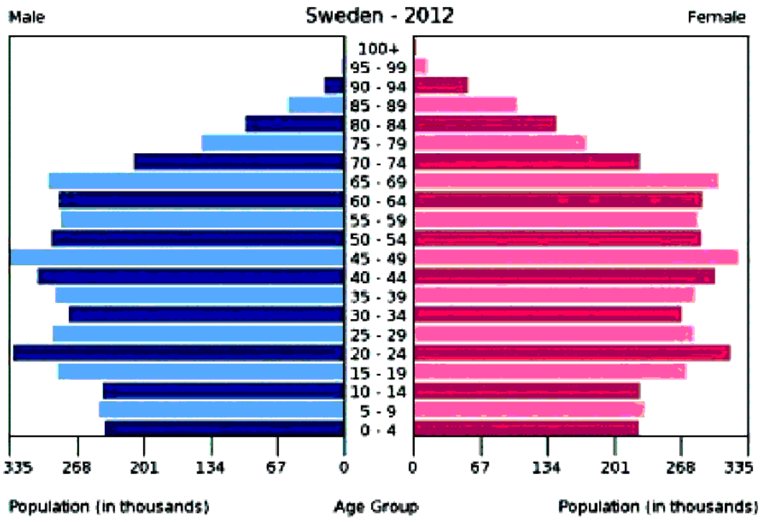

(8) نقشہ کی مہارت:

(a) ہندوستان کے نقشہ میں (ریاست واری) 2011ء کی مردم شماری کے مطابق ریاست واری کثافت آبادی کو پانچ زمروں میں ظاہر کریں۔

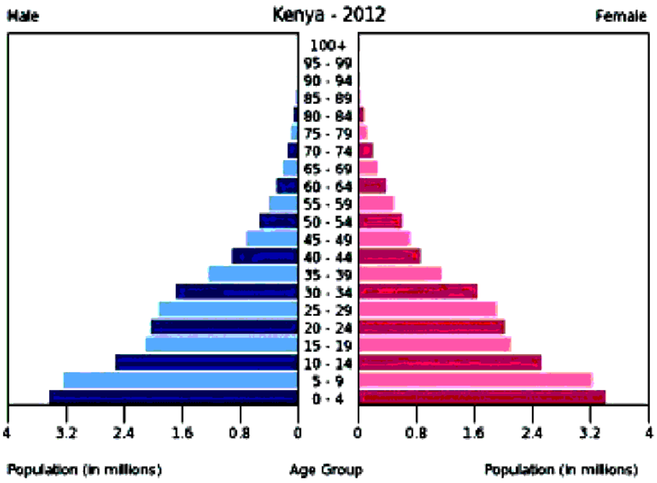

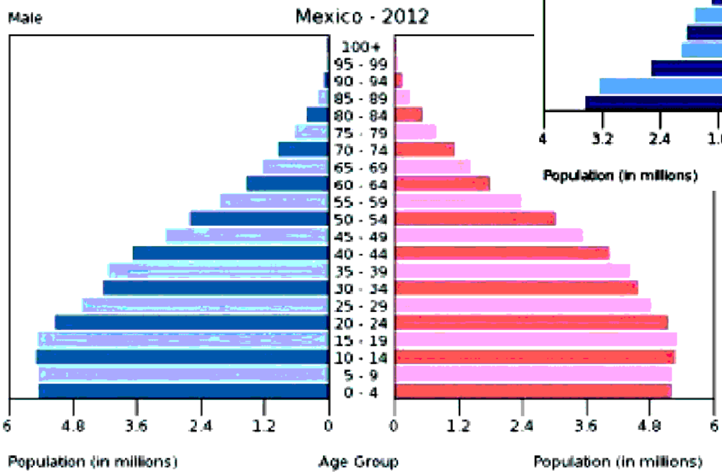

(b) آندھرا پردیش کے ضلع واری نقشے میں آبادی کی تقسیم کو Dot Method استعمال کرتے ہوئے بتلائیں۔

(ہر Dot دس ہزار کی آبادی کے برابر تصور کیا جائے)

منصوبہ کام:

ذیل میں دیے گئے کثافت آبادی کے نقشوں اور آبادی میں اضافے کو ظاہر کرنے والے گراف کا جائزہ لیجیے۔ اس باب میں آبادی کے جن پہلوؤں کا آپ نے مطالعہ کیا ہے ان کی مدد سے گراف اور نقشوں کی وضاحت کیجیے۔

بنگلہ دیش میں آبادی کی کثافت

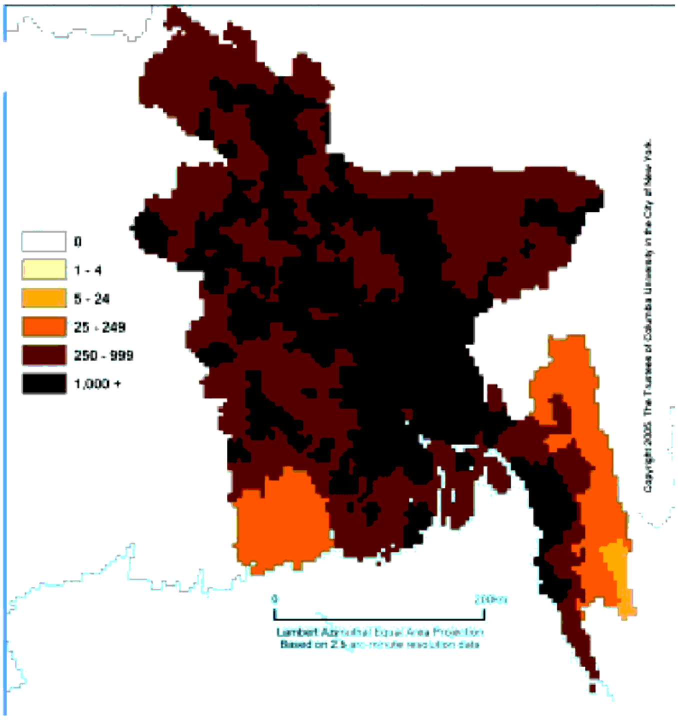

الجیریا میں آبادی کی کثافت

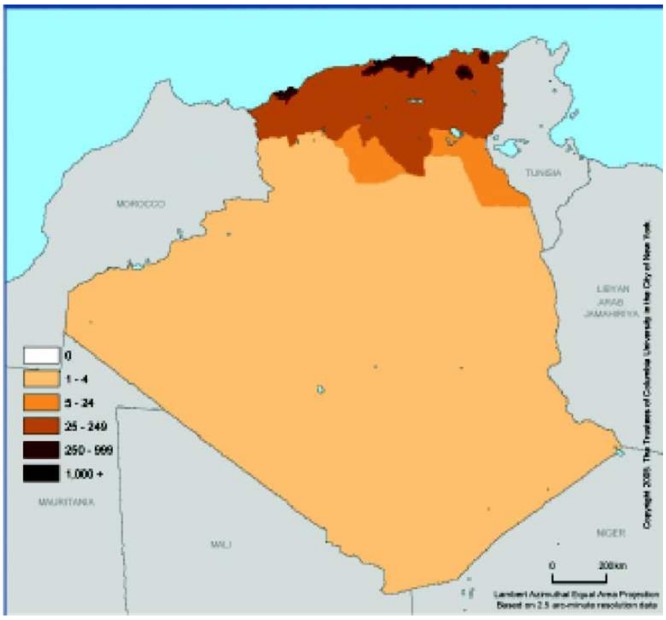

1950ء سے آبادی۔اضافہ اور جنگلات کی کٹائی

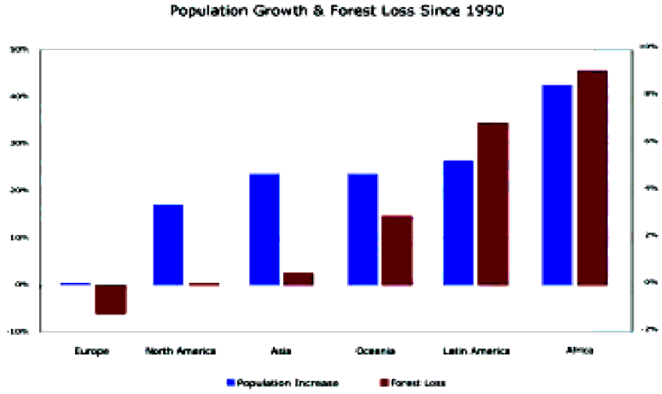

جنگلات کی کٹائی

آبادی میں اضافہ

باب
7

آبادی اور بستیاں

بستی کیا ہوتی ہے؟

آپ جس شہر یا گاؤں یا قصبے میں رہتے ہیں اس کا جائزہ لیجئے۔ آپ کو وہاں عمارتوں، سڑکوں، نالیوں وغیرہ میں ایک طرح کی ترتیب اور باقاعدگی نظر آئے گی۔ یہ ترتیب و تنظیم دنیا کے مختلف حصوں میں مختلف ہوتی ہے۔ جس کے بارے میں ہم اس باب میں پڑھیں گے۔

جس طریقے سے ہم اپنے آپ کو اور اپنے بسنے کی جگہوں کو ترتیب دیتے ہیں یا منظّم کرتے ہیں اس کو ہم بستی (Settlement) کہتے ہیں۔ یہ دراصل جغرافیائی علاقہ ہوتا ہے جہاں ہم رہتے اور کام کرتے ہیں۔ ایک بستی میں ہم کئی طرح کی سرگرمیاں انجام دیتے ہیں مثلاً تعلیمی، مذہبی، تجارتی وغیرہ۔

اس باب میں ہم انسانی بستیوں کے چند پہلوؤں اور اس سے متعلق جغرافیہ پر نظر ڈالیں گے۔

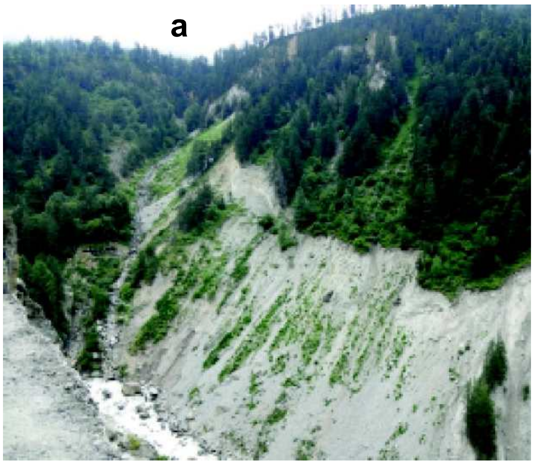

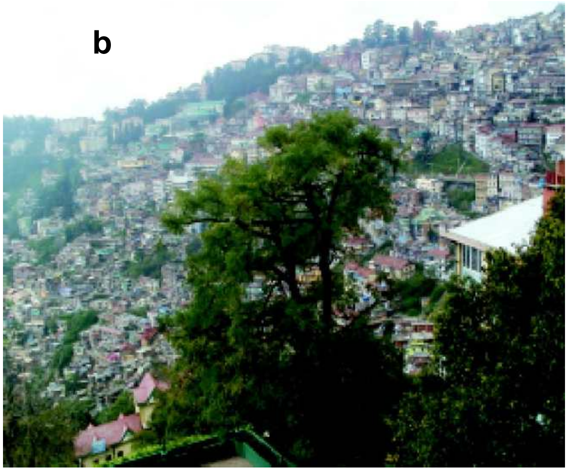

تصویر۔ 7.1 abc : یہ باب 1 میں ہمالیہ کی مختلف تصاویر ہیں۔ تمام تصویروں کو دیکھئے اور یہاں کی بستیوں کا تقابل کیجئے اور یہاں مکانات کی تعمیر میں ہونے والی دشواریوں، زمین کے استعمال اور بستی کی قسم کا جائزہ لیجئے۔

a۔ شملہ شہر جو 25,000 نفوس کی آبادی کے لئے ڈیزائن کیا گیا اور آج یہاں تقریباً 2 لاکھ لوگ آباد ہیں

b۔ ہمالیہ کی نشیبی ڈھلان

c۔ ٹرانس ہمالیہ میں لداخ کی نوبرا وادی کا ایک گاؤں۔ جو ایک ندی کے کنارے آباد ہے جسکا بہاؤ گلیشیر کے پگھلنے سے ہوتا ہے۔ یہ ندی صرف گرما میں بہتی ہے اور اسی موسم میں کاشتکاری کی جاسکتی ہے۔ یہاں بارش نہیں ہوتی اور پہاڑی علاقے غیر زرخیز ہیں۔

یہ کتاب حکومت آندھرا پردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

عملی کام

اپنے گاؤں یا قصبے یا شہر کا مشاہدہ کیجئے۔ سیکھے ہوئے طریقے کے مطابق کسی مخصوص علاقے کا نقشہ بنائیے۔ آپ کے نقشے میں حسب ذیل چیزیں ہوں۔

سڑکیں، مکانات، دکانات اور بازار، ندیاں اور نالے، چند عوامی مقامات جیسے دواخانے، اسکول، بس اسٹانڈ، ریلوے اسٹیشن وغیرہ۔

☆ کیا عوامی مقامات ایسی جگہوں پر ہیں جو اکثر لوگوں کی دسترس میں ہیں؟

☆ کیا آپ کو بازاروں کے محل وقوع میں کسی طرح کی ترتیب نظر آتی ہے؟

☆ کیا مکانات گروہ (Cluster) کی طرح ہیں؟ کیا ان کا ربط شاہراہ سے ہے؟

☆ اس علاقے کے چند لوگوں سے گفتگو کیجئے اور معلوم کیجئے کہ اس بستی میں گذشتہ بیس سال کے دوران کیا تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں اور اسکی کیا وجوہات ہیں؟

☆ وہاں کونسی سہولتوں کی فراہمی ضروری تھی لیکن وہ فراہم نہیں کی گئیں؟

بستی (Settlement) کیسے آباد ہوتی ہے؟

ابتدائی دور کے لوگ شکار کرتے اور غذا جمع کرتے تھے۔ اسی لئے ان کو شکاری اور غذا جمع کرنے والے کہا جاتا تھا۔ وہ خانہ بدوش تھے اور ایک مقام سے دوسرے مقام کو گھومتے پھرتے تھے۔ وہ غذا کی تلاش میں، درختوں اور پودوں سے غذا حاصل کرنے کے لئے، گوشت، چمڑے کی خاطر جانوروں کا شکار کرنے کے لئے اور دیگر ضرورتوں کے لئے نقل مقام کرتے تھے۔ وہ ابتداءً پتھروں سے ہتھیار بناتے تھے۔ ان ہتھیاروں اور اوزاروں سے وہ بہتر انداز میں شکار کرنے کے قابل ہوتے تھے۔

تقریباً 1.8 لاکھ سال تک انسان گروہوں کی شکل میں شکاری اور غذا جمع کرنے والے کی حیثیت میں زندگی گذارتے رہے۔ انہوں نے زراعت کی سرگرمی کو اختیار نہیں کیا۔ لیکن غذا کی رسد میں کمی بیشی کی وجہ سے بعض گروہ غذا کی پیداوار یعنی زراعت کرنے لگے۔ اس کا آغاز لگ بھگ 10,000 سال پہلے ہوا۔ اس سے انسانی طرز زندگی میں بہت سی تبدیلیاں آئیں۔ لوگوں کو غذا کے حصول کے لئے دور دراز کے مقامات کا سفر کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ وہ اب ایک ہی مقام پر سکونت اختیار کر سکتے تھے۔ شکاری اور غذا جمع کرنے والوں کی حیثیت میں وہ خانہ بدوش تھے۔ لیکن جب سے وہ کاشتکار بنے کسی نہ کسی جگہ مقیم ہوتے گئے۔

تصویر۔7.2: ایک غار جو بھیم بیدکا، مدھیہ پردیش میں ابتدائی انسانوں کے زیر استعمال تھا۔ تفصیل کے لئے جماعت ہشتم میں شکاریوں اور غذا جمع کرنے والوں کے متعلق باب کا مطالعہ کیجئے۔

☆ تقابل کیجئے۔ اوپر دی گئی تفصیلات کی مدد سے خانہ بدوش اور مقیم طرز زندگی کا موازنہ کیجئے۔ دیکھئے کہ کتنے نکات آپ نے تلاش کئے ہیں۔ (دیئے گئے جدول میں جگہ کافی نہ ہو تو ایک اور جدول بنائیں)

خانہ بدوش طرز زندگی	مقیم طرز زندگی

زراعت کا پھیلاؤ اور قصبوں کا وجود میں آنا

جیسے جیسے زراعت کی ترقی ہوئی لوگوں نے اپنی زندگی کو قدرتی حالات کے مطابق منظم کرنا شروع کیا۔ مثال کے طور پر موسموں کے دور، موسمی حالات کا اندازہ کیسے لگایا جائے، فصلوں کی سرگرمیوں (بونے، کٹائی کرنے وغیرہ) کے اوقات کا کیسے تعین کیا جائے وغیرہ۔ اب ان کے پاس دیگر امور پر توجہ کرنے کے لئے بھی وقت تھا جیسے کہ فلکی اجسام کی حرکات وغیرہ۔ آبادیوں میں بھی اضافہ ہونے لگا۔

آبادیوں میں اضافہ کے ساتھ ساتھ کاموں میں مزید خصوصیت پیدا ہوتی گئی۔ رنگ ساز، کمہار، دھات کے برتن بنانے والے اور دیگر پیشے وجود میں آئے۔ تیار کی جانے والی اشیاء کی تعداد اور اقسام میں اضافہ ہوا اور لوگ تجارت بھی کرنے لگے۔ حکمران شہری علاقوں میں سکونت اختیار کرنے کے لئے دستکاروں کی حوصلہ افزائی کرنے لگے۔ شہری بستیوں سے مراد قصبے ہیں جہاں زرعی سرگرمیاں نہیں ہوتیں۔

بستیوں میں اضافہ کے ساتھ ساتھ وہ مزید پیچیدہ ہوتے گئے کیونکہ وہاں بے شمار سرگرمیاں عام ہوتی گئیں، صرف غذا کی پیداوار واحد مسئلہ نہیں رہا۔ ہر بستی میں دستکاریوں اور فنون میں مہارت رکھنے والے لوگ موجود تھے۔ بازاروں کے لئے طرح طرح کی اشیاء تیار ہونے لگیں اور تاجروں کو فروخت کی جانے لگیں جو ان اشیاء کو دور دراز کے مقامات تک لے جا کر فروخت کرتے تھے۔

بستیاں کیوں تبدیل ہوتی ہیں؟

بستیاں کئی وجوہات کی بناء پر تبدیل ہوتی ہیں۔ ذیل میں دہلی کی کہانی پڑھئے۔

دہلی شہر ہندوستان پر حکومت کرنے والی کئی سلطنتوں کا صدر مقام تھا۔ یہاں تک کہ جب ہندوستان آزاد ہوا تو دہلی کو ہی صدر مقام کا درجہ دیا گیا۔ لیکن جب ہندوستان کی تقسیم کا حادثہ ہوا تو جیسے ہم نے اس کتاب میں اور پچھلی جماعتوں میں پڑھا ہے، عام مہاجرت کے واقعات ہوئے۔ بے شمار لوگ ہندوستان سے گئے اور بے شمار ہندوستان کو چلے آئے۔ اس لئے اس شہر کے لئے آنے والے لوگوں کے قیام کا انتظام کرنا اور انہیں نئی بستیوں میں آباد کرنا بہت بڑا چیلنج بن گیا تھا۔ آزادی کے بعد کی دہائیوں میں بھی ہندوستان کے تمام حصوں سے لوگ روزگار اور ملازمتوں کی تلاش میں اس شہر کو آتے رہے۔ اس کے علاوہ ملک کے صدر مقام ہونے کی وجہ سے شہر میں پارلیمنٹ اور مرکزی دفاتر موجود ہیں جہاں ملک کے تمام حصوں سے لوگ اپنے کام کاج سے آتے رہتے ہیں۔

یہ کتاب حکومت آندھرا پردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

فی الحال دہلی ملک کا دوسرا بڑا شہر ہے جسکی آبادی 1,60,00,000 سے زیادہ ہے۔ 1951 ء میں اسکی آبادی 20,00,000 تھی۔ پچھلے 60 برسوں میں یہ آٹھ گنا بڑھ گئی ہے۔ آبادی میں اضافہ کی سب سے بڑی وجہ لوگوں کا مختلف علاقوں سے آکر یہاں بس جانا ہے۔ اس کی بناء پر شہر کی ترکیب اور بستیوں کی ساخت میں بہت سی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔

آیئے ہم دہلی کے مختلف اقسام کے علاقوں سے شروع کرتے ہیں جہاں لوگ رہتے بستے ہیں۔ حالانکہ 2000 ء کے اعداد و شمار کے مطابق شہر کا خاکہ وہی ہے لیکن شہر میں اور اسکے اطراف مختلف اقسام کی سلم بستیاں وجود میں آچکی ہیں۔ ان تمام کا آغاز غیر مجاز کالونیوں کی طرح ہوا۔ بعد میں ان میں سے بعض بستیاں با قاعدہ قرار دی گئی اور مقامی عہدیداروں نے انہیں مسلمہ حیثیت عطا کر دی۔ انہیں با قاعدہ سلم بستیاں یا با قاعدہ غیر مجاز بستیاں کہا جا سکتا ہے۔ بہرحال دیگر بستیاں بغیر مسلمہ موقف حاصل کئے اسی طرح جھگی جھونپڑیوں کے کلسٹر (گروہ) اور غیر مجاز بستیوں کی شکل میں جاری رہیں۔ شہری حدود میں بعض دیہات بھی شامل تھے۔ مجموعی طور پر جیسے کہ نیچے کے جدول میں بتلایا گیا صرف 24% کے قریب آبادی ایسی بستیوں میں آباد ہے جو منصوبہ بند علاقے کہلاتے ہیں اور قانونی موقف رکھتے ہیں۔

جدول 1 :بستیوں کے اقسام اور آبادی

بستیوں کے اقسام	2000 ء میں آبادی کا تخمینہ (ہزار میں)	شہر کی کل آبادی کا فیصد
جھگی جھونپڑی کی بستیاں	20.72	14.8
با قاعدہ سلم بستیاں	26.64	19.1
غیر مجاز کالونیاں	7.4	5.3
جھگی جھونپڑی کی با قاعدہ بستیاں	17.76	12.7
دیہی بستیاں	7.4	5.3
مسلمہ غیر مجاز گاؤں	17.76	12.7
شہری گاؤں	8.88	6.4
منصوبہ بند کالونیاں	33.08	23.7
جملہ	139.64	100

ماخذ: دہلی کے معاشی سروے 2008-09 کا جدول 14.4 (حکومت دہلی 2009)

ہر شہر کا عموماً ایک ماسٹر پلان ہوتا ہے جس میں مختلف اقسام کے علاقوں کا منصوبہ اور مقام کی نشان دہی کی جاتی ہے۔ کسی بھی شہر میں رہائشی علاقے، بازار، اسکولس، صنعتی علاقے، دفاتر کے علاقے، باغات اور تفریحی مقامات اور دیگر مقامات پائے جاتے ہیں۔ ان تمام کی بنیاد پر منصوبہ سازی کرنے والے یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ کس قسم کی سڑکیں تعمیر کی جائیں، کس قدر پانی اور بجلی کی فراہمی کی ضرورت ہوگی، کچرے کی نکاسی اور نالیوں کا انتظام کیسے ہو، وغیرہ۔ دہلی شہر کے ایسے تین ماسٹر پلان موجود ہیں۔ لیکن اگر ہم موجودہ منظر نامہ پر نظر دوڑائیں تو پتہ چلتا ہے کہ ان پلانس پر عمل نہیں کیا گیا ہے۔ درحقیقت شہر دہلی کی توسیع نہایت ہی غیر منصوبہ بند انداز میں ہوئی ہے۔ ایک منصوبہ بند کالونی میں تمام سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں۔ حکومت مختلف مقاصد کے لئے مختص مقامات کا اعلان کرتی ہے۔ ان کالونیوں میں ہونے والی تعمیرات میں اس بات کی توقع کی

تصویر۔7.3: اوسط طبقے کی رہائشی کالونی۔اس کا تقابل ایک کم تر آمدنی والے طبقے کی رہائشی کالونی سے کیجئے (صفحہ 98 پر)

جاتی ہے کہ وہ اس منصوبہ یا پلان پر عمل پیرا ہوں گے۔لیکن یہ بالکل واضح ہے کہ ان منصوبوں پر عمل نہیں کیا جاتا۔

ایک جانب شہروں میں آبادی میں اضافہ ہوتے رہتا ہے تو دوسری جانب منصوبہ بندی اور اس پر عمل کے اعلانات میں طویل تاخیر ہوتی رہتی ہے۔ روزگار کی تلاش میں شہر کو نقل مقام کر کے آنے والے لوگ بلا اجازت خالی زمینات پر قبضہ کر کے اپنی ضرورت کے مطابق تعمیرات کر لیتے ہیں جہاں کوئی سہولت نہیں ہوتی۔ان علاقوں میں وہ طویل عرصے تک غیر مجاز طور پر قیام کرتے ہیں۔اور آخر کار جب اس علاقے کے لئے کسی منصوبہ کا اعلان ہوتا ہے تو وہ علاقے بالکلیہ کسی اور مقصد کے لئے استعمال ہو رہے ہوتے ہیں۔

اس کے نتیجے میں تنازعہ کی صورتحال پیدا ہوتی ہے۔لوگوں کو ان بستیوں سے تخلیہ کا مستقل خوف رہتا ہے۔اور اپنے مکانات سے تخلیہ کے خلاف وہ سیاسی پناہ حاصل کر لیتے ہیں۔ان کالونیوں کو مسلمہ حیثیت نہیں ملتی کیونکہ ماسٹر پلان میں ان کے وجود کا کوئی ذکر نہیں ہوتا۔جسکی وجہ سے یہ کالونیاں کئی بنیادی سہولتوں سے محروم رہتی ہیں۔ یہاں کے باشندے غریب ہوتے ہیں مگر شہر کے لئے ضروری خدمات انجام دیتے ہیں۔ ان حالات میں رشوت ستانی کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔

دہلی کے بعض علاقے جو پہلے دیہات تھے، بڑے بڑے بلڈروں یا کسانوں نے حاصل کر لئے اور ان علاقوں کے کھیتوں کو تعمیرات کے لئے استعمال کیا گیا۔ یہ تعمیرات عموماً ماسٹر پلان کے مطابق انجام نہیں دی جاتی ہیں۔بعض دیہاتوں میں مکانات کی ترمیم کر کے مہاجرت کر کے آنے والے افراد کے رہائش کے قابل بنادیا گیا۔کئی برسوں میں ان میں سے بعض کالونیوں کو اجازت دے دی گئی۔شہر میں کئی افراد ایسے ہوتے ہیں جو روایتی روزگار مثلاً دودھ کے لئے بھینسوں کو پالنا،مٹی کے برتن بنانا وغیرہ میں مشغول ہیں جو شہر کے لوگوں کو درکار ہوتے ہیں۔

شہر کے کئی علاقے جہاں خالی زمینات تھیں آج ان پر قبضہ کر کے بستیاں اور سلم میں تبدیل کر دیا گیا۔ یہ علاقے ندیوں کے کنارے یا ابتداءً گھاس کے میدان ہو سکتے ہیں۔ان کو مقامی اداروں کی ملکیت قرار دیا گیا ہے۔ان بستیوں میں رہنے والے اکثر غریب اور مفلوک الحال لوگ ہوتے ہیں۔ یہاں نہ باقاعدہ گلیاں ہوتی ہیں اور نہ نالیوں کا انتظام ہوتا ہے۔اور یہ علاقے کثیر آبادی والے ہوتے ہیں۔ان میں سے بعض علاقوں کو قانونی طور پر سلم بستیاں قرار دیا گیا اور بعض کو نہیں۔کئی مواقع ایسے آتے رہتے ہیں جب ان علاقوں میں حق ملکیت کے تنازعات اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے بلڈر یا دہلی ڈیولپمنٹ اتھاریٹی (DDA) لوگوں کا یہاں سے تخلیہ کرواسکتی ہے جہاں وہ طویل عرصے سے قیام پذیر ہیں۔ایسی صورت میں جو معاوضہ ان لوگوں کو دیا جاتا ہے وہ اتنا قلیل ہوتا کہ وہ لوگ نہ اپنے وطن واپس جا کر سکونت اختیار کر سکتے ہیں اور نہ ہی وہ شہر کے کسی منصوبہ بند کالونی میں اپنے قیام کا بندوبست کر سکتے ہیں۔لہٰذا یہ لوگ پھر کسی نئے علاقے کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں اور

یہ کتاب حکومت آندھرا پردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

وہاں غیر مجاز تعمیرات کر لیتے ہیں۔ اور اسی طرح یہ عمل دہرایا جاتا ہے۔ اور نتیجہ کے طور پر غیر منصوبہ طریقے سے بستیاں آباد ہوتی جاتی ہیں۔

☆ معلوم کیجئے کہ آپ کے علاقے کی بستی (شہر/گاؤں) پر پچھلے دس سال کے دوران کونسے عوامل اثر انداز ہوئے ہیں؟

کس قسم کے علاقوں میں بستیاں آباد ہوتی ہیں؟

اس بات کو سمجھنے کے لئے ہمیں تین تصورات پر غور کرنا پڑے گا۔ (1) جگہ (Site) (2) محل وقوع (Situation) (3) مقام کی تاریخ

جگہ سے مراد اس جگہ کی خصوصیات ہیں جس میں مقامی جغرافیہ، بلندی، پانی کی دستیابی (ندیاں، جھیل، زیر زمین پانی وغیر)، مٹی کے اقسام، تحفظ، قدرتی حالات سے تحفظ وغیرہ۔

ابتدائی دور میں ایسے علاقے جہاں پانی کی وافر مقدار میں دستیابی ہو اور جو دشمنوں کے حملوں سے بہتر تحفظ فراہم کرتے ہوں آبادیوں کے لئے ترجیح دیئے جاتے تھے۔ مثال کے طور پر چھترپتی شیواجی نے پرتاپ گڑھ، مہاراشٹرا میں ایک قلعہ بنوایا۔ اس مقام کا انتخاب اسکی بلندی کی وجہہ سے کیا گیا تھا جہاں سے اطراف واکناف کے علاقوں پر نظر رکھی جاسکتی تھی۔ اس سے فوجی تحفظ حاصل ہوتا تھا۔

محل وقوع سے مراد یہ ہے کہ مقامات الگ تھلگ نہ ہوں بلکہ کسی نہ کسی طرح سے دوسرے مقامات سے جڑے ہوئے ہوں۔ مثال کے طور پر وشاکھا پٹنم ساحل سمندر پر واقع ہے اور آندھرا پردیش کو ملک کے مختلف علاقوں اور بیرون ملک علاقوں سے جوڑتا ہے۔

شکل 7.4: پرتاب گڑھ کا قلعہ

وشاکھا پٹنم کی ایک طویل تاریخ بھی ہے۔ ماقبل نو آبادیاتی دور میں اس پر کئی خاندانوں نے حکمرانی کی۔ 19 ویں صدی عیسوی میں اس شہر کے لئے انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان بحری لڑائی ہوئی۔ ساحلی علاقے دراصل سامراجی طاقتوں کے لئے نہایت اہمیت کے حامل تھے وہ ان علاقوں میں بندرگاہیں تعمیر کرتے اور یہاں سے خام مال کو اپنے ملک کو روانہ کرتے تھے۔

درحقیقت ممبئی اور چنائی جیسے شہر نو آبادیاتی طاقتوں کی جانب سے اسی بناء پر کافی فروغ دیئے گئے تا کہ وہ ہندوستان کے قدرتی وسائل کا خوب استحصال کر سکیں۔ وشاکھا پٹنم کے لئے لڑائی بھی اسی لئے تھی۔ یہ کئی دیگر مقامات کو شامل کر کے بنایا گیا ہے۔ برطانوی دور کے بعد اسکے حدود میں کئی مرتبہ تبدیلیاں ہوئیں اور اس میں مسلسل وسعت ہوتی جارہی ہے۔

جدول۔ 2

وشاکھاپٹنم کی آبادی

سال	آبادی	فیصد تبدیلی
1901	40,892	
1911	43,414	+6.2%
1921	44,711	+3.0%
1931	57,303	+28.2%
1941	70,243	+22.6%
1951	1,08,042	+53.8%
1961	3,63,407	+95.5%
1971	2,63,467	+72.1%
1981	6,03,630	+66.1%
1991	7,52,031	+24.6%
2001	13,45,938	+123.0%
2011	20,35,690	+51.2%

وشاکھاپٹنم کی آبادی میں تبدیلیاں:

1۔مندرجہ بالا ڈاٹا میں کیا ہر دہائی کی تبدیلی کو بتایا گیا ہے؟ اگر نہیں تو کس دہائی کا ڈاٹا نہیں دیا گیا؟

2۔کس دہائی سے کس دہائی کے درمیان آبادی میں سب سے زیادہ اضافہ ہوا (فیصد میں)؟

3۔کس دہائی سے کس دہائی کے درمیان آبادی میں سب سے کم اضافہ ہوا (فیصد میں)؟

4۔ 1901-2011 کے دوران وشاکھاپٹنم کی حقیقی آبادی کو خطی گراف پر ظاہر کیجیے۔آپ نے آبادی میں کن تبدیلیوں کا مشاہدہ کیا؟

وشاکھاپٹنم کی آبادی میں صدیوں کے دوران بہت زیادہ اضافہ ہوا (اوپر کے جدول کو دیکھیے)۔یہ اضافہ وشاکھاپٹنم شہر کی بندرگاہی حیثیت سے ترقی کی وجہہ سے ہوا۔اس اضافہ سے معاشی وسماجی مواقع میں اضافہ ظاہر ہوتا ہے۔

تصویر۔7.5:وشاکھاپٹنم

صرف بندرگاہی شہر ہی نہیں بلکہ دوسرے مقامات بھی ایک دوسرے سے مربوط ہوتے ہیں۔سوال صرف یہ ہوتا ہے کہ یہ ربط راست ہے یا بالواسطہ۔

کسی گاؤں کا ہفتہ واری بازار اس گاؤں کو دوسرے مقامات سے جوڑتا ہے۔ہفتہ واری بازار جس قدر بڑا ہوتا ہے وہ گاؤں اتنا ہی اہم ہوجاتا ہے۔ان بازاروں میں پڑوسی دیہاتوں سے لوگ آتے ہیں اور خرید و فروخت کرتے ہیں۔

بعض مقامات پر سالانہ میلے لگتے ہیں جو دراصل بڑے بازار ہوتے ہیں جہاں کئی قسم تفریحی وثقافتی پروگرام بھی ہوتے ہیں۔یہاں کئی امور مثلاً موسیقی،رقص،ڈرامے وغیرہ منعقد ہوتے ہیں۔یہ ہفتہ واری بازار اور سالانہ میلے اس علاقہ میں زرعی پیداوار اور جانوروں کی تجارت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ یہ میلے مختلف گاوؤں کے لوگوں کے درمیان شادی بیاہ کے تعلقات بھی قائم ہونے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔

جو گاؤں بہتر طور پر دوسرے مقامات سے مربوط ہوتے ہیں (اکثر سڑکوں کے ذریعے، کئی مقامات میں دریاؤں اور دیگر راستوں سے) ان میں بہترین بازار اور میلے پائے جاتے ہیں۔

یہ کتاب حکومت آندھراپردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

جگہ اور محل وقوع کا جائزہ

کالم A میں ایک مقام کی خصوصیات دی گئی ہیں۔کالم B میں ''جگہ'' لکھیں اگر یہ خصوصیت جگہ سے متعلق ہو اور ''محل وقوع'' لکھئے اگر یہ خصوصیت محل وقوع سے متعلق ہو۔کالم C میں اس خصوصیت کے اثرات کو لکھیں۔

A	B	C
1۔مٹی ملائم قسم کی ہے۔		
2۔بارش تیز ہوتی ہے۔		
3۔اس کا اہم بازار سڑک کے راستے سے ساحل سے 45 کلومیٹر دور ہے۔		
4۔یہاں کی زمین کسی قدر ڈھلان والی ہے۔		
5۔اس مقام سے اہم ریلوے لائن گزرتی ہے۔		
6۔یہاں کوئی دواخانہ نہیں ہے۔		
7۔یہاں کئی زرعی کھیت ہیں۔		
8۔یہ موبائیل ٹاورس کے ذریعے دوسرے مقامات سے جڑا ہوا ہے۔		
9۔دریا سے یہ دس منٹ کے پیدل مسافت پر ہے۔		
10۔یہاں ایک چاول کی مل ہے		

عملی کام: اپنے علاقوں کے بستیوں کو جانچیئے

آپ نے جس علاقہ کا خاکہ اتارا ہے اس میں چند پیداواری مقامات (کھیت، فیکٹریاں، دفاتر، دکانات، کانیں وغیرہ) کو جانچیئے اور معلوم کیجئے کہ وہاں پر خام مال (ماحصل) کہاں سے آتا ہے اور وہاں تیار شدہ مال کہاں بھیجا جاتا ہے۔کونسے خام مال اس بستی سے ہی حاصل کئے جاتے ہیں؟ اسی طرح معلوم کیجئے کہ تیار شدہ مال کو آپ کی بستی میں ہی فروخت کیا جاتا ہے یا دوسرے مقامات کو روانہ کیا جاتا ہے۔(اگر دوسرے مقامات کو روانہ کئے جاتے ہیں تو وہ کونسے مقامات ہیں)۔اس بستی میں پیداوار کیوں شروع کی گئی ہے؟

☆ ''جگہ'' کی خصوصیات کی چند مثالیں دیجئے جو اس مقام میں پیداوار کو متاثر کرنے والے ہیں؟

☆ ''محل وقوع'' کی خصوصیات کی چند مثالیں دیجئے جو اس مقام میں پیداوار کو متاثر کرنے والے ہیں؟

☆ اس مقام کی تاریخ کا پیداوار پر کیا اثر پڑا؟

بستیاں کیسے منظم کی جاتی ہیں؟

بستیوں میں جیسے جیسے خصوصیات کی کثرت ہوتی جاتی ہے ان کی تنظیم بھی پیچیدہ تر ہوتی جاتی ہیں۔دھیرے دھیرے مقامات کی درجے (ہائرارکی) بنائے گئے (یعنی پیچیدگی کے مطابق ان کے درجے بنائے گئے)۔

اس طرح پیچیدہ تر ضروریات کی تکمیل کے لئے آپ کو کسی بڑے علاقے کو جانا پڑتا ہے۔مثال کے طور پر ایک بڑے گاؤں یا چھوٹے سے قصبہ میں ایک پرائمری ہیلتھ سنٹر (PHC) پایا جاتا ہے۔ایک PHC میں لوگوں کی چھوٹی موٹی بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے جیسے سردی،

کھانسی، زکام، چھوٹے موٹے زخم وغیرہ۔لیکن اگر آپ کو کوئی سادہ سا آپریشن یا سرجری کرانے کی ضرورت ہو تو نسبتاً کسی بڑے شہر کو جانا پڑے گا۔اور اگر آپ کو دل یا دماغ کی سرجری کروانی ہو یا MRI اسکان (ایک طریقہ جس کے ذریعے جسم کے اندرونی اعضاء کی تصاویر لی جاتی ہیں) کروانا ہو تو پھر آپ کو بہت بڑے بڑے شہر جانا پڑے گا جہاں اس قسم کے اعلیٰ ٹکنالوجی والے ہسپتال موجود ہوں۔ایسے اعلیٰ ٹکنالوجی والے ہسپتال کسی دور دراز گاؤں میں نہیں ہوتے۔

☆ اپنے مقام کے بارے میں غور کیجئے۔

جو مقام جتنا بڑا ہوتا ہے اتنی ہی ہمہ اقسام کی خدمات وہاں دستیاب ہوں گی۔مثال کے طور پر تعلیمی سہولتوں کو لیجئے۔اس مشق کے ذریعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بڑے مقام پر (یعنی درجہ بندی میں اعلیٰ درجہ کے مقامات) مختلف قسم کی خصوصی خدمات مہیا ہوتی ہیں۔

1۔ آپ کے گاؤں یا شہر میں تعلیم کی سہولتیں کس درجہ تک ہیں؟ مثلاً پرائمری، ہائی اسکول، ہائر سکنڈری (+2) ، کالج (انڈر گریجویٹ، پوسٹ گریجویٹ)۔

2۔ آپ کے مقام پر موجود اعلیٰ درجہ تک تعلیم پانے کے بعد آپ کو مزید تعلیم کے لئے کہاں جانا پڑے گا؟

3۔ آپ کے مقام پر کونسی پیشہ وارانہ تعلیم کی سہوتیں ہیں؟ مثلاً انجنیر نگ، میڈیسن، کامرس، ٹیکنکل ڈپلوما وغیرہ

4۔ اگر آپ کو کوئی اور قسم کا پیشہ وارانہ کورس کرنا ہو تو آپ کو کہاں جانا پڑے گا؟

☆ اٹلس دیکھئے۔۔۔۔

اٹلس میں ہندوستان کا نقشہ دیکھئے۔غور کیجئے کہ مختلف مقامات کو بتلانے کے لئے کیسے مختلف اشارے اور علامتیں استعمال کی گئی ہیں۔ملکی صدر مقام، ریاستی صدر مقام، دیگر شہر وغیرہ۔مختلف علامتوں اور اشاروں کو استعمال کرتے ہوئے کتنے درجے بتلائے گئے۔کیا تمام چھوٹے چھوٹے گاؤں دیہاتوں کو بھی بتلایا گیا؟ ایک جدول بنائیے اور درجوں کے مطابق نزولی ترتیب میں مقامات کو اس جدول میں درج کیجئے۔(یعنی سب سے اہم ترین مقام سب سے بلندی پر، اور دیگر درجوں کے مطابق نیچے کی طرف درج کئے جائیں) نیچے ایک مثالی جدول دیا گیا ہے جس میں دو مقامات کو مثال کے طور پر درج کیا گیا ہے۔دیگر مقامات کے لئے تفصیلات درج کیجئے۔

مقامات کے درجے	مقام کی قسم	مقام کا نام	استعمال کی گئی علامت
1	ملکی صدر مقام	نئی دہلی	ستارہ
2	ریاستی صدر مقام	حیدرآباد	بڑا اور گہرا سیاہ نکتہ
3			

☆ اپنی پسند کے کسی اور ملک کے لئے اسی قسم کی مشق دہرایئے۔

ہندوستان میں شہریانے کا عمل (Urbanisation)

ہندوستان میں 350 ملین یعنی ایک تہائی آبادی شہروں اور قصبات میں پائی جاتی ہے۔لوگوں کا غیر زرعی کاموں میں مشغول ہونا، شہروں اور قصبات میں زندگی گذارنے کے لئے وہاں منتقل ہونا شہریانہ (Urbanisation) کہلاتا ہے۔ 1950ء کے اعداد وشمار کے مطابق آبادی کا قابل لحاظ حصہ 5.6 لاکھ دیہاتوں میں آباد تھے اور صرف 5 شہر ایسے تھے جن کی آبادی 1 ملین سے زائد تھی اور ایک لاکھ سے زیادہ

یہ کتاب حکومت آندھرا پردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

آبادی والے شہروں کی تعداد 40 تھی۔ موجودہ دور میں گاوؤں کی تعداد بڑھ کر 6.4 لاکھ تک اوران گاوؤں میں موجود آبادی 850 ملین تک جا پہنچی۔ تین شہر ممبئی، دہلی اور کولکتہ ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک کی آبادی 10 ملین سے زیادہ ہے۔ اور 50 سے زیادہ شہر ایسے ہیں جن کی آبادی ایک ملین سے زیادہ ہے۔

ان شہروں اور قصبات میں آبادی میں اضافہ شہری علاقوں کی قدرتی توسیع کی وجہہ سے ہوتا ہے۔ وقت کے گزرتے ان شہری علاقوں کی آبادی بڑھتی ہی جاتی ہے۔ ان شہری بستیوں میں بعض کی آبادی میں اضافہ اطراف واکناف کے دیہی علاقوں کو شہری حدود میں شامل کرنے سے ہوتا ہے۔ اور صرف 1/5 حصہ اضافہ دیہاتوں سے شہروں کو مہاجرت سے ہوتا ہے۔

شہریانے کے عمل میں تیزی سے اضافہ تو ہوتا جارہا ہے لیکن درکار بنیادی انفرااسٹرکچر فراہم نہیں ہورہا ہے۔ حالانکہ یہ ضروری ہے کہ بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے سڑکیں تعمیر کی جائیں، ڈرینج کی سہولت، بجلی اور پانی کی فراہمی اور دیگر عوامی سہولتوں کا نظم وغیرہ فراہم کئے جائیں۔ حکومت کسی حد تک شہری انفراسٹرکچر خصوصاً سڑکوں کی تعمیر ومرمت سے متعلق امور پر توجہ دے رہی ہے۔ مگر درکار بجلی کی فراہمی، پانی کی فراہمی اور صحت عامہ سے متعلق انفراسٹرکچر کا فقدان ہے۔ شہروں اور قصبات میں رہنے والے غریبوں کے لئے تو حالات اور بھی تشویشناک ہیں۔

ہندوستان کی معاشی ترقی میں ہندوستان کے شہر کیسے اپنا رول ادا کرتے ہیں؟ خدمات کے شعبے کی سرگرمیاں جیسے مالیاتی ادارے، انشورنس، رئیل اسٹیٹ اور تجارت سے متعلق سرگرمیاں جیسے حمل ونقل، اسٹوریج اور مواصلات کی خدمات صنعتی سرگرمیوں سے زیادہ موثر رول ادا کرتے ہیں۔ جبکہ گذشتہ چند دہائیوں سے دیکھا گیا ہے کہ صنعتی پیداوار میں کوئی بڑا اور قابل لحاظ اضافہ نہیں ہوا۔

شہروں میں زندگی بسر کرنا یا شہروں کو منتقل ہونا صرف چند لوگوں کے لئے مفید ہوتا ہے۔ حالانکہ شہری علاقوں میں غربت کی سطح بہ نسبت دیہی علاقوں کے کم تر ہوتی ہے، لیکن یہاں کثیر آمدنی والے خاندانوں اور اقل ترین آمدنی والے خاندانوں کی اوسط آمدنیوں کے درمیان بہت زیادہ فرق پایا جاتا ہے۔ اور یہ فرق مسلسل بڑھتا جارہا ہے۔ شہری علاقوں میں درج فہرست اقوام اور درج فہرست قبائل کے لوگوں کی آمدنیاں دیگر طبقات کے مقابل بہت کم ہیں۔ 2009-10 میں شہری علاقوں میں دیگر طبقات سے تعلق رکھنے والے 1/6 افراد غریب تھے لیکن شہری علاقوں کے درج فہرست اقوام وقبائل غریبوں کی تعداد دوسروں کے مقابلے میں دوگنی تھی۔ ان میں سے اکثر غریب لوگ چھوٹے شہروں اور قصبات میں زندگی بسر کرتے ہیں اور غیر منظم شعبوں میں کام کرتے ہیں۔

ہندوستانی بستیوں کی درجہ بندی

ہندوستان میں محکمہ مردم شماری ہندوستانی بستیوں کی درجہ بندی کے لئے چند اصول اور پیمانے استعمال کرتا ہے۔ جدول 7.4 میں محکمہ مردم شماری کی مختلف بستیوں کے لئے تعریفات دی گئی ہیں۔ انہیں غور سے پڑھئے اور مشق کو پورا کیجئے۔

صفحہ نمبر 97 پر ایک اہرام دیا گیا ہے۔ ہندوستانی محکمہ مردم شماری کے مطابق اس کا سب سے نچلا حصہ کم ترین درجہ کی بستیوں کو ظاہر کرتا ہے اور سب سے اوپر کا حصہ اعلیٰ درجے کی بستیوں کو ظاہر کرتا ہے۔ جن تفصیلات کو نہیں دیا گیا انہیں پر کیجئے۔

1۔ بستی کے کسی خصوصی درجے کو دیا گیا نام (دومثالیں دی گئی ہیں)

2۔ آندھراپردیش کی کسی بستی کی مثال دیجئے (جومیگا سٹی کے علاوہ ہو)

جدول۔ 3 : ہندوستانی بستیوں کی درجہ بندی

بستیوں کی اقسام	اپنایا گیا معیار	مثالیں
میگا سٹیز (بہت بڑے شہر)	ایسے شہر جن کی آبادی 10 ملین افراد سے زیادہ ہو	☆ گریٹر ممبئی اربن اتھاریٹی (آبادی۔18.4 ملین) ☆ دہلی اربن اتھاریٹی (آبادی۔16.3 ملین) ☆ کولکتہ اربن اتھاریٹی (آبادی۔14.1 ملین)
میٹروپالیٹن سٹی/ملین پلس سٹیز (بڑے شہر)	ایسے شہر جن کی آبادی ایک ملین سے دس ملین کے درمیان ہو	☆ چنائی (8.6 ملین) ☆ حیدرآباد (7.8 ملین) ☆ احمد آباد (6.2 ملین)
بڑے شہر/درجہ اول کے شہر	شہری علاقے جن کی آبادی ایک لاکھ سے ایک ملین کے درمیان ہو	اپنے ٹیچر کی مدد سے آندھراپردیش کے ایسے تین شہروں کی نشاندہی کیجئے اور آبادی کی تفصیل معلوم کیجئے۔
قصبات	تمام شہری علاقے جن کی آبادی 5000 سے ایک لاکھ کے درمیان ہو	اپنے ٹیچر کی مدد سے آپکے قرب وجوار کے تین قصبات کی نشاندہی کیجئے اور آبادی کی تفصیل معلوم کیجئے۔
تحصیل/مردم شماری گاؤں	متعین حدود والا گاؤں	اپنے ٹیچر کی مدد سے آپکے قرب وجوار کے تین تحصیلی گاؤں کی نشاندہی کیجئے اور آبادی کی تفصیل معلوم کیجئے۔
چھوٹا گاؤں/دیہات	کسی تحصیلی گاؤں کی حدود میں واقع چند مکانات پر مشتمل بستی	اپنے ٹیچر کی مدد سے آپکے قرب وجوار کے کسی تحصیلی گاؤں کے ایک یا دو دیہاتوں کی نشاندہی کیجئے اور آبادی کی تفصیل معلوم کیجئے۔

3۔ آپ کے قصبے کو اہرام میں اسکے درجے کے مطابق ظاہر کیجئے (اگر آپ کسی گاؤں میں رہتے ہوں تو اس قصبے کو بتایئے جہاں آپ کا اسکول واقع ہے)۔آپ کے انتخاب کی ایک یا دو وجوہات بیان کیجئے۔

4۔ کیا آپ کے خیال میں بستیوں کی درجہ بندی صرف آبادی کی بنیاد پر کرنا مناسب ہے؟ کیا آپ کوئی اور طریقہ تجویز کر سکتے ہیں؟ اپنے ٹیچر سے تبادلہ خیال کیجئے اور ایسی درجہ بندی کے لئے اصول متعین کیجئے۔

مستقبل میں ہندوستان معاشی طور پر ترقی یافتہ دیگر ممالک کے رجحان کو اپناتے ہوئے شہری غلبہ والا ملک بن سکتا ہے۔

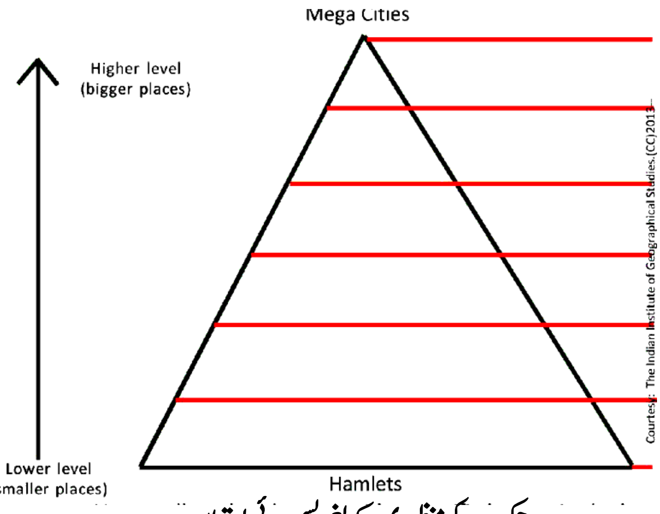

حکومت کی منظوری کے بغیر بسی ہوئی بستیاں

یہ کتاب حکومت آندھراپردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

طیران گاہی شہر (Aerotropolis - Jet-age city)

کئی ممالک میں بشمول ہندوستان ایک نئی قسم کی بستیاں وجود میں آرہی ہیں ۔ یہ بستیاں بڑی بڑی طیران گاہوں کے اطراف بسائی جارہی ہیں۔اسی لئے ان کو Aerotropolis یعنی طیران گاہی شہر کا نام دیا گیا ہے۔

طیران گاہی شہروں میں طیران گاہ ہی شہر کے مرکزی مقام کی حیثیت رکھتا ہے۔کئی سہولتیں (ہوٹل،شاپنگ،تفریح،غذا، تجارت، کانفرنسنگ وغیرہ) یہاں مہیا کی جاتی ہیں۔لوگ دوسرے ممالک سے وہاں آتے ہیں اور وہاں اپنے معاصرین کے ساتھ تجارتی امور کو انجام دیتے ہیں اور پھر اپنے ملک کو پرواز کر جاتے ہیں۔یہاں پر شہر میں درکار تمام تر آسائشات موجود ہوتی ہیں اور قابل تعریف بات یہ ہوتی ہے کہ یہ علاقے ٹرافک اور دیگر شہری مسائل سے پاک ہوتے ہیں۔

☆ طیران گاہی شہروں میں مرکز کے قریب کیا ہوتا ہے؟
☆ طیران گاہی شہر میں یا اسکے قریب دستیاب کوئی دوسہولتوں کا تذکرہ کیجئے۔
☆ دنیا کے نقشہ میں مثالوں میں دیئے گئے شہروں کی نشاندہی کیجئے۔نقشے میں ملک کا نام اور ایرپورٹ کا نام بھی لکھئے۔ملکوں کے نام،شہروں کے نام اور ایرپورٹس کے نام کو لکھنے کے لئے علاحدہ عبارت تحریر کیجئے۔اس کے ذریعے ملکوں،شہروں اور ایرپورٹس کے ناموں میں تمیز کرنا آسان ہوجاتا ہے۔
☆ فرض کیجئے کہ آپ نے عملی کام میں جن مقامات کا مطالعہ کیا ہے اس کے قریب طیران گاہی شہر آباد ہوجائے۔ان میں رونما ہونے والی تین جگہ کی خصوصیات بیان کیجیے اور اس طرح محل وقوع کی تین تبدیلیوں کی وضاحت کیجیے۔

ہندوستان میں ترقی پانے والے طیران گاہی شہروں میں بنگلورو انٹرنیشنل ایرپورٹ،اندرا گاندھی انٹرنیشنل ایرپورٹ (دہلی)،راجیو گاندھی انٹرنیشنل ایرپورٹ (حیدرآباد) شامل ہیں۔

دنیا کے مختلف مقامات پر فروغ پانے والے طیران گاہی شہروں میں سورنا بھومی انٹرنیشنل ایرپورٹ (بنکاک،تھائی لینڈ)،دبئی انٹرنیشنل ایر پورٹ (دبئی،متحدہ عرب امارات)،قاہرہ انٹرنیشنل ایرپورٹ (قاہرہ،مصر) اور لندن ہیتھرو ایرپورٹ (لندن،برطانیہ) اہم ہیں۔

شہریانے کے مسائل

شہریانے میں اضافہ سے لوگوں کے لئے مواقع اور معاشی پیداوار میں ہی اضافہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے نتیجے میں کئی مسائل بھی سر اٹھاتے ہیں۔
سب سے پہلا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ اضافی شہری آبادی کے لئے رہائش فراہم کی جائے۔اسکے علاوہ پانی کی سربراہی، گندے پانی کی نکاسی، کچرے کی نکاسی،حمل و نقل اور دیگر کئی مسائل

تصویر۔ 7.6 : دہلی کا ایک کم ترین آمدنی والے طبقے کا رہائشی علاقہ

درپیش ہوتے ہیں۔ یہ تمام مسائل اکٹھے ہوکر ماحولیاتی بحران پیدا کردیتے ہیں۔ جیسے کہ شہر میں استعمال کی جانے والی گاڑیاں فضائی آلودگی کو بڑھاتی ہیں جس کے نتیجے میں صحت کے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور مقامی آب وہوا متاثر ہوتی ہے۔اسی طرح گندے پانی کی غیر مناسب ڈھنگ سے نکاسی وبائی بیماریوں کو پھیلانے کا باعث بنتی ہے۔

شہریانے میں اضافے کے اثرات میں سے ایک ایسے مادوں اور اشیاء کا استعمال ہے جو تلف نہیں کی جاتی ہیں یا اس کے لئے کافی وقت درکار ہوتا ہے۔اسکی وجہ سے ایسا کچرا تیار ہوتا ہے جسے ٹھکانے لگانا ضروری ہوتا ہے۔اس کچرے کو کہاں ڈالا جائے؟ چونکہ شہری علاقے پھیلتے جارہے ہیں، کچرے کے یہ انبار دیہی علاقوں میں لے جاکر ڈال دیئے جاتے ہیں یا کچرے کے ٹریٹمنٹ پلانٹ کو لے جائے جاتے ہیں۔ذیل میں دی گئی کیس اسٹڈی کا مطالعہ کیجئے۔

دیہاتیوں نے ٹھوس کچرے کے مینجمنٹ پلانٹ کے خلاف آواز بلند کی

اسٹاف رپورٹر۔دی ہندو، برہم پور، 11/ڈسمبر 2012

بیرہم پور میونسپل کارپوریشن (BMC) کے مجوزہ ٹھوس کچرے کے ٹریٹمنٹ پلانٹ کو ایک اور اڑچن کا سامنا کرنا پڑرہا ہے۔موہودا گاؤں کے لوگوں نے انکے گاؤں کے قریب کچرے کے ٹریٹمنٹ پلانٹ کے قیام کے خلاف احتجاج شروع کردیا۔ان کا کہنا ہیکہ اس پلانٹ کے قیام سے موہودا علاقے میں موجود 30,000 کے قریب لوگ اور 10,000 کے لگ بھگ پالتو جانور آلودگی کے شکار ہوجائیں گے۔

ان لوگوں نے انتظامیہ کو اس سلسلہ میں میمورنڈم بھی روانہ کیا ہے۔ موہودا پنچایت کے سرپنچ سادھنا موہنتی اور اس علاقے کے بعض تعلیمی اداروں نے BMC کے اس مجوزہ پلانٹ کے قیام سے متعلق اندیشے ظاہر کئے ہیں۔

ابتداءً اس پلانٹ کے قیام کے لئے چندنیا پہاڑی علاقے کی تجویز پیش کی گئی تھی جو شہری حدود سے باہر تھا۔اس مقصد کے لئے بیس ایکڑ زمین کی نشاندہی بھی کرلی گئی تھی۔

باؤنڈری وال

بیرہم پور میونسپل کارپوریشن کے ذرائع کے مطابق اس زمین کے اطراف باؤنڈری وال کی تعمیر کے لئے 50 لاکھ روپے تعمیر کی گئی لیکن پتہ چلا کہ یہ زمین جنگلات کیلئے مختص ہے اور جب تک اسے محکمہ تحصیل اور پھر برہم پور میونسپل کارپوریش کے نام منتقل نہیں کیا جاتا اس زمین پر پلانٹ کا قیام ممکن نہیں ہے۔

اس لئے مجوزہ پلانٹ کے قیام کے لئے شہری حدود کے باہر ایک متبادل جگہ کی تلاش کی گئی۔موہودا گاؤں کے قریب تیس ایکڑ سرکاری زمین اس کے لئے منتخب کی گئی۔ لیکن گاؤں کے لوگ اور کسان شروع سے ہی اس تجویز کی مخالفت کرنے لگے۔

ایک سروے کے مطابق بیرہم پور شہر سے روزانہ 150 ٹن ٹھوس کچرا نکلتا ہے۔BMC کے عہدیداروں کا کہنا ہے کہ تین سالوں کے دوران اس میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ شہر کے لوگوں کے طرز زندگی میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ کچرے کی کیفیت میں بھی تبدیلی ہوتی ہے۔

سروے

فروری کے مہینے میں شہر میں تیار ہونے والے کچرے کی کیفیت کا جائزہ لینے کے لئے ایک سروے منعقد کیا گیا۔انٹر نیشنل فینانشیل کارپوریشن (IFC) کی جانب سے BMC کے مجوزہ ٹھوس کچرے کے ٹریٹمنٹ پلانٹ کے قیام میں ٹکنالوجیکل امداد فراہم کی جارہی ہے۔

یہ کتاب حکومت آندھراپردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

☆ اٹلس کو استعمال کرتے ہوئے بیرہم پور کی نشاندہی کیجئے۔

☆ موہودا گاؤں کے لوگوں کو پریشان کرنے والا مسئلہ کیا ہے؟

☆ پلانٹ کے قیام سے کتنے لوگوں اور جانوروں کے بری طرح متاثر ہونے کا خدشہ ہے؟

☆ ابتداء میں اس کے لئے کونسی متبادل جگہ تجویز کی گئی تھی اور اسے کیوں استعمال نہیں کیا جا سکا؟

☆ اس رپورٹ کے ذریعے بیرہم پور میں تیار ہونے والے کچرے کی مقدار کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

☆ بیرہم پور میونسپل کارپوریشن کے عہدیداروں کا کہنا ہے کہ شہر میں تیار ہونے والے کچرے کی مقدار میں ''تین سالوں میں اضافہ ہوا ہے''

آپ اس خیال سے متفق ہیں یا نہیں؟ وجوہات بتائیے۔

تصویر۔7.7: 1940ء کی ممبئی کی سلم بستی کی تصویر۔ ممبئی میں بڑے بڑے سلم آج بھی پائے جاتے ہیں۔

کلیدی الفاظ

بستی	جگہ یا مقام	محل وقوع	شہری علاقہ	دیہی علاقہ	کلسٹر
ہائرا کی	میگاسٹی	طیران گاہی شہر	شہریانا	میٹروپولیٹن شہر	

اپنے اکتساب کو بڑھائیے۔

1۔ بستی (Settlement) کیا ہے؟

2۔ بستی کے مطابق انسانی طرز زندگی میں کیسے تبدیلیاں آتی ہیں؟

3۔ مقام اور محل وقوع کی خصوصیات کی تعریف کیجئے۔ ہر ایک کے لئے آپ کے علاقے سے ایک ایک مثال دیجئے۔

4۔ ہندوستان کا محکمہ مردم شماری مختلف مقامات کی کیسے تعریف کرتا ہے؟ اور انہیں سائز اور دیگر خصوصیات کی بناء پر کیسے درجہ بند کرتا ہے؟

5۔ طیران گاہی شہر سے کیا مراد ہے؟ وہ کیسے تشکیل دیئے جاتے ہیں؟

باب

8

آبادی اور نقل مکانی

رامیا: ایک غیر مقامی استاد! حیدرآباد میں

میرے والدین اور اُن کے والدین ضلع نلگنڈہ کے منڈل چٹیّال کے ایک دیہات موگیلی ڈوری میں کئی برسوں سے رہا کرتے تھے۔ وہ اپنی زمین پر دھان اور روئی کی کاشت کرتے اور آب پاشی کے لیے بورویل پر انحصار کرتے تھے۔

موگیلی ڈوری حیدرآباد سے 80 کیلومیٹر دوری پر واقع ہے جو کہ 150 گھروں اور سات سو سے آٹھ سو نفوس پر مشتمل ہے۔ زیادہ تر خاندان زراعت پر انحصار کرتے ہیں۔ میرے بچپن میں موگیلی ڈوری سے حیدرآباد اور نلگنڈہ جو کہ 40 کیلومیٹر کی دوری پر ہے۔ سفر کے لیے حمل و نقل کی سہولیات دستیاب نہیں تھی اور پکی سڑکوں کی سہولیات بھی نہیں تھی۔ انیس سوستر (1970) کے دہے میں ہمارے گاؤں میں ایک گورنمنٹ پرائمری اسکول پہلی تا تیسری جماعت کے طلباء کے لیے تھا اب جو کہ پانچویں جماعت تک بڑھا دیا گیا ہے۔ میں نے موگیلی ڈوری میں تیسری جماعت تک تعلیم حاصل کی۔ بعد میں، میں نے چوتھی تا ساتویں جماعت کی تعلیم چتا کا پرتی نامی گاؤں میں حاصل کی جو کہ قریب ہی میں واقع تھا۔

آٹھویں تا دسویں جماعت کی تعلیم میں نے پدیکّا پرتی کے گورنمنٹ ہائی اسکول میں پائی جو کہ موگیلی ڈوری سے تقریباً نو کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ اس دوران میں نے سرکاری ہاسٹل میں قیام کیا۔ انٹرمیڈیٹ کی تعلیم کیلئے میں حیدرآباد آیا اور اس کے بعد سرکاری ادارہ سے ٹیچر کورس کی تکمیل کی۔ میرے ایک دوست نے مجھے اس کورس میں داخلہ لینے میں مدد کی اور حیدرآباد میں قیام کے سلسلے میں مشورہ دیا۔

1983ء میں میرا تقرر بہ حیثیت سرکاری ٹیچر ہوا۔ مجھے ضلع نلگنڈہ کے مقام پننگّی میں تعینات کیا گیا جو کہ موگیلی ڈوری سے 25 کلومیٹر دوری پر واقع ہے۔ دو سال کے بعد مجھے ایک دوسرے گاؤں کے مدرسے میں تعینات کیا گیا جہاں میں نے ساڑھے پانچ سال کام کیا۔ ان تمام برسوں کے دوران میں اور میرے بیوی بچے پننگّی یا چوٹ اوپل میں رہا کرتے تھے جہاں سے میں اسکول جایا کرتا تھا۔ 2004ء میں ہم دوبارہ حیدرآباد آ گئے۔ گذشتہ دس برسوں سے ہم نے کسی قسم کی زراعت نہیں کی۔ پہلے جس کنویں کا ہم استعمال کرتے تھے اب وہ خشک ہو چکا ہے۔ زمین، موگیلی ڈوری میں رہنے والے دوسرے شخص کو کرایے پر دے دی گئی ہے۔ وہ ہمیں روئی بونے کے عوض تھوڑے سے پیسے دیا کرتا تھا۔ اکثر خاندان میرے بچپن کے دور میں جن کی زمین ہوا کرتی تھی وہ شہروں کو منتقل ہو گئے۔ سابق کے کئی زراعتی مزدور کئی خاندانوں نے اب زمین کرایے پر حاصل کر لی ہے۔

نلگنڈہ اور رنگاریڈی کے ساتھ شہر حیدرآباد کی نشاندہی کرتے ہوئے نقشہ اتاریئے
تیروں کے ذریعہ سے ان ناموں کی نشاندہی کیجیے جو کہ کیس اسٹڈی سے مربوط ہیں۔

یہ استاد ہی نہیں بلکہ سینکڑوں اور ہزار ہا لوگ تعلیم، ملازمت اور بہتر مواقع کی تلاش میں شہری مقامات کو منتقل ہوگیے۔ نقل مقام کے لیے آپ کو تعاون کی ضرورت لاحق ہوتی ہے لیکن زیادہ تر لوگ نئے مقامات کو جاتے ہیں، نئے لوگوں سے رشتے استوار کرتے ہیں۔ مختلف تہذیبوں کو سمجھتے اور اس میں رہتے ہیں۔

منتقلی کے نمونوں کی درجہ بندی اور منتقلی کا طریقہ کار

منتقلی مختلف وجوہات جیسے سماجی، معاشی اور سیاسی محرکات کی بناء پر ہوتی ہے۔

مردم شماری میں کسی شخص کو مہاجر یا نقل مقام کرنے والے کی حیثیت سے دو بنیادوں پر پہچانا جاتا ہے۔

-1 مقام پیدائش: وہ مقام جہاں پر اس شخص کی پیدائش ہوئی ہو۔

-2 گذشتہ کار ہائشی مقام: وہ مقام جہاں پر اس شخص نے مسلسل چھ ماہ یا اس سے زیادہ کی مدت میں قیام کیا ہو۔

درج ذیل میں چند لوگوں کی فہرست دی گئی ہے۔ ان میں سے مقامی اور غیر مقامی لوگوں کی نشاندہی کیجیے۔ ان کی منتقلی کی ممکنہ وجوہات اور منتقلی کے طریقہ کار کا اندازہ لگایئے۔

نام	گذشتہ چھ ماہ کے دوران قیام کا پتہ	مقام پیدائش	مقامی یا غیر مقامی	طریقہ منتقلی، دیہات یا شہر، شہر سے شہر کو منتقلی، ممکنہ وجہ
سندھو	راجمندری قصبہ	مشرقی گوداوری میں واقع ایک گاؤں		
گریس اویا	حیدرآباد	وجئے واڑہ		
علی (غیر مقیم ہندوستانی)	نئی دہلی	لندن		
رامیّا	حیدرآباد	موگیلی ڈوری		
لکشمی	تمّا پورم، صرف دو مہینوں کے لیے	ضلع نیلّو ر کے کودنڈ اراماپورم میں		
سارادا	ضلع کریم نگر میں ملنگور	وجئے واڑہ		سروس کمیشن کے امتحان میں کامیاب

2001 سن عیسوی کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان میں تین سو سات ملین افراد کو مہاجر یا نقل مقام کرنے والوں کی حیثیت سے بتایا گیا ہے۔ نقل مقام کئی وجوہات کی بناء پر واقع ہوتا ہے۔ خواتین کی منتقلی کی سب سے عام وجہ شادی بیاہ ہے۔ مرد لوگوں کی منتقلی کی عام وجہ ملازمت یا ملازمت کی تلاش ہے۔

مردم شماری کے سروے میں اکثر لوگوں نے منتقلی کی وجوہات یہ بتائی کہ ان کے آبائی مقام میں ملازمت کے غیر اطمینان بخش مواقع، تعلیم کے لیے بہتر مواقع کی عدم فراہمی، کاروبار میں نقصان اور خاندانوں میں جھگڑے وغیرہ ہیں۔

اکثر نقل مقام کرنے والے قریبی مقام کو منتقل ہوجاتے ہیں۔ 307 ملین افراد میں سے 259 ملین افراد یعنی 84.2 فی صد لوگ ریاست کے ایک مقام سے دوسرے مقام یعنی ایک گاؤں یا شہر سے دوسرے گاؤں یا شہر کو منتقل ہوجاتے ہیں۔ تقریباً 13 فی صد لوگ ایک ریاست سے دوسری ریاست کو منتقل ہوتے ہیں۔ درج ذیل میں دیئے گیے جدول کو دیکھیے

جدول 1 ہندوستان میں نقل مکانی (2001ء کی مردم شماری کے مطابق

قسم	اشخاص کی تعداد	فی صد	فی صد کی قدر کا محاسبہ	رائے
جملہ آبادی کُل نقل مقام کرنے والے	a)1,028,610,328 b) 307,149,736	29.9	100×(b÷a)	نقل مقام کرنے والوں کا مکمل فی صد جنھوں نے اپنے مقام پیدائش سے منتقلی کی
رائے شماری کی گئی ریاست کے اندرون والے مہاجر	c) 258,641,103	84.2	100×(c÷b)	جملہ نقل مقام کرنے والوں میں سے ''b'' یہ نقل مقام کرنے والے اپنی پیدائش ریاست کے اندرون منتقل ہونے والے ہیں
دوسری ریاستوں سے نقل مقام کرنے والے جو کہ ملک کے اندرون سے ہیں	d).?	13.8	100×(d÷b)	
دوسرے ممالک سے نقل مکان کرنے والے	e).6,166,930	2.0	100×(e÷b)	

☆ (TABLE DI INDIA مردم شماری 2001)

جدول کا مطالعہ دوبارہ کیجیے اور مطلوبہ معلومات کو مکمل کیجیے۔

ہندوستان کے شمال، مشرق، جنوبی اور مغرب کی ریاستوں میں نقل مقام کرنے والے افراد کو بتانے کے لئے یہاں تین نقشے دیئے گیے ہیں۔ گذشتہ دہائی 2001 تا 2011 کے دوران لوگوں نے اتر پردیش، بہار، راجستھان، مدھیہ پردیش، آندھرا پردیش، چھتیس گڑھ، جھارکھنڈ، اڈیشہ، اترکھنڈ اور ٹامل ناڈو کی ریاستوں سے دہلی، مہاراشٹرا، گجرات، ہریانہ، پنجاب اور کرناٹک کی ریاستوں کو نقل مکان کیا۔ ہندوستان کے سیاسی نقشے میں حالیہ نقل مکان کیے ہوئے مقامات کو تیروں کے ذریعہ سے نشاندہی کیجیے۔ اپنے کمرہ جماعت میں ایک ریاست سے دوسری ریاست کو جانے والے افراد کی عمومی اور متفرق چیزوں پر بحث کیجیے۔

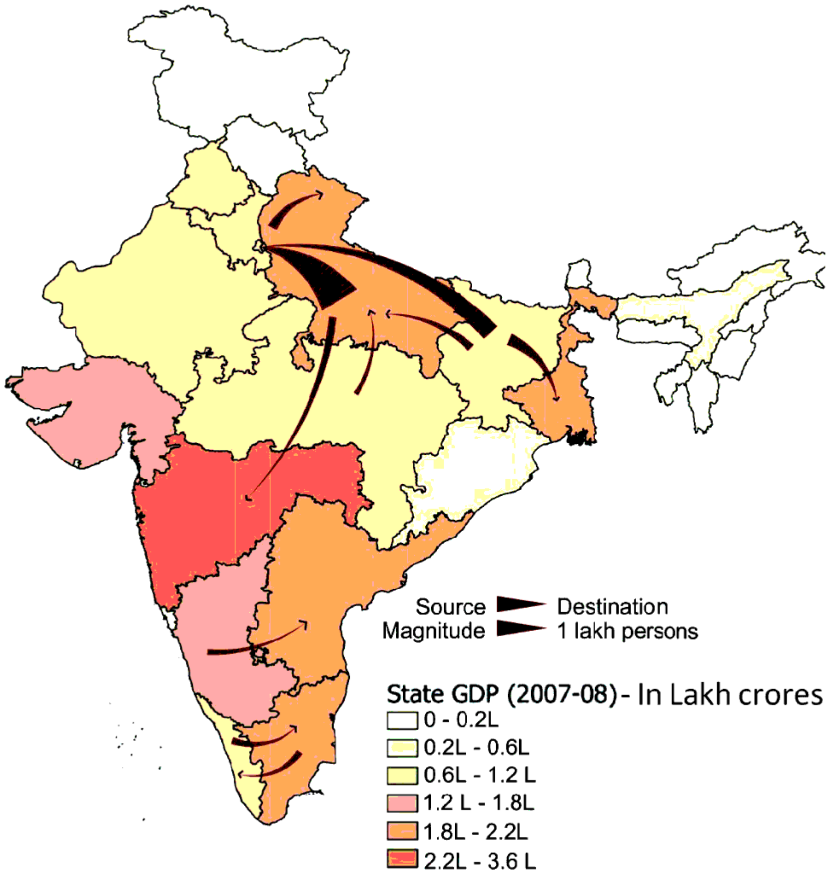

نقشہ 1: اندرون ریاست شہر سے شہر کو منتقلی کا ایک اہم تخمینہ
اندرون ریاست شہروں کو منتقلی سن 2001 تا 2011ء

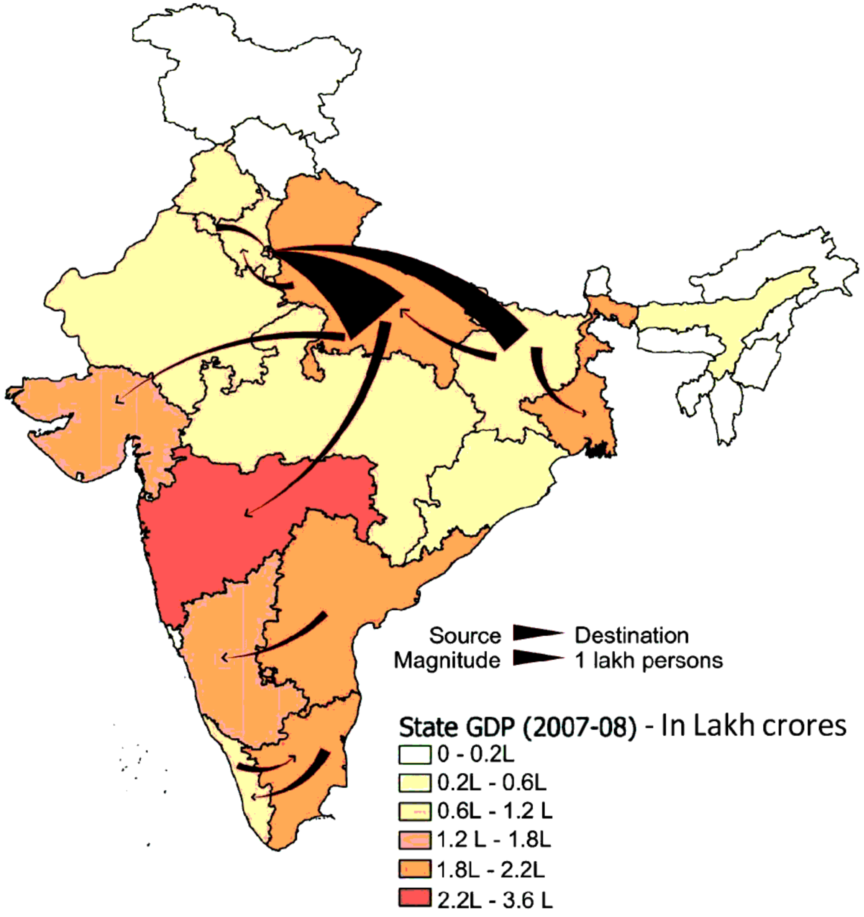

نقشہ 2 : اندرون ریاست دیہاتوں سے شہروں کو منتقلی کا اہم تخمینہ
اندرون ریاست شہروں کو منتقلی سن 2001 تا 2011ء

یہ کتاب حکومت آندھرا پردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے

o نقشہ 1 میں اتر پردیش اور بہار سے دہلی شہر نقل مقامی کرنے والوں کا تخمینہ کیجیے۔

o نقشہ 2 میں کرناٹک سے آندھرا پردیش کو دیہاتوں سے شہر کو منتقلی کا اندازہ کیجیے؟

o نقشہ 3 میں ریاست ٹامل ناڈو کو دیکھئے اور وہاں اندرونی اور بیرونی منتقلی کی وجوہات بتائیے؟

نقشہ 3 : 2001 تا 2011ء کے دوران بین ریاستی منتقلی کے بہاؤ کا ایک اہم تخمینہ

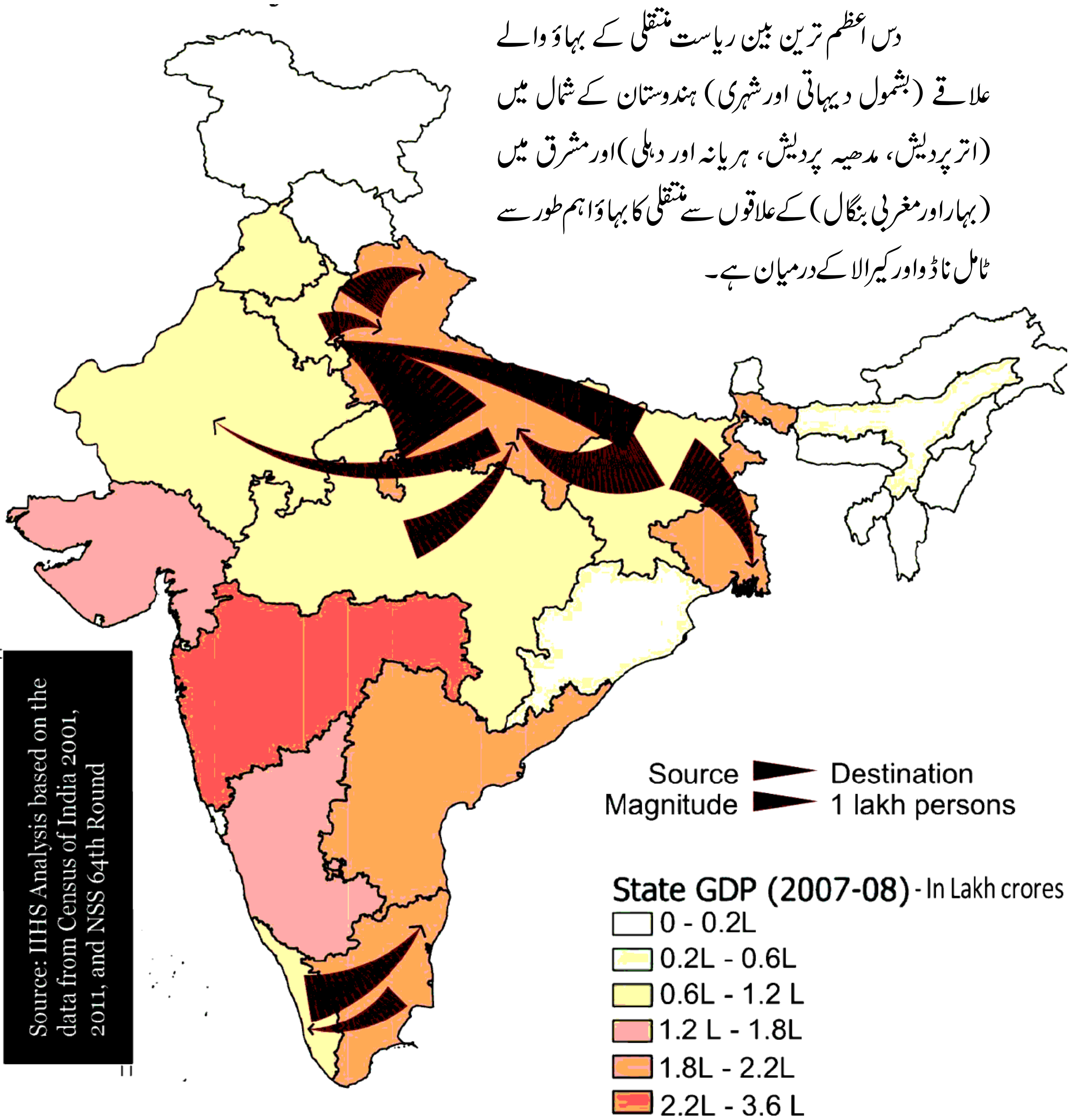

دس اعظم ترین بین ریاست منتقلی کے بہاؤ والے علاقے (بشمول دیہاتی اور شہری) ہندوستان کے شمال میں (اتر پردیش، مدھیہ پردیش، ہریانہ اور دہلی) اور مشرق میں (بہار اور مغربی بنگال) کے علاقوں سے منتقلی کا بہاؤ اہم طور سے ٹامل ناڈو اور کیرالا کے درمیان ہے۔

Source: IIHS Analysis based on the data from Census of India 2001, 2011, and NSS 64th Round

دیہاتی اور شہری منتقلی

عوام کی دیہاتوں سے نقل مقام کرنے کی اہم وجہ وہاں ملازمت کے محدود مواقع اور ملازمت میں ناکافی آمدنی ہے۔

عوام اونچی آمدنی، اپنے افراد خاندان کے لیے زیادہ مواقع اور بہتر خدمات کی آس میں نقل مقام کرتے ہیں۔

رامیّا ایک منظّم شعبے میں کام پانے کے قابل تھا، تاہم اکثر شہروں کو منتقل ہونے والے مزدوروں کی حیثیت سے کام کرتے ہیں اور غیر منظّم شعبے میں ملازمت اختیار کرتے ہیں۔ وہ اخبار ڈالنے والوں، رنگ و روغن کرنے والوں، میکانک، رکشہ چلانے اور تعمیری مزدور کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔

چند لوگوں کے نزدیک جو دیہاتوں سے شہر اور قصبوں کو منتقل ہوتے ہیں وہ صنعتوں میں کام کرنے اور دوسری خدمات انجام دینے کو اپنی آمدنی بڑھانے کا اہم ذریعہ اور اپنے افراد خاندان کے لیے بہتر مواقع متصور کرتے ہیں۔ اس اثناء میں وہ تعلیم کے میدان میں مواقع، نئی ملازمتوں اور مہارتوں کا حصول کرتے ہیں۔ قصبوں میں کافی حد تک آزادی سے کام کرنے کے ساتھ ذات مردوزن میں تفریق نہ کرنے کا بھی عنصر ہوتا ہے۔ تاہم اکثر لوگ شہروں کا رُخ اس لیے کرتے ہیں کہ انھیں دیہاتوں میں ناامیدی اور ملازمت کے ناکافی مواقع ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے قصبوں اور شہروں کی گندہ بستیوں میں رہائش تکلیف دہ ہو جاتی ہے کیوں کہ وہاں محدود جگہ کے علاوہ بنیادی سہولتیں جیسے پینے کا پانی اور صفائی وغیرہ کا فقدان ہوتا ہے۔

o ایک ایسے شخص کا انٹرویو لیجیے جو کسی قصبے سے غیر منظّم شعبے میں ایک مزدور یا گھریلو خادم کی حیثیت سے آیا ہو۔ اس کی کہانی لکھیے۔ (رامیّا کی مثال دیکھیے)

o اگر آپ دیہات میں رہتے ہوں تو شہر میں کام کرنے والے کسی چھٹی پر آئے ہوئے شخص سے انٹرویو لیجیے جو منظّم شعبہ میں کام کرتا ہو۔ (رامیّا کی مثال دیکھیے)

o دونوں صورت حال کا تقابل کیجیے۔

یہ لوگ منظّم شعبے میں ملازمت نہیں پا سکتے اس لیے انھیں کام کی طمانیت اور اچھی آمدنی حاصل نہیں ہوتی ہے جس کی وہ توقع رکھتے ہیں۔ وہ روزمرہ کے مزدور کی طرح زندگی بسر کرنے لگتے ہیں۔ اکثر خاندان اپنے وطن اور منتقل ہوئے مقام میں گھر رکھتے ہیں۔ وہ کام اور موسم کے حساب سے دونوں مقامات پر آمد و رفت کرتے ہیں۔

نقل مکانی کا مطلب تمام افراد خاندان کا شامل ہونا نہیں ہے۔ اکثر شوہر نقل مکانی کرتا ہے تو بیوی اپنے مقام پر رہ جاتی ہیں۔ مہاجر افراد کا منی آرڈر کے ذریعہ سے رقم بھیجنا دیہات میں رہنے والے ان کے افراد خاندان کے لیے زائد آمدنی کے حصول کا اہم ذریعہ ہے۔

منی آرڈر کے ذریعہ رقم روانہ کرنے اور شہری مقام پر سکونت اختیار کرنے کا دارومدار دیہاتوں میں رہنے والے خاندانوں پر منحصر ہے۔ مہاجر افراد اپنے دیہاتی مقامات سے معاشی تعلقات برقرار رکھتے ہیں تاکہ اپنی زمین جائیداد پر قبضہ برقرار رکھ سکیں۔ حقیقت میں ایک خاندان ہی فیصلہ کرسکتا ہے کہ آیا ان کے افراد خاندان منتقل ہوں یا نہ ہوں۔

شہروں کو منتقل ہونے والے افراد اپنی مہارت اور تعلیمی قابلیت کی بنیاد پر مختلف روزگار تلاش کرتے ہیں۔ تعلقات اور باہمی ربط شہری ملازمتوں کے لیے نہایت اہم ہیں۔

درحقیت دیہاتی لوگ شہری مقامات میں اپنے روزگار کو اپنے روابط اور تعلقات کی بناء پر متعین کر لیتے ہیں۔ اور وہ اپنے دیہاتوں سے قریبی تعلقات مختلف وجوہات کی بناء پر رکھتے ہیں۔

نقل مقام کرنے والے افراد یہاتوں کو شہری روزگار سے آگاہ رکھتے ہیں تاکہ قابل افراد ان کاموں کو تلاش کر سکیں۔

اکثر مواقعوں پر نقل مکانی کئی خاندانوں کے جینے کا سبب ہوتا ہے۔

شہروں میں روزگار کے حصول کے لیے باہمی روابط اور تعلقات کیوں ضروری ہیں؟

o (گراف-1) یہ ظاہر کرتا ہے کہ ہندوستان میں 1961ء سے لے کر 2011 تک یعنی پانچ دہوں کے دوران قصبوں اور شہروں میں کس طرح لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ سن 1961 سے سن 1971 کے دوران شہروں میں رہنے والی آبادی میں 30 ملین کا اضافہ ہوا ہے جس میں سے صرف چھ ملین یا 1/5 فی صد کا اضافہ لوگوں کے دیہاتوں سے شہروں کو منتقل ہونے کے نتیجے میں ہوا ہے۔ شہروں میں کافی حد تک آبادی میں طبعی اضافے کی وجہ پہلے ہی سے شہروں میں موجود افراد سے ہے۔ شہری مقامات میں اضافے کی تیسری وجہ پھیلاؤ کے اثر سے ہے۔ اس وقت جب کہ چند دیہاتی مقامات چھوٹے قصبوں میں تبدیل ہو چکے تھے۔

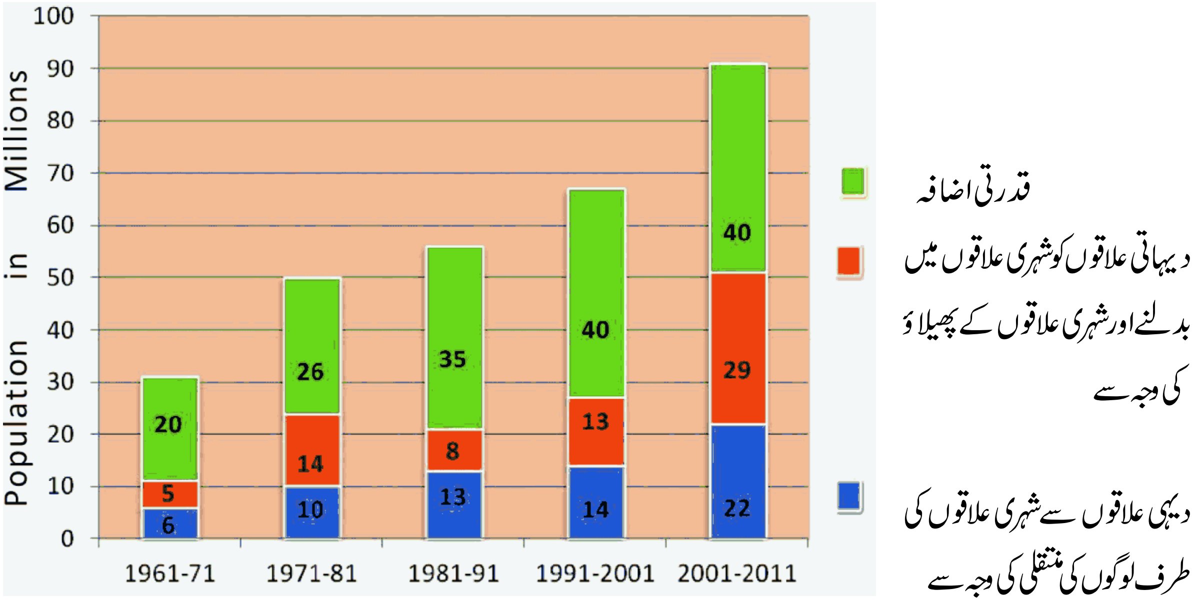

گراف:-1: شہری آبادی کا پھیلاؤ ہندوستان میں 1961 تا 2011 (ملین)

شہری آبادی کی شمولیت اور فی صد جو مختلف وقفہ جات میں واقع ہوئی ہے۔ اس کا شمار افراد کی تعداد سے کیجیے۔ نشاندہی کیے گئے مقام پر کچھ جملے لکھیے نیچے اس کی ایک مثال دی گئی ہے۔

◄◄ سن 2001 سے سن 2011 کے دوران شہری آبادی میں 91 ملین افراد شامل تھے اس طرح سے ہ(40+29+22)=91 جہاں تک فی صد کا تعلق ہے اس میں 44 فی صد طبعی اضافہ 32 فیصد شہری علاقوں کے پھیلاؤں کے سبب اور 24 فی صد اضافہ نقل مقام کی وجہ سے ہوا ہے۔

- سن 1961ء سے سن 2011ء تک کے عرصہ میں ہوئے نقل مکانی کے اثر کو بتانے کے لئے آپ ایک جدول کس طرح تیار کریں گے؟
- لوگ جب دیہی علاقوں سے نقل مقام کرتے ہیں تو دیہی علاقے کی معیشت کے کس شعبے سے زیادہ لوگ باہر آجاتے ہیں اور کیوں؟
- شہری علاقوں میں معیشت کے وہ کونسے شعبے ہیں جس میں دیہی علاقوں سے منتقل ہونے والے افراد روزگار پاتے ہیں؟ اس کی چند وجوہات کونسی ہیں؟

موسمی اور عارضی نقل مکانی

قومی مردم شماری کے ایک سروے کے مطابق ہندوستان میں ہر چوتھا شخص مہاجر یا نقل مکان کیا ہوا ہے۔ سن 2001 سے سن 2011 کے دوران نقل مکانی میں اضافہ ہوا مگرا تنا نہیں جتنا کہ 1980ء کے دہے میں ہوا تھا۔ یہ اندرون یا بیرون ریاست تھا۔ آپ نے رامیّا کی کہانی پڑھی ہوگی جو دیہی علاقے سے شہر کو منتقل ہوا تھا۔ آپ نے شاید ایسے شخص کا انٹرویو لیا ہوگا جو شہر میں ایک مزدور کی حیثیت سے آیا ہو۔ ہم نے دیہی اور شہری علاقوں مس ے نقل مکانی کے اعداد و شمار اور اس کے بہت سارے وجوہات کا تجزیہ کیا ہے۔ تاہم یہ بات واضح ہے کہ دیہی علاقوں سے دیہی علاقوں کو منتقلی میں اضافہ ہوا ہے۔ ان میں سے کچھ لوگوں کا مردم شماری کے اعداد و شمار میں احاطہ نہیں ہوسکتا ہے کیوں کہ ان کے قیام کی مدت چھ ماہ سے کم ہوتی ہے۔

موسم کی وجہ سے نقل مکانی کرنے والوں کو ہندوستان میں اہمیت نہیں دی جاتی کیوں کہ قومی سروے میں لفظ ''مہاجر'' کی تعریف محدود انداز میں کی گئی ہے۔

مہاراشٹرا کے گنّا کاٹنے والے:

مہاراشٹرا ہندوستان شکر کی پیداوار کی مشہور ریاستوں میں ایک ریاست ہے یہاں 186 شکر کے کارخانے ہیں۔ یہاں پر شکر کی بڑے پیمانے پر پیداوار سن 1970 کے اوائل میں کوئنا ڈیم کے تعمیر ہونے کے بعد شروع ہوئی۔

ایک اندازے کے مطابق تقریباً 6,50,000 مزدور وسطی مہاراشٹرا سے مغربی مہاراشٹرا کو ہر سال گنّے کی کٹوائی کے لیے آتے تھے جن میں سے قریب دو لاکھ ابتدائی مدارس کے بچّے تھے جن کی عمریں 6 سے 14 سال تک کی تھیں۔ وہ اپنے افراد خاندان کے ساتھ آئے تھے۔

گنّے کی کٹوائی کے موسم میں فیکٹریوں کے ذریعہ سے خاص مقامات کا تعین کردیا جاتا تھا۔ وہ علاقے میدانوں کی حدنگاہ میں ہوتے تھے۔ ہر خاندان کو بانس کی چٹائی اور ستون فراہم کئے جاتے جنھیں مخروطی شکل کی جھونپڑیوں یا کوپی میں تبدیل کردیا جاتا تھا۔ ٹائر والے مراکز میں 200 تا 500 جھونپڑیاں ہوتی ہیں اور گاڑی کے مراکز میں 50 سے 100 تک جھونپڑیاں ہوتی ہیں۔ ان جھونپڑیوں کو آپس میں ملادیا جاتا تھا اور ان کے سامنے بیلوں کو کھڑا کردیا جاتا تھا۔ جانور اور انسان محدود اور تنگ حالات میں ایک دوسرے کے ساتھ رہتے تھے۔

کٹائی کرنے والے افراد علی الصبح کھیتوں کو روانہ ہوجاتے ہیں جہاں وہ سارا دن گنّے کی کٹوائی کرتے ہیں۔ تقریباً ڈیرھ ٹن ایک فرد کے حساب سے ایک ٹن کٹوائی کی مزدوری 80 روپے سے 100 روپے کے درمیان ہوتی تھی۔ کھیتوں کو پٹیّوں میں تقسیم کردیا جاتا تھا اور ایک پٹّی کو کام کرنے والے افراد کی ایک یونٹ کے حوالے کیا جاتا تھا۔ مرد و خواتین گنّا کاٹتے، پتّوں کو الگ کرتے اور اسے زمین پر ڈال دیتے تھے۔ بچے، اُن گنّوں کو لے کر اُسے ڈھیر کی شکل میں ڈھیروں کو بنڈلوں کی شکل میں باندھ دیا جاتا تھا جو کہ مردوں اور عورتوں کے ذریعہ بنڈیوں میں رکھا جاتا تھا۔

- مغربی مہاراشٹرا میں گنّے کی کٹوائی کرنے والوں کی کمی کیوں تھی؟
- ماں باپ کے ساتھ آنے والے بچوں کو کیا ہوتا تھا؟ کیا ان بچّوں کو اسکول لے جانا ممکن تھا؟ کیا حکومت کے قوانین میں اس طرح کی کوئی سہولت تھی جس سے بچّوں کو پڑھایا جا سکے؟
- گنّے کی کٹوائی کرنے والوں کو صرف چھ ماہ ہی ملازمت کیوں دی جاتی ہے؟ سال کے باقی چھ ماہ میں وہ دوسرا کونسا کام کر سکتے تھے؟
- کس طرح سے یہ کام کرنے والے مزدوروں کی حالت میں سدھار لایا جاسکتا ہے؟
- مغربی مہاراشٹرا کے سات اضلاع ناسک، احمد نگر، پونے، ستارہ، سانگلی، کولہاپور اور شولاپور کو ملا کر ''شکر کا خطہ'' بنتا ہے جو کہ شمال میں سورت (گجرات) اور جنوب میں بیلگام (کرناٹک) تک پھیلا ہوا ہے۔

  مرہتواڑہ علاقے کے پانچ خشک اور بنجر اضلاع بیڑ، جلگاؤں، احمد نگر، ناسک اور جالنہ سے ہر سال چھ ماہ کے لیے ''شکر کے خطے'' کو گنّے کی کٹوائی کے لیے مزدور روانہ کیے جاتے ہیں۔
- نقل مکان کرنے والے افراد کے اصل مقام اور منتقل ہوئے اضلاع کو نقشے پر تیروں کے ذریعہ سے نشاندہی کیجیے۔

مرد لوگ کارخانوں تک بنڈی لے جاتے ہیں جہاں انھیں کئی گھنٹوں گنّا خالی کرنے کے لیے قطار میں انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اس اثناء میں خواتین کو اپنے مقام پر جانے کے لیے کئی کلو میٹر پیدل چلنا پڑتا تھا۔ ان تمام اوقات میں انھیں کافی تھکان جھیلنا پڑتا تھا۔

دیہی مزدوروں کا ایک بڑا طبقہ بالخصوص دیہی علاقے میں مایوسی کی وجہ سے شہروں کو منتقل ہوتا ہے۔ ان میں زیادہ تر زرعی مزدور یا اضافی کسان اپنے اصل مقام پر ہوا کرتے تھے جو زیادہ تر کم آمدنی والے، گھریلو، نچلے طبقے کے اور آدی واسی تھے۔

ہم نے دیکھا کہ کس طرح مہاراشٹرا کے گنّا کٹوائی کرنے والے ایک دیہات سے دوسرے دیہات کو نقل مقام کرتے ہیں۔ دیہاتوں سے نقل مکان کرنے والے موسم کے حساب سے کھیتوں میں، اینٹ کی بھٹیوں میں، باغات میں، پتھر توڑنے، تعمیری کاموں کے علاوہ مچھلیوں کو محفوظ کرنے کا کام کرتے تھے۔ ان میں سے چند کی مثالیں نیچے دی گئی ہیں۔

سن 1990 کے دہے میں مغربی بنگال کے چاول پیدا کرنے والے قطعے کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ پانچ لاکھ سے زائد نقل مکان کرنے والے جو کہ زیادہ تر قبائلی اور نچلی ذاتوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ضلع بردھان کو کھیتی کی کٹوائی کے موسم میں روانہ ہوئے ہر سال ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ ساؤرا قبیلے کی آسام کے باغات میں کام کرنے کے لیے جس طرح منتقل ہوئے اس کی ایک لمبی تاریخ ہے۔ منڈا اور سنتھل آدی واسی مرداڑیسہ میں کان کنی کے لیے منتقل ہوئے۔ سالانہ تقریباً 50 ہزار عورتیں کیرالا سے مہاراشٹرا کو ماہی گیری اور مچھلیوں کو محفوظ کرنے کے کارخانوں میں کام کرنے کے لیے منتقل ہوتی ہیں۔

اکثر شہروں میں تعمیری ام کے مقامات کا انحصار نقل مکان کیے ہوئے مزدوروں پر ہوتا ہے۔ مہاجر افراد کو عام طور پر پلاسٹک اشیاء اور ترکاریاں بیچنا، چھوٹے موٹے کاروبار کرنا اور روزمرہ کی مزدوری کرتے دیکھا گیا ہے۔ نقل مکان کیے ہوئے افراد کا بڑا طبقہ قبائلی طبقوں اور قحط سے متاثرہ علاقوں سے متعلق ہے۔ موسمی مہاجر نہ صرف غریب ہوتے ہیں جن کے پاس تھوڑی سی یا پھر زمین ان کے آبائی مقام پر نہیں ہوتی۔ گراف-2 ہمیں مختصر مدت کے لیے منتقل ہونے والوں کی تفصیلات بتاتی ہے یا پھر ایسے لوگ جو اپنے آبائی مقامات سے صرف چھ ماہ کے لیے دور رہتے ہیں اس سال کے دوران جس میں ان کا سروے کیا جاتا ہے۔

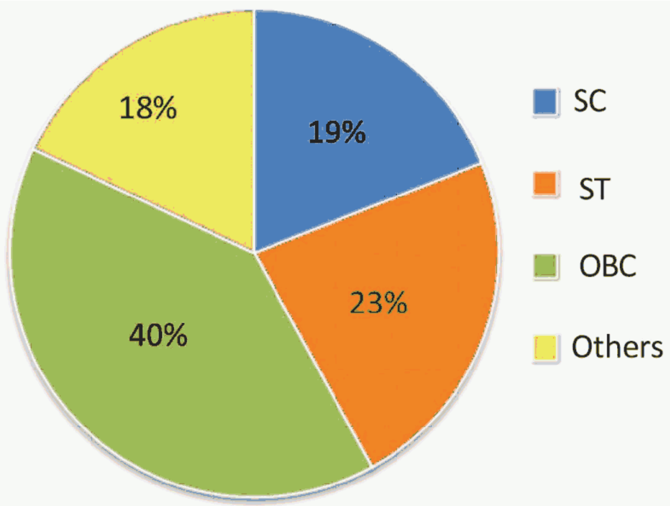

گراف: 2: سن 2007-2008 کے دوران مختصر مدت کے لیے منتقل ہوئے افراد کا سماجی پس منظر

سن 1990 میں قومی کمیشن برائے دیہی مزدور نے یہ پتہ لگایا کہ ناہموار ترقی اور علاقائی تفریق نے موقتی نقل مکانی کو ہوا دے کر کافی تیز کر دیا۔

چند قبائلی علاقوں میں غیر مقامی افراد کی مداخلت اور لوگوں کو کان کنی اور باندھ کی تعمیر کے لیے اپنے مقام سے ہٹ جانے کی وجہ سے موقتی نقل مکانی تکلیف کا باعث بن گئی۔

o اپنے خطے یا علاقے میں موقتی نقل مکانی کی مثال دیجیے۔

زرعی شعبے میں آجر، مہاجروں کے آبائی مقام کو جا کر بھرتی کیا کرتے تھے۔ گتّے دار جنھیں درمیانی آدمی بھی کہا جاتا تھا اور تاجر جو ایک ہی ذات، طبقے یا فراہمی کے مقام سے متعلق تھے انھیں دہلی کی پتھر کی کان میں کام کرنے کرناٹک کے کافی کے باغات اور پنجاب کے زرعی مزدوروں کی حیثیت سے کام کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس طرح کے کام گاران کام کرنے والوں کے ساتھ آتے تھے جو پہلے ہی سے منتقل ہو گیے تھے۔ گتّے دار مہاجروں کی کمائی کا کچھ حصہ اپنے پاس بچا کر رکھتے تھے اس ادائیگی کے ماسواء جو انھیں اپنے آجروں سے حاصل ہوتی تھی۔ کبھی کبھار گتّے دار، سُپر وائزر کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔

کیا ہوتا ہے جب لوگ منتقل ہوتے ہیں؟

منتقل ہوئے مزدور اپنے کھانے پر زیادہ خرچ کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے کام کی جگہ پر ارزاں فروشی کی دکان سے اناج نہیں خرید سکتے، چوں کہ وہ سخت حالات اور غیر صاف ستھرے ماحول میں رہتے ہیں اس لیے وہ صحت کے مسائل اور بیماریوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ جو لوگ پتھر کی کانوں میں، اینٹ کی بھٹیوں، تعمیری کاموں اور کان کنی میں کام کرتے ہیں وہ جسمانی درد، دھوپ کی مار، جلد کی خراش اور پھیپھڑوں کی بیماریوں سے متاثر ہوتے ہیں۔

جب آجر حفاظتی اقدامات کا انتظام نہیں کرتے صنعتی علاقوں اور تعمیری جگہوں پر حادثات کا ہونا عام ہو جاتا ہے۔ مہاجر مختلف صحت اور خاندانی فلاح و بہبود کے پروگراموں کا حصہ نہیں بن سکتے کیوں کہ وہ ایک منظّم شعبے کے تحت کام نہیں کرتے ہیں۔ خواتین مہاجر کا جہاں تک تعلق ہے انھیں رخصت زچہ نہیں ملتی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ بچّے کی پیدائش کے فوری بعد انھیں کام پر واپس ہو جانا پڑتا تھا۔

جب خاندان نقل مکان کرتے تھے تو ان کے ساتھ جو بچّے تھے انھیں بچّہ گھر کی سہولت نہیں تھی۔ بڑھتی ہوئی عمر کے بچے اپنے والدین کی کام کرنے کی جگہ پر اپنی تعلیم جاری نہیں رکھ سکتے تھے۔ ان کے وطن میں جو مدرسے تھے ان کی دوبارہ واپسی پر داخلہ دینے سے انکار کر دیتے تھے۔ آخر کار وہ ترک تعلیم کرنے والوں میں شمار کر لیے جاتے تھے۔ جب مرد لوگ اپنے افراد خاندان کو چھوڑ جاتے ہیں تو خواتین کو اپنے خاندان کی ذمہ داری اٹھانا اور بڑے بزرگوں کا خیال رکھنا ایک بڑا چیلنج بن جاتا ہے۔

نوجوان لڑکیاں ایسے خاندانوں میں اپنے سے چھوٹے بھائی بہنوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان میں کئی ایک کو ترک تعلیم کرنا پڑتا ہے۔

نقل مکانی منتقل ہونے والوں پر ایک قابل لحاظ اثر چھوڑتی ہے۔ مختلف ماحول کا اثر، اس سے متعلقہ دباؤ، انھیں دستیاب غذا اور وہاں کی سماجی فضاء نقل مکان کرنے والوں پر گہرا اثر چھوڑتی ہے۔

یہ نقل مکانی کی مدت پر منحصر ہے۔ یہ خیالات پر گہرا اثر مرتب کرتے ہیں اور قدیم اقوام کو چیلنج دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

اکثر مہاجر جو لمبی مدت کے لیے نقل مکان کرتے ہیں منی آرڈر کے ذریعہ سے رقم بھیجتے ہیں۔ ہندوستان کے چند علاقوں میں تقریباً ایک تہائی گھریلو خاندان اپنے نقل مکان کیے ہوئے افراد کے بھیجے ہوئے پیسوں پر منحصر ہیں۔ موقتی مہاجر رقم منی آرڈر کے ذریعہ روانہ کرتے ہیں یا پھر بچائی ہوئی رقم اپنے ساتھ لے آتے ہیں۔ نقل مکانی ان کے گھر والوں کو قرضے ادا کرنے اور دوسری ذمہ داریوں کو بنا اپنی جائیداد فروخت کیے ادا کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ نقل مقام کرنے والوں کے افراد خاندان کے لیے گھر، زمین، زرعی مشینیں اور اشیائے صارف خریدنا ایک عام بات ہے۔ نقل مکان کرنے والوں میں سے چند اپنے منتقل ہوئے مقام پر مہارتیں جو کہ انھیں اس مقام کے لیے ضروری ہیں حاصل کرلیتے ہیں اور اس بات سے واقف ہوجاتے ہیں کہ کس طرح مستقل ملازمت حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس کے بعد وہاں مستقل طور پر منتقل ہوجاتے ہیں۔

- o کیا کیا جاسکتا ہے جس کے ذریعہ سے مہاجر، غذاء، صحت اور خاندانی فلاح و بہبود کے پروگراموں کا حصّہ بن سکیں؟
- o حکومت اور خانگی اداروں کے ذریعہ سے اس کا آغاز کیا گیا۔ آپ کے مقام پر کیا ایسی کسی چیز کا آغاز ہوا ہے؟
- o اپنے مدرسے میں ان لوگوں کو مباحثے کے لیے بلائیے جو اس قسم کے کاموں کے آغاز میں حصّہ لیتے ہیں۔

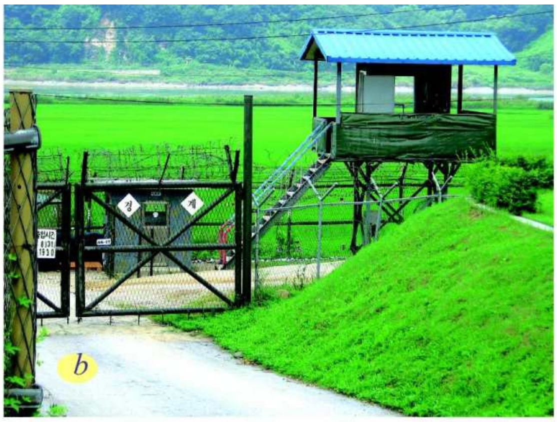

شکل 8.1 قومی سرحدوں کو نقل مکان کرنے والوں سے محفوظ کردیا گیا۔ یہاں پر جو مثالیں ہیں ان میں (a) امریکہ میں میکسیکو کی سرحد بندی (b) شمالی کوریا، جنوبی کوریا کی سرحد پر (c) ہندوستان میں بنگلہ دیش کی سرحد کے لیے۔ سرحد کے اس پار والے مہاجروں کے بارے میں آپ کیا سمجھتے ہیں؟

بین الاقوامی ہجرت International Migration

ساری دنیا سے کُل دوسوملین بین الاقوامی مہاجرین میں ایک تہائی سترّملین سے کم لوگ UNDP کے مطابق ایک ترقی یافتہ ملک سے دوسرے ترقی یافتہ ملک کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ ہندوستان سے بین الاقوامی نقل مقامی دوطرح کی ہے۔

لوگ فنی مہارتوں اور پیشہ ورانہ قابلیتوں کے ساتھ ممالک جیسے امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، آسٹریلیا اور دوسرے ترقی یافتہ ممالک کو روانہ ہوتے ہیں۔ انفارمیشن اور ٹکنالوجی (IT) کے ماہرین، ڈاکٹرس اور انتظامی پیشہ ورانہ صلاحیتوں کے حامل افراد اس قسم کی ایک مثال ہیں۔ 1950ء سے لے کر 1960ء کی دہائی تک ہندوستان سے برطانیہ اور کینیڈا کو منتقل ہونے والے کسی مہارت کے بغیر تھے جب کہ اگلے برسوں میں اُن ملکوں کو جانے والوں میں سے زیادہ تر پیشہ ور ماہرین تھے۔ حال ہی میں ہندوستانی پیشہ ور ماہرین جرمنی، ناروے، جاپان اور ملایشیاء جیسے ممالک کو روانہ ہوئے۔ 1950 کی دہائی میں ہر سال تقریباً 10 ہزار افراد ترقی یافتہ ممالک کا رخ کرتے تھے اور سن 1990 میں یہ بڑھ کر سالانہ 60 ہزار سے زائد ہو گئی۔

دوسری قسم کے بین الاقوامی مہاجرین بنا مہارت کے اور کچھ حد تک مہارت والے کام گار ہوتے ہیں جو کہ تیل برآمد کرنے والے مغربی ایشیاء کے ممالک کو عارضی معاہدے کے تحت منتقل کرتے ہیں۔ یہ تمام کام گار اپنی ملازمت کے مقام سے حالات کے پیش نظر ایک مقررہ مدت میں اپنے آبائی مقام کو واپس ہو جاتے ہیں۔ گذشتہ چند دہوں کے دوران سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات تقریباً 30 لاکھ وسطی ایشیاء سے آنے والے ہندوستانی ورکرس کے لیے اہم مقام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہر سال 3 لاکھ سے زائد کام کرنے والے مغربی ایشیاء کو منتقل ہوتے ہیں۔ تقریباً 3/5 کام کرنے والے کیرالا، ٹاملناڈو اور آندھراپردیش کی ریاستوں سے مغربی ایشیاء کو روانہ ہوتے ہیں۔ ان کام کرنے والوں کا قابل لحاظ طبقہ تعمیری پراجکٹس، انتظامیہ، مختلف خدمات، حمل و نقل اور مواصلات کے شعبوں میں مصروف کار ہے۔

یہ اہم بات ہے کہ بین الاقوامی طور پر نقل مقام سے اُن لوگوں کے آبائی مقامات پر گہرا اثر پڑا ہے۔ اُن کے افراد خاندان کی جانب سے قرضوں کی ادائی۔ جائیدادوں کی خریدی اور اپنے معیار زندگی کو بلند کرنے کی کوشش اس بات کا مظہر ہے۔ ایک مطالعے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ تقریباً کیرالا کی آمدنی کا 1/5 حصہ مغربی ایشیاء میں برسرروزگار افراد کے منی آرڈر کے ذریعہ سے پیسے روانہ کرنے کی وجہ سے ہے۔ 1970 کی دہائی میں کیرالا میں اوسط فی کس خرچ قومی اوسط سے بھی کم تھا لیکن 30 سال بعد اس میں قومی اوسط کے مقابلے میں 40 فی صد اضافہ ہوا۔ نیچے دیئے گیے باکس کو دیکھیے

o اوپر دیئے گیے سبق میں ہندوستان سے مختلف بیرونی ممالک کو جانے والے افراد کی دنیا کے نقشے میں تیروں کے ذریعہ سے نشاندہی کیجیے۔

روپئے کی گھٹتی ہوئی شرح کیرالا میں منی آرڈر کے ذریعہ رقم بھجوانے میں ایک تحفہ ثابت ہوا جو کہ 75,000 کروڑ تک جا پہنچا

ایک وقت جب کہ ملک روپئے کی کم قدر کے دباؤ سے گزر رہا تھا اس وقت غیر مقامی کیرالا کے لوگ خوشی خوشی بینکوں کا رخ کر رہے تھے تاکہ منی آرڈر بھیج سکیں جو کہ سن 2013ء میں چھ ماہ کے اندر 75 ہزار کروڑ کے نشانے کو عبور کر گیا۔ کیرالا نے بیرونی ملک سے رقم روانہ کرنے میں ایک نیا ریکارڈ قائم کیا ہے جو کہ سالانہ 36 فی صد کی بڑھوتری پر ہے۔ جون 2013ء کے اختتام تک وہ 75883 تک پہنچ گیا۔ جون 2012ء میں 55,663 کروڑ پر 20,220 کروڑ کا نقد اضافہ ہوا۔ (SLBC) اسٹیٹ لیول بینکرس کمیٹی کے مطابق 32.8% کا ریاست کے بینکوں کے جمع کھاتے میں اضافہ ہوا ہے۔

2.5 ملین کیرالا کے افراد جو بیرون ملک مقیم ہیں، کیرالا کے 35 فی صد GDP کے اضافے میں اپنا حصہ ادا کرتے ہیں جہاں پر کمپنیاں تعشیات کی اشیاء اور کاروں کی خریداری میں اضافہ بتاتی ہیں خاص طور اونم کے تہوار کے موقع پر جو کیرالا کی ریاست کا سب سے بڑا تہوار ہے جب کہ ملک میں دوسرے مقام سوائے پنجاب کے جو کہ غیر مقیم ہندوستانیوں کے لحاظ سے اونچے مقام پر ہے، موجودہ وقت میں انحطاط کا شکار ہے۔ 60 ہزار کروڑ روپئے جو کہ منی آرڈر کے ذریعے سے بھیجے گئے، ریاست کے GDP کو تیسرے مقام پر لانے کا باعث بنے۔

اگر اسی طرح سے رقم روانہ کرنے کا سلسلہ جاری رہے تو یہ ریاست کے GDP کا 40 فی صد تک ہونے جائیں گے۔ تھرواننتاپورم کے مرکز برائے ترقی کی ایک شاخ جس میں مہاجرین کے تعلق سے ایک رپورٹ پیش کی گئی، اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ منی آرڈر کے ذریعہ سے بھیجی جانے والی رقم ریاستی حکومت کو مرکز سے حاصل ہونے والے 6.2 گنا محاصل سے 1.6 گنا زیادہ ہے اور یہ حکومت کے سالانہ اخراجات سے دوگنا ہے۔ (ذریعہ: ہندوستان ٹائمز 15 ستمبر 2013، ممبئی)

ایمگریشن Act 1983 ایک ہندوستانی قانون ہے جس کی رو سے غیر مقیم ہندوستانیوں کی منتقلی اور ملازمت کے متعلق انتظام کیا جاتا ہے۔ مختلف ممالک ہندوستان کی جانب سے قائم کردہ سفارت خانے ایمگریشن Act کے تحت غیر مقیم ہندوستانیوں کی فلاح بہبود اور ان کے تحفظ کے لیے قانونی طریقہ کار اپناتے ہیں۔ موجودہ دور میں تارک وطن مزدوروں کی تنخواہیں وقت پر ادا نہیں کی جاتیں۔ ملازمت دلوانے والے درمیان لوگ انھیں کام دلانے کی درکار رقم سے زیادہ وصول کرتے ہیں۔ آجر جو معاہدہ سے قبل سے انھیں نوکریوں سے برخواست کردیتے ہیں یا ایسے معاہدے ترتیب دیتے ہیں جو ان تارک وطن کام کرنے والوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔ انھیں معاہدہ کے خلاف کم تنخواہ دی جاتی ہے ان کے اضافی فوائد اور دوسری رعایتوں کو منجمد کردیتے ہیں۔ وہ اکثر ورکروں کو اضافی وقت تک کام کرنے پر مجبور کردیتے ہیں، وہ بھی معاوضے کے بغیر اور انھیں اُن کے پاسپورٹ رکھنے سے محروم کردیتے ہیں۔ ہندوستانی تارکین وطن شاید ہی اپنے آجر کی شکایت کرتے ہیں اس ڈر سے کہ کہیں انھیں ملازمت سے ہاتھ دھونا پڑ جائے۔

کلیدی الفاظ

نقل مقام، ایمگریشن، ترک وطن، موقتی، بورڈر، سرحد

اپنے اکتساب کو بڑھایئے

-1 نیچے دیئے گیے الفاظ سے ایک جدول اتاریئے اور تارک وطن مزدوروں کے سیاق وسباق کے تحت مثالوں کے ساتھ جامع نوٹ لکھئے۔
(1) نقل مکان کرنے والے مزدور (2) نقل مکان کی وجوہات 3 نقل مکان کرنے والوں کی معیار زندگی
(4) ان کی زندگیوں پر معاشی اثرات۔ (5) معاشی اثرات ان لوگوں کی زندگی پر جہاں سے وہ منتقل ہو کر آئے

-2 دیہاتوں سے شہر اور دیہی علاقوں سے دیہی علاقوں کو نقل مکان کا موازنہ اور تقابل کیجیے؟

-3 ان میں سے کونسا موقتی نقل مکان قرار دیا جاتا ہے اور کیوں؟
(a) عورت کا بوجہ شادی والدین کے گھر سے شوہر کے گھر کو منتقل ہونا۔
(b) ٹامل ناڈو میں ایک سال کے عرصہ میں تین ماہ کے لیے ہلدی کی فصل کی کٹوائی کے لیے ایک ضلع سے دوسرے ضلع کو جانا۔
(c) سال میں چھ ماہ کے لیے رکشہ رانوں کا بہار سے دہلی کی طرف جانا
(d) ضلع نلگنڈہ سے ایک گھریلو خادمہ کا کام کے لیے حیدرآباد جانا۔

-4 کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ تارک وطن مسائل کھڑا کرتے ہیں یا مسائل کو حل کرنے والے ہوتے ہیں، اپنے منتقل ہوئے مقام پر؟ دلائل دیجیے۔

-5 نیچے بتائے گیے تارکین وطن مختلف اقسام کے ہیں اُن کی اندرونی اور بین الاقوامی تارکین وطن کی حیثیت سے درجہ بندی کیجیے؟
(a) لوگ جو ہندوستان سے سعودی عرب کو تکنیکی ماہرین کی حیثیت سے جاتے ہیں؟
(b) زرعی مزدور جو کہ بہار سے پنجاب کو جاتے ہیں؟
(c) اینٹیں بنانے والے جو کہ اڈیشہ سے آندھراپردیش کو جاتے ہیں۔
(d) اساتذہ چین سے ہندوستان آتے ہیں تا کہ ہندوستانی بچوں کو چینی زبان پڑھائیں؟

-6 تارکین وطن خاندانوں کے اکثر بچے ترک تعلیم کرتے ہیں۔ کیا آپ اس بیان سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اپنے جواب کی توجیح کیجیے؟

-7 کس طرح ''دیہی نقل مکانی شہروں کی جانب'' نے دیہات کے لوگوں کی قوت خرید میں اضافہ کیا؟

-8 کیوں پیشہ ور ماہرین ہی ترقی یافتہ ممالک کو جاسکتے ہیں۔ مہارت نہ رکھنے والے ورکرس ان ممالک کو کیوں نہیں جاسکتے ؟

-9 کیوں ہندوستان کے صرف مہارت نہ رکھنے والے ورکرس مغربی ایشیاء کے ممالک کو مطلوب ہیں؟

-10 تین ریاستوں کے مزدور قابل لحاظ حد تک مغربی ایشیاء کام کے لیے جانے کے قابل کیوں ہیں؟

-11 اندرون ملک اور بین الاقوامی نقل مکانی کے درمیان پائی جانے والی یکسانیت اور اختلافات کو بیان کیجیے؟

باب
9

رام پور: ایک دیہی معیشت

رام پور گاؤں کی کہانی:

یہ گاؤں کی کہانی ہمیں مختلف پیداواری مصروفیات کی بناء پر گاؤں کی طرف لے جاتی ہے۔ ہندوستان کے اطراف کے گاؤں میں زراعت ایک پیداواری مصروفیت ہے۔ دوسری پیداواری مصروفیات غیر زرعی مصروفیات کی حیثیت سے جانی جاتی ہیں۔ جن میں چھوٹی مصنوعات وحمل و نقل دکان واری وغیرہ شامل ہیں۔ اس باب میں ہم دونوں قسم کی مصروفیات کے بارے میں نظر ڈالیں گے۔ پیداواری طریقے چاہے کھیت یا کارخانے سے متعلق ہوں انھیں پیداواری طریقوں کے اہم عناصر کو نظر میں رکھتے ہوئے تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔ پیداوار کو کس طرح منظّم کیا جاتا ہے وہ عوامی زندگیوں پر ایک اہم معنی رکھتی ہے۔

رام پور گاؤں کی کہانی (نام تبدیل کر دیا گیا ہے)۔ایک تفصیلی مطالعے پر مبنی ہے جس میں راقم گاؤں کو جا کر ایک جگہ قیام کرتا ہے اور مختلف پہلوؤں کا بغور مشاہدہ کرتا ہے۔ اس گاؤں کا مطالعہ متواتر دوروں پر مشتمل ہے۔ راقم گاؤں میں مختلف اوقات میں ہونے والی تبدیلیوں کو نوٹ کرتا ہے۔ جیسے جیسے آپ کہانی پڑھیں گے۔ ویسے آپ یہ سوچنا اور جاننا چاہیں گے کہ رام پور میں کیا کیا مشاہدہ کیا۔ آپ کے علاقے میں بھی پایا جاتا ہے؟ یا پھر حالات مختلف ہیں؟ اگر ہیں تو کس طرح ؟

اس باب میں آپ بعض مرتبہ میں آپ کے اپنے حالات کا وقتی طور پر حوالہ پائیں گے یا سارے ہندوستان کے حالات کا مثال کے طور پر جب ہم رام پور میں زمین کی تقسیم کے بارے میں بحث کریں گے تو ہم اس بات کا بھی تجزیہ کریں گے کہ مجموعی طور پر ہندوستان میں کیسا واقع ہوتا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ہم وہاں متوازی حالات کو پاتے ہیں۔ یہ ہمیں اس بات کو سمجھنے میں مددگار ہے کہ رام پور میں موجودہ چند خاص خصوصیات میں کئی ایک سارے ہندوستان میں رائج ہیں۔ صرف تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ یہ تمام کا آپ کے مقام سے تقابل کیا جاسکتا ہے۔

☆ زراعت کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ مختلف موسموں میں فصلیں کس طرح تبدیل ہوتی ہیں؟ کیا اکثر لوگ زراعت پر انحصار کرتے ہیں جس میں سے زمینی مالکین ہیں یا مزدور طبقہ؟

رام پور میں کھیتی باڑی:

رام پور اتر پردیش کے مغربی حصہ میں گنگا کے نشیبی میدان جو کہ زرخیز سیلابی مٹی سے بنے ہوئے حصہ میں موجود ہے۔ پنجاب اور ہریانہ کے ساتھ مغربی اتر پردیش سے متصل ایک خوش حال زرعی پٹی کی تشکیل کرتا ہے۔ یہ گاؤں پڑوسی دیہاتوں اور شہروں سے اچھی طرح سے جڑا ہوا ہے۔ رائے گنج ایک بڑا گاؤں، رام پور سے صرف 3 کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ ایک سڑک رائے گنج سے قریبی چھوٹے سے گاؤں جہانگیر آباد جو کہ 12 کلومیٹر دور ہے، ملاتی ہے۔ اس سڑک پر کئی حمل و نقل کے اقسام نظر آتے ہیں جو کہ بیل بنڈی، ٹانگہ، بوگی (لکڑی کی بنڈی جسے بھینسیں کھینچتی ہیں)، وہ رتالوؤں سے اور دوسری اشیاء سے بھری ہوئی ہوتی تھی۔ ان کے بشمول موٹر گاڑیاں جیسے موٹر سائیکلیں، جیپ، ٹریکٹر اور لاریوں سے بھری ہوئی ہوتی تھی۔

رام پور میں کھیتی باڑی ایک اہم مصروف (پیشہ) ہے۔کام کرنے والے اکثر لوگ اپنی زندگی گزارنے کے لیے کھیتی باڑی کرتے ہیں یا تو وہ کسان یا پھر کھیت کے مزدور ہوتے ہیں۔ان لوگوں کی خوش حالی کا قریبی تعلق کھیت کی پیداوار سے ہے۔

زمین اور دیگر قدرتی وسائل:

کھیت کی پیداوار کے لیے زمین ایک انتہائی اہم ضرورت ہے۔کاشت کاری کے لیے زمین مختص کردی جاتی ہے۔سن 1921 سے کاشت کاری سے متعلق زمین میں اور کاشت کاری کے رقبے میں کچھ بھی توسیع نہیں ہوئی۔اس کے بعد قریبی جنگلوں کو صاف کیا گیا اور گاؤں کی تھوڑی سی ناکارہ زمین کو کاشت کاری کے قابل بنادیا گیا۔وہاں اس بات کی گنجائش نہیں تھی کہ نئی زمین لاکر زرعی پیداوار میں اضافہ کیا جائے۔

رام پور میں کوئی ایسی زمین باقی نہیں ہے جو خالی پڑی ہوئی ہو۔موسم برسات میں کسان جوار اور باجرہ خریف کی فصل کی حیثیت سے اُگاتے ہیں۔ان پودوں کو مویشی کے چارے کی طرح بھی استعمال کیا جاتا ہے۔اس کے بعد اکتوبر سے ڈسمبر کے بیچ آلو کی فصل اُگائی جاتی ہے۔سردی کے موسم میں کھیتوں میں گیہوں کو ''ربیع'' کی فصل کی حیثیت سے بویا جاتا ہے۔پیداوار میں سے کسان اپنے خاندان کے لیے کافی مقدار میں گیہوں رکھ لیتے ہیں اور بقیہ رائے گنج کی مارکٹ میں فروخت کردیتے ہیں۔زمین کے کچھ حصہ پر گنّا بویا جاتا ہے جس کی ہر سال کٹوائی ہوتی ہے۔گنّا خام شکل ہے اور گُڑ کو قریبی قصبے جہانگیر آباد کے تاجروں کو فروخت کردیا جاتا ہے۔

ایک سال کے عرصے میں ایک فصل سے زائد فصلوں کو ایک ہی قطعہ زمین پر اُگانے کے عمل کو ''کثیر زراعی'' کہتے ہیں۔یہ زمین سے پیداوار کو بڑھانے کا عام طریقہ ہے۔رام پور کے تمام کسان سال میں دو اہم فصلیں اُگاتے ہیں ان میں سے کئی آلو کو تیسری فصل کی حیثیت سے اُگاتے ہیں۔

زمین کی پیمائش

زمین کی پیمائش کی معیاری اکائی ہیکٹر ہے۔شاید آپ نے دیکھا ہوگا کہ دیہاتوں میں زمین کو مقامی اکائی ''گنٹھ'' میں ناپا جاتا ہے۔ایک ہیکٹر 10000 مربع میٹر کا ہوتا ہے۔اپنے مدرسے کے میدان سے ایک ہیکٹر والے کھیت کا موازنہ کیجیے۔اپنے استاد سے مباحثہ کیجیے۔

رام پور کے کسان وہاں آب پاشی کی بہتر سہولتوں کے باعث ایک سال میں تین فصلیں اُگاتے ہیں۔رام پور میں بجلی کی سہولت بہت پہلے ہی آچکی تھی۔اُس نے آب پاشی کے میدان میں انقلاب لادیا۔اس وقت تک کنوؤں سے پانی کھینچنے کے لیے کسان ایرانی پہیئے کا استعمال کرتے تھے تاکہ چھوٹے علاقوں کی آب پاشی کرسکیں۔

لوگوں نے دیکھا کہ بجلی سے چلنے والے کنویں زمین کے بڑے حصے کی آب پاشی آسانی سے کرسکتے ہیں۔آج سے 50 سال پہلے بجلی سے چلنے والے کنویں کو حکومت نے نصب کروایا۔اس کے بعد کسانوں نے اپنے خود کے بجلی کی مدد سے چلنے والے کنویں کھدوا لیئے جس کے نتیجے میں 1970ء کی دہائی کے وسط میں 264 ہیکٹر پر کاشت کے لئے لئے ہوئے تمام علاقے کی آب پاشی کی گئی۔

ہندوستان کے تمام دیہاتوں میں اتنے اعلیٰ پیمانے کی آب پاشی نہیں تھی۔ندی کے میدانوں کے علاوہ ہمارے ملک میں ساحلی علاقوں کی بہتر طور پر آب پاشی ہوتی ہے۔اس کے برعکس سطح مرتفع کے علاقے جیسے سطح مرتفع دکن میں کم پیمانے پر آب پاشی ہوتی ہے۔آج بھی ملک میں کاشت کیے گئے کُل علاقے کا چالیس فی صد حصے ہی کی آب پاشی ہوتی ہے۔

یہ کتاب حکومت آندھرا پردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لیئے ہے۔

☆ ایک اٹلس کو دیکھ کر ان علاقوں کی شناخت کیجیے جن میں بہتر آب پاشی ہوتی ہے۔ کیا آپ کا علاقہ اس قسم سے تعلق رکھتا ہے

مابا قی علاقوں میں کاشت کاری کا زیادہ تر انحصار بارش پر ہوتا ہے۔

پہلا باب ''ہندوستان میں علاقے'' کو دیکھیے۔ قدرتی وسائل کا شدت کے ساتھ استعمال یعنی زمین اور پانی بہت زیادہ استعمال کرنے سے پیداوار اور حاصل میں اضافہ ہوا۔ قدرتی وسائل کا استعمال ہمیشہ سے منصفانہ نہیں رہا۔ تجربات بتاتے ہیں کہ زمین کی زرخیزی کیمیائی کھادوں اور کیڑے مار دوا کے حد سے زیادہ استعمال سے گھٹ رہی ہے۔

پانی کی حالت بھی خطرے کی نشاندہی کر رہی ہے۔ رام پور کی طرح ہندوستان میں زیادہ تر آب پاشی زمین سے حاصل شدہ پانی سے ہوتی ہے جس کے نتیجے میں سارے ملک میں زمینی پانی کا جدول تیزی سے زوال پذیر ہے۔

یہاں تک کہ وہ علاقے جہاں بارش کی مناسب مقدار اور پانی حاصل کرنے کے موافق قدرتی وسائل ہیں وہاں بھی پانی کا گراف کافی حد تک نیچے پہنچ چکا ہے جیسے جیسے پانی کی سطح میں گراوٹ آتی ہے، کسانوں کو پہلے سے زیادہ گہرے کنویں کھدوانا پڑتا ہے۔ ڈیزل کا اور بجلی کا استعمال آب پاشی کے لیے بڑھ چکا ہے۔ ہم اس عنوان کو آنے والے ابواب ''پانی کے ذرائع اور انھیں سنبھالے رکھنا'' میں سمجھیں گے۔

☆ درج ذیل کا جدول ہندوستان میں اکائی میں دکھاتا ہے۔ اسے نیچے دیئے گئے گراف پر اتاریئے۔ یہ گراف کیا دکھاتا ہے، کمرہ جماعت میں بحث کیجیے؟

Cultivated Area (in million hec)	سال
120	1950
130	1960
140	1970
140	1980
140	1990
140	2000
140	2010

گراف-1

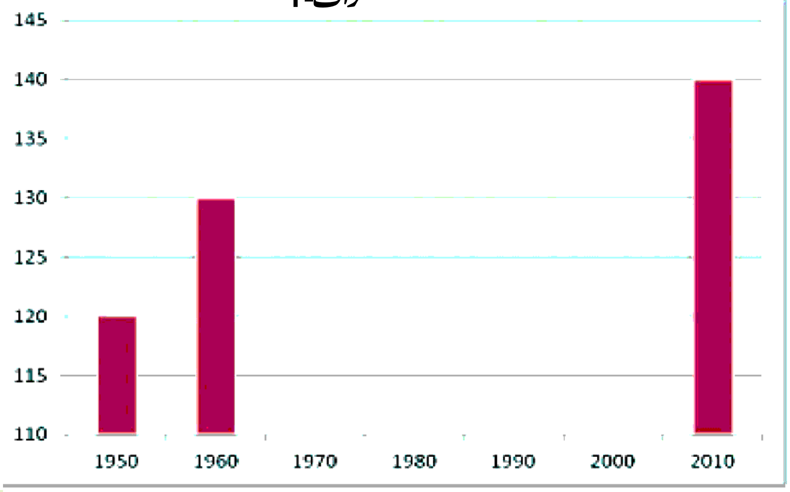

☆ آپ نے رام پور میں اُگائی ہوئی فصلوں کے بارے میں پڑھا ہے۔ درج ذیل جدول کو آپ کے علاقے میں اُگائی ہوئی فصلوں سے متعلق اطلاعات کے ذریعہ پُر کیجیے

پانی کے اور آب پاشی کے ذرائع بارش/تالاب/زمینی کنویں/نہریں	مہینے کا نام جس میں فصل کی کٹوائی ہوئی	مہینے کا نام جس میں کاشت ہوئی	فصل کا نام

☆ دیہاتی علاقوں ''کثیر زراعتی'' فصلوں کی کیا وجوہات ہیں؟

رام پور میں زمین کی تقسیم:

آپ نے اندازہ لگایا ہوگا کہ کاشت کے لیے زمین کتنی اہم ہے۔ بدقسمتی سے وہ تمام لوگ جو زراعت میں مصروف ہیں انھیں کاشت کے لیے دستیاب زمین ناکافی ہے۔ رام پور کی آبادی تقریباً دو ہزار چھ سو ساٹھ (2,660) ہے وہاں تقریباً 450 خاندان مختلف طبقات سے متعلق ہیں۔ اعلیٰ ذات کے خاندان گاؤں کی تقریباً زمین کے مالک ہیں۔ اُن کے گھر جس میں کچھ بہت بڑے ہیں جو اینٹ سے بنے ہوئے اور سمنٹ سے استرکاری کیے ہوئے ہیں۔ ایس سی، (شیڈولڈ کاسٹ) نچلا طبقہ یعنی دلت لوگ کی آبادی کا فی صد 1/3 یعنی ایک تہائی ہے جو کہ زیادہ تر سیدھے سادھے گھروں میں رہتے ہیں۔ اُن کے کچھ حصوں پر گھاس پھوس کی چھت ہے جو کہ گاؤں کے قلب سے باہر ایک کونے میں ہیں۔

رام پور کی ایک تہائی 1/3 یعنی 150 خاندان زمین سے محروم ہیں۔ ان میں سے اکثر نچلے طبقے کے دلت ہیں۔ وہاں 60 خاندان اوسط اور بڑے درجے کے کسانوں کے ہیں جو دو ہیکٹر زیادہ زمین پر کاشت کرتے ہیں۔ بڑے درجے کے کسان 10 یا اس سے زائد ہیکٹر زمین رکھتے ہیں۔ 240 خاندان 2 ہیکٹر سے کم رقبے والی چھوٹے زمین کے ٹکڑوں پر کاشت کرتے ہیں۔ اس قسم کے چھوٹے ٹکڑوں پر کاشت کاری سے اُن کسانوں کو محدود آمدنی ہوتی ہے۔

سن 1960 میں گوبند نامی کسان 2.25 ہیکٹر کی زمین کا مالک تھا جس کے زیادہ حصے پر آب پاشی نہیں ہوتی تھی۔ اپنے تین لڑکوں کی مدد سے گوبند زمین پر کاشت کاری کرتا تھا۔ اس کے باوجود وہ آرام دہ زندگی نہیں گزار سکتے تھے۔ اس خاندان کو تھوڑی سی زائد آمدنی ایک بھینس سے ہوتی تھی جس کے وہ مالک تھے۔ گوبند کی موت کے چند سال بعد اس کی زمین اس کے تین لڑکوں کے درمیان تقسیم ہوگئی۔ ان میں کے ہر ایک کو صرف 0.75 ہیکٹر زمین حصہ میں آئی۔ باوجود جدید کاشت کاری اور آب پاشی کے طریقوں کے گوبند کے لڑکے اپنی زمین کے ذریعے بہتر زندگی نہیں گزار سکتے تھے۔ سال کے دوسرے مہینوں میں انھیں زائد کام کی تلاش کرنا پڑتا تھا۔

نقشہ نمبر 9.1 آندھراپردیش کے ایک دیہات میں زمینی ملکیت کا ہے۔ اس میں آپ مختلف رقبوں کے زمینی قطعے دیکھ سکتے ہیں جس میں زیادہ تر چھوٹے رقبے والے قطعے ہیں۔ آپ گاؤں میں ہوئی فصلوں کا ایک خاکہ کتاب کے پچھلے ورق پر دیکھ سکتے ہیں۔

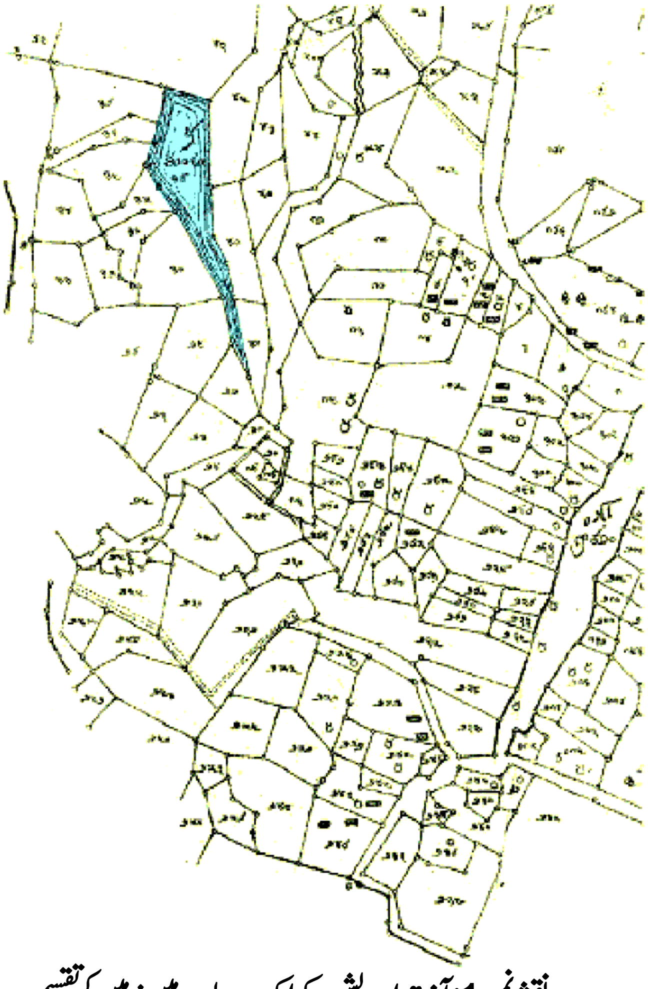

نقشہ نمبر 1: آندھراپردیش کے ایک دیہات میں زمین کی تقسیم

☆ نقشہ نمبر 1 میں زمین کے چھوٹے ٹکڑوں میں رنگ بھریئے؟

☆ کسانوں کے اکثر خاندان زمین کے اُن چھوٹے ٹکڑوں پر کیوں کاشت کاری کرتے ہیں؟

☆ نیچے دیئے گیے جدول اور گول چارٹ میں ہندوستان میں کسانوں کو زمین کی تقسیم اور کاشت کی ہوئی زمین کی مقدار کو بتایا گیا ہے۔

کسانوں کی قسم	زمین کا رقبہ	کسانوں کا فی صد	کاشت کیے ہوئے علاقے کا فی صد
چھوٹے کسان	2 ہیکٹر سے کم زمین	87فی صد	42فی صد
اوسط اور بڑے کسان	2 ہیکٹر سے زیادہ زمین	13فی صد	58فی صد

نوٹ: یہاں پر بتائے گیے کاشت کاری کے اعداد و شمار میں کسان جس زمین پر کاشت کاری کرتے ہیں وہ ان کی اپنی یا پھر کرایے کی ہوسکتی ہے۔

☆ تیر کا نشان کس بات کی طرف اشارہ کررہا ہے۔کیا اس بات سے متفق ہیں کہ ہندوستان میں کاشت کاری کے قابل زمین کی تقسیم غیر مساوی ہے،واضح کیجیے؟

Graph : 2

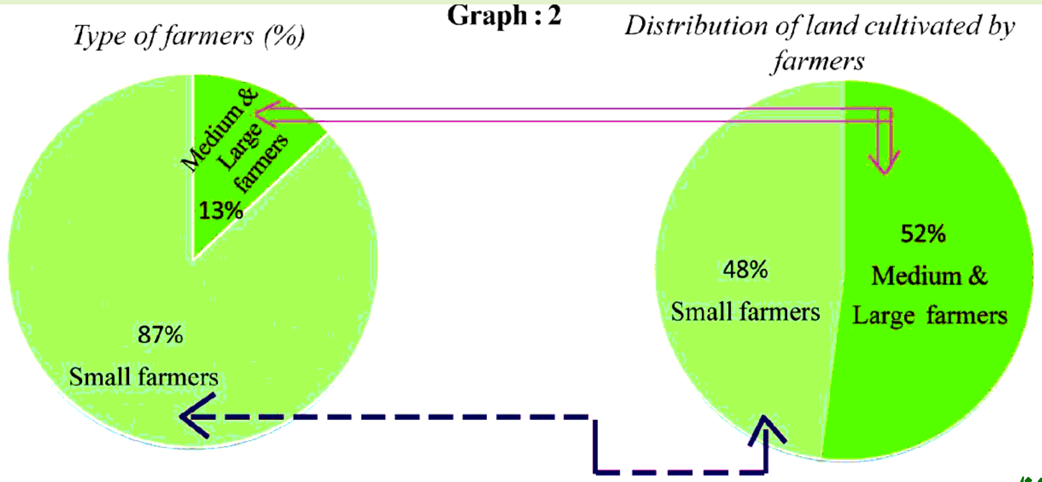

پیداوار کی تنظیم:

اب ہم رام پور میں پیداوار کے مکمل مرحلے کو ہم سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ پیداوار کا مقصد عوام کے لیے ضروری اشیاء اور خدمات کی فراہمی ہے۔اس کے علاوہ پیداکنندہ پیداوار کے لیے کئی اشیاء اور خدمات کی ضرورت محسوس کرتا ہے جن کی ہم درج ذیل میں درجہ بندی کرسکتے ہیں ۔

اولین ضرورت زمین اور دوسرے قدرتی وسائل جیسے پانی، جنگلات، معدنیات وغیرہ کی ہوتی ہے۔ہم نے پڑھا ہے کہ رام پور میں کھیتی باڑی کے لیے زمین اور پانی کا کس طرح استعمال ہوتا ہے۔

دوسری ضرورت مزدوری کی ہے مزدور وہ لوگ ہیں جو کام کرتے ہیں۔ کچھ پیداواری مصروفیات کے لیے پڑھے لکھے اور عمدہ تربیت یافتہ کام کرنے والے افراد کی ضرورت جو ضروری اور اہم کام انجام دے سکیں۔ دوسری مصروفیات میں ایسے کام کرنے والوں ی ضرورت ہے جو ہاتھ کے ذریعہ ہونے والے کام کو انجام دیتے ہیں۔ ہر کام کرنے والا ضرورت کے مطابق پیداوار میں حصہ ادا کرتا ہے۔ عام اصطلاح کے برعکس لفظ ''مزدور'' پیداوار میں شامل تمام انسانی کوششوں سے مراد ہے۔اس سے مراد صرف مزدوری کرنے والا آدمی نہیں ہے۔ الغرض مثال کے طور پر انجینئر ہو یا منیجر، محاسب، نگران کار، مشین چلانے والا، اشیاء کا فروخت کرنے والا یا عام مزدور ہو، ان میں کے تمام کارخانے میں تیار ہونے والے اشیاء کے لیے محنت فراہم کرتے ہیں اور اس کی اشیاء کو فروخت کرتے ہیں۔

تیسری ضرورت سرمایے کی ہے جن میں ہمہ اقسام کی اشیاء ہیں جو پیداوار کے ہر مرحلے میں ضروری ہوتی ہیں۔ ذیل کی اشیاء ہیں جو سرمایے کی تعریف میں آتی ہیں۔

(الف) آلات۔ مشینیں اور عمارتیں: آلات اور مشینوں میں کسان کے ہل سے لے کر جدید ترقی یافتہ مشینیں جیسے جنریٹر، ٹربائنس، کمپیوٹر یا خودکار مشینوں تک شامل ہیں۔ یہ فوری طور پر پیدا کا حصہ نہیں بن جاتیں۔ یہ کئی سالوں تک ان اشیاء کی پیداوار میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ انھیں تھوڑی سی مرمت اور دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ برس ہا برس مفید اور کارآمد رہ سکیں۔ انھیں مقررہ سرمایہ یا مادی سرمایہ کہا جاتا ہے۔ بہرحال ساری مشینیں کئی سال بعد نئی مشینوں یا بہتر آلات سے تبدیل کردی جاتی ہیں۔

(ب) خام مال اور درکار رقم: مختلف خام اشیاء جیسے سوت جو بُنکروں کے استعمال میں آتا ہے، کمہار چکنی مٹی گھڑے بنانے کے لیے استعمال کرتے ہیں یہ تمام چیزیں پیداوار میں استعمال ہوتی ہیں۔ اسی طرح کچھ رقم پیداوار کے لیے ضروری اشیاء اور پیداوار کی تکمیل کرنے پر ادائیگی کے لیے درکار رہوتی ہے۔ پیداوار کی تکمیل اور اُن اشیاء اور خدمات کو بازار میں فروخت کرنے کے لیے وقت درکار رہوتا ہے۔ تب کہیں جاکر پیداواری عمل میں پیسوں کا بہاؤ ہوتا ہے۔ خام اشیاء کے لیے درکار رقم یا پیسوں کو ''کام چلانے والا سرمایہ'' کہا جاتا ہے۔ یہ ''مادی سرمایے'' سے مختلف ہوتا ہے کیوں کہ آلات، مشینوں یا عمارتوں کے برعکس یہ ''پیداوار عمل'' میں استعمال ہوتا ہے۔

چوتھی ضرورت معلومات اور سامان بہم پہنچانا ہے: اشیاء اور خدمات کی معنی خیز تیاری کے مرحلے میں زمین، مزدور، مادی سرمایہ اور اعتماد ضروری ہیں۔ مادی سرمایے کے مالکین یا با اجرت منتظم افراد اس قسم کی معلومات کی فراہم کرتے ہیں۔ مالکین کو بازار میں یہ جوکھم لینا پڑتا ہے کہ آیا پیدا کی ہوئی اشیاء اور خدمات کے کافی حد تک خریدار ہوں گے بھی یا نہیں۔ ہمارے سماج میں اکثر اشیاء اور خدمات بازاروں میں فروخت کیلیے پیدا کی جاتی ہیں اسی لیے تاجرین جو بازار کے لیے پیداوار انجام دیتے ہیں انھیں پیداوار کو منصوبہ بند اور باقاعدہ بنانے کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔

یہ تاجرین کسان، دکان دار، چھوٹے پیمانے پر پیداوار کرنے والے، خدمات انجام دینے والے، ڈاکٹرس، وکلاء وغیرہ ہوتے ہیں یا بڑی کمپنیاں ہیں۔ ان کی اشیاء اور خدمات لوگ خریدتے ہیں جس سے انھیں فائدہ ہوتا ہے یا نقصان۔

سارے پیداواری عمل عوام یا تاجرین زمین، مزدور اور سرمایے کی مدد سے منظّم کرتے ہیں اور انھیں ''عوامل پیداوار'' کہا جاتا ہے۔

شکل 9.1: چھوٹے کسان اور بڑے کسان۔ اگلے حصے کے مطالعے کے بعد ان تصاویر پر ایک عنوان لکھیئے جو کہ ان کسانوں کا تعلق پیداواری عوامل سے بتاتا ہے۔

یہ کتاب حکومت آندھرا پردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لیئے ہے۔

کھیتی باڑی کے لیے مزدور:

زمین، مزدور، عوامل پیداوار کے ضروری عناصر ہیں۔ کھیتی باڑی انجام دینے کے لیے سخت محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ چھوٹے کسان اپنے خاندان کے ساتھ اکثر اپنے خود کے کھیتوں پر کاشت کاری کرتے ہیں۔ عام طور پر کاشت کاری کے لیے مطلوبہ مزدوروں کی فراہمی وہ خود کرتے ہیں۔ اوسط اور بڑے کسان اپنے کھیتوں پر کام کرنے کے لیے مزدوروں کو اجرت پر لاتے ہیں۔

شکل 9.3 ہمالیہ کے مقام پر آلو کی کاشت کرتے ہوئے کسان

کھیتی کرنے والے مزدور ایسے خاندانوں کے ہوتے ہیں جن کی اپنی زمین نہیں ہوتی یا پھر زمین کے چھوٹے قطعوں پر کاشت کاری کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان کسانوں کے برعکس جو اپنے کھیتوں پر کام کرتے ہیں یا اجرت مزدور زمین پر اُ گائی ہوئی فصل پر اختیار نہیں رکھتے۔ اس کے بجائے انھیں اُس کام کے لیے مزدوری دی جاتی ہے۔ انھیں اس کام کی ملازمت دی جاتی ہے۔

مزدوری پیسوں کی اور اناج کی شکل میں دی جاتی ہے۔ کبھی کبھار مزدوروں کو کھانا بھی دیا جاتا ہے۔ اجرت علاقے اور فصل کی بنیاد پر الگ الگ ہوتی ہے۔ ایک کھیت سے دوسرے کھیت کے امور جیسے بیج بونا اور فصل کاٹنا وغیرہ۔ ملازمت کے اوقات کار اور طریقے میں بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ کھیت پر کام کرنے والے مزدور کو روزآنہ مزدوری پر رکھا جاتا ہے یا پھر کھیتوں کی کٹوائی یا سال بھر کے معاہدے پر رکھا جاتا ہے۔

ڈالا، رام پور کا ایک کھیتوں میں روزآنہ مزدوری پر کام کرنے والا مزدور ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے ہر روز کام تلاش کرنا پڑتا ہے۔ ڈالا کی مزدوری اتر پردیش کی حکومت کی مقرر کردہ کم سے کم مزدوری سے بھی کم ہے۔ رام پور میں کھیتوں میں کام کرنے والے مزدوروں میں کڑا مقابلہ ہے اسی لیے لوگ کم اجرت پر کام کرنے تیار ہوجاتے ہیں۔ جہاں تک بڑے کسانوں کا معاملہ ہے وہ زیادہ تر کاشت کاری کے لیے مشینوں جیسے ٹریکٹر، دھان الگ کرنے والی مشین، کٹوائی کی مشین وغیرہ۔ دیہی علاقوں میں رہنے والے مزدوروں کو کام بہت کم دنوں کے لیے ملتا ہے۔ ڈالا کو کھیت پر کام صرف 5 ماہ کے لئے ملتا تھا۔ اُن دنوں جب کام نہیں ملتا ڈالا اور اس جیسے کئی لوگ گاؤں کی پنچایت میں "MNREGA" پروگرام کے تحت کام کے لیے درخواست دیتے ہیں۔

☆ کھیتوں پر کام کرنیوالے مزدور غریب ''ڈالا'' کی طرح کیوں ہیں؟

☆ رام پور کے اوسط اور بڑے کسان اپنے کھیتوں میں مزدور لانے کے لیے کیا کرتے ہیں؟ اپنے علاقے سے ان کا موازنہ کیجیے؟ نیچے دیئے گیے جدول کو پُر کیجیے

پیداواری عمل میں مصروف مزدور	ان میں سے ہر ایک کی پیداواری مصروفیت کی تین مثالیں دیجیے
جہاں مالک/افراد خاندان درکار مزدور فراہم کرتے ہیں	
جہاں مالکین کام کرنے کے لیے مزدوروں کو اجرت پر لاتے ہیں	

☆ آپ کے اپنے علاقے میں جہاں آپ نے مشاہدہ کیا ہو وہاں خدمات اور اشیاء کی پیداوار میں مزدوروں کی فراہمی کے کیا طریقے ہیں؟

جدول۔1 آندھراپردیش میں کاشت کاری سے متعلق مختلف مصروفیات کے لیے ڈسمبر 2011ء میں روزآنہ کی مزدوری (روپیوں میں)

	ہل چلانا	بیج بونا	خودکار گھاس پھوس اکھاڑنا	پودوں کو منتقل کرنا	فصل کی کٹوائی	گھاس سے اناج الگ کرنا	گیہوں کے دانے گھاس سے چھڑانا	روئی جمع کرنا
مرد مزدور	214	197	215	-	164	168	152	-
خواتین مزدور	-	152	130	143	126	124	118	136

☆ اوپر دیئے گیے جدول میں سے کسی ایک کام کی مزدوری کو اپنے علاقے میں دی جانے والی روزآنہ کی مزدوری سے تقابل کیجیے؟

☆ کم سے کم یا اقل ترین اجرت کو معلوم کیجیے اور اس کا تقابل کیجیے؟

☆ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ایک ہی کام کے لیے مرد مزدور عورت مزدوروں سے زیادہ مزدوری پاتے ہیں؟ کیوں؟

اوپر دیا گیا جدول آندھراپردیش میں مختلف کھیتی باڑی کے کاموں میں دی جانے والی روزآنہ کی مزدوری کا اوسط بتا رہا ہے۔ بہرحال آس پاس اور اطراف کے علاقوں میں بہت فرق پایا جاتا ہے۔

ایک خاتون مزدور کو سارا دن روئی جمع کرنے پر 136 روپیے ملتے ہیں آپ نے دیکھا ہوگا کہ اہم کاموں جیسے ہل چلانے کو ابتداء میں مرد مزدور ہی انجام دیتے تھے۔ روئی چنّے اور دھان کو کوٹ کر الگ کرنے کے محنت طلب کام ابتداء میں عورتیں کیا کرتی ھیں۔ چند ایسے پیداواری عمل ہیں جنھیں دونوں یعنی مرد اور عورتیں انجام دیتے ہیں۔ مردوں کی مزدوی، عورتوں سے بڑھ کر ہے جب کہ عورتیں بھی وہی کام کرتی ہیں۔ ریاستی حکومت نے ایک مقررہ اقل ترین اجرت کو متعین کردیا ہے جسے سارے آجر خانگی ہو یا عوامی ریاست کے حدود میں ادا کرتے ہیں۔

سرمایہ: مادی اور کام چلانے والے سرمایے کا انتظام کرنا:

آپ نے پچھلی جماعتوں میں پڑھا ہوگا کس طرح جدید کاشت کاری کے طریقوں میں کثرت سے پیداوار دینے والے ہمہ اقسام کے بیج، اطمینان بخش آب پاشی، کھاد اور کیڑ مار دوائیں شامل ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کسانوں کو پیداوار کے لیے کافی سرمایہ اور رقم درکار ہے۔ چلیئے دیکھیں کہ کس طرح کسان مادی اور کام چلاؤ سرمایہ کا انتظام کرتے ہیں جو کاشت کاری کے لیے درکار ہے۔

اکثر چھوٹے کسانوں کو کام چلاؤ سرمایے کا انتظام کرنے کے لیے پیسے قرض لینے پڑتے ہیں۔ وہ بڑے کسانوں، گاؤں میں پیسہ قرض دینے والوں یا تاجر جو کہ پیداوار کے لیے مختلف سامان فراہم کرتے تھے اُن سے پیسہ ادھار لیتے ہیں۔ ان قرضوں پر سود کی شرح کافی اونچی ہوتی ہے۔ اُس قرضے کو ادا کرنے کے لیے وہ بڑی مصیبت اور اُلجھن میں پڑ جاتے تھے۔

سویتا ایک چھوٹی کسان ہے۔ وہ اپنی ایک ہیکٹر زمین پر گیہوں بونے کا منصوبہ بنا رہی ہے۔ بیجوں کے علاوہ کھاد، کیڑے مار دوا اور اپنے کھیتی باڑی کے آلات اور پانی خریدنے کے لیے اُسے رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ تخمینہ لگاتی ہے کہ اسے درکار کام چلاؤ سرمایے کی لاگت 6000 روپئے ہے۔ اس کے پاس نہیں ہیں اور اس نے فیصلہ کیا کہ وہ تیج پال نامی ایک بڑے کسان سے قرض لے گی۔ تیج پال، سویتا کو سالانہ 36% سود پر رقم دینے کے لیے راضی ہوجاتا ہے جو کہ چار ماہ کے لیے سود کی بہت زیادہ شرح ہے۔

سویتا کو یہ وعدہ کرنا پڑتا ہے کہ وہ اس کی فصل کی کٹوائی کے وقت اُس کے کھیت میں 100 روپئے روزآنہ کے حساب پر مزدوری کا کام کرے گی۔ سویتا جانتی ہے کہ اسے ایسے کھیت پر فصل کی کٹوائی کے وقت سخت مشقت کرتے ہوئے تیج پال کے لیے ہی زرعی مزدور کی حیثیت سے کام کرنا ہے۔ کھیت کی کٹوائی کا وقت کافی مصروفیت کا ہوتا ہے۔ تین بچوں کی ماں کی حیثیت سے اُسے بہت ساری گھریلو ذمہ داریاں ادا کرنی پڑتی تھیں۔

سویتا ان کڑی شرائط پر راضی تھی کیوں کہ اُسے یہ معلوم تھا کہ چھوٹے کسان کو قرض ملنا کتنا مشکل ہے۔

چھوٹے کسانوں کے برعکس اوسط اور بڑے کسان عام طور پر اپنی خود کی بچت کھیت سے ہونے والی کھیتی سے کر لیتے تھے۔ اس طرح وہ بیجوں، کھاد، کیڑے مار دوا اور مزدوروں کی ادائیگیاں کر سکتے تھے۔ کھیتی باڑی کے لیے چالو سرمایے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کس طرح یہ کسان خود کی اپنی بچت کرتے ہیں؟ اس کا جواب آپ اگلے حصے میں پائیں گے۔

اُس گاؤں کے تمام بڑے کسان ٹریکٹر رکھتے ہیں۔ وہ اُسے ہل چلانے، اپنے کھیت میں بیج بونے اور چھوٹے کسانوں پر کرایے کو دینے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ ان میں اکثر کے پاس گیہوں اور گھاس کو الگ کرنے اور کھیت کی کٹوائی کی مشینیں ہوتی تھیں۔ ان کسانوں کے پاس کئی زمینی کنویں اپنے کھیتوں کو سیراب کرنے کے لیے ہوتے تھے۔ یہ تمام آلات اور مشینیں کاشت کرنے کے لیے مادی سرمایے کا حصہ تھے۔

کسانوں کے لیے نفع و نقصان:

فرض کیجیے کہ کسانوں نے اپنی زمین پر تین پیداواری عوامل کو استعمال کر کے گیہوں کی فصل اُگائی۔ وہ اس کا تھوڑا سا حصہ اپنے افراد خاندان کے لیے رکھ لیتے ہیں اور بچا ہوا فروخت کر دیتے ہیں۔ چھوٹے کسان جیسے سویتا اور گوبند کے بیٹے انکے پاس پیداوار کی کُل مقدار میں سے بہت کم بچ جاتا ہے کیوں کہ وہ اس میں سے اپنے افراد خاندان کے لیے ایک اچھا خاصہ حصہ بچا کر رکھ لیتے ہیں۔ اس طرح عام طور پر اوسط اور بڑے کسان ہی گیہوں کی سربراہی تھوک فروش بازار میں لاتے ہیں۔ اس بازار سے تاجر خرید کر اُسے قصبوں اور شہروں کے دکان داروں کو فروخت کرتے ہیں۔

تیج پال ایک بڑا کسان ہے جسے اپنی ساری زمین سے 350 کوئنٹل زائد گیہوں ملتا تھا۔ وہ بچے ہوئے گیہوں کو رائے گنج کے بازار میں فروخت کر کے اچھی خاصی آمدنی حاصل کر لیتا تھا۔

شکل-3: اناج کی مارکٹ کو منتقلی

تیج پال اپنی کمائی سے کیا کرتا تھا؟ گذشتہ سال تیج پال نے اپنا تقریباً پیسہ اپنے بینک کے کھاتے میں جمع کر دیا تھا۔ بعد میں وہ اپنی بچت کو سویتا جیسے چھوٹے کسانوں کو قرض دینے کے لیے استعمال کرتا تھا جو کہ قرضے کی ضرورت محسوس کرتے تھے۔ وہ اپنی بچت کو آنے والے سال کی کھیتی باڑی میں کام چلاؤ سرمایے کی حیثیت سے استعمال کرتا تھا۔ اس سال تیج پال اپنی آمدنی سے ٹریکٹر خریدنے کا منصوبہ رکھتا ہے۔ پڑوسی گاؤں ٹریکٹروں کو کرایے پر دینے کا کاروبار کافی اچھا تھا۔ دوسرا ٹریکٹر اس کے مقررہ سرمایے میں اضافے کا باعث تھا۔ تیج پال کی طرح دوسرے بڑے اور اوسط کسان کھیت کی فاصل پیداوار کو فروخت کر دیتے تھے۔ آمدنی کیا یک حصے کو آنے والے موسم کے لیے مشینیں خریدنے کے لیے بچا کر رکھتے تھے۔ کچھ کسان اپنی بچت کو مویشیوں کی یا ٹرکوں کی خریداری یا دکانوں کے قیام کے لیے استعمال کرتے تھے۔ یہ اُس سرمایے سے زائد زمین کی خریداری میں صرف کرتے تھے۔

کبھی کبھار کھیتی باڑی کے کاموں میں نقصان ہوتا ہے۔ خاص طور سے اس وقت جب کہ سیلاب آتا ہے یا کیڑے لگ جاتے ہیں۔ دوسرا خطرہ زرعی پیداوار کی قیمتوں میں اچانک کمی سے ہے۔ ان حالات میں کسان اپنے خرچ کیے ہوئے سرمایے کو حاصل کرنے میں مشکل محسوس کرتے ہیں۔

زائد پیداوار اور پیداوار کے لیے سرمایہ:

☆ تین کسانوں پر غور کیجیے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے کھیت میں گیہوں اُگایا اگرچیکہ پیداوار مختلف ہے۔ (2) مختلف کسانوں کو درپیش حالت کا تجزیہ کرنے کے لیے ہمیں یہ سمجھنا ہوگا کہ چند حالات تمام کے لیے ایک جیسے ہیں۔ چیزوں کو آسانی سے سمجھنے کے لیے ہمیں درج ذیل حالات کو مدنظر رکھنا ہوگا۔

1- ہر کسان کے خاندان کا گیہوں کا استعمال یکساں ہے۔

2- اس سال کا بچا ہوا گیہوں آنے والے سال کی پیداوار کے لیے بیج کا کام انجام دیتا ہے۔ ایسا کرنے کے لیے انھیں زمین درکار ہے۔

3- یہ بھی فرض کرنا ہوگا کہ حاصل شدہ پیداوار کام چلاؤ سرمایے سے دوگنی ہے جو کہ سارے کھیتوں میں پیداوار کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ پیداوار اچانک گراوٹ نہیں ہے۔

ذیل کے جدول کو مکمل کیجیے۔

کسان۔ 1

	پیداوار	خرچ	زائد اناج = پیداوار۔تصرف یا استعمال	آئندہ سال کے لیے مالیے کی فراہمی
سال 1	100	40	60	60
سال 2	120	40		
سال 3	-	40		

کسان۔ 2

	پیداوار	تصرف	زائد اناج	آئندہ سال کے لیے مالیہ
سال 1	80	40		
سال 2	40			
سال 3	40			

سال۔ 3

	پیداوار	تصرف یا استعمال	زائد اناج	آئندہ سال کے لیے مالیہ
سال 1	60	40		
سال 2		40		
سال 3		40		

☆ سال بھر میں، تین کسانوں کی گیہوں کی پیداوار کا آپس میں تقابل کیجیے؟

☆ کسان نمبر 3 کو سال نمبر 3 میں کیا ہوا؟ کیا وہ پیداوار جاری رکھ سکتا ہے؟ اسے پیداوار جاری رکھنے کے لیے کیا کرنا ہوگا؟

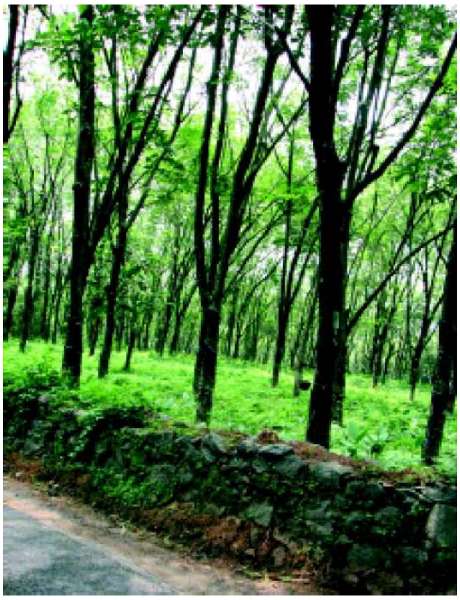

تصویر9.4 چائے اور ربر، کاشت کاری شعبے میں فصلیں جیسے چائے، کافی، ربر کے پودے اور میوے کے باغات شامل ہیں۔

رام پور میں غیر زرعی مصروفیات

زراعت کے علاوہ جو اہم پیداواری سرگرمیاں ہے چند غیر زرعی پیداواروی سرگرمیاں بھی کام لے رہی ہے۔ رام پور میں صرف 25 افراد زرراعت کے علاوہ دیگر کاموں میں مصروف ہیں

دودھ۔ دوسری عام سرگرمی:

رام پور کے کئی خاندانوں میں دودھ کی صنعت بہت عام ہے۔ لوگ اپنی بھینسوں کو ہمہ اقسام کی گھاس جوار اور باجرے کا چارہ کھلاتے تھے جو بارش کے موسم میں پیدا ہوتا تھا۔ دودھ کو رائے گنج میں فروخت کیا جاتا تھا۔ جہانگیر آباد کے دو تاجروں نے دودھ کو محفوظ رکھنے کے مرکز مع وصولی کو رائے گنج میں قائم کیا جہاں سے دودھ دور دراز کے مقامات جیسے بلند شہر اور دہلی کو روانہ کیا جاتا ہے۔ اس سرگرمی میں موجود عوامل پیدائش کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔

زمین: گاؤں میں ذاتی سائبان

مزدور: خاندان کے مزدور خاص طور سے خواتین بھینسوں کی دیکھ بھال کے لیے

مادی مالیہ: مویشیوں کے بازار میں بھینسوں کی خریداری

کاروباری مالیہ: ان کی زمینوں سے غذا، تھوڑی سے دواؤں کی خریداری

رام پور میں چھوٹے پیمانے کی مصنوعات:

حال میں رام پور میں پچاس سے کم افراد مختلف اشیاء کی تیاری میں مصروف ہیں یہ قصبوں اور شہروں میں موجود بڑی فیکٹریوں میں ہوتی ہوئی تیاری کے برعکس ہے۔ رام پور میں اشیاء کی تیاری چھوٹے پیمانے پر بہت سی سادہ عوامل پیدائش کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ اسے زیادہ تر گھروں یا کھیتوں میں افراد خاندان کی مدد سے انجام دیا جاتا ہے۔ مزدوروں کو شاذ و نادر ہی اجرت پر لیا جاتا ہے۔

مشرالال نے بجلی سے چلنے والی گنّے کو نچوڑ کر گُڑ بنانے والی مشین کی خریداری کی۔ اس سے پیش تر گنّے سے رس نکالنے کا کام بیلوں سے لیا جاتا تھا۔ لیکن ان دنوں لوگ اس کام کو مشینوں سے کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

گنّے کے استعمال کے علاوہ جس کی کاشت مشری لال کرتا تھا وہ دوسرے کسانوں سے گنّا خرید کر شکر کی تیاری کیا کرتا تھا۔ اُس چیز کو وہ جہانگیر آباد کے تاجروں کو فروخت کر دیتا تھا۔ اس طریقے سے مِشری لال تھوڑا سا منافع کمالیتا تھا۔

☆ اس عمل کے انتظام میں مِشری لال کو کس قسم کے مادی سرمایے کی ضرورت ہے؟
☆ ان حالات میں مزدوروں کی فراہمی کون کرتا ہے؟
☆ مِشری لال اپنے نفع میں اضافہ کیوں نہ کرسکا؟ اگر اُسے نقصان ہوتا ہے تو اُس کی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟
☆ مِشری لال شکر اور گڑ کو جہانگیر آباد کے تاجروں کو فروخت کرتا تھا اپنے گاؤں کے لوگوں کو کیوں نہیں؟

رام پور کے دکان دار:

رام پور میں ایسے افراد جو اشیاء کے تبادلے کی تجارت میں مصروف ہیں بہت کم ہیں۔ رام پور کے تاجرین شہروں کے تھوک فروش، بازاروں سے مختلف اشیاء کو خرید کر انھیں گاؤں میں فروخت کرتے ہیں۔ گاؤں میں چھوٹی سی دکانیں بہت ساری شایاء فروخت کرتے ہیں جیسے چاول، گیہوں، شکر، چائے پتی، تیل بسکٹ، صابن، ٹوتھ پیسٹ، بیاٹریاں، موم بتیاں، کاپیاں، پن، پنسل اور کچھ کپڑے بھی۔

ایسے چند خاندان جن کے گھر بس اسٹانڈ سے قریب ہوتے ہیں وہ اس جگہ کے کچھ حصے کو چھوٹی دکانیں کھولنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ وہ کھانے پینے کی چیزیں جیسے چائے، سموسہ، کچوری، نمکین اشیاء، میٹھی چیزیں، چاکلیٹ اور ٹھنڈے مشروبات وغیرہ فروخت کرتے ہیں۔ خاندان کے افراد خواتین اور بچے اس کام میں مدد دیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں لوگوں کا ایک بڑا طبقہ خود مکتفی روزگار سے جڑا ہوا ہے۔ جیسے کسان، دکان دار، پھیری والے وغیرہ۔ وہ مالین ہوتے ہیں کیوں کہ انھی کو منصوبہ بندی کرنا، باضابطگی لانا اور اشیاء کی پیداوار میں اور خدمات کی فراہمی میں جوکھم اٹھانا پڑتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انھیں اپنے طور پر مزدوروں کا انتظام کرنا پڑتا ہے تاکہ وہ اس عمل میں مدد کرسکیں۔

☆ کس کی زمین پر دکانیں واقع ہے؟
☆ چھوٹی دکانوں میں کھانے پینے کی اشیاء کو فروخت کرنے کے لیے کون مزدور فراہم کرتا ہے؟
☆ اندازہ کیجیے کہ ایسی دکانوں کو کس قسم کا مالی سرمایہ درکار ہے؟
☆ مادی سرمایے کی اشیاء کی فہرست بنائیے؟
☆ اپنے علاقے کے پھیری والوں سے روزآنہ کی فروخت کے بارے میں دریافت کیجیے؟
☆ اگر کچھ بچت ہو تو کیسے اپنے استاد سے مباحثہ کیجیے؟

تھوڑے سے دکان دار دیہاتوں میں بنی اشیاء کو خریدتے ہیں تاکہ اُسے بڑے گاؤں اور قصبوں کی دکانوں میں پہنچاسکیں۔ مثال کے طور پر آٹے کی گرنی چلانے والا شخص گاؤں کے چھوٹے کسانوں سے گیہوں خرید کر اُسے رائے گنج کے بازار میں فروخت کرتا تھا۔ آٹے کی گرنی چلانا اور تجارت کرنا دو الگ الگ کاروبار ہیں۔

حمل و نقل ایک تیزی سے ترقی کرتا ہوا شعبہ:

سڑکوں پر چلنے والے ہمہ اقسام کی گاڑیاں رام پور سے رائے گنج کو ملاتی ہیں، رکشے والے، ٹانگے والے، جیپ، ٹریکٹر، لاریاں اور لوگوں کی روایتی بیل بنڈیاں اور چھکڑے لوگ آمدورفت اور حمل و نقل کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ وہ گھاٹ سے لوگوں کو اور سامان کو ایک مقام سے دوسرے مقام پہنچاتے ہیں اور بدلے میں کرایہ وصول کرتے ہیں۔ گذشتہ کئی برسوں سے حمل و نقل سے وابستہ افراد میں کافی حد تک اضافہ ہوا ہے۔

کشورا ایک زرعی مزدور ہے۔ اُسے اپنی حاصل کی ہوئی مزدوری سے افراد خاندان کی ضرورت کو پورا کرنا مشکل نظر آتا ہے۔ چند سال پہلے کشورا نے بینک سے قرضہ لیا تھا۔

یہ حکومت کے ایک پروگرام کے تحت تھا جس میں غریب اور زمین سے محروم افراد کو سستا قرض دیا گیا۔کشورا نے اس پیسے سے ایک بھینس خریدی اب وہ بھینس کا دودھ بیچا کرتا ہے۔اس کے علاوہ وہ اپنی بھینس کو بنڈی سے باندھ کر اُسے مختلف اشیاء کے حمل ونقل کے لیے استعمال کرتا ہے۔ ہفتے میں ایک مرتبہ وہ گنگا ندی کو کمہار کی مٹی لانے کے لیے جا تا تھا یا کبھی کبھار وہ جہانگیر آباد کو گڑ یا دوسری اشیاء لاد کر لے جا تا تھا۔ ہر ماہ اُسے حمل ونقل کا کچھ نہ کچھ کام مل جا تا تھا جس کے نتیجے میں کیشورا گذشتہ چند برس پہلے کی طرح زیادہ کمانے کے قابل ہوگیا۔

☆ کشورا کا مستقل مالیہ کونسا تھا؟
☆ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس کا کام میں لایا جانے والا مالیہ کیا ہونا چاہئے؟
☆ پیداوار کے کتنے کاموں میں کشورا مشغول تھا؟
☆ کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ کشورا رام پور کی سڑکوں سے منافع پاسکتا تھا؟

خلاصہ:

گاؤں میں کاشت کاری ایک اہم کام ہے۔ برسوں سے کاشت کاری کے عملی طریقوں میں کئی ایک اہم تبدیلیاں لائی گئیں۔اس چیز نے کسان کو اتنے ہی رقبے کی زمین سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کا اہل بنا دیا۔ یہ ایک اہم کارنامہ ہے کیوں کہ زمین محدود ہے اور اس کی قلت ہے لیکن پیداوار کو بڑھانے زمین اور دوسرے قدرتی وسائل پر گہرا دباؤ ہے۔اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ پیداوار پر نظر ثانی کرتے ہوئے ہمیں ان ذرائع کا استعمال قابل لحاظ حد تک بہتر اور مددگار بنانا ہوگا۔

کاشت کاری میں بہت زیادہ سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔اوسط اور بڑے کسان اپنے پیداوار سے ہوئی بچت کو آئندہ موسم میں سرمایے کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں۔

دوسری طرف چھوٹے کسان جو کہ ہندوستانی کسانوں کا 87 فی صد حصہ ہیں، سرمایے کے حصول میں مشکل محسوس کرتے ہیں۔اُن کے قطعہ زمین کے چھوٹے ہونے کی وجہ ان کی پیداوار ناکافی ہوتی ہے۔ زائد ذرائع کی کمی کی وجہ سے وہ اپنی ہی بچت سے سرمایہ نہیں حاصل کر سکتے اور انھیں قرض لینا پڑتا ہے۔قرضے کے علاوہ کئی چھوٹے کسانوں کو اپنی قلیل آمدنی کی وجہ سے کھیتوں میں مزدور کی حیثیت سے اضافی کام کرنا پڑتا ہے۔

عوامل پیداوار کا بہت زیادہ پایا جانے والا جز مزدور ہے۔اگر زیادہ مزدوروں کو کاشت کاری کے نئے طریقوں میں استعمال کیا جائے تو ایک مثالی نمونہ ہوسکتا ہے۔لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہو پا رہا ہے۔کھیتی باڑی کے کاموں میں مزدوروں کا استعمال محدود ہوگیا ہے۔مواقع کی تلاش میں مزدور پڑوسی دیہاتوں، قصبوں اور شہروں کا رخ کرنے لگے ہیں۔تھوڑے سے مزدور دیہاتوں کے غیر زرعی شعبے میں داخل ہوگئے ہیں۔تاحال دیہاتوں میں غیر زرعی شعبہ زیادہ وسیع نہیں ہے۔باوجود اس کے کہ دیہاتوں میں کئی غیر زرعی مشاغل ہوتے ہیں جس میں سے ہم چند کی مثالیں دے سکتے ہیں۔ ہر شعبے میں برسرروزگار افراد کی تعداد کافی کم ہے۔سن 2009 سے 2010ء کے دوران ہندوستان کے دیہی علاقوں میں 100 مزدوروں میں سے 32 مزدور غیر زرعی مشغولیات میں مصروف ہیں۔ان میں وہ مزدور شامل ہیں جو MNREGA کے حصے کی حیثیت سے مختلف پراجکٹس میں برسرروزگار ہیں۔MNREGA سے دیہی مزدوروں کی آمدنی میں ایک قسم کی مدد فراہم ہوتی ہے۔

مستقبل میں دیہی علاقوں میں غیر زرعی قسم کے کام ہوں یہ دیکھنا پسند کیا جائے گا۔ کاشت کاری کے برعکس غیر زرعی کاموں کے لیے تھوڑی سی زمین کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس سرمایے کو کوئی کس طرح حاصل کرے۔ کوئی اپنی خود کی بچت کر سکتا ہے یا زیادہ تر قرض لینا پڑتا ہے۔ یہ بات کافی اہمیت رکھتی ہے کہ قرض کم شرح سود پر دستیاب رہے تاکہ لوگ بغیر بچت کئے غیر زرعی کام کو شروع کر سکیں۔ دوسری چیز جو کہ غیر زرعی مشغولیات کو فروغ دے وہ یہ ہے کہ ایسے بازار موجود ہوں جہاں پیدا شدہ اشیاء اور خدمات کو فروخت کیا جا سکے۔ ہم نے دیکھا کہ پڑوسی گاؤں، قصبے اور شہر دودھ، گڑ، گیہوں وغیرہ کے لیے بازار فراہم کرتے ہیں یہ تمام کھیت کی پیداوار ہے۔ تقریباً دیہات بہترین سڑکوں، حمل و نقل کی سہولتوں اور ٹیلی فون وغیرہ سے دیگر قصبوں اور شہروں سے جڑے ہوئے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ آنے والے برسوں میں زرعی اور غیر زرعی پیداوار کے مواقع بڑھنے کی امید ہے۔

کلیدی الفاظ

عوامل پیداوار، زمین، مزدور، کام چلاؤ سرمایہ، طئے شدہ یا مقررہ سرمایہ، زائد، کاشت کاری مصروفیات، غیر زرعی مصروفیات

اپنے اکتساب کو بڑھائیے

(1) ہر دس سال میں ایک مرتبہ مردم شماری میں سارے دیہاتوں کا سروے کیا جاتا ہے اور نیچے دیئے گئے نمونے کے مطابق تفصیلات پیش کئے جاتے ہیں۔ درج ذیل میں دیئے گیے جدول کو رامپور کی تفصیلات سے پُر کیجیے۔

(a) محل وقوع

(b) گاؤں کا کل رقبہ

(c) زمین کا استعمال (ہیکٹرس میں)

ہل چلائی ہوئی زمین آب پاشی کی ہوئی	آب پاشی نہ کی ہوئی	کاشت کاری کے لیے غیر دستیاب زمین (گھروں) سڑکوں تالابوں، چراگاہوں کا احاطہ کیا ہوا علاقہ)
		26 ہیکٹرس
(d) سہولتیں		
تعلیمی		
طبی		
بازار		
بجلی کی رسد		
اطلاعات		
قریبی قصبے		

(2) رام پور میں کھیتی کرنے والے مزدوروں کی مزدوری اقل ترین مزدوری سے کم کیوں تھی؟

(3) اپنے مقام کے دو مزدور، زرعی یا تعمیر کا کام کرنے والوں میں کسی ایک کو منتخب کر کے گفتگو کیجیے؟ انھیں کتنی مزدوری ملتی ہے؟ کیا انھیں نقد رقم یا پھر اشیاء کی شکل میں دی جاتی ہے؟ کیا وہ پابندی سے کام کرتے ہیں؟ کیا وہ قرضے میں مبتلا ہیں؟

(4) ایک ہی قطعہ زمین پر پیداوار میں اضافے کے مختلف طریقے کیا ہیں؟ وضاحت کے لیے مثالیں دیجیے؟

(5) کاشت کاری کے لیے اوسط اور بڑے کسان کس طرح سرمایہ حاصل کرتے ہیں؟ وہ چھوٹے کسانوں سے کس طرح مختلف ہے؟

(6) کن شرائط پر سویتا نے تیج پال سے قرض لیا؟ کیا سویتا کی حالت مختلف ہوتی اگر وہ کسی بینک سے کم شرح سود پر قرض لیتی؟

(7) اپنے علاقے کے بزرگوں سے بات چیت کیجیے؟ آب پاشی اور عوامل پیداوار کے طریقوں میں ہوئی تبدیلیوں پر مختصر نوٹ لکھیئے جو گذشتہ 30 سال کے دوران ہوئی ہوں؟

(8) آپ کے علاقے کونسی اہم غیر زرعی مشغولیات ہیں؟ ان میں کسی ایک پر مختصر نوٹ لکھیئے؟

(9) ایسی صورت حال کا تصور کیجیے جہاں مزدور ایک عامل پیداوار کی صورت میں کم دستیاب ہے بہ نسبت زمین کے؟ کیا رام پور کی کہانی الگ ہوسکتی ہے، کس طرح؟ کمرہ جماعت میں مباحثہ کیجیے!

(10) بہار کے شمال میں دو گاؤں گوسائی پور اور مجولی ہیں۔ کل 850 گھروں میں سے دونوں گاؤں میں 250 سے زیادہ مرد جو کہ پنجاب کے دیہی علاقوں، ہریانہ، دہلی، ممبئی، سورت، حیدرآباد اور ناگپور میں برسرروزگار ہیں۔ اس قسم کی نقل مکانی ہندوستان کے دیہاتوں میں عام ہے۔ اپنے تصور اور گذشتہ باب کو سامنے رکھتے ہوئے آپ کیا یہ بیان کر سکتے ہیں کہ گوسائی پور اور مجاولی میں منتقل ہوئے افراد اپنے مقام پر کیا کام کر سکتے ہیں؟

(11) شہری علاقوں میں اشیاء کی پیداوار کے لیے زمین درکار ہے، گاؤں کے علاقے میں زمین کا استعمال کس لحاظ سے مختلف ہوسکتا ہے؟

(12) طریقہ پیداوار میں زمین کے معنوں کو دوبارہ پڑھیئے۔ زراعت کے علاوہ ایسی تین مثالیں دیجیے جہاں یہ ضرورت بہت زیادہ اہم ہوگی پیداوار کے طریقوں میں؟

(13) پانی پیداوار کا اہم قدرتی ذریعہ ہے خاص طور سے زرعی پیداوار میں اب زیادہ سرمایے کی ضرورت اس کے استعمال کے لیے ہے۔ کیا آپ اس بیان کی وضاحت کر سکتے ہیں؟

باب
10

عالمیانہ Globalaisation

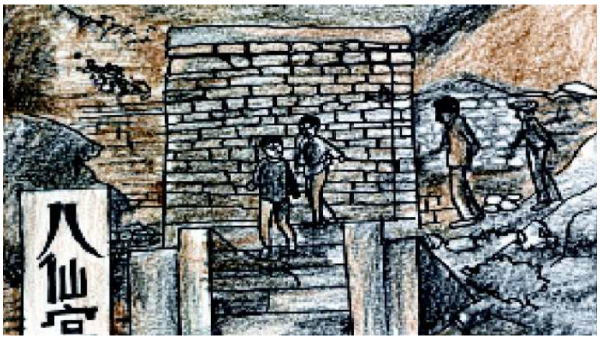

تصاویر:(a)اور(b) طلباء مدرسہ جاتے ہوئے۔(c) مدرسے کا باب الداخلہ
(d) طلباء کمرہ جماعت میں۔(e) استاد تختہ سیاہ کے پاس

اگر آپ انٹرنیٹ کا استعمال کرتے ہیں نیچے دیئے گئے مکمل اشتہار کو دیئے گئے پتے پر دیکھئے۔

http://www.youtube.com/watch?v=VHYESHX510

جو آپ دیکھ رہے ہیں وہ لندن کے ایک رسالے میں چھپایا ہوا ایک اشتہار ہے۔ یہ ہندوستان میں زیادہ تائید کرنے والوں کو پانے ک کوشش کررہا ہے۔ ہندوستانی قارئین کی حمایت حاصل کرنے کے لیے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ چین جیسے ممالک ہندوستان کا رخ کرنے لگے ہیں تاکہ ہندوستان کی زبانیں سیکھ رہے ہیں۔ یہ ہندوستانی تاجروں اور صناعوں سے ربط میں رہنے کے لیے یا چینی کام گاروں کو تربیت دینے جو ہندوستان کو جاکر وہاں کام کی تلاش کرسکیں۔الغرض آپ اس اشتہار میں کئی پہلوؤں سے عالمیانے کو دیکھ سکتے ہیں۔ برطانیہ سے انگریزی میں چھپا ہوا ایک رسالہ ہندوستان میں خریداروں کو تلاش کررہا ہے۔چین کے لوگ ہندوستانی زبانیں سیکھنے کی کوششیں کررہے ہیں۔چین کے لوگ اپنے مصنوعات کو ہندوستان میں فروخت کرنے کی امید کررہے ہیں یا اپنے کام کرنے والوں کو ہندوستان بھیج رہے ہیں یا ہندوستانی لوگوں کو ساتھ تجارت میں حصہ داری کرنا چاہتے ہیں۔

بیسویں صدی کے اواخر میں عالمی سطح پر عالیمانہ کا عمل ایک بہت بڑی تبدیلی ہے۔ یہ اپنے اندر سیاسی،تہذیبی اور ساتھ ساتھ معاشی پہلو رکھتا ہے۔

اس میں کے چند پہلوؤں کو آپ نے جماعت نہم اور ہشتم میں شعبہ خدمات کے عنوان کے تحت سیکھا ہوگا جہاں کال سنٹرس میں ملازمت کے نئے مواقع ابھر رہے ہیں۔ آپ نے یہ بھی جان لیا ہوگا کہ بازار میں بڑی تعداد میں اشیاء صرفہ دستیاب ہیں۔ ہم تین طرح کے مرحلوں کی نشاندہی بین الاقوامی معاشی تبادلے کے اندر کر سکتے ہیں۔ سب سے پہلا تجارت کا بہاؤ اشیاء کے ساتھ ساتھ خدمات کے شعبے میں۔ دوسرا مزدوروں کا بہاؤ یا زور یعنی روزگار کے لیے لوگوں کا نقل مکان کرنا۔ تیسرا سرمایے کی منتقلی قلیل مدتی یا طویل مدتی لمبے فاصلوں کے لیے۔ اس کے علاوہ عالمیانے کے سیاسی اور تہذیبی پہلو بھی ہیں۔ مثال کے طور پر گذشتہ سال کئی مغربی ایشیاء کے اقوام اور شمالی افریقہ جیسے تیونس، مصر، ایک دوسرے کے انقلاب اور آمرانہ حکومت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے سے متاثر ہوئے۔ ذرائع ابلاغ میں اُسے ''بہارِ عرب'' کہا گیا۔ ان ممالک میں ذرائع ابلاغ نے بڑا اہم رول ادا کیا۔ ٹیلی ویژن کے چیانلس جو بیرونی ممالک کے لوگوں کے ذریعے چلائے جاتے تھے اور ان کی ملکیت تھے جو دوسرے ملکوں کے تھے انھوں نے اس تیاری کی تائید کی جو کہ مقامی قائدین کی طاقت کو باقاعدہ بنانے میں مددگار ثابت ہوئی۔ واقعات جیسے خانہ جنگی، قدرتی تباہیاں جیسے سونامی کو قومی سرحدوں کے دائرے میں موضوع بحث بنایا گیا۔ جسے دنیا بھر سے ہمدردی اور تائید نصیب ہوئی۔

☆ کسی ایک شئے کا انتخاب کیجیے جیسے موبائیل فون، گاڑی، بازار میں دستیاب ہونے والے تمام اقسام کی نشاندہی کیجیے! کیا وہ ہندوستان یا بیرون ملک تیار کیے جاتے ہیں؟ اسے اپنے والدین یا بڑوں سے زیر بحث لائیے تاکہ اس بات کا پتہ چل سکے کہ 30 سال سے کتنے اقسام دستیاب ہیں؟

انیسویں صدی میں مزدوروں کی نقل مکانی:

اکثر یہ سوچتے ہیں کہ عالمیانے کا عمل بیسویں صدی کے اواخر کا نظریہ ہے جب کہ یہ درست ہے کہ موجودہ عالمیانے کی شکل گذشتہ 30 تا 40 سالوں میں ابھری۔ دنیا کی تاریخ میں چند اہم ادوار ہیں اس وقت جب عالم اقوام ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔ انیسویں صدی بیرونی تجارت کی رفتار میں اضافہ بیرونی سرمایہ کاری اور مزدوروں کے نقل مقام کی شاہد ہے۔ گو کہ مزدوروں کی نقل وحرکت اشیاء اور سرمایے کی نقل وحرکت کے مقابلے میں اتنی زیادہ نہیں تھی۔ ایک اندازے کے مطابق تقریباً 50 ملین افراد یورپ سے امریکہ اور آسٹریلیا کو مستقل سکونت اختیار کرنے کے لیے نکل پڑے۔ ساری دنیا میں ایک اندازے کے مطابق تقریباً 150 ملین افراد اپنے گھروں کو چھوڑ چکے ہیں۔ صدیا اور ہزار ہا ہندوستانی اور چینی افراد شجرکاری، کانوں، سڑکوں اور ریلوے کی تعمیری پروجکٹس کے لیے دنیا کے تمام مقامات کو استعماری منصوبے کے ایک حصے کے طور پر روانہ ہوئے۔ ان میں سے کئی اپنے آجروں کے پاس معاہدوں میں جکڑے ہوئے مہاجر ہیں۔ معاہدے سے بندھے ہوئے مزدور حقیقت میں بندھوا مزدور ہیں جو کسی آجر کے پاس ایک مخصوص مدت کے لیے کام کرتے ہیں جو اپنے ملک یا دوسرے ملک کو جانے سے پہلے اپنی تنخواہ کا حساب بے باق کر کے جاسکیں۔ ہندوستان کے معاہداتی مزدوروں کی جائے پناہ وسطی امریکہ کے جزائر، ماریشس، فیجی، کلایا اور سیلون وغیرہ ہیں۔ وہاں رہنے اور کام کرنے کے لیے حالات اکثر سخت ہوا کرتے ہیں۔ وہاں پر چند قانونی حقوق ہی دیئے جاتے ہیں۔ کئی مہاجرین مستقل طور پر وہیں منتقل ہوگیے اور ایک نئے مشترکہ تمدن کے جنم دینے والوں کی حیثیت سے سامنے آئے۔

یہ بات قابل ذکر ہے۔ حالیہ عالمیانے کے تجرابت کے طور پر مزدوروں کا بڑے پیمانے پر نقل مقام مشاہدے میں نہیں آیا۔ آج کل پیشہ وارانہ افراد کے بیرون ملک جانے کی طلب ہے لیکن اکثر نزاعی مسائل کی وجہ سے یہ محدود ہوگیا ہے۔ بازار کی حد تک ہی نہیں بلکہ خیالات اور رجحانات کو آپس میں بانٹا جاتا ہے اور اسے وسعت دی جاتی ہے۔

اس باب میں زیادہ تر ہماری توجہ عالمیانے کے معاشی پہلوؤں پر مرکوز ہے کیوں کہ گذشتہ 30 سے 40 برسوں میں یہ واضح طور پر سامنے آ چکے ہیں۔

ممالک کے اطراف پیداوار

انیسویں صدی کے وسط تک پیداوار اندرون ممالک ہی منظّم ہوتی تھی۔ خام مال، غذائی اناج، بنی ہوئی اشیاء ہی ان ممالک کے حدود سے باہر جاتی تھیں۔ نوآبادیات جیسے ہندوستان خام مال اور غذائی اناج کو برآمد کرتے اور بنی ہوئی اشیاء کو درآمد کرتے تھے۔ دور دراز ممالک کو جوڑنے کا اہم رابطہ تجارت تھی۔ یہ بین الاقوامی کارپوریشنوں کے منظر عام پر آنے سے پہلے کی بات ہے۔ MNC ایک ایسی کمپنی ہے جو ایک سے زائد ممالک کی پیداوار پر کنٹرول رکھتی ہے۔ MNC پیداوار کے لیے کارخانوں اور دفاتر ان مقامات پر قائم کرسکے جہاں وہ مزدور اور دوسرے ذرائع کم قیمتوں پر حاصل کرسکتی ہے۔ یہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ پیداوار کی لاگت کم ہو اور MNC زیادہ منافع کما سکے۔

نیچے دی گئی مثال پر غور کیجیے۔ متحدہ ریاستوں کو تحقیقاتی مراکز میں MNC کے تیار کردہ صنعتی آلات اور مصنوعات کے نمونے تیار کیے جاتے ہیں اور اس کے اجزاء چین میں تیار کیے جاتے ہیں۔ یہ تمام میکسیکو اور شمالی یورپ کو بذریعہ پانی کے جہاز روانہ کیے جاتے ہیں جہاں اسے یکجا کیا جاتا ہے اور مکمل تیار کی ہوئی مصنوعات کو ساری دنیا میں فروخت کیا جاتا ہے۔ اس اثناء میں کمپنی کے صارفین کی دیکھ بھال کے مراکز سارے ہندوستان میں واقع کال سنٹرس کے ذریعے سے اس کا انتظام کرتے ہیں۔ (ان ممالک کی دنیا کے نقشے میں نشاندہی کیجیے)۔

اس مثال میں MNC یعنی ہمہ قومی کارپوریشن سارے ملک میں نہ صرف مکمل مصنوعات فروخت کرتے ہیں بلکہ اشیاء اور خدمات ساری دنیا میں پیدا کرتے ہیں جس کے نتیجے میں پیداوار کو مختلف طریقوں سے منظّم کیا جاتا ہے۔ عمل پیداوار کو دو چھوٹے حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور ساری دنیا میں پھیلایا جاتا ہے۔ اوپر دی گئی مثال میں چین ایک سستے مصنوعات کے مرکز ہونے کا فائدہ رکھتا ہے۔ میکسیکو اور شمالی یورپ امریکہ اور یورپ میں بازاروں کی قربت کی وجہ سے فائدہ مند ہیں۔ ہندوستان نے نوجوانوں کو انگریزی سکھایا تا کہ وہ صارفین کی دیکھ بھال کے مراکز پر خدمات انجام دے سکیں۔ یہ تمام شاید 50 تا 60 فی صد ہمہ قومی کارپوریشنوں کی لاگت کی بچت ہے۔ پیداوار کا سرحدوں سے بین الاقوامی ممالک تک پھیلنے کا فائدہ بہت زیادہ ہے۔

پیداوار کا تمام ممالک سے آپسی تعلق:

ہمہ قومی کمپنیاں (MNC) ایسے مقامات پر قائم کی جاتی ہیں جہاں عام طور سے MNC تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ مزدوروں کی کم شرحوں پر دستیابی، دوسرے عوامل پیداوار کی یقینی طور پر دستیابی حکومت کی پالیسی جو ان کے مفاد کی حفاظت کرے۔ وہ پیسہ جو بین الاقوامی کارپوریشن استعمال کرتے ہیں تا کہ زمین، عمارتیں، مشینیں اور دوسرے آلات جیسے اثاثے خرید سکیں اُسے بیرونی خرچ کہتے ہیں۔ کسی بھی قسم کا خرچ اس امید سے کیا جاتا ہے کہ ان اثاثوں سے منافع کمایا جاسکے۔ کئی مرتبہ بین الاقوامی کارپوریشنس ان ممالک کی خانگی کمپنیوں سے پیداوار کا مشترکہ طور پر انتظام کیا۔ مقامی کمپنی زائد خرچ سے اور MNC کے ذریعہ لائی ہوئی جدید ٹکنالوجی سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ ہمہ قومی کارپوریشن زیادہ دولت سے بہت آسانی کے ساتھ ایسا کرسکتے ہیں۔

مثال کے طور پر ''کارگل فوڈس'' نامی امریکہ کی ہمہ قومی کارپوریشن نے ہندوستانی کمپنیوں جیسے ''پارکھ فوڈس'' کو خرید لیا جس کے چار تیل کی صفائی کے کارخانے اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر بازاروں کا جال بچھا ہوا ہے جہاں اس کے مصنوعات بہت مشہور ہیں۔ اس خریداری کی وجہ ''کارگل'' ہندوستان میں خوردنی تیل کی اہم پیدا کنندہ ہے۔

درحقیقت ہمہ قومی کارپوریشنس اتنی دولت رکھتے ہیں جو ترقی پذیر ممالک کی حکومتوں کے بجٹ سے زیادہ ہے۔ اتنی بہت زیادہ دولت کے ساتھ ہمہ قومی کارپوریشنوں کی طاقت اور ان کے اثر و رسوخ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ایک اور طریقہ ہے جس سے MNC پیداوار پر اپنا کنٹرول برقرار رکھتے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں ہمہ قومی کارپوریشنس چھوٹے پیدا کنندوں کو پیداوار کا آرڈر دیتے ہیں جس میں ملبوسات، چپل جوتے اور کھیل کی اشیاء ان صنعتوں کی مثال ہیں جہاں چھوٹے پیدا کنندے بڑے پیمانے پر ساری دنیا میں پیداواری کام انجام دیتے ہیں۔ ان مصنوعات کو MNCs کو روانہ کیا جاتا ہے جو اپنے نام سے خریداروں کو بیچتے ہیں۔ بڑے بڑے MNCs قیمتوں کے تعین، بہتر قسم، وصولی اور مزدوروں کے شرائط ان دور رہنے والے پیدا کنندوں کے لیے ان تمام چیزوں میں MNCs بہت زیادہ طاقتور ہوتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ان ہمہ قومی کارپوریشنوں کی پیداوار جو وسیع مقامات پر دور دور تک پھیلی ہے آپس میں ایک دوسرے سے منسلک ہو رہی ہے۔

فورڈ موٹرس ایک امریکی کمپنی ہے جو دنیا کی سب سے بڑی آٹو موبائیل تیار کرنے والی ہے جس کی پیداوار دنیا بھر کے 26 ممالک میں پھیلی ہوئی ہے۔ فورڈ موٹرس ہندوستان میں 1995ء میں آئی۔ چینائی کے قریب سترہ سو کروڑ روپے کے خرچ سے اپنا کارخانہ قائم کیا۔ اس نے یہ ہندوستان کی ایک بڑی کمپنی ''مہندرا اینڈ مہندرا'' جو جیپ اور ٹرکس بناتی ہے اُس کے اشتراک سے کیا۔ سن 2004 تک فورڈ موٹرس نے ہندوستانی بازار میں ستائش ہزار کاریں فروخت کیں جب کہ چوبیس ہزار کاریں ہندوستان سے ساؤتھ افریقہ، میکسیکو اور برازیل کو برآمد کی گئیں۔ کمپنی فورڈ انڈیا کو دنیا بھر میں اس کے دوسرے کارخانوں کو رسد بہم پہنچانے کا مقام بنانا چاہتی ہے۔

☆ کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں ''فورڈ'' موٹرس ایک ہمہ کارپوریشن ہے؟

☆ بیرونی اخراجات کیا ہے؟ فورڈ موٹرس ہندوستان میں کتنا پیسہ لگاتی ہے؟

☆ ہندوستان میں اپنے پیداواری کارخانے قائم کرکے جیسا کہ فورڈ موٹرس نے نہ صرف بڑے بازاروں پر دستک دی بلکہ کم لاگتی پیداوار کو بھی بڑھاوا دیا۔اس بیان کی وضاحت کیجیے؟

☆ آپ کس طرح سمجھ سکتے ہیں یہ کمپنی ہندوستان کو کاریں تیار کرنے کا اہم مقام بنا چکی ہے تاکہ دنیا بھر میں اپنے کام جاری رکھ سکے؟ان عوامل کو مدنظر رکھتے ہوئے بحث کیجیے؟

(الف) مزدوروں کی لاگت اور ہندوستان میں دوسرے ذرائع

(ب) کئی مقامی تیارکنندے کا وجود جو فورڈ موٹرس کو کل پُرزے فراہم کرتے ہیں؟

(ج) ہندوستان اور چین کے بھاری تعداد میں خریداروں سے قربت۔

☆ کس طرح سے ہندوستان میں فورڈ موٹرس کی پیداوار باہمی ربط کا باعث بنی؟

☆ کس طرح سے MNCs (ہمہ قومی کارپوریشنس) دوسری کمپنیوں سے مختلف ہے؟

☆ تقریباً تمام بڑے بین الاقوامی کمپنیاں امریکن، جاپانی اور یوروپین ہیں جیسے Nike، Coca-Cola، Pepsi، Honda، Nokia وغیرہ۔کیا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ کیوں ہے؟

بیرونی تجارت اور بازار کا انضمام:

کافی عرصہ دراز سے تجارت ملکوں کو جوڑنے کا اہم وسیلہ بن گئی ہے۔آپ نے تاریخ میں ہندوستان اور جنوبی ایشیاء کے تجارتی راستوں کو مربوط ہونے کے تعلق سے پڑھا ہوگا۔ان راستوں سے دونوں مشرق اور مغرب میں بڑے پیمانے پر تجارت بازاروں سے ہوا کرتی ہے۔آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ تجارتی مفادات جنھوں نے مختلف تجارتی کمپیوں کو جیسے ایسٹ انڈیا کمپنی کو ہندوستان کی طرف متوجہ کیا،تو بیرونی تجارت کا اہم فعل کیا ہے؟

آسان الفاظ میں بیرونی ممالک سے تجارت پیدا کنندوں کو گھریلو بازارت سے آگے بڑھنے کا موقع فراہم کرتیہے۔اسی طرح سے خریداروں کے لیے اشیاء کی پسند کا دائرہ گھریلو پیداوار کے آگے ہو جاتا ہے۔الغرض بیرونی تجارت مختلف ممالک میں تجارت کو جوڑنے اور ربط رکھنے میں مدد دیتی ہے۔

☆ پرانے زمانے میں ممالک کو آپس میں جوڑنے کا رابطہ کیا تھا؟اب وہ کس طرح سے مختلف ہے؟

☆ بیرونی سرمایہ کاری اور بیرونی تجارت میں فرق کیجیے؟

☆ حالیہ برسوں میں چین ہندوستان سے فولاد درآمد کررہا ہے۔واضح کیجیے کہ کس طرح چین کا فولاد درآمد کرنا اثرانداز ہورہا ہے؟

(الف) چین میں فولاد کی کمپنیاں

(ب) ہندوستان میں فولاد کی کمپنیاں

(ج) چین کی صنعتیں جو دوسری صنعتی اشیاء کی پیداوار کے لیے فولاد خرید رہی ہیں؟

☆ ہندوستان سے چین کے بازاروں کو فولاد کی درآمد کس طرح دونوں ملکوں میں بازاروں کا انضمام کردیا ہے؟

چین کے تیارکنندوں نے پلاسٹک سے بنے کھلونوں کو ہندوستان میں برآمد کرنا شروع کیا۔ ہندوستان میں خریداروں کو ہندوستان اور چین کے کھلونوں میں چننے کا اختیار حاصل ہوگیا ہے۔ سستے داموں اور نئے ڈیزائنوں کی وجہ سے ہندوستانی بازاروں میں چینی کھلونوں کی مقبولیت بڑھ گئی۔ ایک سال کے اندر 70 تا 80 فی صد کھلونوں کی دکانوں نے ہندوستانی کھلونوں کو چینی کھلونوں سے بدل دیا۔ ہندوستانی بازاروں میں پہلے کے مقابل کھلونے اب سستے ہیں۔

چینی کھلونا سازوں کے لیے یہ تجارت نے ان کے کاروبار کو بڑھانے کا موقع فراہم کردیا۔ ہندوستانی کھلونا سازوں کے لیے صورت حال اس کے برعکس تھی۔ مقابلے نے تھوڑے سے ہندوستانی پیداکنندوں کو جدّت لانے کے لیے مجبور کیا اور تھوڑے سے ختم ہوگئے۔

ہمہ قومی کارپوریشنس اور عالمیانہ:

گذشتہ چار تا پانچ دہائیوں سے ہمہ قومی کارپوریشنوں نے دنیا بھر میں ایسے مقامات کی تلاش شروع کردی جوان کی پیداوار کے لیے سستے ہوں۔ ان ممالک میں بیرونی سرمایہ کاری میں اضافہ ہورہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مختلف ممالک کے درمیان بیرونی تجارت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ بیرونی تجارت کے ایک بڑے حصے کو ہمہ قومی کارپوریشنس کنٹرول کررہے ہیں۔ مثال کے طور پر ہندوستان فورڈ موٹرس کے کار تیار کرنے والے کارخانے نہ صرف ہندوستان کاریں تیار کررہے ہیں بلکہ دوسرے ترقی پذیر ممالک کو بھی برآمد کررہے ہیں اور دنیا بھر میں کاروں کے پُرزے بھی کئی کارخانوں کو برآمد کررہے ہیں۔ اسی طرح ہمہ قومی کارپوریشنوں (MNCs) کے مشاغل اشیاء اور خدمات کی ٹھوس تجارت میں مصروف ہیں۔

زیادہ بیرونی سرمایہ کاری کے نتیجے میں اور زیادہ بیرونی تجارت سے دنیا بھر کے ممالک میں پیداوار اور بازاروں میں مطابقت ہونے لگی ہے ''عالمیانہ'' مختلف ممالک کے درمیان تیزی سے یکجا ہونے اور آپس میں ربط پیدا کرنے کا عمل ہے۔ (MNCs) ہمہ قومی کارپوریشنس عالمیانے کے عمل میں ایک اہم رول ادا کررہے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اشیاء اور خدمات، خرچہ اور ٹکنالوجی ممالک کے درمیان منتقل ہورہے ہیں۔ گذشتہ چند دہائیوں کے مقابلے میں دنیا کے اکثر خطے ایک دوسرے سے قریبی تعلقات رکھتے ہیں۔

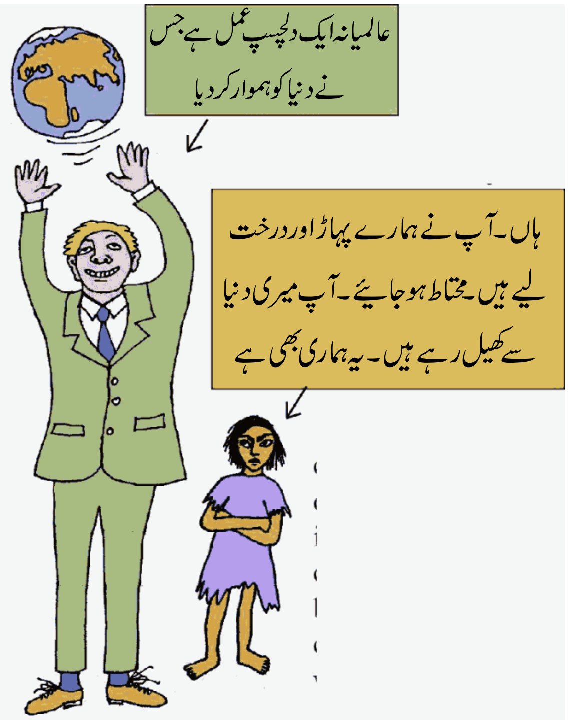

سرمایے کا بہاو: ٹکنالوجی نے ایک سرحد سے عاری دنیا کو جنم دیا ہے۔ اس کے نتیجے میں کئی ریاستیں اپنی خود کی سرحدوں میں زندگی کے بہت سارے پہلوؤں کا تعین کرنے سے قاصر ہیں۔ مثال کے طور پر روپے کے نوٹوں کی قدر کے تعلق سے اہم فیصلہ جو کہ کسی قومی ریاست کے مقتدر اعلیٰ حکومت کے ذریعہ سے ہوتا ہے وہ بیرونی حکومتوں یا پھر بازاروں پر کنٹرول رکھنے والوں یا پھر ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جن پر حکومت کا بہت کم کنٹرول ہوتا ہے۔

☆ (MNCs) ملٹی نیشنل کارپوریشنس کا عالمیانے کے عمل میں کیا رول ہے؟

☆ وہ کونسے مختلف طریقے ہیں جن سے مختلف ممالک آپس میں مربوط ہوسکتے ہیں؟

☆ صحیح انتخاب کیجیے، عالمیانے کے عمل میں ممالک کو آپس میں جوڑنے کے نتیجے میں

(الف) پیداکنندوں میں کم مسابقت۔

(ب) پیداکنندوں میں زیادہ مسابقت۔

(ج) پیداکنندوں میں کسی قسم کی مسابقت نہیں۔

وہ عوامل جس کے ذریعے سے عالمیانے کا عمل ہموار ہوگیا:

(1) فنی مہارت (Technology): فنی مہارت میں تیزی سے ترقی عالمیانے کے عمل میں ایک اہم عامل ہے جس نے اسے تیزی عطا کی ہے۔ مثال کے طور پر گذشتہ 50 برسوں میں حمل ونقل کے میدان میں کئی ترقی کے کام ہوئے جس کے نتیجے میں لمبے فاصلوں کو کم قیمتوں میں تیزی سے چیزوں کو پہنچانے کا بہتر انتظام ہوا ہے۔

اطلاعات اور مواصلات کے میدانوں میں فنی مہارت کی ترقی اور زیادہ شاندار اور تیز رفتار ہے۔ دوررسانی کی سہولتیں، پیغام رسانی، ٹیلی فون بشمول موبائیل فون فیکس دنیا بھر میں دوسرے ممالک سے ربط پیدا کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہیں تاکہ اطلاعات کو فوراً اور دور دراز کے مقامات تک پہنچایا جاسکے جو کہ سیاروں کے ترسیلی آلاتکی وجہ سے سہولت بخش ہوا ہے۔

کمپیوٹرس آج کل تمام مصروفیتوں میں شامل ہوچکے ہیں۔ آپ نے شاید انٹرنیٹ حیران کن دنیا میں قدم رکھا ہوگا جہاں آپ ہر چیز کے متعلق معلومات حاصل کرسکتے ہیں اور بھیج سکتے ہیں۔ انٹرنیٹ آپ کو ای میل یعنی الکٹرانک میل کو فوری طور پر بھیجنے اور گفتگو کرنے کی دنیا میں کم قیمتوں پر سہولت مہیا کرتا ہے۔

20 سال پہلے شہری ہندوستان میں ہمیں کمپیوٹرس کے لیے تیزی سے ربط قائم ہوجاتا تھا جب کہ دیہی ہندوستان میں برقی تخفیف ہے۔ موجودہ شہری ہندوستان میں ہمیں موبائیل فون میں انٹرنیٹ دستیاب ہے۔ دیہی ہندوستان میں آج بھی 3G اور 4G کے بہتر رابطے کے لیے جدوجہد جاری ہے۔

لندن کے قارئین کے لیے ایک نیو میگزین دہلی سے ڈیزائن کر کے شائع ہونے والا ہے۔رسالہ کا متن دہلی آفس کو بذریعہ انٹرنیٹ ارسال کیا جارہا ہے۔ دہلی آفس کے ڈیزائنروں کو لندن آفس سے بذریعہ دور رسانی ہدایات روانہ کیے جاتے ہیں کہ کس طرح رسالہ کو سنوارا جائے اور یہ سنوارنے کا عمل کمپیوٹرس کی مدد سے ہوتا ہے۔ چھپوائی کے بعد رسالوں کو ہوائی جہاز کی مدد سے لندن بھیجا جاتا ہے۔نمونہ سازی اور چھپوائی کے پیسوں کی ادائیگی لندن کے بینک سے دہلی کے بینک کو انٹرنیٹ یعنی E-Banking کے ذریعہ ہوتی ہے۔

☆ اس مثال میں ان الفاظ کو خط کشیدہ کیجیے جو پیداوار کے عمل میں فنی مہارت کو بیان کرتے ہیں؟

☆ کس طرح مواصلاتی مہارت عالمیانے کے عمل سے متعلق ہے؟ کیا عالمیانے کا عمل بغیر مواصلاتی مہارت کے ممکن ہے؟

آزادانہ بیرونی تجارت اور بیرونی سرمایہ کاری کا لائحہ عمل:

ہندوستان میں چینی کھلونوں کی برآمد کی مثال کو لیں تو ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ فرض کیجیے ہندوستانی حکومت کھلونوں کی برآمد پر ٹیکس لگاتی ہے اور ٹیکس کی وجہ سے خریداروں کو برآمد شدہ کھلونوں کو زیادہ قیمت دینا پڑتا ہے۔ ہندوستانی بازاروں میں چین کے کھلونے اب سستے نہیں ہیں اور چین سے برآمد بھی خود بخود گھٹ جائے گی جس سے ہندوستانی کھلونا ساز خوش رہ سکیں گے۔

درآمدات پر ٹیکس تجارت میں رکاوٹ کی ایک مثال ہے۔ یہ رکاوٹ اس لیے کہلاتی ہے کہ اس میں چند تحدیدات رکھی جاتی ہیں۔حکومت ان تجارتی تحدیدات کو گھٹا اور بڑھا سکتی ہے اور یہ فیصلہ کرتی ہے کہ کس قسم کے اور کونسی اشیاء کی مقدار ملک میں آنا چاہئے۔

ہندوستانی حکومت نے آزادی کے بعد بیرونی تجارت اور بیرونی سرمایہ کاری پر روک لگادیا ہے۔ یہ ملک کے پیدا کنندوں کو بیرونی مسابقت سے بچانے کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہے۔صنعتیں 1950ء سے 1960ء کے دہوں کی شروعات ہیں اور مسابقت جو درآمدات سے اس وقت پیدا ہورہی تھی صنعتوں کے باقی رہنے کے لیے ایک خطرہ تھی۔غرض ہندوستان نے صرف ضروری اشیاء کی درآمدات کی اجازت دی جیسے مشنری، کھاد، پٹرولیم وغیرہ۔اس بات کو دھیان میں رکھیۓ کہ تمام ترقی یافتہ ممالک اپنی ترقی کے ابتدائی مراحل میں گھریلو پیدا کنندوں کا تحفظ کئی ذرائع سے کیا کرتے تھے۔

تاہم 1991 کے شروع ہونے کے قریب ہندوستان میں دوررس تبدیلی پالیسی عمل میں لائی گئی۔حکومت نے فیصلہ کیا کہ وقت آچکا ہے کہ ہندوستانی پیدا کنندے دنیا بھر کے پیدا کنندوں سے مسابقت کریں۔ یہ محسوس کیا گیا کہ مسابقت ملک میں موجود پیدا کنندوں کے مظاہرے میں ترقی لائے گا کیوں کہ انھیں اقساممیں بہتری لانا تھا اس فیصلے کو طاقتور بین الاقوامی تنظیموں کی حمایت حاصل ہوی۔

بیرونی تجارت اور بیرونی سرمایہ کاری پر لگائی گئی روک بہت حد تک گھٹا دی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اشیاء کی درآمدات اور برآمدات آسانی سے کی جاسکتی ہیں اور بیرونی کمپنیاں اپنے کارخانے اور دفاتر یہاں قائم کرسکتے ہیں۔

حکومت کا رکاوٹوں یا پابندیوں کا ہٹانا چھوٹ دینا یا آزادانہ تجارت کرنے کی حیثیت سے جانا جاتا ہے، تجارت میں آزادی کاروباروں میں آسانی کے ساتھ فیصلے لیے جاسکتے ہیں کہ کونسی چیز کو درآمد اور کس کو برآمد کرنا ہے۔حکومت گذشتہ کے مقابلے کم تحدیدات عائد کررہی ہے اور ایک آزادانہ حکومت قرار دی جارہی ہے۔

o بیرونی تجارت میں آزادی دینے سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟
o درآمد پر ٹیکس ایک رکاوٹ ہے۔حکومت درآمدی اشیاء پر ایک حد مقرر کرسکتی ہے جسے کوٹہ (یا مقدار) سے جانا جاتا ہے۔کیا آپ چینی کھلونوں کی مثال سمجھا سکتے ہیں۔کس طرح مقررہ مقدار یا کوٹہ تجارتی حد کی طرح استعمال کرسکتے ہیں؟ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اسے استعمال کیا جانا چاہئے، بحث کیجیے؟

اب ہمیں اپنے آپ سے پوچھنا ہے کہ حقیقت میں کونسی چیز عالمیانے کی جانب لے جاتی ہے۔کیا یہ سیاسی فیصلہ ہے یا پھر یہ معاشی یا فنی مہارت کا انقلاب ہے۔معیشت کی رو سے عالمیانے کی تجویز دینے والے یہ بحث کرتے ہیں کہ معاشی طاقتیں ہیں جو عالمیانے کے ذمہ دار ہیں اور اس کے آغاز اور اختتام کے ذمہ دار ہیں۔وہ جو اس کے سیاسی نقطہ نظر کو تھامے ہوئے یہ بحث کرتے ہیں کہ حکومتی فیصلے ہی اس تحریک کو پہلا مقام دیتے ہیں۔حکومت تحدیدات عائد کرتی ہے یا قواعد میں ترقی کرتی ہے۔اس چیز کی کشش اور جگہ کی دوری سیاسی موسم پر مبنی ہوتی ہے۔ضروری نہیں کہ بازاری حالات پر ہوں اور اس لیے علاقہ اہمیت رکھتا ہے۔درحقیقت دونوں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ سیاسی فیصلے ایک مخصوص موقع سے لیے جاتے ہیں جو فنی تبدیلی اور معاشی تبدیلی کا حساب رکھتے جو پہلے ہی سے واقع ہوگئی ہو۔

عالمی پالیسیوں کو چلانے والے ادارے:

آج کل کئی فیصلے جو اہم مسائل رکھتے ہیں اور جو دنیا کے بڑے حصے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔وہ عالمی پالیسی کو چلانے والے اداروں کے ہاتھ آجاتے ہیں اس کی اچھی مثال موسم کی تبدیلی کا مسئلہ ہے۔ابتداء میں کاربن کے اخراج میں کمی انفرادی ممالک پر چھوڑ دی گئی تھی۔تاہم یہ جلد ہی جانا گیا کہ اگر ایک ملک کاربن کے اخراج کو کم کرنا چاہتا ہے تو صنعتوں کو دوسرے مقام پر منتقل کرنا پڑسکتا تھا وہاں جہاں کم قواعد وضوابط ہوا کرتے تھے۔نتیجے کے طور پر اخراج کا مسئلہ وہ موسمی تبدیلی کو ممالک کو آپس میں بیٹھ کر حل کرنا ہوگا۔عالمی پالیسی کو چلانے والے ایک اور ادارے کو دیکھیں جو WTO ہے جو کہ کچھ تفصیلات کے ساتھ ہے۔

عالمی تجارتی تنظیم World Trade Organisation (WTO):

ہم نے دیکھا کہ آزادانہ بیرونی تجارت اور ہندوستان میں سرمایہ کاری کو دنیا کی چند انتہائی طاقتور تنظیموں کی حمایت حاصل ہے یہ تنظیمیں کہتی ہیں کہ بیرونی تجارت اور سرمایہ کاری پر تحدیدات نقصان دہ ہیں۔ملکوں کے درمیان تجارت آزادانہ ہونی چاہئے جس پر کسی قسم کی روک نہیں ہونی چاہئے۔عالمی تجارتی تنظیم (WTO) ایک ایسی تنظیم ہے جس کا مقصد بین الاقوامی تجارت کو آزادی دلانا ہے۔ترقی یافتہ ممالک کی ایماء پر جس کا آغاز ہوا WTO بین الاقوامی تجارت سے متعلق قوانین بناتی ہے اور یہ دیکھتی ہے کہ آیا ان قوانین کی پابندی ہورہی ہے یا نہیں۔دنیا کے تقریباً 150 ممالک WTO کے موجودہ ارکان میں سے ہیں۔

باوجود اس کے کہ WTO عملی طور پر تمام کے لیے آزادانہ تجارت کی اجازت دیتی ہے لیکن یہ دیکھا گیا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک نے غیر شفاف طور پر تجارت میں روک لگا رکھی ہے۔اس کی مثال زرعی مصنوعات میں تجارت پر اُس کا موجودہ مباحثہ ہے۔

زرعی شعبہ ہندوستان میں بڑے پیمانے پر روزگار کے مواقع فراہم کرتا ہے۔اُسے ایک ترقی یافتہ ملک جیسے امریکہ (USA) سے تقابل کیجیے جس کا GDP میں حصہ 1 فی صد ہے، زراعت کی وجہ سے اور کل روزگار میں 0.5 فی صد ہے۔تب بھی لوگوں کا یہ کم فی صد جو US کی زراعت میں مشغول ہیں حکومت کی طرف سے انھیں پیداوار اور برآمد کے لیے بھاری رقم دی جاتی ہے۔اس بھاری رقم کی وجہ سے جسے وہ حاصل کرتے ہیں US کے کسان غیر معمولی طور پر کم قیمتوں میں کھیتوں کے مصنوعات فروخت کر دیتے ہیں۔ بچے ہوئے کھیت کی مصنوعات دوسرے ممالک کے بازاروں میں کم داموں میں بیچ دی جاتی ہیں۔ان ممالک میں رہنے والے کسانوں پر مخالف اثر ڈالتے ہیں۔ترقی پذیر ممالک، ترقی یافتہ ممالک سے یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم نے WTO کے اصولوں کے تحت تجارت میں لگائی جانے والی روک کو کم کر دیا ہے لیکن آپ لوگوں نے WTO کے اصولوں کو نظر انداز کر کے اپنے کسانوں کو بھاری رقومات ادا کر دیا ہے۔آپ نے ہماری حکومتوں کو ہمارے کسانوں کی حمایت سے روکا ہے جب کہ آپ اپنے کسانوں کی حمایت کر رہے ہیں۔کیا یہ آزادانہ اور منصفانہ تجارت ہے؟

خالی جگہوں کو پُر کیجیے

1- عالمی تجارتی تنظیم (WTO) ____________ ممالک کے پہل کرنے پر شروع ہوئی۔ WTO کا مقصد __________ ہے۔ WTO قوانین بناتی ہے۔ _______ کے متعلق سارے ممالک کے لیے اور یہ دیکھتی ہے کہ __________ پر عمل آوری ہے یا نہیں۔ترقی پذیر ممالک جیسے کہ ہندوستان ______________ رکھتا ہے جبکہ ترقی یافتہ ممالک کئی مواقعوں پر اپنے پیدا کنندوں کو تحفظ فراہم کرنے کا عمل جاری رکھتے ہیں۔

☆ آپ یہ کس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ دونوں ممالک کے درمیان تجارت میں شفافیت لانے کیا کیا جا سکتا ہے؟

☆ ہم نے اوپر دی گئی مثال میں یہ دیکھا ہے۔ چند موقعوں پر حکومت چند خاص چیزوں کی پیداوار کے لیے اپنی امداد دے رہی ہے تاکہ ان ماحول دوست چیزوں کو فروغ دیا جا سکے۔ بحث کیجیے کہ یہ صحیح ہے یا نہیں؟

ہندوستان پر عالمیانے (Globalisation) کا اثر:

لوگوں کی زندگیوں پر عالمیانے کا کیا اثر ہے، عالمیانے کا عمل صارفین کے لیے فائدہ بخش ہے خاص طور سے شہری علاقوں کے متمول افراد کے لیے صارفین کے لیے کئی اشیاء میں بہتر اقسام، کم قیمتیں جیسی چیزوں کا سامنا ہے جس کے نتیجے میں یہ لوگ پہلے کے مقابلے میں زیادہ اونچا معیار زندگی گزار رہے ہیں۔ پیدا کنندوں اور کام گاروں میں عالمیانے کا عمل مساوی طور پر نہیں ہے۔

ابتدأ ہمہ قومی کارپوریشنوں نے ہندوستان میں اپنے سرمایے کو بڑھا دیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہندوستان میں ان کی سرمایہ کاری فائدہ بخش ہے۔ ہمہ قومی کارپوریشنس صنعتیں جیسے موبائیل فون، آٹو موبائیل الکٹرانکس، ٹھنڈے مشروبات، مصالحہ دار غذائیں یا خدمات جیسے بینکنگ شہری مقامات پر ان تمام میں دلچسپی رکھتی ہے۔ یہ سارے مصنوعات ایک بڑی تعداد میں اچھے معیار والے خریدار رکھتے ہیں۔ان صنعتوں میں اور خدمات میں نئے روزگار فراہم کیے گیے ہیں۔ مقامی کمپنیاں خام مالکی سربراہی وغیرہ کر رہی ہیں۔اس کے لیے صنعتوں کے قیام کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔

دوم یہ کہ کئی ہندوستانی مشہور کمپنیاں یہ بڑھتی ہوئی مسابقت کی وجہ سے اپنے فائدے کو بڑھانے کے قابل ہوگئیں۔انھوں نے نئی ٹکنالوجی اور پیداواری طریقوں پر سرمایہ کاری کی اور اپنی پیداوار کے درجہ کو معیاری بنادیا۔چند نے بیرونی کمپنیوں کے اشتراک سے منافع حاصلکیا۔اس کے علاوہ عالمیانے کے عمل نے ہندوستان کی چند بڑی کمپنیوں کو ہمہ قومی کمپنیوں کی حیثیت سے ابھرنے میں مدددی ہے جس میں ٹاٹا موٹرس آٹو موبائیل، انفوسس (IT)، رین بیاکسی دواؤں میں، ایشین پینٹ پینٹس میں، سندرم فسٹینرس نٹ اور بولٹس میں۔یہ تمام کمپنیاں اپنے مصروفیات کو دنیا بھر میں پھیلا رہی ہیں۔

عالمیانے کے عمل نے IT یعنی اطلاعات اور فنی مہارت والی کمپنیوں کو خدمات کے نئے مواقع فراہم کیے ہیں۔ ہندوستانی کمپنی جو لندن کی کمپنی کے لیے رسالہ چھپوا رہی ہے اور کال سنٹرس اس کی مثالیں ہیں۔ اس کے علاوہ کئی ایک خدمات جیسے ڈاٹا انٹری، اکاؤنٹنگ اور نظم ونسق سے متعلق اہم افعال، انجینئرنگ وغیرہ ہندوستان جیسے ممالک میں سستے داموں پر کیے جاتے ہیں اور ترقی یافتہ ممالک کو برآمد کیے جاتے ہیں۔

حالیہ برسوں میں ہندوستان کی مرکزی اور ریاستی حکومتیں ہندوستان میں بیرونی کمپنیوں کو سرمایہ کاری کو ترغیب دینے کے لیے صنعتی علاقے جیسے SEZ یعنی مخصوص معاشی خطے کہا جاتا ہے قائم کیے جارہے ہیں۔ان خطوں میں عالمی درجے کی سہولتیں جیسے بجلی، پانی، سڑکیں، حمل ونقل، ذخیرہ کرنے کی سہولت تفریحی اور تعلیمی سہولتیں ہوتی ہیں۔کمپنیاں جو اس خطے میں اپنے پیداواری اکائیاں قائم کرتی ہیں انھیں ابتدائی پانچ برسوں تک ٹیکس ادا کرنا نہیں پڑتا۔

حکومتنے بیرونی سرمایہ کاری کے لیے مزدوروں کے قوانین میں لچک پیدا کی ہے۔مزدوروں کے مستقل طور پر اجرت پر لینے کے بجائے کمپنیاں انھیں مختصر مدت کے لیے اجرت کم کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔تاہم بیرونی کمپنیاں مزدور قوانین میں مزید لچک پیدا کرنے کا مطالبہ کرتی ہیں۔

ان تصویروں کو دیکھ کر ایک تصوراتی عنوان لکھیے اور یہ عالمیانے کے عمل کے متعلق کیا کہتا ہے؟

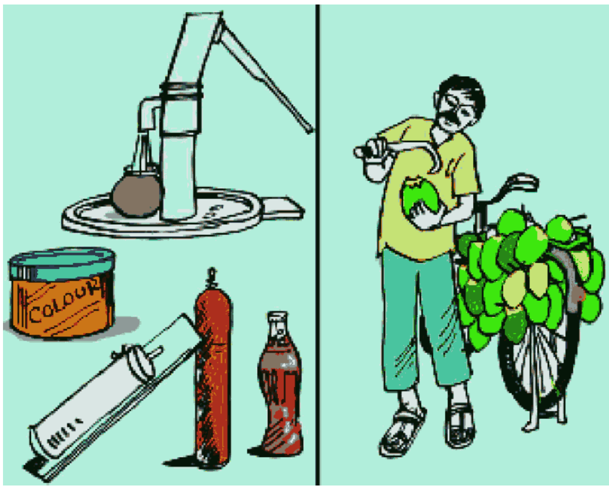

☆ ہندوستان میں مسابقت نے کس طرح عوام کو فائدہ پہنچایا؟

☆ کیا اور زائد کمپنیاں ہمہ قومی کارپوریشنوں میں ضم ہوجائیں؟ یہ کس طرح ملک کے لوگوں کے لیے فائدہ مند ہے؟

☆ کیوں حکومتیں بیرونی سرمایہ کاری کو راغب کرتی ہیں؟

☆ ہم نے کہیں پڑھا ہے کہ کسی کی ترقی کسی کا زوال بنتی ہے؟ ہندوستان کے چند افراد نے مخصوص معاشی علاقوں کے قیام کی مخالفت کی ہے۔ پتہ لگائیے کہ یہ افراد کون ہیں اور وہ اس کی کیوں مخالفت کررہے ہیں؟

چھوٹے پیدا کنندے: مسابقت کریں یا ختم کردیں:

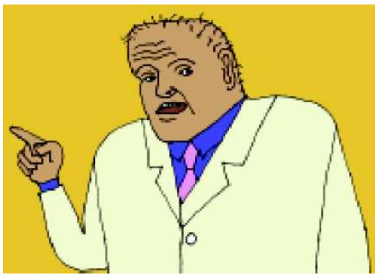

بڑی تعداد میں چھوٹے پیدا کنندے اور مزدوروں کو عالمیانے کے عمل نے اہم چیلنج دیا ہے۔

روی نے یہ تصور نہیں کیا کہ بہ حیثیت صنعت کار اسے چھوٹی سی مدت کے لیے ایک بحران سے گزرنا پڑے گا۔ روی نے ایک بینک سے قرضہ لیا تا کہ ٹامل ناڈو کے ایک مقام ہسّور میں سن 1992 میں Capacitors کی اپنی ایک کمپنی شروع کر سکے۔ کپاسیٹرس کئ بجلی کی اشیاء جیسے ٹیوب لائٹس، ٹیلی ویژن وغیرہ میں استعمال ہوتے ہیں۔ تین برسوں کے اندر وہ پیداوار کو پھیلانے اور اپنے پاس 20 مزدوروں کو اجرت پر حاصل کیا۔

اُسے اپنی کمپی کو چلانے کی جدوجہد اس وقت شروع ہوئی جب حکومت نے سن 2001 میں WTO کے معاہدے کے تحت کپاسیٹرس پر سے درآمد کی تحدید کو برخواست کردیا۔ اس کے اہم خریدار جو ٹیلی ویژن تیار کرتے تھے مختلف پُرزے بشمول کپاسیٹرس بھاری تعداد میں ٹیلی ویژن تیار کرنے کے لیے خریدنے لگے۔ تاہم ہمہ قومی کارپوریشنوں کی مسابقت کی وجہ سے ہندوستان ٹیلی ویژن کمپنیاں ہمہ قومی کارپوریشنوں کے لیے اشیاء کو یکجا کرنے میں منتقل ہوگیے اگر ان میں کے کوئی کپاسیٹرس خرید بھی لے وہ اس بات کو ترجیح دینے لگے کہ اُسے درآمد کیا جائے کیوں کہ درآمد کی ہوئی شئے کی قیمت روی جیسے لوگوں کی رکھی ہوئی قیمت سے آدھی تھی۔

روی سن 2000 میں پیدا کردہ کپاسیٹرس میں آدھے سے بھی کم پیدا کرنے لگا اور اس کے پاس صرف 7 مزدور کام کررہے تھے۔ حیدرآباد اور چینائی میں یہی کاروبار کرنے والے روی کے دوست اپنے کارخانے بند کرچکے تھے۔

☆ کن طریقوں سے روی کی پیداواری اکائی بڑھتی ہوئی مسابقت سے متاثر ہوئی؟

☆ کیا روی جیسے پیدا کنندوں کو اس لیے پیداوار بند کردینا چاہیے کہ ان کی پیداواری لاگت دوسرے ممالک کے پیدا کنندوں کی لاگت سے زیادہ ہے؟ آپ کیا سمجھتے ہیں؟

☆ حالیہ مطالعہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہندوستان میں چھوٹے پیدا کنندے کو بازار میں مسابقت کے لیے تین چیزیں درکار ہیں ۔ (الف) بہترین سڑکیں، بجلی، پانی، خام مال، بازار کی معلومات اور اطاعات کا جال۔ (ب) فنی مہارت میں نمو اور جدیدیت۔ (ج) وقت پر کم شرح سود سے قرضوں کا ملنا۔

وضاحت کیجیے کہ کس طرح یہ تین چیزیں ہندوستانی پیدا کنندوں کو مدد کرتی ہیں۔

☆ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمہ قومی کارپوریشنس (MNCs) اُن میں سرمایہ کاری کے لیے دلچسپی لیتے ہیں؟

☆ آپ یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ حکومت دستیاب سہولتوں کو فراہم کرنے میں ایک اپنا رول رکھتی ہے؟ کیوں؟

☆ کسی اور اقدام کے بارے میں سوچیے جسے حکومت اٹھا سکے؟ تبصرہ کیجیے؟

صاف وشفاف عالمیانے کے عمل کے لیے جدوجہد:

اوپر دیا گیا ثبوت اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ عالمیانے کے عمل سے ہر کسی نے فائدہ نہیں اٹھایا۔ تعلیم یافتہ، فنی ماہرین، دولت مند افراد نے ان موقعوں کا بہتر فائدہ اٹھایا۔ دوسری طرف بہت سے ایسے لوگ تھے جنھوں نے اس کے فائدے میں حصے داری نہیں پائی۔ چوں کہ عالمیانے کا عمل اب ایک حقیقت ہے۔ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس طرح اس عمل میں شفافیت لائی جائے۔ ایسا کرنے سے سارے لوگوں کو مواقع حاصل ہوتے ہیں اور اسکے فوائد بھی سب میں مساویانہ منقسم ہو سکتے ہیں۔

حکومت اس چیز کو ممکن بنانے میں اہم رول ادا کر سکتی ہے۔ اُس کی پالیسیاں نہ صرف امیر اور طاقتور لوگوں کی حمایت کرے بلکہ ملک کیسارے لوگوں کے لیے ہو۔ آپ نے حکومت کی طرف سے ممکنہ اقدامات کے بارے میں پڑھا ہے۔ مثال کے طور پر حکومت اس بات کو یقینی بنائے کہ مزدور قوانین کو صحیح طور پر نافذ کیا جائے اور مزدوران کا حق حاصل کرسکیں۔

وہ چھوٹے بیوپاریوں کی مدد کرسکتی ہے تاوقتیکہ وہ اپنے مظاہرے کو بہتر بنائیں اور مسابقت کرنے کے قابل بن جائیں۔ اگر ضرورت پڑے تو حکومت تجارتی تحدیدات اور سرمایہ کاری پر تحدیدات کا استعمال کرسکتی ہے۔ وہ (WTO) عالمی تجارت تنظیم سے صاف وشفاف قوانین کے بارے میں بات چیت کرسکتی ہے۔ وہ ترقی پذیر ممالک کو WTO میں ترقی یافتہ ممالک کے تسلط کو کم کرنے کے لیے ان ہی فوائد کے ساتھ انھیں کھڑا کرسکتی ہے۔

پچھلے چند برسوں میں بڑے پیمانے پر تحریکیں اور نمائندگیاں عوام اور تنظیموں کے ذریعہ کی گئیں اور WTO کے تجارت اور سرمایہ کاری کے اہم فیصلوں پر اثر انداز ہوئیں۔ یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ عوام بھی شفاف عالمیانے کے عمل میں اہم رول ادا کر سکتے ہیں۔

چند دیگر مسائل:

ایک اہم سوال زیر بحث ہے کہ آیا عالمیانے کا عمل قومی ریاست کا اختتام ہے یا نہیں؟ اکثر اوقات قومی ریاست جو عوام سمیت علاقائی بنیادوں پر بنی ہوئی ہوا اہم سیاسی تنظیم قرار دی گئی جہاں تک ملکوں کی حد بندی کا تعلق ہے، علاقائی تقسیم نے ہمارے اور انکے درمیان حد بندی کردی ہے اور نفسیاتی طور پر اپنے ممالک کے ہونے کا خیال پیدا کر دیا گیا ہے جو قومیت کا احساس دلاتا ہے۔

دوسرا مسئلہ جس نے اپنی طرف توجہ مبذول کروائی کہ آیا عالمیانے کا عمل تہذیبی، یگانگت کی طرف لے جاتے ہے یا تہذیبی مخالفت کو بڑھاوا دیتا ہے؟

WB ورلڈ بینک یعنی عالمی بینک اور IMF (بین الاقوامی مالیاتی فنڈ) اور ان کے اختیارات:

IBRO (بین الاقوامی بینک برائے دوبارہ تعمیر وترقی) اور IDA (بین الاقوامی ترقی کی تنظیم) کو عالمی بینک کہتے ہیں۔ لیکن یہ دونوں اداروں میں 170 سے زائد اراکین ہیں۔ ممالک جیسے ریاست ہائے متحدہ امریکہ (USA)، ان اداروں کو کنٹرول کرتے ہیں۔ آج بھی USA کی ووٹ دینے کی قدر 16 فی صد ہے۔ جاپان، جرمنی، فرانس اور برطانیہ کی 3 تا 6 فی صد ہے۔ غریب ممالک کے ووٹوں کی قدر کم ہے۔ آج ہندوستان اور چین غریب ملکوں کے مقابلے میں زیادہ ووٹنگ کی طاقت رکھتے ہیں۔ عالمی بینک، حکومتوں کو ان کی پالیسیاں بنانے اور انھیں رہنمائی کرنے کی صلاح مشورہ دے سکتا ہے اور اپنا اثر ڈال سکتا ہے۔

جب کہ کچھ لوگ یہ بحث کرتے ہیں کہ جدید مواصلات اور فنی مہارت نے اس قسم کے کلچر کو پھیلنے اور خیالات جس سے مقامی اور چھوٹی تہذیبیں کم ہوتی گئیں۔ دوسرے یہ بحث کرتے ہیں کہ عالمیانے کے عمل نے مختلف اور الگ الگ تہذیبوں کے پھیلنے پھولنے میں راہ ہموار کی ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ کچھ زبانوں کا استعمال بڑے پیمانے پر ہونے لگا اور وہ بین الاقوامی ترسیل کی زبانیں قرار دی گئیں۔ دوسری زبانیں نظرانداز کر دی گئیں اور تھوڑی ختم ہونے کے قریب ہیں۔

خلاصہ:

عالمیانے کا عمل آپس میں ممالک کو جوڑنے کا ایک تیز مرحلہ ہے۔ یہ بیسویں صدی بھی اہم تبدیلی کی حیثیت سے ابھرنے والا عالمی بدلاؤ ہے۔ اس کے معاشی، سیاسی اور تہذیبی پہلو ہیں۔ بازاروں کا انضمام اور پیداوار بذریعہ تجارت اور سرمایہ ہمہ قومی کارپوریشنوں کے ذریعہ زیادہ دولت اور طاقت کا استعمال یہ موجودہ عالمیانے کا اہم ثبوت ہے۔ تجارت اور سرمایہ کاری میں آزادی فراہم کرنا تحدیدات کو ہٹاتے ہوئے اس چیز نے معیشتوں کو عالمیانے کے لیے راہ ہموار کردی۔

عالمیانے کے فوائد کو نامساوی طور پر تقسیم کیا گیا۔ یہ اچھی حالت والے صارفین اور مہارت رکھنے والے پیدا کنندے تعلیم یافتہ اور دولت مند افراد کو فائدہ پہنچا دیا۔ تھوڑی سی خدمات جو فنی مہارت سے لیس تھیں اس کو وسعت دی گئیں۔ دوسری طرف ہزار ہا چھوٹے پیدا کنندے اور کام کرنے والوں نے اپنے روزگار اور حقوق کو کٹتے ہوئے دیکھا۔ یہ اہم بات ہے کہ عالمیانے کے دورخی خاصیتوں کو منفی ضروری ہے۔

دوسرا پہلو نامساوات کا ہے جو ہم دیکھتے ہیں خاص طور سے دولت مند ممالک کا طریقہ جو پالیسیوں کے طئے کرنے والے معاملات میں ہوتا ہے۔ چاہے وہ لائحہ عمل بین الاقوامی معاشی مبادلہ، تجارت، سرمایہ کاری، نقل مکانی یا گھریلو معاملات ہوں ان سب میں دولت مند مغربی ممالک کا دنیا کے دوسرے ممالک پر غیر واجبی اثر و رسوخ ہے۔ بین الاقوامی تنظیمیں جیسے IMF، WB، WTO (عالمی تجارتی تنظیم)، (عالمی بینک)، (عالمی مالیاتی فنڈ) ترقی یافتہ ممالک کے فائدے کی نمائندگی کرتے ہیں نہ کہ ترقی پذیر ممالک کی۔

الغرض عالمیانے کی تائید کرنے والے عالمی انضمام کی بات کرتے ہیں اور عالمیانے کے عمل کو ترقی اور خوش حالی کا ایک موقع تصور کرتے ہیں۔ اُس کے نقاد اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ ایک کوشش ہے مغربی ممالک کی ساری دنیا پر تسلط جمانے کی۔ یہ اس بات پر بحث کرتے ہیں کہ یہ جمہوریت کے لیے نقصان دہ اور غریب ممالک میں مزدوروں اور ماحول کے لیے ناسازگار ہے۔

کلیدی الفاظ

1- ہمہ قومی کارپوریشنس، 2- قومی ریاست، 3- فنی مہارت، 4- بیرونی سرمایہ کاری، 5- بیرونی تجارت، 6- آزاد کرنا

اپنے اکتساب کو بڑھایئے

1- ہندوستان کی حکومت کی جانب سے بیرونی تجارت اور بیرونی سرمایہ کاری پر تحدیدات لگانے کی کیا وجوہات ہیں؟ وہ ان تحدیدات کو کیوں ہٹانا چاہتی ہے؟

2- مزدور قوانین میں لچک کس طرح کمپنیوں کی مدد کرتی ہے؟

3- کونسے مختلف طریقوں سے ہمہ قومی کارپوریشنس قائم کیے جاتے ہیں یا دوسرے ملکوں میں پیداوار پر کنٹرول رکھتے ہیں؟

4- کس لیے ترقی یافتہ ممالک، ترقی پذیر ملکوں کو اپنی تجارت اور سرمایہ کاری کو آزاد کرنا چاہتے ہیں؟ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ترقی پذیر ممالک بدلے میں کیا مطالبہ کریں؟

5- عالمیانے کا اثر یکساں نہیں ہے۔اس بیان کی وضاحت کیجیے؟

6- تجارتی اور سرمایہ کاری کی پالیسیوں کو آزادانہ حیثیت دلانے میں عالمیانے کے عمل نے کس طرح مدد کی؟

7- کس طرح بین الاقوامی تجارت نے دنیا بھر کے ممالک کے بازاروں کو آپس میں ملانے کا کام کیا؟ مثالوں کے ذریعہ سے سمجھائیے۔ان مثالوں سے ہٹ کر جو یہاں دی گئی ہیں؟

8- عالمیانے کا عمل مستقبل میں بھی جاری رہے گا؟ کیا آپ تصور کر سکتے ہیں کہ آج سے 20 سال دنیا کی حالت کیا ہوگی؟ آپ اپنے جواب کی وجوہات بیان کیجیے؟

9- فرض کیجیے کہ دو آدمی گفتگو کر رہے ہیں۔ایک کہتا ہے کہ عالمیانے کے عمل نے ہمارے ملک کی ترقی کو نقصان پہنچایا جب کہ دوسرا یہ کہتا ہے کہ عالمیانے کے عمل نے ہندوستان کو ترقی دی۔ان دلائل پر آپ کا ردِ عمل کیا ہے؟

خالی جگہوں کو پُر کیجیے

1- ہندوستانی خریداروں کو اشیاء کا عظیم تر انتخاب ملا جو انھیں گذشتہ دو دہائیوں سے نہیں تھا۔ یہ قریبی طور سے ہندوستان کے ___________ بازاروں سے جڑا ہوا ہے جو دوسرے کئی ممالک میں پیدا کی ہوئی اشیاء فروخت کرتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں بڑھتا ہوا ___________ ہے۔دوسرے ممالک کے ساتھ اس کے علاوہ اقسام کی بڑھتی ہوئی تعداد جو ہم بازاروں میں دیکھ رہے ہیں۔ شاید ہندوستان میں یہ ہمہ قومی کارپوریشنوں کی پیداوار ہے۔ ہمہ قومی کارپوریشنس ہندوستان میں سرمایہ کاری کررہ ہیں کیوں کہ ___________________ جب کہ صارفین کو بازاروں میں بہت اقسام دستیاب ہیں۔ ________________ اور ____________ کے بڑھنے کا اثر سے مراد عظیم تر ________________ پیدا کنندوں کے درمیان ہے۔

11- درج ذیل جملوں کو جوڑیے

1- ہمہ اقوامی کارپوریشنس سستی قیمتوں پر چھوٹے بیوپاریوں سے خریدتے ہیں۔	( )	(a) آٹو موبائیل
2- کوٹہ مقرر کرنا اور ٹیکس جو درآمد پر ہوتی ہے تجارتی اشیاء کو باقاعدہ بنانے۔	( )	(b) ملبوسات، پیر کے جوتے، کھیل کی اشیاء
3- ہندوستانی کمپنیاں جنھوں نے بیرونی سرمایہ لگایا ہے۔	( )	(c) کال سنٹرس
4- IT نے پیداواری خدمات کو پھیلانے میں مدد کی	( )	(d) ٹاٹا موٹرس، انفوسس، رن بخشی
5- کئی ہمہ قومی اداروں نے ہندوستان میں پیداوار اور کارخانوں کے قیام کے لئے سرمایہ کاری کی۔	( )	(e) تجارتی تحدیدات

باب
11

غذائی طمانیت Food Security

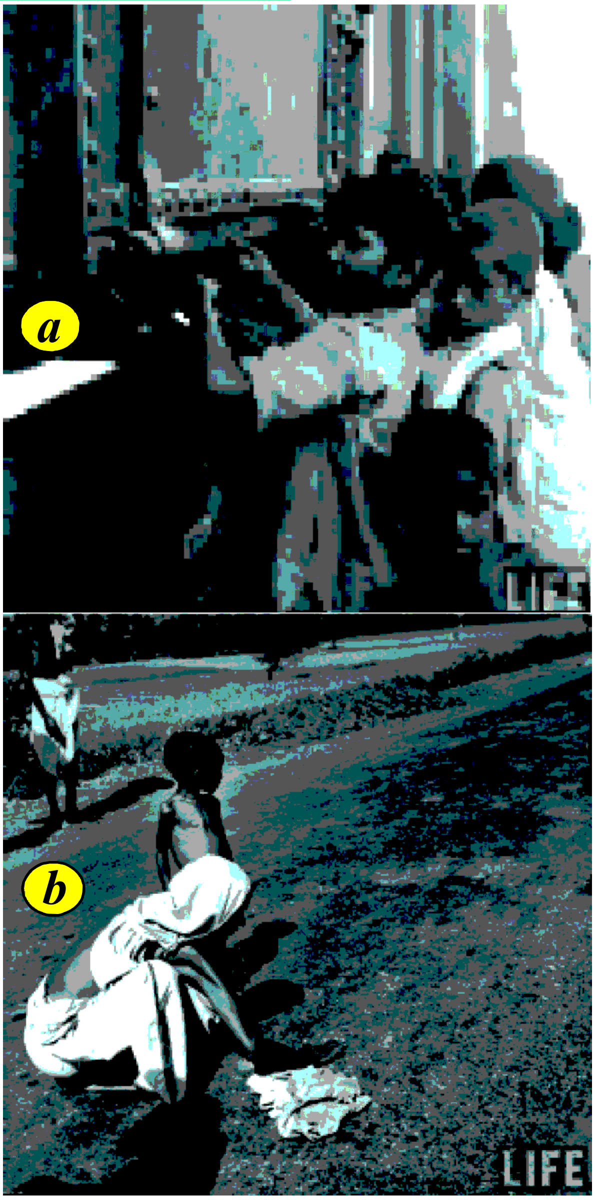

شکل 11.1: ''لائف'' رسالے سے لی گئی تصاویر (9) بچے ماں گاڑی سے اناج کے دانے جمع کرنے کی کوشش کرتے ہوئے۔ (2) عورت زمین پر گرے ہوئے دانوں کو جھاڑ رہی ہے۔

ہندوستان میں آزادی سے پہلے غیر معمولی غذائی اشیاء کی کمی کے باعث قحط سالی کا دور دورہ ہوتا تھا اور یہ بڑے پیمانہ پر فاقہ کشی کی اموات کا سبب بنتا تھا۔ سن 1943ء سے 1945ء کے دوران بنگال میں قحط آیا جس کی وجہ سے بنگال، آسام اور اڑیسہ میں رہنے والے 3 تا 5 ملین افراد کی جانیں چلی گئیں۔ درج ذیل کی عبارت پڑھیے

''میں اپنے بھائی بہنوں میں بڑا تھا اور زندہ رہنے کے لئے کام کیا کرتا تھا میں دن کے مزدور کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ اس وقت میں نے اپنے باپ کو گاؤں میں چھوڑا اور اپنے بھائیوں اور بہنوں کو کولکتہ لے آیا۔ ان کے پاس صرف تھوڑا سا آٹا تھا جو غذا کے لئے استعمال ہوسکتا تھا۔ ہم وہاں گئے جہاں کھانا تقسیم ہو رہا تھا۔ میں نے کئی لوگوں کو کولکتہ کے گلیوں میں تکلیف میں مبتلا دیکھا۔ میں نے دیکھا ماؤں کو جو اپنے بچوں کو کاندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے جو کہ دراصل مر چکے تھے۔ لیکن مائیں ان پر پانی چھڑک رہی تھیں تا کہ اپنے بچوں کو جیتا جاگتا رکھ سکیں۔ میں کئی چیزیں دیکھیں۔ لوگوں نے گھاس کھائی، سانپ کھائے، میں نے دو بہنیں اور ایک بھائی کو کھو دیا۔ یہ وہ لوگ تھے جو کسان تھے اور کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔ وہ فقیر نہیں تھے اس لئے انہیں بھیک مانگنا بھی نہیں آتا تھا۔ انسان کو اپنی عزت نفس کا بڑا خیال تھا۔ جب وہ آئے وہ ایک فٹ پاتھ پر بیٹھ گئے اور وہیں مر گئے۔ جب اس تصویر نے کولکتہ کے عوام پر اثر ڈالا اس مقام پر ہر کسی کو یہ سمجھ میں آ گیا کہ تباہی بڑے پیمانہ پر مچی ہے۔

ہندوستانی تاریخ میں کئی مثالیں ایسی ہیں کہ وہاں قحط واقع ہوا جہاں حکمرانوں نے منظّم انداز میں اناج تقسیم نہیں کیا جہاں قحط وہاں کے حکمرانوں کی اناج کی تقسیم میں بے ترتیبی اور لا پرواہی سے واقع ہوئے ہیں۔ انہیں جمع کر رکھے اناج کے ذریعہ یا دوسرے مقامات سے منگوا کر دور کیا جا سکتا تھا۔ ہندوستان کو آزادی ملنے کے بعد حکومتیں عوام کو اناج کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے مختلف طریقے اپنا رہی ہیں۔ راشن کی دکانیں جہاں لوگ اناج کو رعایتی داموں پر خریدتے ہیں۔ مڈ ڈے میل یعنی دوپہر کے کھانے کا انتظام جو کہ آپ لوگوں سے کئی کھاتے ہیں۔ آنگن واڑی جہاں نوجوان بچوں پر توجہ دی جاتی ہے۔

یہ کتاب حکومت آندھرا پردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

بشمول دن کے دوران کھانے کی فراہمی ۔ یہ چند طریقے ہیں جس کے ذریعہ سے حکومت غذائی تحفظ کو یقنی بناتی ہے۔اس سبق میں ہم غذائی تحفظ کو یقینی بنانے کے مسائل کے بارے میں نظر ڈالیں گے۔

پہلا حصہ غذائی تحفظ کے مکمل مسئلہ پر روشنی ڈالے جس میں پیداوار کا مسئلہ، اور سارے ملک میں غذائی دستیابی وغیرہ۔دوسرے حصے میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس تک عوام کی رسائی کس طرح سے ہے۔کوئی یہ کیسے یقین کرے کہ دستیاب غذا کس طرح عوام تک پہنچے گی۔آخر میں ہمیں خاندانوں میں تغذیہ کے درجات کو دیکھنا ہوگا تا کہ یہ جان سکیں آیا یہ اسکیمیں اور طریقے با اثر ہیں یا نہیں۔

ملک کے لئے تغذیے کا تحفظ۔بڑھتی ہوئی اناج کی پیداوار

کافی مقدار میں اناج کی پیداوار غذائی تحفظ کی ایک اہم ضرورت ہے۔مثال کے طور پر ہندوستان میں حکومت کسانوں کے لیے ایسے مواقع فراہم کر رہی ہے تا کہ کسان بڑھتی ہوئی اناج کی مقدار کو پیدا کرنے کے لائق ہو جائیں۔

گراف 11.1 کو دیکھیے اور خالی جگہوں کو پُر کیجیے ہر مقام کی قدر معلوم کرنے کے لئے آپ ایک پٹری استعمال کر سکتے ہیں تا کہ ”Y“ نقطہ کی برابر مقدار معلوم کر سکیں۔

گراف -1: منتخبہ اجناس کی پیداوار ملین ٹن میں

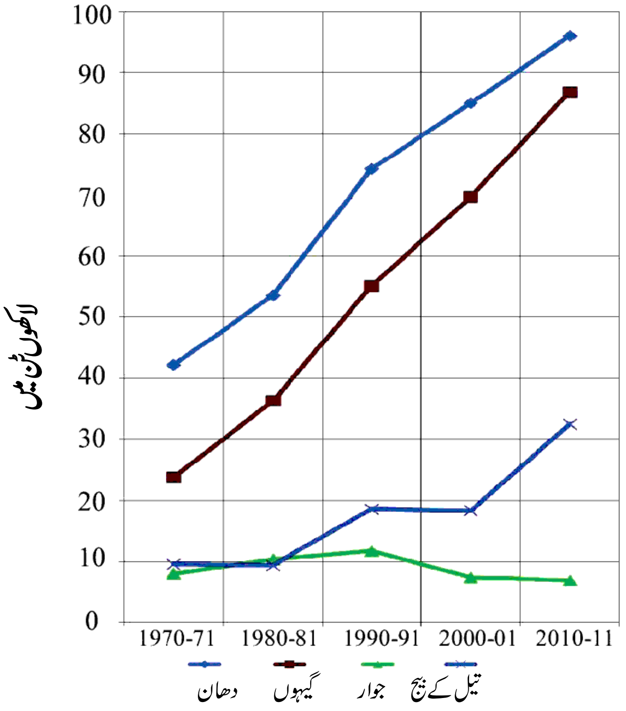

☆ غذائی اجناس کی پیداوار 1970-71 تک کے عرصہ سے لے کر ____ دھان کی پیداوار میں 1970-71 تک 40 ملین ٹن اضافہ ہوا ______ ٹنوں کا اضافہ 2010-11 تک ہوا۔دوسری اہم غذائی فصل جس کی 40 سال کے وقفہ میں پیداوار میں تیزی سے اضافہ ہوا ______ تھی۔ دھان اور گیہوں کے مقابلے میں ______ کی پیداوار 1970-2011 کے دوران نہیں بڑھی۔ یہ ہوسکتا ہے ______ کی وجہ سے۔

☆ سبق نمبر 9 میں زمین اور قدرتی وسائل کے حصے کو دوبارہ پڑھیئے زمین سے فصلوں کو ممکنہ طریقے کیا ہیں بیان کیجیے۔

ہم جانتے ہیں کہ گذشتہ چند دہائیوں سے کاشت کیا جانے والا علاقہ بمشکل تبدیل ہوا ہے۔ایسی صورت میں پیداوار میں اہم تبدیلی آتی ہے۔گراف 2 کو دیکھئے کسی فصل میں ایک ہیکٹر کی پیداوار میں اضافہ کرنا ہو تو ضروری اشیاء کو صحیح طریقے سے استعمال کرنا ہوگا۔ایک طریقہ آبپاشی کو بڑھانا ہے۔پانی کو اس طرح استعمال کیا جائے کہ وہ سب کے لئے اہم ذریعہ بن جائے اور سب کو دستیاب ہو۔

گراف 2 منتخب شدہ اناج کا ماحاصل/اناج کلوگرام فی ہیکٹر میں)

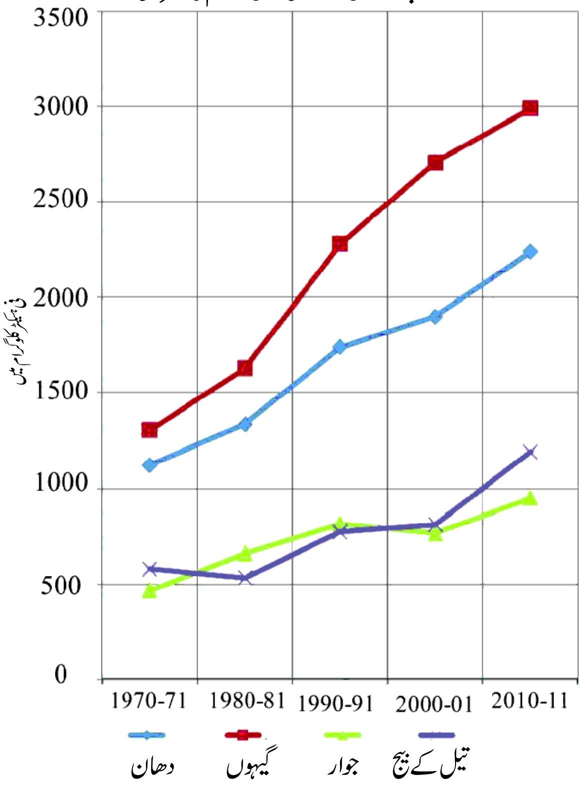

وہ فصلیں جن کی پیداوار کم ہے گراف 11.2 میں بتایا گیا ہے جو عام طور پر خشک زمین میں بڑھتا ہے جہاں موجودہ اور مستقبل میں آبپاشی کے امکانات بہت کم ہیں۔

گراف 11.2 میں فصلوں کے کم حصول کو بتایا گیا ہے جو کہ زیادہ تر خشک علاقے میں اُگتے ہیں۔ جہاں پر حال و مستقبل میں آبپاشی کی سہولتیں بہت کم ہیں۔ قحط کی مزاحمت کرنے والے یا روکنے والے پودوں کی کاشت مقامی حالات، کھیتوں کو پانی پہنچانا، اور فصلوں کو تبدیل کرتے رہنا یہ تمام زمین کے لئے ایک مخصوص مقام کی پیداوار کو بڑھانے کے لئے کیا جاتا ہے۔

یہ بھی ایک اہم عنصر ہے کہ زمین یا دوسرے قدرتی وسائل کو اس طریقے میں نقصان نہ پہنچنے کو یقینی بنایا جائے۔ چند سائنسدان اور لوگ زراعت اور کھیتوں میں کام کرنے والے یہ بات بتاتے ہیں کہ جسانداز میں چاول گیہوں ہندوستان میں شدت کے ساتھ غیر سائنسی چیزوں کا استعمال کیمیائی کھادوں اور جراثیم کش ادویات کے حد سے زیادہ استعمال کرنے کی وجہ سے مسلسل لیکن ناقابل بھروسہ اضافہ پیداوار کے حصول میں ہو رہا ہے۔ درحقیقت ان طریقوں نے زمینی صلاحیت، کو گھٹا کر زمینی پانی کو ختم کے قریب کر دیا ہے۔ اگر یہ جاری رہا تو جلد ہی ہم ان حالات سے دوچارہ ہو جائیں گے کہ پیداوار بڑھنے کے بجائے گھٹنا شروع ہو جائے گی۔

فی ہیکٹر دھان اور گیہوں کی پیداوار کو درج ذیل پیراگراف کو مکمل کرتے ہوئے بیان کیجئے۔

دو فصلیں............اور............ ہمیشہ کم پیداوار دیتی ہیں دھان اور گیہوں کے مقابلے میں پھر بھی یہ دو فصلیں حالیہ برسوں میں اپنی پیداوار میں اضافہ کے سست رفتار بتاتی ہیں۔

☆ جوار کی پیداوار کو بڑھانے کے لئے ہمیں کیوں توجہ دینا چاہئے؟ تبصرہ کیجئے۔

☆ دھان اور گیہوں کی اعلیٰ پیمانہ پر پیداوار کا حصول ایک لمبے عرصے تک برقرار رہنے میں کن عناصر نے اپنا حصہ ادا کیا؟

غذائی اجناس کی دستیابی

کوئی ملک اپنی تمام آبادی کے لئے پیداوار فراہم کرنے کے قابل ہو جائے اسے اس ملک کی اولین ضرورت قرار دی جانی چاہئیے۔ ہم یہ کس طرح پیمائش کریں گے یا اندازہ لگائیں کہ وہ غذا سب کے لئے کافی ہوگی؟ کیا یہ غذا سارے خاندانوں کو پہنچ رہی ہے یا نہیں اس کی جانچ بعد میں کی جاتی ہے۔ سب سے پہلے ہم تخمینہ لگائیں گے کہ ہمیں کیا دستیاب ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ ملک میں فی کس اناج یا فی کس (دستیاب آمدنی) کافی ہو اور سالہا سال بڑھتی رہے۔ کیا غذائی اجناس میں اضافہ اور دستیابی حقیقت میں واقع ہو رہی ہے؟

یہ کتاب حکومت آندھرا پردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

پیداوار اور غذائی اجناس کی دستیابی میں فرق ہے۔ اسے اس طرح تخمینہ لگایا جا سکتا ہے:

سال بھر میں دستیاب غذائی اجناس: سال کے دوران غذائی اجناس کی پیداوار (پیداوار۔ بیج، چارہ اور ضائع شدہ اشیاء)+ نقد درآمد (درآمد۔ برآمد)۔ حکومت کے ساتھ ذخیرہ میں تبدیلی (سال کے اختتام پر ذخیرے کی مقدار۔ ابتداء میں افتتاحی ذخیرہ کے مقدار)

یومیہ فی کس غذائی اجناس کی دستیابی: سال بھر میں غذائی اجناس کی دستیابی / آباد)/365 دن پیداوار، درآمد اور حکومتی ذخیرہ میں تبدیلی کے تعلق سے تین سال 1971,91,2011 کے بارے مں تح معلومات درج ذیل کے جدول میں فراہم کی گئی ہیں۔ پیداوار کے علاوہ کسی سال میں) بڑھتی ہوئی غذائی اجناس کی دستیابی درآمدات سے معلوم ہوتی ہے۔ غذائی اجناس کی دستیابی کا اہم ذریعہ حکومت کے ذریعہ فراہم کیا گیا اناج کا ذخیرہ ہے اور اس میں وقتاً فوقتاً تبدیلی ہے۔ مثال کے طور پر حکومت عوام کے لئے چاول کی دستیابی میں اپنے موجودہ ذخائر کو فروخت کرکے اضافہ کرسکتی ہے۔ جب کبھی بھی حکومت کے اناج کا ذخیرہ کم ہوجاتا ہے اس سال میں دستیاب چاول کے صرفے میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

(آپ آنے والے حصے میں حکومتی ذخائر کے بارے میں پڑھیں گے۔ سن 1971ء میں جو اعداد و شمار بتائے گئے ہیں اسی طریقے سے 1991ء اور 2011ء میں فی کس غذائی اناج کی دستیابی کو محسوب کیجیے۔)

جدول-1

سال	آبادی ملین میں	غذائی اجناس کی نقد پیداوار	نقد درآمدات	حکومت کے ذخائر میں تبدیلی	غذائی اجناس کی (دستیابی) نقد	فی کس یومیہ اجناس کی دستیابی (گرامس) میں
کالم 1	کالم 2	کالم 3	کالم 4	کالم 5	کالم 6	کالم 7
1971	551	94.9	2	2.6	Col 3+ Col(4)-Col(5) =94.3	={col(6)/col(2)}/365 =(94.3/551)/365 =0.000469 tonnes* =0.000469X100 =0.469 kilograms* =469 Grams
1991	852	154.3	-0.1	-4.4		
2011	1202	214.2	-2.9	8.2		

* Note: 1 tonne =1000 kilograms; 1 kilogram = 1000 grams
# Million tonnes

☆ اپنے حساب کے مطابق خالی جگہوں کو پُر کیجیے: فی کس اجناس کی دستیابی............(بڑھ گئی/گھٹ گئی) سن 1971ء سے 1991ء کے دوران لیکن وہ............(گھٹی ہوئی/بڑھی ہوئی) سن 2011ء میں۔ یہ حالیہ دہائیوں میں آبادی کی افزائش کی رفتار میں کمی ہونے کے باوجود ہوا۔ مستقبل میں حکومت کو بڑی مقدار میں دستیابی............ کے ذریعہ سے کروانا چاہئیے۔

غذائی اجناس میں کیا کیا شامل ہیں

غذائی اجناس

دالیں	مقوی تغذیہ	تیل

صحت مندانہ تغذیہ (مثلاً: چاول و گیہوں)	مقوی تغذیہ (مثال جوار، راگی، باجرہ و دیگر اجناس)

اکثر لوگ یہ سوچتے ہیں کہ موٹا اناج یا غلہ ادنیٰ قسم کا اناج ہے۔ کیوں کہ موٹا اناج کہلاتا ہے۔ ہم اسے موٹا اور غیر صحتمند قرار دیتے ہیں۔ اس کے برعکس یہ بہت زیادہ غذا سے بھرپور اور مکمل اناج ہے۔ یہ ملک کے خشک علاقوں میں رہنے والے لاکھوں افراد کی مخصوص غذا ہے۔ ایک زمانے میں ہندوستانی گھرانوں میں ''موٹا اناج'' کا عنوان استعماری حکومت نے دیا جو سفید رنگ کے چاول اور گیہوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور مقامی غذا اور کلچرل یعنی ثقافتی کاموں کو نیچی نظر سے دیکھتے تھے۔ اکثر لوگ ایسے غلے کو قوت بخش غلہ کہتے تھے۔

دیگر غذائی اشیاء کی دستیاب

یہ کہا جاتا ہے کہ عوام کے خرچ کے طریقوں میں تبدیلی آتی ہے جب لوگ زیادہ میوے، ترکاریاں، دودھ، گوشت، مرغ کا گوشت اور مچھلی وغیرہ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہ صارفین اور پیدا کنندوں دونوں کے لئے خوش آئند چیز ہے۔ صارفین مختلف غذائی اشیاء اور متوازن خوراک چاہتے ہیں۔ کسان جو کہ غذائی اجناس کی پیداوار میں مصروف ہیں وہ اپنی آمدنیوں کو بڑھانے کے لئے مختلف فصلوں کی پیداوار کر سکتے ہیں۔ شائد آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلی جماعتوں میں ہم نے غذائی اجناس پیدا کرنے والے کھیتوں کو کاروباری فصلوں میں تبدیل کرنے کے تعلق سے پڑھا جیسا کہ گذشتہ دو دہوں سے آندھرا پردیش میں روئی کی فصل، یہ چیز کسانوں میں مایوسی اور یہاں تک کہ خودکشی کی اہم وجہ ہے۔ کسان دوسری مصروفیات جیسے مرغ بانی، مچھلیاں پکڑنا، دودھ کا کاروبار وغیرہ جو کسانوں کو نئے مواقع فراہم کرتے ہیں۔

کئی سالوں سے کھانے کی دوسری اشیاء کی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے۔ پھر بھی وہ اقل ترین غذائی ضروریات کو پورا کرنے میں ناکافی ہیں۔ ماہر تغذیہ یہ مشورہ دیتے ہیں کہ ہندوستان میں ہر شخص 300 گرام ترکاری اور 100 گرام میوہ ایک دن میں استعمال کرے جبکہ وہ کس ان غذائی کی دستیابی بالترتیب 180 گرام اور 58 گرام ہے۔ اسی طرح سے انڈے کی فی کس ضرورت 180 گرام ہے جبکہ دستیابی 30 گرام ہی ہے۔ گوشت کے تغذیہ کی ضرورت سالانہ 11 کلوگرام ہے۔ جبکہ دستیابی صرف 3.2 کلوگرام ہے۔ ہمیں 300 ملی لیٹر دودھ کی ضرورت ہے جبکہ فی کس دستیابی ایک دن 210 ملی لیٹر ہے۔ بہرحال کسانوں کو کھیتی کی اشیاء اور بازار کی سہولتیں دوسری اشیاء کی طرف رخ کرنے کے لئے درکار ہے۔ کسانوں کو مدد اور تحفظ کی ضرورت ہے پُرخطر بازار سے جہاں وہ نئی حالتوں سے دوچار ہوتے ہیں۔

یہ کتاب حکومت آندھرا پردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

زراعتی تنوع یا مختلف طرح کی زراعت

مدنا پور کی نرم اور لال زمین ہے۔ وہ گاؤں کا نام کیسپل جو بوکولا گرام پنچایت میں واقع ہے۔ تقریباً تمام لوگوں کے پاس بورویل ہیں۔ بینک پانی کی سربراہی میں بہتری لانے کے لئے قرضہ فراہم کرتے ہیں۔ میں نے ہری پرسادسامنتا، چٹومائٹ، جاٹ لینکا سے بات چیت کی۔ ان میں کا کوئی بھی 12 ایکر سے زیادہ کھیتی باڑی نہیں کرتا۔ وہاں کی فنی مہارت کافی حد تک بہتر ہے۔ اصلی بیج یونیورسٹی سے آتے ہیں باوجود اس کے کہ دھان میں تھوڑی سے تبدیلی ہوتی ہے۔ لیکن وہ نقد فصلوں یا کاروباری فصلوں سے زائد پیسہ کما لیتے ہیں۔ اور ہر جگہ ترکاریوں کی کاشت ہوتی ہے۔ وہاں آلو کی کاشت کی بہت زیادہ مانگ ہے۔ بیج تجارتی کمپنیوں سے آتے ہیں اور مہنگے ہوتے ہیں۔ اس دوران ایک اہم چیز انجام دی جاتی ہے وہ دودھ کا کاروبار ہے۔ ان میں تقریباً لوگوں کے پاس تین سے پانچ گائیں ہیں۔ دیہاتی عورتیں ان کی دیکھ بھال کرتی ہیں۔ یہ چیز اب فروغ پا رہی ہے۔ کسان جانتے ہیں کہ دالوں کے بہترین بیج مہاراشٹرا اور مدھیہ پردیش سے آتے ہیں۔ ان کی اپنی رائی بہتری ہوتی ہے۔

زمین ندی سے اونچی ڈھلوان پر ہے جو کہ تقریباً تین سو میٹر اوپر ہے اور کافی فاصلے پر ہے۔ میں نے دوسرے گاؤں کا معائنہ کیا جس میں تقریباً آدھی آبادی غریب ہے۔ دوسری فصل کے وقت بھی وہ ایک ہی فصل اُگاتے ہیں۔ اگر کوئی دوسری فصل اُگانے کے کا موقع مل جائے تو الگ بات ہے اور اس کا انحصار بارش پر ہے۔ وہاں پیداوار کم ہے۔ اس کے کئی ممکن جواب ہیں لیکن بغیر منصوبہ اور حکومت کی کوششوں کے زراعت میں تبدیلی کی بات ایک سنگین مذاق ہوگی۔

☆ ان الفاظ کو اور جملوں کو خط کشیدہ کیجیے جو زراعتی تبدیلی کو بتاتے ہیں اور یہ وضاحت کرتے ہیں کہ کیوں یہ سب ہندوستانی کسانوں کے لئے کیوں ضروری ہے۔

☆ آپ اپنے گاؤں یا کسی اور گاؤں میں زراعتی تبدیلی کے بارے میں ایک مضمون لکھیے۔

یہ بات ذہن میں رکھیئے کہ زراعتی تبدیلی غذائی اناج کی پیداوار پر اثر انداز ہوسکتی ہے۔ یہ شائد کسی پالیسی یا لائحۂ عمل کو ترتیب دینے میں تذبذب پیدا کر سکتی ہے جسے بہت ہی محتاط منصوبہ بندی پر عمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چونکہ ذرائع غذائی اجناس کے ماہر استعمال ہوتے ہیں اس لئے غذائی اجناس کی پیداوار گھٹ جاتی ہے۔ ہندوستان کی فی کس اناج کی دستیابی بہت ہی کم ہے جب ہم یورپ کے ممالک سے اس کا موازنہ کرتے ہیں جو کہ 700 گرام ہے اور USA میں 850 گرام ہے۔ فی کس اناج کی دستیابی میں کمی ہندوستان کے تغذیہ کے تحفظ کے لئے ایک تشویشناک بات ہے۔ غریب خاندان زیادہ تر غذائی ضرورت کے لیے غذائی اجناس کو بطور توانائی کے حصول استعمال کرتے ہیں۔ غذائی اجناس اور اسی قسم کی غذائی اشیاء کی پیداوار میں اضافہ کرنے کا لائحۂ عمل ترتیب دینا ضروری ہے۔

غذا تک رسائی:

غذا کے تحفظ کا دوسرا اہم پہلو غذا تک پہنچ ہے۔ غذائی اناج اور دیگر اشیاء کی پیداوار کافی نہیں ہے۔ ہر کوئی اس کے استعمال کے لئے اسے خریدنے کے قابل ہو۔ کیا ہر کوئی اقل ترین غذائی ضرورت تک پہنچ رکھتا ہے؟ آپ نے جماعت ہشتم میں غریبی کے تعلق سے جو پڑھا ہے اسے پھر یاد کیجیئے ہم جو غذا کھاتے ہیں وہ ہمارے جسموں میں جا کر حرارت پیدا کرنا ہے جو کہ کیلوریز کی شکل میں ناپی جاتی ہے۔ یہ ہمارے کام کاج میں مدد دیتی ہے۔ اگر ہم تغذیہ سے عاری غذا استعمال کرتے ہیں تو جو کیلوریز ہمارے جسم میں داخل ہوتی ہیں وہ کم ہوتی ہیں جس کی وجہ ہمیں کام کرنا مشکل ہوجاتا ہے اور ہماری صحت تباہ ہوجاتی ہے۔ شہری علاقوں میں یومیہ 2100 کیلوریز اور دیہی علاقوں میں 2400 کیلوریز یومیہ معیاری ہیں۔

گراف 3. دیہی ہندوستان میں مستعملہ فی کس حرارے

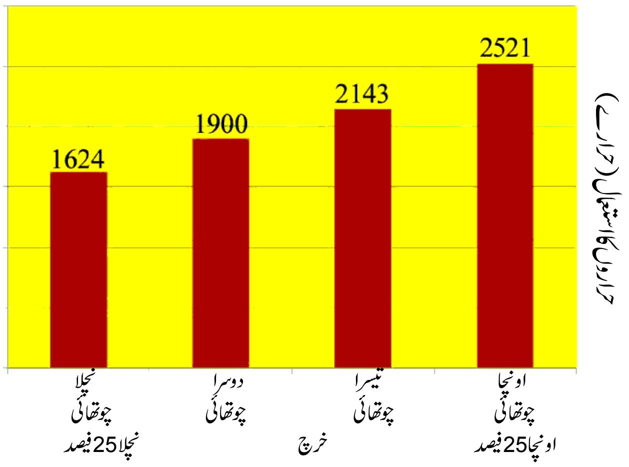

شہری اور دیہی یومیہ حرارفی کا قومی اوسط درکار حراروں کی ضرورت سے کم ہے۔ اور 2004 سے 1983 تک کے درمیان حراروں کا استعمال کم ہوگیا ہے۔ یہ ایک ہمارے لئے صدمہ ہے جب کہ ہماری معیشت تیز رفتاری کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ اشیاء اور خدمات کی پیداوار بھی کئی گنا بڑھ چکی ہے۔

معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوا ہے۔ اوسط تقسیم میں موجودہ تفریق کو پوشیدہ رکھے ہوئے ہیں۔ جبکہ کھاتا پیتا طبقہ درکار حراروں سے زائد خرچ کرتا ہے۔ آبادی کے بیشتر حصے میں غذائی استعمال جو کہ حرارے فراہم کرتا ہے وہ ناکافی ہے۔ ہندوستانی دیہی علاقوں کے 80 فیصد لوگ جو غذا استعمال کرتے ہیں وہ معیاری حراروں سے کم ہے۔ گراف 11.3 میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ کم ترین حراروں کا استعمال دیہی علاقوں میں غریب ترین لوگوں کا ہے۔ اور وہ سفارش کئے معیار یعنی 2400 حراروں سے کم ہے۔ جبکہ یہ لوگ بہت زیادہ مشکل اور روز نی ہاتھ سے کی ہوئی مزدوری انجام دیتے ہیں۔

حراروں کے کم استعمال کی اہم وجہ عوام کی قوت خرید میں کمی ہے۔ عوام کے پاس غذا کی خریداری کے لئے زیادہ پیسے نہیں ہیں۔ اس کی مختلف وجوہات ہیں جیسا کہ آپ نے غربت، بے روزگاری عوامی سہولیات پر کئے گئے مباحث کو پڑھا ہے۔ کیا آگے بڑھنے سے پہلے اسے دوبارہ یاد کر سکتے ہیں۔

عوامی تقسیمی نظام

ارزاں فروشی کی دکانیں عوام تک غذائی اجناس پہنچانے کا اہم ذریعہ ہے۔ سن 2004 تا 2005 میں ایک سروے کیا گیا یہ جاننے کے لئے کہ آیا مختلف ریاستوں کے خاندان اناج عوامی تقسیمی نظام سے اور ارزاں فروشی کی دکانوں سے حاصل کرتے ہیں اور کس طرح جملہ صرف کئے ہوئے اناج میں حصہ بنتے ہیں؟ گراف 11 کو دیکھیے۔ اس میں عوام کو ہندوستان کے مختلف شہروں میں اپنے بنیادی غذائی اجناس کی خریداری کے لئے عوامی تقسیمی نظام پر منحصر ہونا پڑتا ہے۔

☆ جماعت ہشتم میں عوامی تقسیمی نظام کو دوبارہ یاد کیجئے۔ کس طرح عوامی تقسیمی نظام ملک کے عوام کے غذائی تحفظ سے متعلق ہے؟

مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ ہندوستان کی جنوبی ریاستیں عوامی تقسیمی نظام میں ایک بہتر ریکارڈ رکھتی ہیں۔ قابل ذکر یہ ہے کہ یہ ریاستیں ایک عالمی عوامی تقسیمی نظام پر چلتی ہیں جس کا مطلب تمام لوگوں کو کم قیمتوں پر غذائی اجناس کی دستیابی ہے۔ دوسری ریاستوں میں اس کے برخلاف جہاں غریب خاندانوں کی شناخت کر کے غریب اور اوسط لوگوں کو مختلف قیمتوں پر غذائی اجناس فروخت کئے جاتے ہیں۔ غریب لوگوں میں زیادہ غریب لوگوں کو مختلف سہولیات ان اجناس کے حصوں کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر انتودیا کارڈ رکھنے والوں کے 35 کلو غذائی اناج جس میں (چاول، اور گیہوں) ہر ماہ ہر خاندان کو ملتے ہیں۔

یہ کتاب حکومت آندھراپردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

گراف 11.4 سن 2009 سے 2010 تک عوامی تقسیمی نظام کے ذریعہ سے چاول اور گیہوں کی خریداری کا فی صد

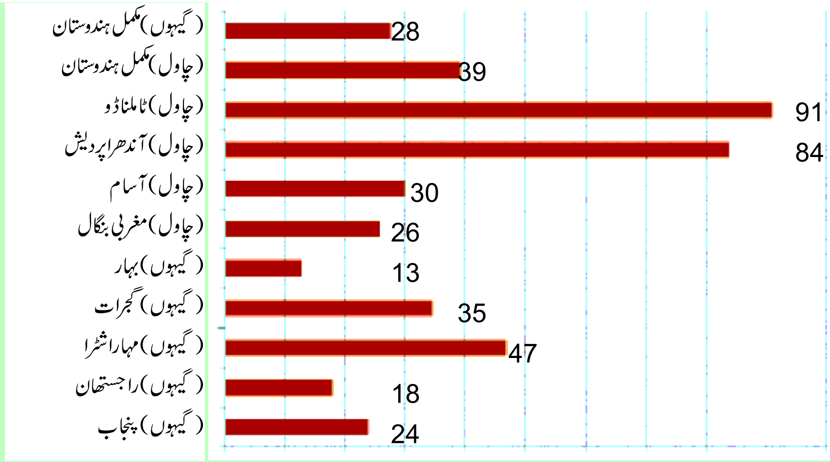

☆ خالی جگہوں کو پُر کیجئے۔

سارے ہندوستان میں ______ فی صد عوام کا کل صرفہ چاول اور ______ فیصد عوام کا گیہوں کا مجموعی صرفہ ارزاں فروشی کی دوکانوں سے خریدا جاتا ہے۔ یہ چیز بتاتی ہے کہ عوام اپنی غذائی اناج کی خریداری زیادہ تر ______ کرتے ہیں۔ تاہم یہاں کئی ریاستیں بہتر مظاہرہ پیش کرتی ہیں جیسے ______ اور ______ اور تھوڑی سی ریاستیں جیسے ______ جہاں عوامی تقسیمی نظام بمشکل عوام کی غذائی اناج کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔

عوامی تقسیمی نظام اور زائد ذخیرہ:

غذائی اناج کا ذخیرہ جو بنیادی طور پر چاول اور گیہوں FCI فوڈ کارپوریشن آف انڈیا سے حاصل کیا جاتا ہے اور منظّم کیا جاتا ہے۔ جسے زائد یا فاضل ذخیرہ کہا جاتا ہے۔ FCI گیہوں اور چاول کی خریداری ان ریاستوں کے کسانوں سے کرتا ہے جہاں پیداوار فاضل ہوتی ہے۔ کسانوں کو ان کی فصل کی قیمت ماقبل اعلان کردی جاتی ہے۔ اس قیمت کو اقل ترین امدادی قیمت (MSP) (منیمم سپورٹ پرائس) کہا جاتا ہے۔ MSP کو ہر سال حکومتی اداروں کی طرف سے اعلان کیا جاتا ہے۔ ہر سال مرکزی اور ریاستی حکومتیں غذائی اناج کی ایک تہائی مقدار کسانوں سے حاصل کرتی ہیں۔ ان غذائی اناج کو عوام میں مختلف طریقوں سے تقسیم کیا جاتا ہے۔ حالیہ عرصے میں حکومتی ادارے درکار غذائی اجناس سے زیادہ مقدار حاصل کررہے ہیں تا کہ عوامی تقسیمی نظام کی ضروریات کو پورا کرسکیں۔ اگر حکومت کا ذخیرہ سالہا سال بڑھتا رہے تو کم مقدار دستیاب رہے گی (جدول میں سن 2011ء میں غذائی اجناس کی دستیابی کو دیکھیئے) حکومت پر تنقید ہوتی ہے کہ وہ ان غذائی اجناس کو عوام میں تقسیم نہیں کررہی ہے۔ کبھی کبھار حکومتیں ان غذائی اجناس کو دوسرے ممالک کو برآمد کرتی ہیں۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ غذائی اجناس کو برآمد کر کے تھوڑا سا پیسہ کمانا بہتر ہے جبکہ عوام کا بڑا طبقہ ملک میں غذائی اجناس کو نہیں پاسکتا؟

ہندوستانی حکومت نے سن 2013ء میں ''قانون برائے تحفظ غذا'' کا اعلان کیا تا کہ عوام کے حق غذا کو قانونی بنایا جاسکے۔ یہ تقریباً ہندوستان کی دوتہائی 2/3 آبادی پر اطلاق کرتا ہے۔ اس قانون کے مطابق کم آمدنی والے ہر فرد کے لئے 5 کلوگرام غذائی اناج فی ماہ رعایتی قیمتوں پر دیا جاتا ہے۔

غریب خاندانوں میں زیادہ غریب 35 کلو اناج کے مستحق ہوتے ہیں۔ نئے سال میں مرکزی حکومت چاول، گیہوں اور باجرے کی فراہمی بالترتیب، تین، دو، اور ایک روپے پر کر رہی ہے۔ اس قانون کے تحت دیہاتی علاقوں میں رہنے والے 75 فیصد اور شہروں میں رہنے والے 50 فیصد افراد کو عوامی تقسیمی نظام سے اناج خریدنے کا حق حاصل ہے۔ اگر حکومت اناج فراہم نہ کر سکے تو وہ عوام کو اناج خریدنے کے لئے رقم دیتی ہے۔ یہ قانون اس بات پر غور کرتا ہے کہ ''حاملہ عورتوں، دودھ پلانے والی ماؤں' 6-1 برس کے بچوں' آنگن واڑی جانے والے بچوں اور 14-6 سال کے بچوں کو پکا ہوا کھانا مفت میں فراہم کرے۔

حالیہ عرصے میں ہندوستانی پارلیمنٹ نے قومی غذائی تحفظ ایکٹ کو بنایا ہے اور بچوں کی باہمی ترقی جیسی اسکیمیں (ICDS) کو نافذ کیا ہے۔ ہندوستانی عدالتیں غذائی تحفظ کے یقینی بانے میں مستعد ہوگئی ہیں۔ غیر حکومتی اداروں کی طرف سے دائر کئے گئے مقدمات کے جواب میں عدالت عالیہ نے یہ فیصلہ دیا کہ تمام ریاستی اور مرکزی حکومتیں اسکول میں پڑھ رہے نوجوان طلباء کو دوپہر کا کھنا فراہم کریں۔ اگرچیکہ اس قسم کی اسکیمیں چند ریاستیں جیسے ٹاملناڈو وغیرہ میں چھوٹے پیمانہ پر ہیں لیکن اب یہ اسکیم ساری ریاستوں میں نافذ کی جارہی ہے۔ تقریباً چودہ کروڑ اسکولی بچے دوپہر کے کھانے کی اسکیم کے تحت مدرسوں میں دوپہر کا کھانا کھارہے ہیں۔ جب ریاستی حکومتوں نے اس اسکیم کو لاگو کرنے سے انکار کردیا تو عدالت نے اس کی نگرانی کے لئے ادارے ترتیب دیئے اور یہ تجاویز دی گئیں کہ دوپہر کا کھانا مقامی طور پر پکایا ہوا اور گرم فراہم کیا جائے (یہ خشک چبینہ یا اناج نہ ہو جوکہ حکومتوں نے اس سے پہلے تقسیم کیا تھا) یہ صاف ستھرا، تغذیہ سے بھرپور اور اقل ترین حراروں کے مطابق ہو ساتھ ساتھ ہفتہ کے ہر دن میں الگ قسم کا کھنا ہو۔ عدالت نے یہ فیصلہ دیا کہ ترجیح ذات باورچیوں، بیواؤں اور خستہ حال خواتین کو دی جائے۔ یہ ساری دنیا میں مدارس میں غذا فراہم کرنے سب سے بڑا پروگرام ہے۔ اس اسکیم سے پیسہ حاصل کرنے کے لئے عدالت نے ہندوستانی حکومت کو محصول عائد کرنے کا حکم دیا۔ گرم پکایا ہوا کھانا آج کل آنگن واڑی سنٹرس میں بھی دیا جاتا ہے۔

تغذیہ کا موقف

آخر میں ہم بچوں اور بڑوں میں تغذیہ کا مقام دیکھتے ہیں تاکہ اندازہ کرسکیں کہ استعمال شدہ غذا کافی ہے یا نہیں۔ یہ ہمیں اس بات کا بھی پتہ دیتی ہے کہ اوپر بیان کردہ اسکیمیں بہتر طور پر کام کررہی ہیں یا نہیں اور اس کے مسائل کیا ہے؟ غذا جسم کے سارے افعال، توانائی نمو اور صحتمند رہنے کی وسعت اور بیماریوں کی مدافعت کرنے کے لئے ضروری ہے۔ جو غذا ہم استعمال کرتے ہیں عام طور پر اس کی درجہ بندی اس طرح سے ہے۔

کاربوہائیڈریٹس (نشاستہ): یہ قوت فراہم کرتا ہے۔ گیہوں، چاول' راگی، جوار، مختلف قسم کے تیل، شکر، چربی وغیرہ کے ذریعہ۔

پروٹین۔ (لحمیات): یہ نمو اور جسم کی بافتوں کے دوبارہ بننے میں مدد دیتے ہیں۔ پھلیوں، دالوں، گوشت، انڈے، چاول' گیہوں وغیرہ کی مدد سے۔

وٹامنز (حیاتین): وہ جسم کو تحفظ فراہم کرتے ہیں اور جسم کے کئی اہم ترین نظاموں کو کام کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔ یہ میوے، پتے والی ترکاریاں، جڑوں والی اشیاء غیر پالش شدہ چاول وغیرہ۔

یہ کتاب حکومت آندھراپردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

منرلس (معدنیات): کی ضرورتھوڑی سی مقدار میں ہوتی ہے تا کہ اہم افعال جیسے خون کی تشکیل لوہے کے عناصر سے ہو۔ یہ ہمیں ہری پتے والی سبزیاں راگی وغیرہ سے حاصل ہوتے ہیں۔

اگر ہم ایک جائزہ لیں جیسا کہ آپ نے گذشتہ سبق میں کیا تھا ہم اس بات کا پتہ لگا سکتے ان باتوں سے جولوگوں کو پوچھنے پر وہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے دن بھر میں کھانے میں کیا کھایا ہے۔اس سے ہمیں سرسری طور پر اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اوپر بیان کئے گئے غذائی عناصر اس غذاء میں شامل تھے یا نہیں۔ تاہم خاندان کے ایک فرد کی استعمال کی ہوئی غذا سے ہم ٹھیک ٹھیک مقدار میں کاربوہائیڈریٹس یعنی نشاستہ ،حیاتین لحمیات، وغیرہ کا اندازہ یا پیائش کرنے میں مشکل محسوس کرتے ہیں۔ ماہرین تغذیہ نے قد اور وزن کو کسی فرد کے مکمل نشوونما کا اشاریہ قرار دیا ہے۔کثیر آبادی کی مختلف پیائشوں کے ذریعہ سے اور اعداد و شمار کی معلومات سے ماہرین تغذیہ پھر بھی معیاری دائرے پر پہنچ چکے ہیں۔ انفرادی اشخاص کا تقابل پھر بھی ممکن ہے۔ یہ ہمیں افراد کے تغذیے کی حالت سے متعلق قابل بھروسہ اطلاعات دیتا ہے۔

NIN (نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف نیوٹریشن) (قومی ادارہ برائے تغذیہ) حیدرآباد کی جانب سے ایک جائزہ کے مطابق ملک کی کئی ریاستوں کے اطراف سے تغذیے کی حالت جگا دینے والی ہے۔پچھلے اسباق میں ہم نے مخصوص حالات کے مطالعے کو دیکھا جو کسی خاندان کی غربت اور غذائی پسماندگی کو بتاتا ہے اور یہ ان بے بنیاد اعداد و شمار کو جانچنے میں بہت ہی اہم ثابت ہوتا ہے۔ یہ ہمیں ان حالات کو جانچنے کہ آیا وہ توقعات ہیں یا عام رجحان کی طرف ایک اشارہ ہے مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ یہ ہمیں ان پوشیدہ مسائل جو کہ شائد عام عقل سے پرے ہے ان کو جاننے میں مدد کرتے ہیں۔

جیسا کہ اوپر بحث کی گئی ہے بچوں کے تغذیے کا حال جاننے کے لئے بہت ہی آسان اور صحیح طریقہ قد اور وزن کو ناپا جاتا ہے۔آپ کسی آنگن واڑی سنٹر کو جا کر مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ یہ کام کس طرح سے انجام دیا جاتا ہے۔ بچے چوں کہ تیزی سے بڑھتے ہیں بڑوں کے برخلاف ان کا وزن ان کی عمر کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتا ہے۔اس کے بہتر پیمانے کے طور پر وزن کو عمر کے مطابق صحیح طور پر ناپا جانا چاہیئے۔ نیچے دی گئی پیائش ماہرین تغذیہ کی ترتیب دی ہوئی ہیں یہ معلوم کرنے کے لئے کہ بچے عام وزن اور قد کے دائرے میں آتے ہیں یا اسسے کم۔

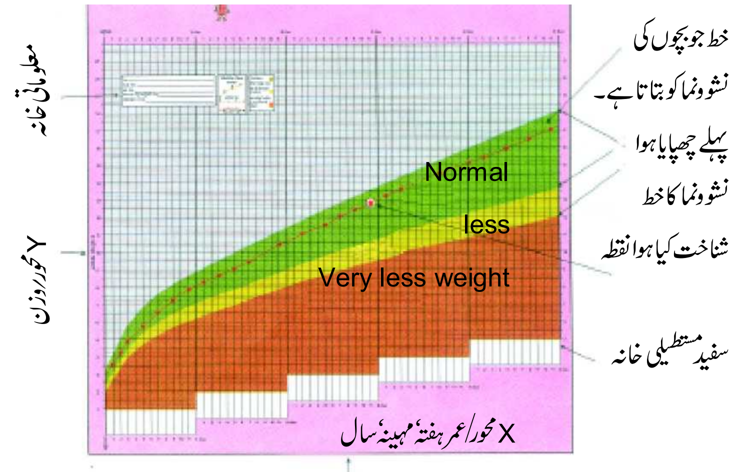

شکل 11.2 آندھراپردیش کے آنگن واڑی میں بچوں کے وزن

مثال کے طور پر جب ہم بچوں کے اوزان کو ان کی عمروں کے حساب سے ناپتے ہیں تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ بچہ وزن کی کمی کا شکار ہے یا نہیں۔ یہ ایک بچے کے تعلق سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

(NIN)نیشنل انسٹیٹیوٹ آف نیوٹریشن کی جانب سے کیا گیا جائزہ ہمیں کیا بتا تا ہے؟ ملک میں کئے گئے ایک سروے میں یہ جانچ کی گئی کہ 5-1 سال کے عمر کے بچے جن کی تعداد تقریباً 7 ہزار تھی ان میں سے 45 فیصد بچے کم وزنی کا شکار ہیں۔ ان کا وزن عام وزن کے معیار سے کم تر ہے۔ یہ بچے درحقیقت بھوکے رہتے ہیں اور انہیں غذا کافی نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ حد سے زیادہ دبلے نہیں ہوجاتے انہیں جب تک شناخت نہیں کیا جاسکتا۔ ایک انتہائی عامیانہ بات کو ہم سمجھنے سے قاصر کہ ملک میں بہت زیادہ تعداد میں بچے کم وزنی کا شکار ہیں۔ ہم ان بچوں کو دیکھنے کے اس قدر عادی ہوچکے ہیں کہ ہمیں یہ بات عام سی لگتی ہے۔ یہ چیز ہماری عقل کو جھنجھوڑتی ہے اور ہمیں احساس دلاتی ہے کہ یہ حالات ملک کے آدھے بچوں کی نشوونما اور ان کی صلاحیتوں پر گہرا اثر ڈالتے ہیں۔

ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے

مجموعی طور پر کم وزنی کے شکار والے بچے جن کی عمریں 3 تا 5 برس کی ہیں 45 فیصد ہے۔ ان بچوں کے مقابلے میں جن کی عمریں ایک تا 3 سال ہے ان کا فیصد 50 ہے۔ گجرات کی ریاست میں 58%، مدھیہ پردیش میں 56.9% اور اترپردیش میں 53.2% اور سب سے کم کیرالا میں 24 فیصد ہے۔

مجموعی طور پر کم وزنی کا شکار بچوں کی تعداد 16 فیصد ہے۔ تغذیئے کے ماہرین ابتدائی مدرسے کے طلباء کے تین مختلف چارٹس کا تقابل کرتے ہیں جو نیچے دیئے گئے ہیں۔ یہاں پر تین الگ الگ اشارے دیئے گئے ہیں جو ان بچوں کے تغذیئے کی مجموعی صورتحال ہمیں بتاتے ہیں۔

☆ آپ کے علاقے میں موجود آنگن واڑی سنٹر اس قسم کے حالات سے کس طرح کام کرتا ہے؟ تبصرہ کیجیے۔

اشاریہ	عام حد سے کم بچوں کے لئے یہ کیا ظاہر کرتا ہے	اپنے خود کے الفاظ میں وضاحت کیجیے	ملک میں بچوں کا فیصد
عمر کے مقابل وزن دکھایا گیا ہے	کم وزنی		45 فیصد
قد کو عمر کے مقابل نشاندہی کی گئی ہے	رکا ہوا	جب بچے زیادہ عرصہ تک بڑھنے سے رکے رہتے ہیں ان کی ہڈیوں کی نشوونما متاثر ہوتی ہے۔ ایسے بچے اپنی عمر کے حساب سے پست قد ہوئے ہیں۔ اسے برابر کرنا مشکل ہے۔	41 فیصد
وزن کو عمر کے مقابل میں نشاندہی کی گئی ہے	ضائع کیا ہوا	یہ اس بچے کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کا وزن گھٹ رہا ہو۔ اگر اسے کافی مقدار میں غذا فراہم کی جائے تو وہ دوبارہ تیزی سے صحیح ہوسکتا ہے۔	21 فیصد

بالغ مرد اور عورتوں میں تغذیئے کے مقام یا حالت کو جسمانی کیمت کے اشاریئے (BMI) باڈی ماس انڈیکس سے ناپا جاتا ہے۔ (جسمانی کیمت کا اشاریہ (BMI) = وزن کلوگرام میں / قد مربع میٹروں میں)

یہ کتاب حکومت آندھراپردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

یہ اشاریہ کا تقابل ایک حد یا دائرے سے کیا جاتا ہے تاکہ کسی فرد کی کم وزنی یا برابر وزن یا پھر زائد وزن کو بتایا جاسکے۔اس پیمانے میں زیادہ قدر زائد چربی کو بتاتی ہے اور کم قدر کم چربی کو جو کہ مطلوبہ مقدار سے کم ہو۔NIN ادارہ کے مطابق بالغ مرد اور عورت کا حال نیچے بیان کیا گیا ہے۔مردوں میں توانائی میں کمی کا شدید طور پر جاری رہنا= (BMI<18.5) تقریباً 35 فیصد ہے جبکہ موٹاپے اور زائد وزن کا ہونا (BMI>25) دس فیصد ہے۔تقریباً 35 فیصد بالغ عورتیں شدت کے ساتھ توانائی کی کمی سے متاثر ہیں۔اور 14 فیصد سے زائد وزن یا موٹاپے کا شکار ہیں۔توانائی میں شدت کے ساتھ کمی اڑیسہ، اتر پردیش اور گجرات میں بہت زیادہ ہے۔دوسرے نمبر پر یعنی 33 تا 38 فیصد کرناٹک، آندھرا پردیش، مہاراشٹرا، مدھیہ پردیش اور مغربی بنگال ہیں۔

تصویر 11.3 عوامی تقسیمی نظام کی دکان

یہ غذائی تحفظ سے کس طرح متعلق ہے؟ ایک ڈاکٹر جو کہ چھتیس گڑھ میں ایک کمیونٹی ہیلت پروگرام چلا رہا ہے۔وہاں کافی تعداد میں وہ مریض جو کم وزنی کا شکار ہیں اس بات کو سمجھاتے ہیں ۔ مریضوں کے ایک مطالعہ سے انہوں نے پایا کہ عوامی تقسیمی نظام کی دکانوں سے 35 کلو اناج فی ماہ ایک خاندان کو جو پانچ افراد پر مشتمل ہوتا ہے بمشکل 11 دن چلتا ہے۔مہینے کے بقیہ دنوں میں انہیں بازار میں اپنے خود کی پیداوار پر منحصر ہونا پڑتا ہے۔مثال کے طور پر بلاسپور کا ایک رکشہ راں جو دن بھر میں 70 سے 80 روپے کماتا ہے اور عوامی تقسیمی نظام کے تحت فراہم کئے گئے اناج پر گزارہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اپنی کمائی میں سے جو کہ ماہانہ بمشکل 2 ہزار روپے سے زائد ہوگی اس میں سے 400 روپے کرائے کیلئے' 100 روپے بجلی کے بل کے لئے' اس طرح سے یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ وہ اپنا وزن گھٹادے اور تپ دق کا شکار ہو جائے۔

چھتیس گڑھ کے ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ یہ اقدامات غذائی تحفظ کے اشاریئے ہیں۔''کوئی بھی کم وزنی یا پستہ قد ہونے کا شکار نہیں ہوتا اگر وہ کافی مقدار میں غذا حاصل کرلے۔نشوونما کا ثبوت کھانے پر منحصر ہے۔ہم عوامی تقسیمی نظام کی تاثیر کو جانچنے کے لئے غذائی فصلوں کو اُگانے میں اہمیت، عوام کی قوت خرید ان کی جسمانی حالت جیسے وزن اور قد کو دیکھ کر اندازہ لگاتے ہیں۔ایک شخص کا قد ہم یہ بات بتاتا ہے کہ اسے بچپن میں صحیح غذا فراہم ہوئی یا نہیں؟ اگر ہمیں ناقص تغذیئے کی مثال لینا ہو تو ہم ٹھٹھرے ہوئے اور کمزور بینائی والوں کی مثال لے سکتے ہیں۔لیکن یہ تجویز کرتا ہوں کہ اس کے لئے صحیح لفظ ''بھوک'' ہے۔

خلاصہ

پہلے حصے میں ملک کے اندر ہونے والی تمام پیداوار کے نقطۂ نظر سے غذائی تحفظ کے مسئلہ پر بحث کی گئی ہے۔غذائی پیداوار کو بڑھانے کے لئے کیا کیا جانا چاہئے ۔ یہ ایک اہم سوال ہے؟ دوسرے حصے میں ہم نے بحث کی کہ کس طرح دستیابی کا اندازہ لگایا جائے۔ایک پریشان کن حقیقت یہ ہے کہ غذائی اناج کی دستیابی اصلاً بڑھی نہیں بلکہ حالیہ برسوں میں گھٹ گئی ہے۔

جو کچھ بھی پیداوار دستیاب ہے اسے عوام تک پہنچانا ضروری ہے۔ یہ انہیں بازار میں خریداری یا ارزاں فروشی کی دوکان یعنی راشن کی دوکان یا مدرسے میں دیا جانے والا کھانا کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ یہاں ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے لوگ انہیں مطلوبہ مقدار سے کم حرارے استعمال کر رہے ہیں۔غریبوں کے لئے خلاء بہت زیادہ ہے گو کہ غذائی استعمال کا رخ میوہ جات، ترکاریاں، گوشت اور انڈے وغیرہ کی ہو گیا ہے۔ یہ ایک خوش آئندہ بات ہے۔حراروں میں کمی کا ہونا ایک خطرے کی گھنٹی ہے۔عوامی تقسیمی نظام (PDS) ان مقامات پر جہاں اس کی سخت ضرورت ہے وہاں اطمینان بخش نہیں ہے۔ یہ خطرناک صورتحال ایک جائزہ کے ذریعہ سے علم میں آئی جس میں یہ بتایا گیا کہ بچے اور بڑے بہت حد تک کم وزنی یا وزن گھٹ جانے کا شکار ہیں۔ایک طویل عرصے سے عوام 35 سے لے کر 45 فیصد حصہ انہیں مطلوب غذا سے کم مقدار کا استعمال کر رہا ہے۔عوام کا ایک بڑا طبقہ ناقص تغذیہ سے متاثر ہے یا بھوک ہے باوجود اس کے کہ ملک میں کافی مقدار میں غذا دستیاب ہے۔ یہ قابل قبول نہیں ہے۔غذائی تحفظ کا مسئلہ تمام سمتوں میں کافی سنجیدگی سے سوچ بچار کرنے اور کوششیں کرنے کا ہے۔

کلیدی الفاظ

پیداوار | دستیابی | رسائی | تغذیہ | فاضل یا زائد ذخیرہ | بھوک | (PDS) عوامی تقسیمی نظام

اپنے اکتساب کو بڑھایئے

1۔ غلط بیانات کی تصحیح کیجیے

☆ پیدائش میں اضافہ ہی غذائی تحفظ کو یقینی بناتا ہے

☆ ایک ہی فصل کی کاشت غذائی تحفظ کو یقینی بنانے میں مددگار ہے۔

☆ کم مقدار میں حراروں کا استعمال کم آمدنی والے لوگوں میں زیادہ ہے

☆ غذائی تحفظ کو یقینی بنانے کے لئے قانون سازی اہم رول ادا کرتی ہے۔

☆ PDS طریقہ کار کو بچوں میں تغذیہ کی کمی کو دور کرنے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

2۔ حراروں کا استعمال مسلسل .... ہو گیا ہے۔دیہی علاقوں میں 05-2004 میں حراروں کا اوسط استعمال .... مطلوبہ حراروں کے مقابلے میں شہری علاقوں میں رہنے والے افراد کے حراروں کا استعمال 2100 حرارے ہے۔سن 2004 سے 2005 کے درمیان حقیقی حراروں کا استعمال اور شہری علاقوں کے لوگوں کے لئے مطلوبہ حراروں کا فرق .... ہے۔

3۔ فرض کیجیے کہ آفات سماوی کے نتیجہ میں کسی مخصوص سال کے دوران پیداوار متاثر ہوئی۔اس سال پیداوار میں اضافی دستیابی کو یقینی بنانے کے لئے حکومت کے کیا اقدامات ہونے چاہئیے۔؟

4۔ آپ کے نظریئے سے ایک فرضی مثال دیجئے جو گھٹے ہوئے وزن اور غذا کی طلب میں تعلق بتاتی ہو۔

5۔ اپنے افراد خاندان کی غذائی عادتوں کا ایک ہفتے بھر کا تجزیہ کیجئے؟ ایک جدول کے ذریعہ سے ان میں شامل غذائی عناصر کی وضاحت کیجئے۔

6۔ غذائی تحفظ اور غذا میں اضافہ کے درمیان کے تعلق کو بیان کیجئے۔

7۔ اس جملے پر دلائل کے لئے وجوہات بیان کیجئے۔

"عوامی غذائی تقسیم عوام کو بہتر غذائی تحفظ فراہم کر سکتی ہے"

یہ کتاب حکومت آندھرا پردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

8۔ غذائی تحفظ سے متعلق اسی طرح کے پوسٹر بنایئے

پراجکٹ

نیچے دی گئی نظم کو پڑھیئے ''آئی''، کیا آپ غذائی تحفظ سے متعلق کوئی ایک نظم لکھ سکتے ہیں؟

ماں (Aai)

میں نے تمہیں آنسوؤں کے سیلاب کو روکتے ہوئے دیکھتا ہوں اپنے پیٹ کی شکایت کو نظر انداز کرتے ہوئے
خشک ہوئے حلق سے متاثر اور ہونٹ جھیل ہر ایک باندھ بنائے ہوئے
میں نے تمہیں اسٹوینی چولھے کے سامنے بیٹھے دیکھا ہے۔
اپنی خود کی ہڈیوں کو جلاتے ہوئے
ایک کھردری روٹی بنانے اور کچھ تھوڑی سی کوئی اور چیز
تا کہ تمام لوگوں کو کھلا سکے لیکن خود کو آدھا ہی۔ اور شاید ہی صبح میں ایک ٹکڑا بھی نہ بچ سکا
میں نے تمہیں دیکھا مختلف گھروں میں کپڑے اور برتن دھوتے ہوئے
کھانے کے ٹکڑے جو بڑے غرور کے ساتھ تمہیں دینے کی کوشش کرتے تھے
انہیں ٹھکراتے ہوئے۔

باب
12

انصاف کے ساتھ مستقل ترقی

معاشی ترقی کا جائزہ......

انسانی ترقی کا اعشاریہ Human Developmnet Index(HDI)' خام گھریلو پیداوار GDP اور فی کس آمدنی میں اضافہ کسی بھی ملک کی ترقی کا ضامن ہے(بحوالہ باب نمبر 2)Gross demestic Product(GDP) خام گھریلو پیداوار سے مراد ایک سال کے دوران کسی بھی ملک میں پیدا کردہ گھریلو اشیاء وخدمات کی قدر ہے۔معاشی ترقی کا تصور اشیاء و پیداوار کی خدمات تک محدود نہیں ہے بلکہ زیادہ وسیع ہے۔ان حالات میں جبکہ پیداوار اور آمدنی میں تیزی سے اضافہ ہو اور ساتھ ہی عوام کا بڑا حصہ ناقص تغذیہ' ناخواندگی' صحت اور بنیادی سہولتوں کے فقدان کا شکار ہو جیسا کہ ہندوستان میں ہے۔انسانی ترقی کے اعشاریہ نے ترقی کے مفہوم کو زیادہ وسعت عطا کی۔تعلیم اور صحت جیسے سماجی مظہر کو اس میں شامل کیا۔اس کے علاوہ اور کئی عوامل ہیں جنہوں نے ترقی کے معنی کو وسعت دی لیکن انہیں نظرانداز کیا گیا ہے۔

ہندوستان میں زائد از 90% فیصد افرادی قوت غیر منظّم شعبہ سے تعلق رکھتی ہے۔جہاں کے حالات قطعی حوصلہ افزاء نہیں ہے یہی اس شعبہ میں چاہے خود روزگار ہو یا اجرتی مزدور دونوں کی آمدنی کم ہے بلکہ بعض اوقات تو قابل رحم ہے(بحوالہ باب نمبر 3)افرادی قوت کے زائد فیصد اور کم مشاہرہ روزگار کے ساتھ GDP خام گھریلو پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ صرف مخصوص طبقہ کیلئے مفید ہے۔متمول افراد دنیا کی منتخبہ چیزیں خریدنے کے اہل ہوتے ہیں(بحوالہ باب 10)بعض افراد عالمی چمینوری زندگی سے لطف اندوز ہوتے ہیں جبکہ اکثریت غیر موزوں روزگار، نامناسب آمدنی اور بنیادی ضروریات سے ہنوز محروم ہے۔افراد کے بالمقابل مواقع اور آمدنی کی ایسی عدم مساوات منصفانہ سماج کی بنیاد نہیں ہوسکتی۔

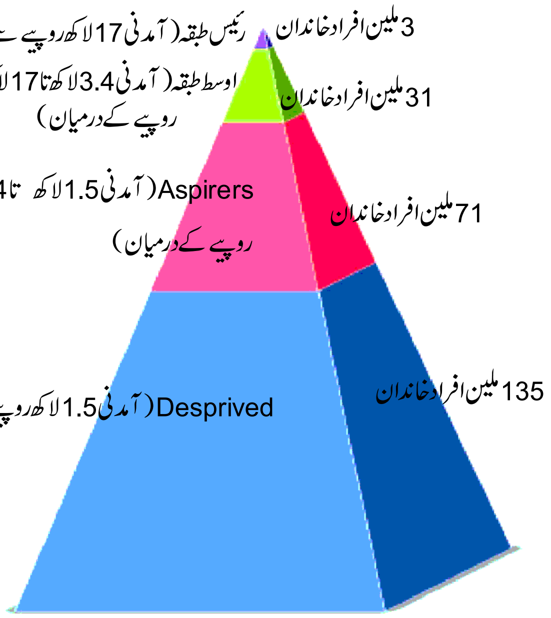

☆ گراف رخط منحنی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہندوستان میں عدم مساوات پر مختصر نوٹ لکھیئے۔

شکل 1: ہندوستان میں سالانہ آمدنی کی بنیاد پر اہل خانہ کی تقسیم

(سروے رجائزہ 2010)

گراف 2 متمول افراد کی جملہ ملکیت (بلین روپیوں میں)

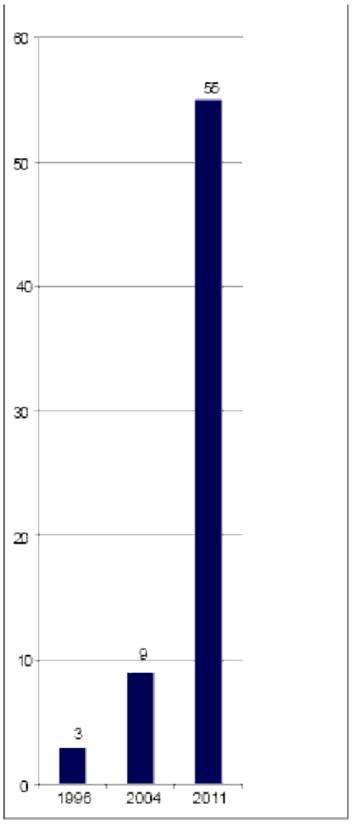

گراف 3. متمول افراد میں اضافہ

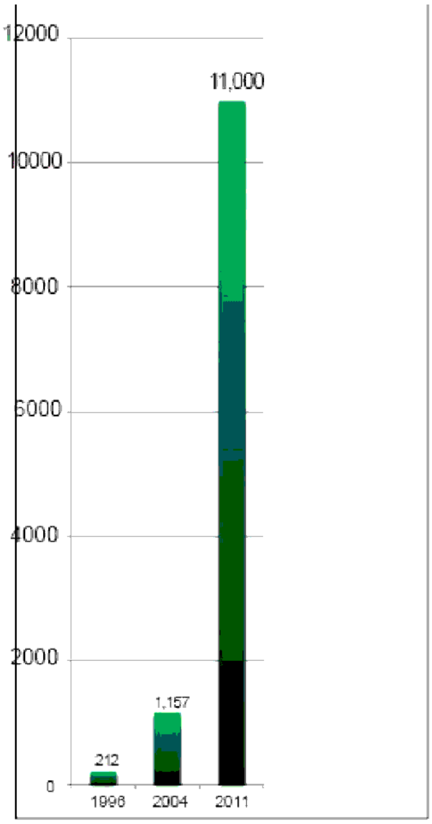

تصویر 12.1 ممبئی کا دھاراوی سلم (Slum): بڑی کالونیوں میں سے ایک علاقہ جہاں غریب شہری آبادی رہتی ہے۔

تصویر 12.2: بنجارہ ہلز کا نظارہ ایک ہوٹل کے کمرے سے جہاں حیدرآباد کے دولت مند افراد رہتے ہیں۔

معاشی ترقی کو لے کر دوسری اہم تنقید یہ ہے کہ یہ GDP خام گھریلو پیداوار تک محدود ہے۔ اور ماحولیاتی پہلو کو یکسر نظر انداز کرتی ہے۔ کئی جگہوں پر ہم نے دیکھا ہے کہ معاشی ترقی کے نام پر ماحولیاتی وسائل کو اتنا ضرر پہنچایا ہے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ جنگلات کی کٹائی' زمینی کٹاؤ' زیر زمین آبی سطح کی کمی' آلودگی میں اضافہ' چراگاہیں' جامد ایندھن (کوئلہ' پٹرول) پر بڑھتا انحصار' صنعتی ناکارہ مادے' کیمیائی کھاد' جراثیم کش ادویات' موسمی تبدیلی جیسے اہم اور اشد ضروری ماحولیاتی مسائل ہمارے سامنے ہیں۔ صنعتوں کے قیام نے چند افراد کیلئے ضرور مادی سہولیات پہنچائی ہیں۔ لیکن دنیا میں جہاں قدرتی وسائل خطرے میں پڑ گئے ہیں۔ وہاں موسم (آب وہوا) میں بھی انتشار پیدا ہو گیا ہے۔ اس قسم کی ترقی واضح طور پر زیادہ دن تک برقرار نہیں رہ سکتی۔

اس باب میں ہم ترقی ، ماحول اور لوگوں کے درمیان ربط کا مطالعہ کریں گے کس طرح معاشی سرگرمیوں کی وسعت ماحول کے مختلف پہلوؤں پر اثر انداز ہوتی ہے؟ ترقی کو لے کر عوام کا نظریہ کیا ہے؟ ''قدرتی وسائل تک رسائی اور حقوق' ان کی زندگیوں میں کیا معنیٰ رکھتے ہیں؟ عوام کے ذاتی تجربات کی روشنی میں ہم ان مسائل کا جواب تلاش کریں گے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جب ہم اپنی توجہ ترقی پر مرکوز کرتے ہیں بذریعہ اشیاء خدمات' (موجودہ اور مستقبل کی نسلوں) ماحول کو بھی جس میں جاندار، بے جان جو وسائل ہیں شامل کر لینا چاہیئے۔

Environment & Development: ماحولیات اور ترقی:

''ترقی میں ماحولیات کے کردار'' سے ہم ابتدا کریں گے۔ قدرتی وسائل جیسے زمین، پانی، معدنیات اور کچھ دھات' درختوں اور جانوروں سے حاصل ہونے والی اشیاء عمل پیداوار کا مرکز ہیں۔ بنیادی شعبہ جیسے زراعت' معدنیاتی کان کنی' پتھر کی کان وغیرہ' اس کے علاوہ صنعتی اور توانائی کے شعبوں و دیگر شعبوں کا انحصار بڑی حد تک قدرتی وسائل پر منحصر ہے۔ ان وسائل کی فراہمی میں ماحول کی صلاحیت کو' ماحولیاتی کارکردگی کے ذرائع' ''Environment Source Function کے طور پر جانا جاتا ہے۔ وسائل کے صرفہ یا آلودگی سے اس کی کارکردگی بتدریج کم ہوتی جارہی ہے۔ ماحول کا دوسرا کام مختلف سرگرمیوں سے پیدا ہونے والی آلودگی اور ناکارہ ملبہ کو بے ضرر بنانا اور جذب کرنا ہے۔ پیداوار اور صرفہ کے غیر ضروری اشیاء سے عمل احتراق میں از کار رفتہ گیسوں کا بننا۔

جماعت نہم سے تعلق رکھنے والے باب ''ہندوستانی زراعت اور صنعت'' کا دوبارہ مطالعہ کیجیے

- ☆ کیا ان دونوں ابواب میں عدم مساوات' تقسیم اور وسائل کی رسائی کا ان دونوں تناظر میں مباحثہ کیا گیا ہے۔
- ☆ ماحولیاتی مسائل کے ذریعے ترقی کے خیال پر کس طرح بحث کی گئی نشان دہی کیجیے۔
- ☆ ''سبز انقلاب'' نے کس قسم کے ماحولیاتی مسائل پیدا کیے؟ مستقبل میں ہمیں اس سے کیا سبق ملتا ہے؟

پیداوار کی صفائی کے لئے پانی کا استعمال' ناکارہ ملبہ' غیر ضروری اشیاء وہ ماحول میں جذب ہوجاتے ہیں۔ یہ اتنا ہی اہم ہے جتنا کہ اصل فرض (Source Function) ہے۔غرق منصبی (Sink Function) ماحول کے جذب کرنے اور بے ضرر مادے اور آلودگی کی شکست خوردگی کی صلاحیت کو بیان کرتی ہے۔ جب بیکار ماحاصل غرق۔ منصبی کی حد سے تجاوز کرتا ہے تو ماحول کو طویل مدتی ضرر پہنچتا ہے۔

معاشی ترقی کے لئے پچھلے 50 سالوں کے دوران ماحولیات کا بیجا استعمال ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے ماحولیات کی صلاحیت پر بُرا اثر پڑا۔ مستقبل میں معاشی پیداوار اور صرفہ کے لئے ماحول کا معاون نہ ہونا وغیرہ۔ آیئے ہم چند مثالوں پر غور کریں۔

تصویر: 12.3۔
1957ء اقوام متحدہ کی تصویر راجستھان میں زراعت و آبپاشی

مثال (1) ابتداء میں روایتی طریقوں سے پانی نکالنا ضمنی آبپاشی یا چھوٹے علاقے تک محدود تھا۔ Mota Baali ''موٹھ کی باؤلی'' کے ذریعہ صرف 2 یا 3 ایکڑ پر ہی آبپاشی ممکن تھی۔ زراعت موسم برسات تک محدود تھی۔ ماباقی خشک زمین کا بڑا علاقہ سیرابی کے لئے بارش پر منحصر تھا۔ وقت ساتھ توانائی کے نئے ذرائع وجود میں آئے۔ پمپ سیٹ وغیرہ جو کہ پٹرول/ڈیزل یا بجلی کے ذریعہ چلتے ہیں۔ اب ٹکراؤ دو مرحلوں میں نظر آنے لگا۔ ابتداء میں پانی کی نکاسی وافر مقدار میں ہونے لگی۔ کھلے کنوؤں کی گہرائی 10 تا 15 فیٹ ہوتی ہے جبکہ ٹیوب ویل کی گہرائی 100 فیٹ ہوتی ہے۔ تاہم زمینی پانی کی بجلی اور موٹر پمپ سے نکاسی نے زیر زمین سطح آب کو بتدریج کم کردیا۔ اتنا زیادہ کہ بعض علاقوں میں زمینی پانی کو کئی سوفیٹ کی گہرائی سے نکالا جانے لگا۔ زیر زمین پانی کا راستہ مٹی اور چٹانوں کے ذریعہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہوتا ہے۔ جتنا پانی کی بازیابی ہورہی ہے اس سے زیادہ نکاسی ہوگی تو یہ یقینی امر ہے کہ کچھ وقت بعد ہمارے پاس زمین میں پانی باقی نہ ہوگا۔

ہندوستان میں زمینی پانی کے وسائل پر حالیہ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ پانی کے بیجا استعمال کے سبب ملک کے کئی حصوں کو شدید خطرہ لاحق ہوگیا ہے۔ لوگوں کا تقریباً 1/3 واں حصہ بازیابی کے مقابلہ میں نکاسی زیادہ کر رہے ہیں۔ 300 اضلاع نے اطلاع دی ہے کہ پچھلے 20 سالوں کے دوران پانی کی سطح 4 میٹر تک کم ہوگئی ہے جو خطرناک صورتحال کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ زیرِ زمینی پانی کا زیادہ صرفہ زرعی طور پر کامیاب علاقوں میں پایا جاتا ہے جیسے کہ پنجاب مغربی اتر پردیش، وسطی اور جنوبی ہند کے سمت چٹانی سطح مرتفع، بعض ساحلی علاقے تیزی سے بڑھتی ہوئی شہری آبادیاں بھی زیر زمین پانی کے بے دریغ استعمال کرتی ہیں۔

زمینی پانی کا زیادہ استعمال اشارہ کرتا ہے کہ پانی کا ذخیرہ بتدریج کم ہوتا جارہا ہے۔ زیریں سطح آب مسلسل گھٹتی جارہی ہے۔ مقدار کے ساتھ زمینی پانی کا معیار بھی زوال پذیر ہورہا ہے۔ ہندوستان کے 59% اضلاع میں ہینڈ پمپ اور کنوؤں کا پانی پینے کیلئے غیر محفوظ ہے۔ کیونکہ زراعت اور صنعت سے کیمیائی مادوں سے زمینی پانی آلودہ ہوگیا ہے۔ کیونکہ اقسام کے ناکارہ اشیاء اور زہریلے مادوں کو پانی میں غرق کردیا جاتا ہے۔ اس طریقہ کار کو بدلنا ناممکن نہیں مشکل ضرور ہے۔ اس کے نتائج ہم دوسری مثال میں دیکھیں گے۔ اس قسم کی ترقی راست متضاد نمایاں فرق جس کے لئے مستقبل ترقی جانی جاتی ہے۔ مستقبل ترقی ایسی ترقی ہے جس میں موجودہ اور مستقبل کے نسلوں کی ضروریات کو بغیر کسی سمجھوتے کے پورا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ بہ الفاظ دیگر سب کیلئے بہتر معیار زندگی۔

تاہم ہمارے وسائل کی مروجہ حد ایسی ہے کہ مستقبل کی نسلوں کا قلیل وسائل میں' منصفانہ رسائی خطرہ میں ہے۔ اس کے علاوہ وسائل کے بے ہنگم استعمال کے نتائج کا ماحول پر بھیانک اثر ہوگا۔ جس سے ماحول عدم توازن کا شکار ہوجائے گا۔

مثال 2۔ جدید زرعی عمل میں ''جراثیم کش ادویہ'' اہم جز ہے۔ فصلوں کو کیڑے مکوڑوں سے تحفظ فراہم کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں تا کہ پیداوار کی زیادہ مقدار حاصل ہوسکے۔ زمانہ قبل ہی ماہرین ماحولیات اس بات کا دعویٰ کررہے تھے کہ ماحول پر جراثیم کش ادویہ کے مضر اثرات رونما ہوں گے۔ ماحول زہریلے مادوں کو ایک حد سے زیادہ جذب کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

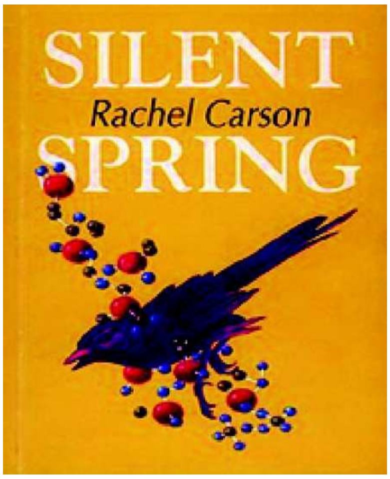

سال 1962ء میں ریچل کارسن Rachel Carson نے ایک کتاب بہ عنوان ''Silent Spring'' یا ''خاموش بہار'' اس میں انہوں نے مچھروں پر قابو کے لئے DDT کا چھڑکاؤ پرندوں اور انسانی زندگی پر اثر کے بارے میں لکھا تھا۔ مادے جیسے جراثیم کش پر مشتمل بھاری وزنی دھاتیں ماحول سے غائب نہیں ہوتیں بلکہ جاندار اجسام کے اندر ذخیرہ ہوجاتی ہیں۔ مچھلیوں کے جسم میں DDT زہر کا جمع ہوجانا جو اس پانی میں رہتی ہے جہاں DDT سے متاثرہ پانی بہتا ہے۔ زہر کی قلیل مقدار مچھلیوں کے خاتمہ کیلئے کافی ہوتی ہے۔ ایک پرندہ کئی مچھلیاں کھاتا ہے۔ مچھلیوں کے اندر موجود مشترکہ کیمیائی مقدار پرندہ کے لئے کافی مہلک ثابت ہوتی ہے۔ ریچل کارسن نے تجزیہ کیا کہ DDT چھڑکاؤ کے خلاف مچھر تیزی سے اپنی مزاحمت بڑھا لیتے ہیں۔ واضح مثالیں موجود ہیں کہ انسانی حرکات ماحول یا فطرت ہی نہیں خود انسانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتی ہیں۔

ہندوستان میں جراثیم کش کا مہلک اثر انڈوسلفان Endosulfan جراثیم کش کا دیکھا گیا۔ 1976ء میں کاجو کی فصل کو جراثیم سے تحفظ کے لئے سرکار نے 15000 ایکڑ زمین پر ہیلی کاپٹر کے ذریعہ انڈوسلفان کا چھڑکاؤ کیا۔ یہ علاقہ کیرالا کے شمالی علاقہ ''کسارگوڈ'' Kasargod میں واقع ہے۔ ہوا، پانی، اور تمام ماحول میں جراثیم کش پھیل گئی تھی۔ تقریباً 25 سال تک یہ چھڑکاؤ چلتا رہا۔ اس کے نتیجہ میں مقامی عوام میں صحت کے تعلق سے انتہائی سنگین مسائل دیکھے گئے۔ خصوصاً زرعی مزدوروں میں کم ازکم 5000 افراد جاں بحق ہوگئے دوسرے بے شمار لوگ موت سے بدتر زندگی گذارنے پر مجبور ہوگئے تھے۔ ان میں کینسر Cancer، سرطان اور بدوضعی Deformities جیسی بیماریاں دیکھی گئیں۔

☆ ماحول کو قدرتی سرمایہ (Natural Capital) کہتے ہیں۔ باب 2 سے سرمایہ کا مفہوم یاد کیجیے؟ کیا آپ ایسا سمجھتے ہیں ماحول ایک قدرتی سرمایہ ہے؟

☆ پانی کو مشترکہ جائیداد کیوں کہا گیا؟

☆ انڈوسلفان Endosulfan کے استعمال کو روکنے کیلئے عدالت تک جانا کیوں ضروری ہوگیا تھا؟

☆ عدالت نے انڈوسلفان کے استعمال پر پابندی عائد کی اور استدلال دیا کہ جراثیم کش حق زندگی (دستور کی دفعہ 21) کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ آپ بتا سکتے ہیں کہ انڈوسلفان کا چھڑکاؤ کس طرح حق زندگی کی خلاف ورزی ہے؟

حالیہ عرصہ میں انڈوسلفان کے چھڑکاؤ پر عدالت نے پابندی عائد کی۔ جس کی وجہ سے بیماریوں میں بتدریج کمی واقع ہوئی اور مجموعی صحت میں اضافہ ہوا۔

اس علاقہ کا یہ ایک واقعہ نہیں ہے۔ متعدد مطالعہ کے ذریعہ یہ بات سامنے آئی ہے کہ جدید زراعت میں جراثیم کش کا بیجا استعمال ماحول اور انسانوں پر مضر اثرات ڈالتا ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ جراثیم کش کا صرف 1% ہی جراثیم پر اثر ڈالتا ہے باقی ہمارے جسمانی نظام میں غذا، پانی اور ماحول کے ذریعہ داخل ہوجاتا ہے۔

ماحولیات پر عوام کا حق: People's Rights over the Environment

آج کل لاتعداد معاملات ایسے ہیں جہاں جدید ترقی نے وسیع پیمانے پر ماحولیاتی عدم توازن پیدا کیا ہے۔ بڑے ڈیموں کا کیس ایک روایتی معاملہ ہے جس کے نتائج نہایت تکلیف دہ برآمد ہوئے ہیں۔

Narmada Valley Development Project 'وادئ نرمدا کا پراجکٹ ہندوستان میں واحد دریائی ترقی کی تجویز ہے۔ یہ دنیا کے سب سے بڑے برقی پیداوار منصوبوں میں سے ایک ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ یہ توانائی کی فراہمی، آبپاشی کی فراہمی، سیلابوں پر قابو پانے میں مدد کرے۔ ایسے منصوبے جس میں زائد از 3000 بڑے اور چھوٹے ڈیموں کی تعمیر شامل ہے۔ اس سے بے حساب ماحولیاتی نقصان ہوتا ہے۔ سب سے بڑا تعمیر کردہ سردار سرووَر ڈیم ہے۔ جس میں زائد از 37,000 ایکڑ جنگلاتی اراضی غرقاب ہوگئی۔ نصف ملین افراد بے خانماں ہوگئے۔ نہایت زرخیز زمینوں کو تباہ و تاراج کردیا۔ اس منصوبہ نے انسانی جانوں کے ساتھ حیاتیاتی تنوع کو برباد کیا۔ بے گھر کئے گئے لوگوں میں زیادہ تعداد آدی واسیوں اور دلت کی تھی۔ 1994ء مدھیہ پردیش کے وزیر اعلیٰ کو جناب باوا مہالیہ نے لکھا۔ جو ضلع جھابوا کے گاؤں جلندھی سے ارسال کیا گیا تھا یہ بھلالا زبان میں قلمبند تھا اس کا ترجمہ ہندی میں کیا گیا۔ ذیل میں دی گئی اس کی نقل سے ہٹ کر یہ ترقی کے بنیادی تصور پر سوالیہ نشان ہے۔

جناب ڈگ وجۓ سنگھ جی!

ہم جلندھی دیہات کے لوگ ضلع جھابوا یہ خط آپ کو یعنی وزیر اعلیٰ مدھیہ پردیش کو لکھ رہے ہیں۔

ہم دریا کے کنارے کے لوگ ہیں، ہم عظیم دریا نرمدا کے کنارے رہتے ہیں۔اس سال 1994ء ہمارا گاؤں جلندھی مدھیہ پردیش کا پہلا گاؤں ہے جو سردار سرور ڈیم کی وجہ سے غرقاب ہوا ہے۔ ہمارے گاؤں کے ساتھ دوسرے 4 یا 5 گاؤں سکرجا، کاکرسلا، اکاڈیا وغیرہ غرقاب ہوں گے۔ جب پانی ہمارے گاؤں میں داخل ہوگا۔ گھروں اور کھیتوں میں بھر جائے گا تو ہم بھی غرقاب ہو جائیں گے۔ یہ ہمارا مشترکہ عزم مصمم ہے۔

ہم یہ خط آپ کی اطلاع کے لئے لکھ رہے ہیں کہ کیوں جلندھی کے آدی واسی کسان، غرقابی کیلئے اپنے آپ کو تیار کر رہے ہیں۔

آپ اور تمام دوسرے جو شہروں میں رہتے ہیں سوچتے ہیں کہ ہم پہاڑی علاقہ میں رہنے والے غریب اور پسماندہ ہیں۔ گجرات کے میدانوں میں جاؤ۔ وہاں تمہارے حالات بہتر ہوں گے اور تم ترقی کروگے۔'' آپ ہمیں یہ زریں مشورہ دیتے ہیں۔

مگر ہم پچھلے آٹھ سالوں سے لڑ رہے ہیں۔ باوجود اس کے کہ ہم پر لاٹھیاں چلائی گئی۔ کئی دفعہ جیل گئے۔ حتیٰ کہ انجواڑہ گاؤں میں پولیس آئی اور انہوں نے ہم پر گولیاں چلائی اور ہمارے گھروں کو برباد کیا۔ اگر یہ صحیح ہے کہ ہمارے حالات گجرات منتقل ہونے پر بہتر ہو جائیں گے تو کیا وجہ ہے کہ ہم وہاں جانا نہیں چاہتے۔

آپ کے سرکاری اہلکاروں اور شہری لوگوں کو ہماری زمین، پہاڑ بے آب و گیا نظر آتے ہیں۔ لیکن نرمدا کے کنارے ہماری زمینوں اور جنگلوں کے درمیان ہم مطمئن ہیں۔ یہاں ہم نسل در نسل رہتے آئے ہیں۔ ہمارے آباواجداد نے جنگلوں کو صاف کیا۔ مٹی کو زرخیز بنایا۔ دیوتاؤں کی پرستش کی۔ جانوروں کو پالتو بنایا اور دیہاتوں کو آباد کیا۔ یہی وہ زمین ہے جس پر ہم کاشت کاری کرتے ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہم غریب ہیں؟ نہیں۔ ہم غریب نہیں ہیں۔ جہاں ہم رہتے ہیں وہاں ہم نے ذاتی مکانات تعمیر کئے ہیں۔ ہم کسان ہے۔ زمین پر کاشت کاری کے ذریعہ کماتے ہیں۔ یہاں ہماری زراعت کو فروغ ملتا ہے۔ حتیٰ کہ صرف برسات سے جو فصل ہوتی ہے اس پر ہمارا گذر ہو جاتا ہے۔ ہماری تھوڑی زمین گاؤں اور تھوڑی جنگل میں ہے جس پر ہم کاشتکاری کرتے ہیں۔ اس پر ہم باجرہ، جوار، مکئی، بودی، باٹے، سونوی، کڑوی، چنا، موٹھ، اڑد، تل اور مونگ پھلی کی فصل اُگاتے ہیں۔ ہمارے پاس مختلف اقسام کی فصلیں ہیں جنہیں ہم ترتیب وار بدلتے رہتے ہیں۔ اور غذا کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

گجرات میں کونسی فصلیں ہوتی ہیں؟ گیہوں، جوار، تور اور کچھ کپاس کھانے کیلئے کم بیچنے کے لئے زیادہ۔ ہم غذا کیلئے کاشتکاری کرتے ہیں۔ اناج کو ہم اشد ضرورت جیسے کپڑے وغیرہ خریدنے کیلئے فروخت کرتے ہیں۔ چاہے بازار میں قیمت زیادہ ہو یا کم ہمیں غذا میسر ہے۔ ہم مختلف اقسام کی فصلیں اگاتے ہیں لیکن یہ تمام ذاتی کوششوں کے ذریعہ۔ پیسہ ہمارے کسی کام کا نہیں۔ ہم اپنے ذاتی بیج استعمال کرتے ہیں۔ کھاد ہمارے مویشیوں سے حاصل کرتے ہیں۔

ہمیں اتنا پیسہ کہاں سے ملے گا؟ ہمیں وہاں کون جانتا ہے؟ کونسا مہاجن ہمیں پیسہ دے گا؟ ہماری فصل اچھی نہ ہو اور ہمارے پاس پیسہ نہ ہو تو زمین کو رہن رکھنا پڑے گا۔

یہاں ہم نہروں سے نالوں کے ذریعہ کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں۔ اگر ہمارے پاس بجلی کی سہولت ہوتی تو ہم بھی نرمدا سے پانی حاصل کرتے اور سرمائی فصل کرتے۔ لیکن افسوس! آزادی کے پچاس سال کا عرصہ گذر جانے کے باوجود دریا کنارے دیہاتوں میں بجلی ہے نہ ہی آبپاشی کی سہولت ہے۔

جنگل میں ہمیں بہتا ہوا صاف وشفاف پانی اور اچھا چارہ دستیاب ہے۔ ہم اپنی گزر بسر کیلئے زراعت کے مقابلے مویشیوں پر زیادہ منحصر ہیں۔ ہم مرغیاں، بکریاں، گائے، بھینس پالتے ہیں۔ بعض کے پاس 24 بھینس اور بعض کے پاس 10 تا 8 بھینس ہوتی ہیں۔ تقریباً ہر ایک کے پاس دس، بیس، چالیس بکریاں ہوتی ہیں۔ چارہ اور پانی اتنی وافر مقدار میں دستیاب ہے کہ گجرات کے لوگ ہماری پہاڑیوں کو چراگاہوں کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

جنگل میں ہمارا مہاجن اور ساہوکار ہے۔ مشکل وقتوں میں ہم جنگل کو جاتے ہیں۔ اس کی لکڑی' ساگوان اور بمبو سے گھروں کو تعمیر کرتیہیں۔ ننگوڈی (Ningodi) اور ہیالی (Hiyali) (بمبو کے اقسام) کے کھپچوں سے ہم ٹٹی تیار کرتے ہیں۔

جنگلات سے ہم 'بٹیاں، پلنگ، ہل اور کھرپا تیار کرتے ہیں۔ ہیمگوا، ماہیا، املی، گونڈی' بھنجن یہ جنگلی پتے ہم کھاتے ہیں۔ اگر کبھی قحط پڑجائے تو ہم جڑیں اور بصلہ (گٹھی) کھا کر اپنا وجود قائم رکھتے ہیں۔ جب ہم بیمار ہوجاتے ہیں تو اوجھا، دواساز جنگل کے پتوں، جڑوں، درخت اور چھال کے ذریعہ علاج کرتے ہیں۔ ہم ہر ایک درخت، جھاڑی اور جڑی بوٹی کے نام سے واقف ہیں۔ ان کا استعمال ہم جانتے ہیں۔ اگر ہمیں جنگلات کے بجائے میدانوں میں رہنے پر مجبور کیا گیا تو نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا علم جس کو ہم نے عزیز جانا، سینے سے لگائے رکھا وہ بیکار ہوجائے گا اور آخر کار ہم اسے پوری طرح بھول جائیں گے۔

ہم گیانا، دریا کا نغمہ گا کر اپنے دیوی دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں۔ ''ناول'' اور ''دیواسا'' تہواروں کے دوران ہم گانا گاتے ہیں۔ دنیا کیسے وجود میں آئی۔ انسان کب پیدا ہوئے' عظیم دریا کہاں سے وجود میں آئے وغیرہ کو ان نغموں کے دوران بیان کرتے ہیں۔ اکثر ہم مچھلی کھاتے ہیں۔ جب ہمارے پاس غیر متوقع طور پر کوئی مہمان آتے ہیں تو مچھلی ہمارے ساتھ ہوتی ہے۔ دریا کے اوپری دھارے سے گاد (چکنی مٹی) ملتی ہے۔ جو کہ دریا کے کنارے تہہ نشین ہوجاتا ہے۔ ہمارے بچے دریا کے کنارے کھیلتے ہیں۔ تیرتے اور نہاتے ہیں۔ ہمارے مویشی وہاں سال بھر پانی پیتے ہیں کیونکہ بڑے دریا کبھی خشک نہیں ہوتے۔ عرصہ دراز سے ہم یہاں رہتے آئے ہیں۔ عظیم دریا نرمدا اور ہمارے جنگلات پر ہمارا کوئی حق ہے بھی یا نہیں؟ کیا آپ سرکاری لوگ اس حق کو مانتے ہیں یا نہیں؟ آپ شہری لوگ علحدہ زندگی گذارتے ہیں۔ ایک دوسرے کی خوشی اور غم سے کوئی سروکار نہیں رہتا۔ ہم ہمارے قبیلے ہمارے رشتہ داروں، ہمارے خاندانوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ ہم سب مل کر اپنی محنت سے صرف ایک دن میں گھر تعمیر کرلیتے ہیں۔ ہمارے کھیتوں سے گھانس پھوس نکالتے ہیں۔ کوئی چھوٹا ہو یا بڑا کام مل کر لیتے ہیں۔ گجرات میں ہماری دستگیری کون کرے گا۔ ہمارے کام بوجھ کون ہلکا کرے گا۔ کیا بڑے کسان گھاس پھوس نکالنے ہمارے کھیتوں کو آئیں گے یا ہمارے مکانات کی تعمیر کریں گے۔

ہمارے یہاں دیہات میں یہاں کے لوگوں سے ہمیں اتنی مدد کیوں ملتی ہے؟ یہ اس لئے ہے کہ ہم سب ایک جیسے ہیں۔ ہم مشترکہ طور پر ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھتے ہیں۔ مزارع صرف کچھ ہی لوگ ہیں۔ ہر ایک زمین کا مالک ہے۔ کسی کے بھی پاس بہت زیادہ زمین نہیں ہے۔ لیکن ہر ایک کے پاس ایک چھوٹا ٹکڑا ہے۔ جب ہم گجرات کو جائیں گے تو بڑے زمیندار ہمیں کچل دیں گے۔ چالیس۔ پچاس سال قبل انہوں نے آدی واسیوں کی زمین چھین لی جو وہاں مقیم تھے۔ ابھی بھی وہ یہی حرکت کر رہے ہیں۔ ہم اجنبی ہیں۔ وہاں کی زبان و رسم و رواج سے نابلد ہیں۔ وہ ان کی حکومت ہے۔ اگر ہم صحیح زراعت نہ کر سکے اور ہمیں بہت پیسے کی ضرورت ہو تو ہمیں ہماری زمین ان کے پاس رہن (گروی) رکھنا پڑے گی۔ آہستہ آہستہ وہ اپنے قبضہ میں لے لیں گے۔ اگر وہ وہاں رہنے والے آدی واسیوں کی زمین چھین سکتےہیں تو ہماری کیوں نہیں۔ پھر ہمیں دوسری زمین کون دے گا؟ یہ ہمارے آباواجداد کی زمین ہے۔ اس پر ہمارا حق ہے۔ اگر یہ چھن گئی تو ہمارے پاس صرف بیلہ اور کدال کے سوا کچھ نہیں بچے گا۔

ہمارے گاؤں کے تمام دیوتا یہاں ہیں۔ ہمارے اسلاف کی یادگاریں یہاں دفن ہیں۔ ہم کالورانو کھاراجا پانٹو، اندی راجا کی پرستش کرتے ہیں۔ ہم آ:ی کھدا اور کھیدو بائی کو بھی پوجتے ہیں۔ ہماری سب سے بڑی دیوی رانی کا جول کمبائی اور کنڈ ورانو کے پہاڑ متھ واڈ میں ہے۔

اگر ہم ان سب کو چھوڑ دیں گے تو پھر ہمیں نئے دیوتا کہاں ملیں گے؟ ہمارے تہواروں، اندال، دیواسا اور دیوالی کا جشن منانے لوگ ہر جگہ سے آتے ہیں۔ بھنگوریا کیلئے ہم سب بازار جاتے ہیں جہاں ہمارے نوجوان اپنے ہم سفر کا انتخاب کرتے ہیں۔ گجرات میں ہمارے لئے کون آئے گا؟

ہمیں گجرات کی زمین قبول نہیں ہے اور نہ ہی آپ کا دیا ہوا معاوضہ قبول ہے۔ ہم نرمدا کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں ہم اس کی گود میں مرنے سے نہیں ڈرتے۔

ہم غرقاب ہو سکتے ہیں لیکن پیچھے نہیں ہٹ سکتے!

باوا مہالیہ

☆ اس باب میں ہم نے 'ترقی کا تصور' کے تحت محسوس کیا کہ جو چیز ایک کے لئے ترقی ہو ضروری نہیں کہ دوسرے کیلئے بھی وہی ہو۔ باوا مہالیہ کے خط کی روشنی میں اس بیان کی تشریح کیجئے۔

☆ فرض کیجئے کہ قبائلی لوگ ایک بالکل مختلف ریاست میں باز آباد ہو جاتے ہیں۔ ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں کیا تبدیلیاں آئیں گی؟ زندگی کی موجودہ پہلو اور باز آبادکاری کے بعد کی تبدیلی کو ایک جدول میں ظاہر کیجئے۔؟ نکات حسب ذیل ہیں۔

1۔ غذائی عادتیں 2۔ زراعت 3۔ مالیہ 4۔ جنگل سے رابطہ 5۔ مذہبی قاعدے 6۔ رہائش گاہ 7۔ سماجی تعلق وغیرہ

☆ حیاتیاتی تنوع کے مضر اثرات کو خط میں کس طرح ظاہر کیا گیا ہے؟

☆ قبائلی لوگوں کے ذریعہ معاش، ثقافتی عمل اور سماجی تعلقات مقامی ماحول سے گہرا ربط رکھتے ہیں۔ کیا آپ اس کی تشریح کریں گے؟

☆ غور کیجئے اور بتلائیے کہ جلندھی گاؤں کے لوگ موجودہ مقام پر غذائی اعتبار سے مستحکم ہیں؟

☆ اگر آپ اوپر بیان کئے گئے حالات سے دوچار ہوتے تو باز آبادکاری Resettlement کے مطالبہ پر آپ کا ردعمل کیسا ہوتا؟

ترقیاتی منصوبے جیسے کہ سردار سروور ڈیم نے کروڑ ہا لوگوں کی زندگیوں اوران کے ذریعہ معاش کو منتشر کردیا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ آبپاشی اور توانائی کی قابل لحاظ پیداوار اور نمایاں اور جدید ترقی ہو رہی ہے۔ لیکن کئی ملین افراد بے گھر ہو گئے ہیں۔ ان کے لئے جدید ترقی غیر منصفانہ اور تباہ کن ہے۔ کیونکہ جدید ترقیاتی منصوبوں کی وجہ سے ان کے سب سے بڑے وسیلہ مقامی قدرتی ماحول تک ان کی رسائی کا حق ختم ہو جاتا ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جس کی طرف باوا مہالیہ نے بارہا اشارہ کیا ہے۔

مقامی ماحول کے بغیر ان کی زندگی ماہی بے آب کی طرح ہو جائے گی۔ حالت خود مکتفی (Self Sufficient) سے نکال کر انہیں حالت قلت (Scarcity) میں پھینک دیا جائے گا۔ اب کم از کم وہ ایک فصل حاصل کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ مستقبل میں آبپاشی کے ذریعہ بتدریج متعدد فصلوں کی کاشت کاری کریں گے۔ ان کے گھروں سے بے دخل کر دینے کی وجہ سے ان کی زندگیاں دوسروں کے رحم و کرم پر منحصر ہوں گی اور وہ غربت کا شکار ہو جائیں گے۔

زیادہ تر دیہی کمیونٹیوں کا ماحول اور ان کی زندگی کے درمیان تعلق نہایت مضبوط ہے۔ ماحول تک رسائی ان کی کئی ضرورتوں (جیسے غذا، ایندھن لکڑی، چارہ، معاشی لحاظ سے قیمتی اشیاء وغیرہ) کو پورا کرتے ہیں بصورت دیگر انہیں اسکے لئے قیمت ادا کرنی ہوگی۔ بے دخل ہو جانے کی وجہ سے یا ماحول کے تباہ و برباد اور آلودہ ہونے کی وجہ سے ان کی ماحول تک رسائی ختم ہو جاتی ہے۔ غریب ہی سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ اب سوال ماحول کی برقراری اور معدلت کو لے کر ہے۔

یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ انہیں ماحول سے بے دخل کرنے پر جتنا نقصان ان لوگوں کا ہوگا اس سے کہیں زیادہ ماحول کا ہوگا کیونکہ ماحول حیاتیاتی تنوع کی فراوانی سے محروم ہو گیا ہے جبکہ روایتی علم بھی انہیں لوگوں کے ساتھ گم گشتہ ہوگا۔ یہ کئی نسلوں کے ذخیرہ معلومات سے مالا مال ہوتے ہیں۔ باوا مہالیہ جیسے لوگ روایتی معلومات کا خزانہ ہیں ''ہم ہر ایک درخت' جھاڑی، اور جڑی بوٹی کے نام سے واقف ہیں ہمیں ان کے استعمالات معلوم ہیں۔ اگر ہمیں جنگلات کے بجائے میدانوں میں رہنے پر مجبور کیا گیا تو نسل در نسل جس علم کو ہم نے عزیز جانا سینے سے لگائے رکھا وہ ضائع ہو جائے گا اور آخر کار ہم اسے پوری طرح بھول جائیں گے۔'' آج کل جب متعدد طریقوں سے ماحول کو خطرہ لاحق ہے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ قبائلی گروہ ماحول کے توازن اور اس کی برقرار میں کیا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

سردار سرور اور دوسرے ڈیم کے ایک جیسے سنگین نتائج کے خلاف مزاحمت نے وادئ نرمدا میں سماجی تحریک کی شکل اختیار کر لی۔ اسے نرمدا بچاؤ آندولن (NBA) کہتے ہیں۔ ''بے دخلی کے مسائل اور ماحولیاتی تحریک'' اس سے مشابہہ مسائل کے متعلق آپ سبق ''سماجی تحریکیں'' میں زیادہ واقف ہوں گے۔

تصویر: 12.5 ماحول کے متعلق کوئی سرخی/عنوان/نعرہ لکھیئے

یہ کتاب حکومت آندھراپردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

چپکوتحریک Chipko Andolan

شکل 12.6

دوسری اہم ماحولیاتی تحریک چپکوتحریک ہے جو 1970ء کے دہے کی ابتداء میں ہمالیائی علاقہ گھڑوال، اترکھنڈ میں شروع ہوئی۔ وادیٔ نرمدا کے قبائلی لوگوں کی طرح 'پہاڑی اور کوہساری علاقہ کے لوگوں کی بقاء کے لئے جنگلات نہایت اہم وسیلہ ہیں۔ کیونکہ یہ انہیں غذا' ایندھن چارہ وغیرہ فراہم کرتے ہیں۔ زمینی وآبی وسائل کو مستحکم کرنے میں ان کا اہم کردار ہے۔ صنعت وتجارت کیلئے جنگلات کا صفایا کیا جارہا ہے۔ گاؤں والوں نے اپنے ذریعہ معاش کے تحفظ کے لئے عدم تشدد کا مزاحمتی طریقہ اپنایا۔ اس تحریک کا نام لفظ ''چپکو'' سے نکلا ہے جس کے معنیٰ لپٹ جانا یا بغل گیر ہوتا ہے۔ درختوں کو بچانے کے لئے گاؤں والے درختوں سے لپٹ گئے۔ ٹھیکہ داروں کی کلہاڑیوں اور درختوں کے درمیان اپنے جسموں کو حائل کردیا۔ اس تحریک میں گاؤں کی خواتین نے مرکزی کردار ادا کیا۔ ماحولیاتی توازن اور اس کی برقراری کے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے اس تحریک کے ذریعہ کئی لوگوں میں شعور پیدا ہوا۔

یہ تمام تحریکیں عبارت کے لحاظ سے تھوڑی سی مختلف ہیں لیکن بنیادی طور پر ماحول پر مقامی طبقے (کمیونٹی) کے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں۔ چپکو تحریک کا کارنامہ، درختوں کو کٹائی سے روکنا اور جنگل پر ان کے روایتی حقوق کو بحال کرنا جن کو ٹھیکہ داروں کی وجہ سے خطرہ لاحق ہوگیا تھا۔ نرمدا بچاؤ آندولن زمین، جنگلات اور دریا پر ان کے حقوق کے لئے ڈٹا رہا۔

☆ سبق ''ترقی پر تجاویز'' میں کڈنکلم نیوکلیائی توانائی تنصیب کے خلاف احتجاج کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس سبق میں آپ نے جو سیکھا اس کی روشنی میں کیا آپ اس احتجاج کی وضاحت کرسکتے ہیں۔

☆ ''ماحول کا تحفظ صرف ان طبقات کیلئے اہم نہیں ہے جو اس سے راست متاثر ہیں بلکہ ہم سب کے لئے ہے''۔ چند مثالوں کے ذریعہ وضاحت کیجئے۔

☆ آٹھویں VIII جماعت کے سبق ''آندھراپردیش میں کانیں اور معدنیات'' پر نظر ثانی کیجئے اور بتلایئے کہ صنعتکاروں اور معدنی علاقوں میں رہنے والے لوگوں کے درمیان کونسے متنازعہ مسائل تھے؟

☆ جب سے ہندوستانی معیشت کو آزاد اور عالمی بنانے کا عمل شروع ہوا ہے تب سے گھریلو استعمال اور برآمدات کے لئے معدنیات کی کان کنی کا عمل تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ یہاں جدول کے ذریعہ اپنے مشاہدہ کی توثیق کیجئے۔

☆ آپ کے خیال میں اس تیز رفتار کان کنی کی قیمت ماحول اور انسان کو کس طرح چکانی ہوگی؟

ہندوستان کی چند اہم معدنیات اور اس کے استخراج میں ترقی (ہزاروں ٹنوں میں)

معدنیات	1997-98	2008-2009
باکسائیٹ	6,108	15,250
کوئلہ	2,97,000	4,93,000
لوہے کی کچ دھات	75,723	2,25,544
کرومیٹ	1,515	39,76

معدلیت کے ساتھ مستقل ترقی کی سمت:

ترقیاتی منصوبہ جاتی اداروں نے کافی عرصہ تک ماحولیاتی مسائل کو یکسر نظرانداز کردیا تھا۔استدلال یہ پیش کیا گیا کہ ہندوستان جیسے ترقی پذیر ملک میں معیشت کی ترقی اور استحکام زیادہ ضروری ہے۔ترقی کو کسی بھی قیمت پر حاصل کرنا چاہیئے۔جواز یہ بتایا گیا کہ لوگوں کے معیارزندگی کو بلند کرنے،غربت کے خاتمہ،GDP خام گھریلو پیداواراور جدید صنعتی ترقی میں اضافہ ناگزیر ہے۔چونکہ جدید صنعتی اورزرعی ترقی میں (جس میں توانائی بھی شامل ہے) قدرتی وسائل کا بے دریغ استعمال ہوتا ہے نتیجتاً وسائل کی کمی اور ماحولیاتی عدم توازن متوقع ہے۔ یہ ترقی کا منفی پہلو ہے۔اگرہم معاشی ترقی اورخوشحالی کا نشانہ عبورکرلیں تو آلودگی اور ماحولیاتی مسائل کو بہ آسانی نمٹا جاسکتا ہے۔روپیہ خرچ کرکے کوئی بھی ہوااور پانی تخلیص کرسکتا ہے۔بوتل بند پانی استعمال کرسکتے ہیں ایسی کاریں تیارکرسکتا ہے جوایندھن (Fuel Efficient) ہوں۔بہرحال یہ تمام راستے جس سے ترقی یافتہ مما لک گذر چکے ہیں۔

کئی پہلوؤں سے یہ منطق صریحاً غلط ہے۔اب تک آپ محسوس کرچکے ہوں کہ ابتداء ہی سے ماحول،مختلف سطح پر تباہ کن صورتحال سے دوچار ہے۔اگرہم ترقی یافتہ مما لک کی طرح مسلسل ترقی کے لئے وسائل اورتوانائی کا صرفہ کریں تو ساتھ میں ماحول کو بھی آلودہ کریں گے جوکہ ساری دنیا کے لئے قیامت خیز اورتباہ کن ثابت ہوگا۔ماحول کو جونقصان پہنچے گا وہ نا قابل تلافی ہوگا۔چنانچہ یہ خیال غلط ہے کہ ماحول کی ازخود تصحیح ہوگی۔یقیناً ہم کو ماحول کی تباہی کو روکنا ہوگا قبل اس کے وہ مزید ابتر حالت میں پہنچ جائے۔آئندہ نسلیں اگر آلودگی کے مجموعی اثرات کو دورکرنے کی کوششیں کریں گے جو ہم نے آج پیدا کی ہے تو انہیں کروڑہا روپیہ صرف کرنا ہوگا۔مثلاً ہمارے دریاؤں، نالوں وغیرہ کی صفائی ۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمیں اس گندگی کی صفائی آج سے ہی شروع کردینی چاہیئے جو ہم نے پیدا کی ہے اورساتھ میں اس بات کو بھی یقینی بنانا کہ دوبارہ آلودہ نہیں ہوں گے۔آپ کیا سوچتے ہیں کہ ہمیں ایسا راستہ اختیارکرنا چاہیئے جوقدرتی وسائل کو برباد کرے اورآئندہ نسلوں کیلئے تباہ کن حالات میں چھوڑ دیں؟ کیا ہم اس تضاد کو نہیں سمجھتے کہ پہلے ہم ایسی طرز زندگی کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں جو بیماریوں کا باعث بنتی ہیں اوراس کے بعد علاج کے لئے ہزارہا روپۓ خرچ کرتے ہیں۔

تصویر:12.7:ترقی کے متعلق کیا پشن لکھیئے

تیز رفتار معاشی ترقی کے منفی پہلوؤں سے ہم آگاہ ہیں۔زیرزمین آبی سطح کی کمی اور جراثیم کش ادویات اس کی اہم مثالیں ہیں۔ہزاروں طبقات ایسے ہیں جن کی بقاء کا انحصار ماحول پر ہے۔ماحول کی تباہی کا راست اثر ان طبقات کی تباہی ہے۔غریبوں سے ترقی کی قیمت وصول کرنا ناانصافی ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم ترقی کو ترک کردیں۔ترقی پذیری میں بھی ماحولیاتی توازن کو برقراررکھنے کے لئے پائیدارراستے تلاش کرنے چاہیئے یہ آسان کام نہیں ہے لیکن اس کی ابتداء ہوچکی ہے۔

یہ کتاب حکومت آندھراپردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

1۔ مختلف گروہ مقامی افراد کے ماحول پر حقوق کے علمبردار ہیں (باب 21)
عوام کے درمیان ماحولیاتی شعور کو پروان چڑھانے میں انہوں نے بنیادی کردار ادا کیا۔اور مستقل ترقی کی جانب موڑ دیا۔

2۔ عدالتوں نے کئی ایسے فیصلے کئے ہیں جس میں صحت مند ماحول کو حق برائے زندگی میں شمولیت کو برقرار رکھا ہؤ 1991 میں سپریم کورٹ نے حق برائے زندگی کو دفعہ 21 کے تحت برقرار رکھا۔آلودگی سے پاک پانی اور ہوا سے بھرپور لطف اندوز ہونے کا حق اس میں شامل کیا۔ آلودگی کے انسداد کے لئے قوانین وضع کرنا اور عمل آوری دونوں حکومت کی ذمہ داری ہے۔ان ذمہ دار افراد پر بھاری جرمانہ عائد کرنا چاہیئے۔اور سزائیں دی جانی چاہیئے جو آلودگی کا باعث بنیں۔مختلف حکومتی ادارے قوانین کو باقاعدہ بنانے کے لئے سرگرم عمل ہیں۔

شکل 12.8 گاڑیوں کے اخراج سے ماحولیاتی آلودگی

شکل 12.8

ماحولیاتی آلودگی کی سب سے اہم وجہ گاڑیوں سے دھویں کا اخراج ہے ۔سپریم کورٹ نے حکم دیا ہے کہ 1998ء کے بعد سے تمام عوامی حمل ونقل کی سواریاں ڈیزل کے بجائے Compressed Natural Gas(CNG) استعمال کریں۔ڈیزل کے مقابلہ یہ زیادہ صاف ایندھن ہے۔اس اقدام کے نتیجہ میں دہلی جیسے شہروں میں ہوائی آلودگی قابل لحاظ حد تک کم ہوگئی تھی۔حالیہ عرصہ میں آلودگی کی سطح دوبارہ بڑھ گئی کیونکہ ڈیزل کاروں کی تعداد میں بے ہنگم اضافہ ہوا ہے۔صنعتکاروں نے ڈیزل سے چلنے والی کاروں کی پیداوار اور فروخت دوبارہ شروع کردی۔مستقل ترقی کا عزم آسان نہیں ہے

عالمی حدت اور موسمی تبدیلی جیسے مسائل پر کئی ممالک نے مشترکہ فیصلوں پر پہنچنے کی کوششیں کی ہے۔کیونکہ اس کا اثر ساری دنیا پر ہوتا ہے۔ کئی اثرات کو ہم نہ تو سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی قبل از وقت اندازہ لگا سکتے ہیں۔Green House Gases کے اخراج کو کم کرنے کے لئے کئی ممالک نے پیش قدمی کی ہے۔پھر بھی ماحول کی زوال پذیری جاری ہے۔دیگر ممالک کو بھی چاہیئے کہ وہ ان کے اخراج کو محدود رکھیں وٴ عالمی حل طلب مسئلہ کیلئے تمام ممالک کو باہمی طور پر متفقہ فیصلہ لینا نہایت ضروری ہے۔

4۔ کمیونٹی کی سطح پر کئی تنظیموں نے کام کرنے کے مستقل اور منصفانہ طریقوں کو دریافت کیا۔مختلف میدانوں میں اس قسم کے اقدامات کی کئی مثالیں ہیں۔مثلاً ماہی گیری، کان کنی،حمل ونقل، توانائی، زراعت،صنعت وغیرہ۔آیئے چند مثالوں پر غور کریں جن کا راست تعلق سماج کی بنیادی ضرورت جیسے کہ غذا سے ہے۔

زرعی پیداوار کے میدان میں آپ نے نامیاتی زراعت کے متعلق سنا ہوگا۔نامیاتی کاشتکاروں نے کیمیائی کھاد اور جراثیم کش ادویات کو ترک کردیا۔اس کے بجائے ان کا انحصار فطری طریقہ کار جیسے کہ گردشی فصل Crop Rotation' مرکب کھاد Composit اور حیاتیاتی حشرات کی روک تھام پر ہے۔نامیاتی زراعت کی اہم خصوصیت مقامی وسائل کا استعمال جس میں حیاتیاتی طریقے بھی شامل ہیں۔

خردعضویہ (Micro Organism) جیسے کہ ازوٹبیکٹر یا (Azoto bacteria) جو پودوں کو تغذیہ فراہم کرتے ہیں اور مٹی کی زرخیزی کو قائم رکھتے ہیں دستیاب کرائے جاتے ہیں۔ کیمیائی مداخلت (Synthetic Input) کم ہوگئی ہے۔ اگر ایک یا دو فصلوں کے بجائے کئی فصلوں کی پیداوار کریں گے تو کھیتوں میں حیاتیاتی تنوع ہوگا۔ اس کے علاوہ پیداوار کی سطح کو جدید زرعی طریقوں کے ذریعہ برقرار رکھا جاسکتا ہے۔

کئی ریاستوں نے نامیاتی کاشتکاری کی اہمیت، ضرورت کو محسوس کیا ہے مقامی سطح پر کی گئی پیش قدمی ریاستی حکمت عملی پر اثر انداز ہوئی ہے۔ سکم کی حکومت نے کیمیائی کھاد اور جراثیم کش ادویات پر پابندی عائد کرنے کا جراتمندانہ قدم اٹھایا ہے۔ یہ ہندوستان کی پہلی ریاست ہے جس نے 2015 تک مکمل نامیاتی کاشتکاری کا منصوبہ بنایا۔ اترکھنڈ نے بھی وہی راستہ اختیار کیا اور 100% فیصد نامیاتی کاشتکاری کرنے والی ریاست بن گیا۔

دوسرا دلچسپ اقدام مستقل غذائی پیداوار اور اس کی منصفانہ تقسیم ہے۔ متبادل PDS نظام کو کمیونٹی گروہوں نے آندھراپردیش کے علاقہ ظہیر آباد میں شروع کیا۔

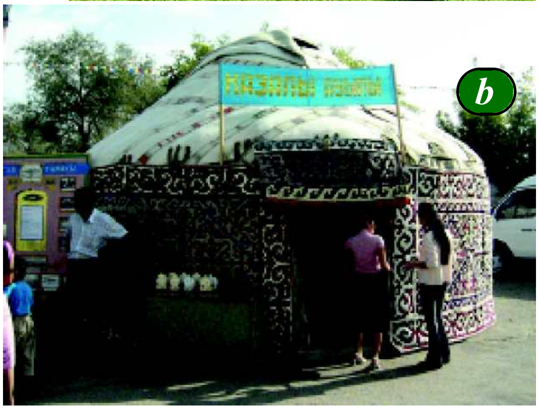

شکل 12.9۔ سال 2013ء میں ایک کتاب بالتصویر شائع ہوئی جس کا نام Before They Pass away ''اس سے پہلے کہ وہ ختم ہوجائیں'' ہے۔ ہماری رسائی اس کتاب تک نہیں ہے۔ مصنف نے ان قبائلی گروہوں کی نشاندہی کی ہے جو کہ ناپید ہونے کی حدتک پہنچ چکے ہیں۔ (یہ تصاویر) جو مختلف ذرائع سے حاصل کی گئی ہے) جب آپ یہ تصاویر دیکھیں گے تو سمجھ سکیں گے کہ مستقل ترقی کے لئے یہ کیوں اہم ہیں۔ مصنف نے ان کی نشاندہی ناپید ہونے والوں کے طور پر کیوں کی ہے؟

تصاویر

a۔ کینیا میں مسائی جنگجو　b۔ قزاقستان کا یورتا

c۔ تبت میں کیانگ قبائل　d۔ جنوبی امریکہ میں گاوچو

عوامی تقسیم کا متبادل نظام

ہندوستان میں جملہ قابل کاشت اراضی کا رقبہ میں سے 92 ملین ایکڑ رقبہ برساتی سیرابی پر منحصر ہے۔اور 51 ملین علاقہ پر آبپاشی کی سہولت ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ہندوستان میں قابل کاشت زمین کا 2/3 برساتی سیریانی والا علاقہ ہے جو کہ زرعی آبپاشی کیلئے غیرموزوں ہے۔روایتی طور پر ان علاقوں میں' خشک زمینی حالات کے لحاظ سے موزوں فصلوں کی کاشت کی جاتی ہے۔مثلاً سطح مرتفع دکن زرعی خشک زمین بہ یک وقت 16 فصلوں کا امتزاج پیش کرتی ہے۔ان فصلوں کی تیاری کی مدت مختلف ہوتی ہے۔جس کے نتیجہ میں کام کے اوقات میں توسیع اور آمدنی رغذا کی سربراہی مسلسل جاری رہتی ہے۔ساتھ ہی یہ نقصان کے اندیشہ کو بھی کم کرتی ہے۔ناسازگار موسمی حالات میں بھی کم از کم ایک فصل سے اچھی پیداوار اور آمدنی حاصل ہوتی ہے۔مخلوط فصلوں نے کسی بھی قسم کے حشرات الارض کی تباہی کے مواقع کم کر دیئے۔فصلوں کے انتخاب کے وقت اس بات کو مدنظر رکھا گیا کہ یہ انسانی آبادی اور مویشیوں کے لئے متوازن اور تغذیہ بخش غذا مہیا کرے۔

حالانکہ سبز انقلاب کے ذریعہ چاول اور گیہوں کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا۔یہ وہ فصلیں تھیں جن کی دستیابی PDS کے تحت راشن کا دوکانوں کے ذریعہ ہوتی تھی۔گھروں میں پکائے جانے والے بنیادی اناج کا متبادل چاول اور گیہوں ہوگئے۔چوں کہ مقامی اجناس کی طلب کم ہوگئی۔اس لئے خشک زمینوں کو غیرزروعہ (Uncultivate) چھوڑ دیا گیا۔سبز انقلاب ے تحت چاول اور گیہوں کی کاشتکاری کی حوصلہ افزائی کی گئی تاکہ غذا کے معاملے میں خود مکتفی ہوسکیں۔دوسری جانب (Millets) اجناس راگی، باجرہ، جوار کنگنی وغیرہ کی کاشت کی نہ تو حوصلہ افزائی کی گئی اور نہ ہی امداد دی گئی اور معقول تحقیق بھی نہیں کی گئی۔یہی وہ بنیادی وجہ ہے خشک زمینی فصلیں اور تیل والے وبیجوں کی کاشتکاری متاثر ہوئی۔

آندھراپردیش کے ضلع میدک کے ظہیرآباد منڈل میں گاؤں والے نے چاول اور گیہوں کی خریدی پر انحصار کرنا چھوڑ دیا۔یہ تقریباً سال 2000ء میں اس کی ابتداء ہوئی۔خواتین نے مقامی غذائی کاشتکاری کے خسارہ پر سنجیدگی سے غور کرنا شروع کیا۔باجرہ، جوار، راگی' کنگنسی، وغیرہ علاقہ کے روایتی اجناس تھے جو چاول کی وجہ سے ختم ہوگئے۔(Millets) اجناس کی مقابلہ میں چاول تغذیہ کے اعتبار سے کمتر درجہ کا ہے۔اس کے علاوہ لوگوں نے محسوس کیا کہ ان کی زمین جن پر وہ اجناس کی کاشتکاری کرتے تھے اختیار ختم ہوتا جارہا ہے کئی کھیت اب غیرمضروعہ (Fallow) تھے۔

Deccan Development Society نامی رضاکارانہ تنظیم کی پیش قدمی سے گاؤں والوں نے غیرمصروعہ اور مشترکہ زمین پر کاشتکاری کا فیصلہ کیا۔مقامی ماحول کی موزونیت کے لحاظ سے (Millets) اجناس کی فصلیں واضح طور پر منتخب کی گئیں۔

خشک زمین پر کاشتکاری کے ذریعہ لوگ دوبارہ روزگار سے جڑ گئے۔اس کے علاوہ فصل کو باہر فروخت کرنے کے بجائے کمیونٹی نے Community Grain Bank اجناس کی ذخیرہ اندوزی شروع کردی۔یہ PDS نظام کے اصولوں پر چلتا ہے۔جیسے عوام کے پاس راشن کارڈ ہوتے ہیں اس کی نوعیت کے لحاظ سے طئے شدہ متعینہ مقدار تفویض کی جاتی ہے)اجناس مقامی ہوتے تھے اور اس کا انتظام بھی مقامی ہوتا تھا۔اناج کو سینکڑوں کیلومیٹر دور بھیجنے کے بجائے گاؤں ہی میں ''غذائی ضمانت'' کو یقینی بانے کیلئے مقامی پیداوار دستیاب تھی۔

خلاصہ:

ہم نے غور کیا کہ جدید ترقی نے ماحولیاتی تباہی کے مسائل کو نمایاں کیا۔اس بات کو ہم شدت سے محسوس کرتے ہیں۔ بذریعہ اشیاء وخدمات ترقی مرکوز ہدف (goal) معدلیت کے ساتھ مستقل ترقی میں تبدیل ہوگیا ہے۔اس تبدیلی میں ہرایک نے اہم کردارادا کیا ہے۔جیسے افراد،کمپنی،کاشتکار،کسان،حکومت،عدالت،رضا کارانہ تنظیم اورمعاشرتی تنظیم اوربین الاقوامی تنظیم وغیرہ۔

کلیدی الفاظ: Key Words

مستقل ترقی Sustainable Development — ماحول Environment

وسیلہ Source — معدلت/انصاف Equity — عوامی حقوق۔People's Right — معدوم ہونا۔Sink

اپنے اکتساب کو بڑھایئے

1۔ کم ازکم دس غذائی اشیاء کی نشاندہی کیجیے جس کا استعمال آپ کرتے ہیں۔آپ کی پلیٹ تک رسائی پہنچنے سے قبل اپنے مقام پیداوار سے کتنا فاصلہ طئے کیا ہوگا؟

سلسلہ نشان	غذائی اشیاء	طئے کیا گیا فاصلہ
a	چاول	
b	خوردنی تیل	
c	موز	

غذائی پیداوار کی لمبی مسافت کے بجائے کئی لوگوں نے غذائی پیداوار کی مقام بندی (Localisation) کے حق میں دلائل پیش کئے۔ غذائی پیداوار کی مقام بندی ماحول سے کس طرح مربوط ہے؟ مقام بندی سے متعلق تحریکوں پراورزیادہ معلومات حاصل کریں۔کمرۂ جماعت میں بحث ومباحثہ منعقد کیجئے۔اگر آپ کے پاس انٹرنیٹ کی سہولت ہوتو آپ Helena Norberg Hogde کی گفتگو کوسننا پسند کریں گے جو Youtube کی ویب سائٹ پردستیاب ہے۔ https://youtube.comwatch?v=4r06_F2FIKM

2۔ جلندھی گاؤں کے لوگوں نے نقل مقام سے انکار کیوں کردیا؟

3۔ یہ ہمارے آباواجداد کی زمین ہے۔اس پر ہمارا حق ہے۔اگر یہ چھین گئی تو ہمارے پاس صرف بیلچہ اورکدال کے سوا کچھ نہیں بچے گا............باوامہالیہ کے اس بیان کی وضاحت کیجیے۔

4۔ آخری لیکن باقی Last but not least ماحولیاتی مسائل کا حل طرز زندگی کی تبدیلی ہے جو آلودگی میں تخفیف کا باعث بن سکتی ہے۔

☆ کس طرح ہماری طرز زندگی ماحول پراثرانداز ہوتی ہے۔ذاتی حوالہ کے ذریعہ مثالیں دیجیے۔

☆ معلوم کیجیے کہ ساری دنیا میں آلائش اوراخراج کے مسائل کو حل کیا جارہا ہے۔

5۔ معدنیات اور قدرتی وسائل کا بے دریغ استعمال مستقبل میں ترقی کے امکانات پر مخالف اثر ڈالتا ہے؟ کیا آپ اس سے متفق ہیں؟

6۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ''آب وہوا کی تبدیلی'' کا اثر ساری دنیا پر ہوگا؟

7۔ کیا زمین کا اوسط درجہ حرارت تمام لوگوں کے لیے قدرتی ذریعہ سمجھا جائے گا؟

آندھراپردیش کے ظہیرآباد منڈل میں متبادل PDS جو پیش قدمی کی گئی ہے اس سے کیا نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

8۔ مقامی معاشرہ کی زندگی اور روزگار کیلئے ماحول اہم ہے اور مقامی معاشرہ کی طرز زندگی ماحول کے ساتھ ہم آہنگ ہے؟ وضاحت کیجئے۔

منصوبہ Project

نامیاتی کاشتکاری کے حوالہ سے آپ نے مخلوط کھاد کی تیاری کے متعلق پڑھا ہوگا۔ یہاں آپ کو ایک آسان ترکیب بتلائی گئی ہے جس کی آزمائش آپ اپنے گھر یا اسکول میں کرسکتے ہیں۔

☆ ایک بڑا برتن لے کر اس میں کئی سوراخ کیجئے تاکہ پانی بہہ جائے۔

☆ ناریل کے ریشوں کی پر بچھایئے۔ بتدریج پانی نکاسی کیجئے۔

☆ ایک تہہ میں سبزیوں کا کچرا ڈالیئے

☆ دوسری تہہ میں مٹی ڈالیئے

☆ دوبارہ سبزیوں اور ترکاریوں کا کچرا ڈالیئے

☆ مٹی سے ڈھک دیں۔

☆ ایک ہفتہ بعد اس میں کیچوے (Earth Worms) ڈالیئے۔ اپنی پسند کے باغیچہ کے لئے اس مٹی کو استعمال کیجئے۔

باب
13

دنیا جنگوں کے درمیان (1900 تا 1950) حصہ اول

بیسویں صدی کے اوائل تک دنیا کی آبادی 1.6 بلین تھی۔صرف مغربی مالک میں صنعتی سرمادار یت نے کثیر عوام کی طرز زندگی کو تبدیل کیا۔ان میں سے چند مما لک بالخصوص برطانیہ صنعتی طاقت کے قائد تھے اور ساری دنیا میں نوابادیاتی بادشاہت کو پھیلا رہے تھے۔دنیا دوحصوں میں منقسم تھی۔ایک مغرب جو کہ معاشی ترقی کا حصول کررہی تھی۔دوسرا ماقبی دنیا جو کہ مغربی مما لک کے نوآبادیاتی استحصال کی پالیسی کے سبب شدید پسماندگی کا شکار تھی۔

مورخ ایرک ہابس وارم نے بیسوی صدی کو''انتہاپسندی کے دور'' سے موسوم کیا ہے۔سیاسی طور پر دنیا فاشست حکمرانی کا عروج اورر اس کے نظریات دوسرے سے نفرت کی جائے کے برخلاف جمہوریت کے احیاء کے لئے متمنی تھی۔خواندگی کی سطح اور زندگی کی اوسط عمر میں اضافہ ہوا۔نئے قسم کے فن جیسے فلموں کا ظہور ہوا۔سائنسی معلومات نئی بلندیوں کو پہونچی۔Atom اور زندگی کے رازوں کا افشاء کیا گیا۔خواتین دنیا کی نصف آبادی پر مشتمل تھی۔مغربی مما لک نے خواتین کو ووٹ دینے کے حق کی ابتداء کی۔باضابطہ طور پر دنیا کے سو سے زائد مما لک نے آزادی اور خودمختاری حاصل کی۔یہ ایک ایسا دور بھی تھا جس میں تجربات ہوئے جیسے عوام نے مساوات اور اخوت کی اساس پر اشتراکی سماج کی تشکیل دی یا پر پھر متبادل طور پر سرمایہ درانہ معیشت اور سیاسی آزادی کی بنیاد پر آزادانہ جمہوریت قائم کی لیکن اسی دور میں عظیم معاشی بحران رونما ہوا جس سے بڑے پیمانے پر بیروزگاری اور معاشی تفاوت پیدا ہوا۔دو عالمی جنگیں ہوئی جس میں کئی ملین افراد ہلاک ہوئے اور کئی ملین لوگ متاثر ہوئے۔اس لئے بیسویں صدی عظیم توقعات، تجربات اور ہلاکت خیز ترقی کا دور تھا۔

اس باب میں ہم ان چند امور سے آپ کو واقف کروائیں گے۔ہم دو عالمی جنگوں کے اسباب ونتائج، 1929ء کا عظیم معاشی بحران اور عالمی امن کو یقینی بنانے وترقی کے لئے اقوام متحدہ جیسے ادارہ کے احیاء کے متعلق جانیں گے۔

☆ یہاں پر دی گئی چند تصاویر کو دیکھئے اور انھیں مندرجہ بالا بیان کردہ واقعات سے مربوط کرتے ہوئے ہر ایک پر مختصر نوٹ لکھئے۔

شکل 13.1 لوگو خواتین کی بین الاقوامی حق رائے دہی کی تنظیم کا لوگو جس سے 1914ء میں قائم کیا گیا تھا۔

یہ کتاب حکومت آندھراپردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

تصاویر a) 1934ء میں نزمبرگ میں ہٹلر کی نازی پارٹی کی ریالی۔
اس کا تقابل آپ کی جانب سے دیکھی گئی کسی بھی ریالی سے تقابل کیجئے

b) پولینڈ کے مشہور فوٹو گرافر فلورینس اوونیس کی لی گئی ایک تارک وطن کی تصویر

c) ناگاساگی پر جوجوہری بمباری اور باب کے آخر میں دی گئی تصویر کو بھی دیکھئے جو کہ اس بم کے اثرات کو ظاہر کرتی ہے۔

d) روس میں بالشویک انقلاب پر 1920ء میں Kustodiev کی بنائی گئی تصویر۔ مصور اس میں کیا بیان کرنا چاہتا ہے۔ یہ کونسا قد آور قائد ہوسکتا ہے۔

e) جرمن میں ایک کارٹون ''یہودیوں سے خریدیئے گویا اپنے لوگوں سے غداری کیجئے۔(1929)، کونسی جانبداری کا اظہار ہورہا ہے؟

عالمی جنگیں۔حقائق

صدی کی ابتداء میں دنیا صنعتی ترقی یافتہ ممالک (بشمول برطانیہ،امریکہ،جرمنی،فرانس،اطالیہ،جاپان وغیرہ)اور ایشیاء و آفریقہ کے نوآبادیاتی ممالک میں تقسیم تھی۔نوآبادیاتی ممالک آزادی اور خودمختاری کی جدوجہد کے ابتدائی مراحل میں تھے۔صنعتی ممالک آپس میں برسرپیکار تھے۔دنیا دوحریفی حلقے (جرمنی،آسٹریا،ہنگری بمقابلہ برطانیہ،فرانس،روس) میں تقسیم ہوچکی تھی۔ہر ملک دنیا پر اقتدار کے لئے کوشاں تھا تاکہ نوآبادیات اور بازاروں پر کنٹرول حاصل ہوں۔1914ء میں پہلی عالمی جنگ ہوئی۔یہ حقیقت ہے کہ عالمی جنگ کے اثرات سے کوئی بھی ملک محفوظ نہ رہا۔مشرق میں جاپان وچین اور مغرب میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ بھی اس سے مستثنیٰ نہ رہے۔اس جنگ کا خاتمہ 1918ء میں برطانیہ اور فرانس کی فتح اور جرمنی اور اتحادیوں کی شکست سے ہوا۔بعدازاں امن کے شرائط نے دوسری ہولناک عالمی جنگ 1939-1945 کے بیج بوئے۔یہ جنگ ایک جانب جرمنی اور اس کے حلیف ممالک جیسے اٹلی اور جاپان اور دوسری جانب برطانیہ،فرانس،چین،روس اور امریکہ کے درمیان لڑی گئی۔اس کا خاتمہ جرمنی واس کے حلیفوں کی شکست سے ہوا اور اس جنگ نے تمام جنگی ممالک کا انتقام لیتے ہوئے تباہی وبربادی کی تاریخ رقم کی۔

اموات اور بربادی

دنیا میں دیکھی گئی دیگر جنگوں کے مقابلے میں دو عالمی جنگیں مختلف تھی۔اس کے سبب ہونے والی بربادی اور اموات کی نظیر نہیں ملتی ہے۔پہلی عالمی جنگ میں 10 ملین مرد(بشمول 75ہزار ہندوستانی فوجی جو آفریقہ اور یوروپ میں برطانیہ کی جانب سے شامل تھے۔)نے حصہ لیا۔دوسری عالمی جنگ کے نتائج اس سے بھی زیادہ ہولناک تھے۔اس کے نتیجہ میں تقریباً 22-25 ملین فوجی زخمی ہوئے اور تقریباً 40-52 ملین شہری بشمول 6 ملین یہودی مارے گئے اور ہولوکاسٹ سے متاثر ہوئے۔امریکہ کی جاپان کے شہروں ہیروشیما اور ناگا ساکی پر جوہری بمباری سے فوراً 150,000 تا 246,000 لوگ مارے گئے۔اس بمباری کے اثرات Leukamia(خون کی کمی)اور کینسر سے لوگ کئی عرصہ تک متاثر رہے۔

گراف-1 : جنگ کے متعلق اموات 1500-1999

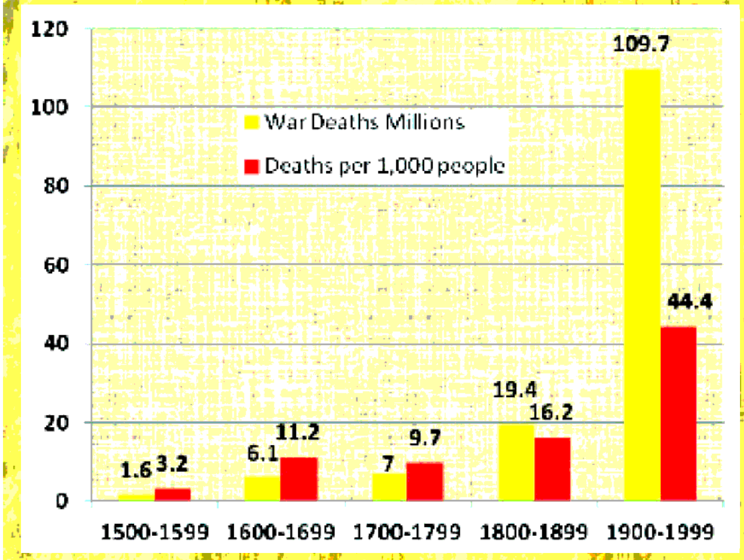

Source: Lesser RB et al State of the World 1999 A World Watch report on Progress towards a Sustainable Society (London Earthscan publication, 1999).

آخری کالم میں جنگوں کے سبب ہونے والی اموات کو بتلایا گیا ہے۔ہر ہزار میں مرنے والوں کی تعداد بتلائی گئی ہے۔۔۔

سابقہ کی جنگیں اقوام کے درمیان طویل چلی لیکن وہ جنگیں جغرافیائی اعتبار سے اتنی وسیع نہیں تھی اور نہ ہی بیسویں صدی میں ہوئی جنگوں کے اثرات ایسے مہلک تھے۔

☆ معلوم کیجئے کہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ کتنے عرصہ تک چلی اور کتنے لوگ اس جنگ میں مارے گئے۔

طاقتور حلقے

دوسری حقیقت یہ ہے کہ جنگوں کے وقت دنیا طاقتور حلقوں، قوموں اور مملکتوں میں تقسیم تھی اور اتحادیوں نے فوجی حلقوں کی تشکیل دی۔اس سے قبل آپ پچھلی جماعت میں آپ انیسویں صدی میں قومیت کے ظہور اور قومی مملکتوں کے لئے تحریکوں کے متعلق پڑھ چکے ہیں۔لیکن قومیت کے احیاء کے عمل نے دنیا پر کنٹرول کے لئے آپس میں صنعتیا نے پر ممالک کی جدوجہد تیز کردی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ سیاسی حکمت عملی اور فوجی قومی مفاد کی جانب مائل ہوئے۔انیسویں صدی کے اختتام پر یوروپ کے مختلف ممالک ایک دوسرے کے خلاف ہوئے اور فوجی حلقے تشکیل دیئے۔دو اہم حلقوں کا ظہور ہوا۔مرکزی اور اتحادی ۔ان کا منشور تھا کہ ان علاقوں و منطقوں پر کنٹرول کے لئے تھا۔اس جدوجہد کے سبب عدم تحفظ پیدا ہوا اور اتحادی قائم ہوئے۔اکثر خفیہ ماضی کے حریف جیسے آسٹریا اور اٹلی یا برطانیہ اور فرانس تھے۔

ایسے ہی دوسری عالمی جنگ کے دوران حلقے جاری تھے۔محوری طاقتیں جس کی قیادت جرمنی اور اتحادی طاقت جس کی قیادت برطانیہ ،امریکہ اور روس کررہا تھا۔

دو عالمی جنگوں کا موازنہ

ہم یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ دونوں واقعات یکساں ہیں۔بیسویں صدی کی دو عالمی جنگوں کو 21 سال کے وقفہ، معاشی حالات، سیاسی حکمت عملیوں کے اتحاد، فوجی اسلحہ کے سبب فرق پایا جاتا ہے۔اس لئے بیسویں صدی کے دو عالمی جنگوں کے تفرقات کی تفہیم کے لئے موازنہ بہتر ہوگا۔ہم سب سے پہلے جنگ کا فی الفور سبب پھر اہم وجوہات کا موازنہ کریں گے۔

ہر جنگ کسی ایک فوراً سبب سے شروع ہوتی ہے اور پھر اس سے ہی دیگر طویل اسباب رونما ہوتے ہیں۔پہلی عالمی جنگ کا فی الفور سبب 28 جون 1914ء کو بوسینیائی Fantastic کے ہاتھوں اسٹریا کے شہزادے فرانس فرڈ ینیڈ کا قتل تھا۔آسٹریا نے سربیا کے خلاف جنگ کا اعلان کیا۔سربیاء (جو برطانیہ، فرانس اور روس) کا حلیف اتحادی تھا۔آسٹریا نے سربیاء پر حملہ کیا اور یہ اتحادی ممالک سربیاء کی مدافعت میں آئے۔بعد میں مرکزی طاقتیں (جیسے جرمنی اور اٹلی) جو آسٹریا کے اتحادی تھے انھوں نے جنگ میں حصہ لیا۔اس طرح پہلی عالمی جنگ کا آغاز ہوا۔

1914	پہلی عالمی جنگ کا آغاز یکم اگست
1917	روسی انقلاب
1918	پہلی عالمی جنگ کا اختتام
1919	معاہدہ ورسیلیز
1919	مجلس اقوام کا قیام
1933	جرمنی میں ہٹلر کا عروج
1939	دوسری عالمی جنگ کا آغاز
1942	جرمنی کا روس پر حملہ
1945	ادارہ اقوام متحدہ کا قیام
1945	دوسری عالمی جنگ کا اختتام۔اگست

اسی طرح دوسری عالمی جنگ کا فی الفور سبب جرمنی فوجوں کا یکم ستمبر 1939ء کو پولینڈ میں داخلہ تھا۔ہٹلر نے پولینڈ پر حملہ کیونکہ پولینڈ نے ڈنزاک بندرگاہ جرمنی کے حوالے کرنے سے انکار کیا تھا۔ہٹلر نے یہ تصور کیا کہ پولینڈ کو تحویل میں لینا آسان اور مختصر فوجی عمل ہوگا لیکن چونکہ پولینڈ کا دفاعی معاہدہ برطانیہ سے تھا۔ برطانیہ اس جنگ میں پولینڈ کی جانب سے اترا اور ایک دن بعد فرانس نے بھی جنگ شمولیت اختیار کرلی۔اس طرح یہ واقعہ دوسری عالمی جنگ کا سبب بنا۔

ہم اب دو عالمی جنگوں کے طویل مدتی اسباب جانیں گے کیونکہ انیسویں صدی میں ہی پہلی عالمی جنگ کے لئے ماحول پیدا ہو چکا تھا۔جارحانہ قومیت، سامراجیت، خفیہ معاہدے اور عسکریت پہلی عالمی جنگ کے ذمہ دار عوامل ہیں۔ یہ وہ اسباب تھے جنھوں نے دنیا کو جنگ کے میدان میں تبدیل کیا اور اس میں مزید طویل مدتی اسباب منسلک ہوگئے جس سے دوسری عالمی جنگ کا آغاز ہوا۔ان میں سے ایک جرمنی کا پہلی عالمی جنگ کے بعد انتقامی کاروائی سے مطمئن نہ ہونا بھی تھا۔ہم ان طویل مدتی اسباب کو یکے بعد دیگرے تفصیلی طور پر جانیں گے۔

جارحانہ قومیت

قومیت کے نظریات کا ابھرنا مثبت پہلو تھے۔اس کی ابتداء جدید قومی مملکتوں اور جرمنی واطالیہ کے جبراً الحاق سے ہوئی لیکن ان نظریات کو فخر و برتری اور پڑوسی ممالک سے نفرت کے لئے بروکار لایا گیا۔ یہ نفرت بتدریج انیسویں صدی کے دوران یورپی مملکتوں میں نشونما پا رہی تھی۔

1923ء سے اطالوی فاشزم اور جرمنی کی قومی اشترا کی نازی اس کی اہم شکلیں تھیں۔فسطائیوں نے جارحانہ قومیت پرستی کو ابھارا اور جرمنیوں نے ایسی تصویر بنائی کہ جرمن تمام دنیا کے فاتح ہیں اور یوروپ کے دیگر اقوام کے خلاف ان جذبات کو استعمال کیا۔

سامراجیت

یوروپ کے صنعتی یافتہ ممالک برطانیہ، جرمنی اور امریکہ کو اپنی پیداوار کے لئے بازار اور رسد کے لئے خام مال کی ضرورت تھی۔ سرمایہ کی بنکوں اور مالیاتی اداروں میں میں کے بجائے وہ سرمایہ کاری کے مواقع کو نوآبادیات میں محفوظ تصور کررہے تھے۔ چنانچہ انیسویں صدی کے اختتام تک نوآبادیات کے لئے یوروپی ممالک میں مسابقت شروع ہوگئی۔ان ممالک کی حکومتوں نے سرمایہ کاروں کی جانب سے اپنے علاقے کو وسیع کرنے اور دیگر مسابقتی ممالک کے علاقے کو تخفیف کرنے میں مصروف ہوگئے۔ جدید صنعتی طاقتوں (جیسے جاپان، جرمنی اور اطالیہ) کا ظہور ہوا اور یہ نوآبادیات کی از سر نو تقسیم کے خواہاں تھے لیکن سابقہ طاقتیں اس کے لئے رضامند نہیں ہوئی۔اسی سبب اکثر جنگیں ہوا کرتی تھی۔

13.3 پہلی عالمی جنگ میں بمباری کے لئے پہلی بار ہوائی جہاز کا استعمال

گراف 2 اسلحہ کے لئے مسابقت

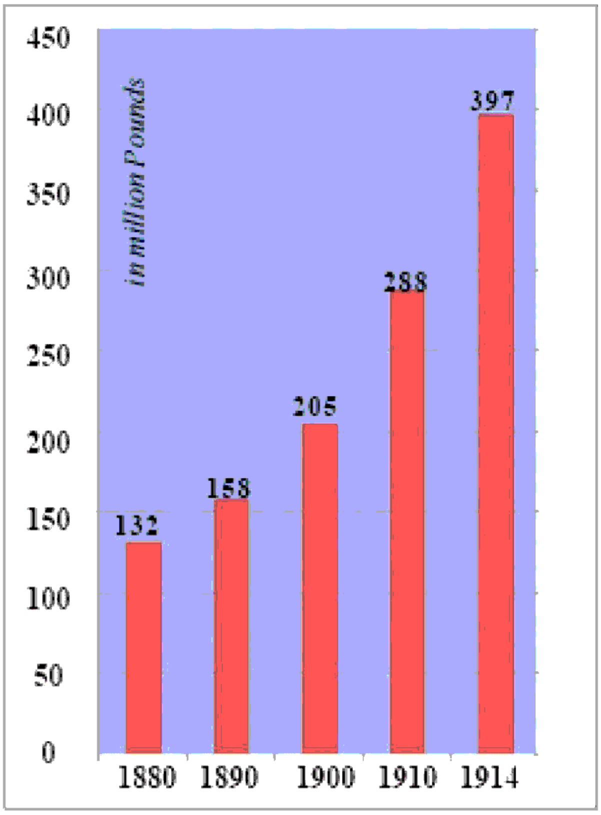

عظیم طاقتوں کی جانب سے فوجی اخراجات (جرمنی، آسٹریا، ہنگری، برطانیہ عظمی، روس، اٹلی اور فرانس 1880 تا 1914 (ماخذ: ٹائمس اٹلس آف ورلڈ ہسٹری، لندن 1978ء)

خفیہ معاہدے

1870ء میں فرانس کی شکست کے بعد جرمنی کے چانسلر نے فرانس کو یکا و تنہا کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے 1879ء میں آسٹریا اور 1882ء میں اطالیہ سے خفیہ معاہدہ کیا۔ اس مدافعتی اتحاد کا مقصد روس سے آسٹریا اور فرانس سے اٹلی کا تحفظ تھا۔ فرانس نے اپنے غول کو توڑ کر 1891ء میں روس سے معاہدہ کیا۔ 1904ء میں برطانیہ کے ساتھ مفاہمت کے بعد فرانس برطانیہ کا حلیف بن گیا۔ 1907ء میں روس، فرانس اور برطانیہ نے Triple Entente تشکیل دی۔ خفیہ سہ رخی معاہدہ (Triple Alliance) جس کی قیادت جرمنی کر رہا تھا اور Triplle Entente جو کہ یوروپی طاقتوں کے درمیان ہوا۔ یہ دونوں ایک دوسرے کو شک و حسد کی نظر سے دیکھ رہے تھے۔ حقیقی امن کی بجائے ان معاہدوں نے یوروپ میں خوف اور فوجی امن کو فروغ دیا۔

ہتھیاروں کی دوڑ:

عسکریت پسندوں کا ایقان ہے کہ فوجی حکمرانی تحفظ کی یقینی کے لئے اور جنگ کے مسائل کے حل کے لئے بہترین راستہ ہے۔ 1880ء تا 1914ء تک فوجی اخراجات پر چھ عظیم طاقتوں (جرمنی، روس، آسٹریا، اٹلی، فرانس اور برطانیہ) نے 300% سے زائد یعنی 132 پونڈ سے لے کر 397 پونڈ ملین خرچ کئے۔ عسکریت کے تناظر میں تین چیزیں قلمبند کرنے کے قابل ہیں۔ ان میں سے ہر ملک نے

- ☆ آپ کس طرح یہ سوچتے ہیں کہ کس صنعتیا نے نے جدید جنگوں کے حالات ہموار کئے۔
- ☆ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ مختلف ممالک کے لوگوں کے درمیان اپنے ملک سے محبت جنگوں کا سبب بنی؟
- ☆ اگر ایک ملک دوسرے ملک کے مخالف جارحانہ موقف اختیار کرے تو کیا دوسرے ملک کو بھی جارحانہ ردعمل کرنا چاہئے۔ کیا ایسے حالات کو بہتر بنانے کے لئے دیگر کوئی راستے ہو سکتے ہیں؟
- ☆ کیا آپ آج بھی اپنے اطراف جارحانہ قومیت، سامراجیت، طاقتور حلقے اور عسکریت پاتے ہیں۔ مثالیں دیجئے اور کمرہ جماعت میں بحث کیجئے۔
- ☆ پچھلے دس سال میں لڑی گئی چند جنگوں کے بارے میں معلوم کیجئے اور کس حد تک یہ چار وجوہات اس کا باعث بنے۔

وسیع انفرادی فوج بنائی، ایک دوسرے کے مقابلے میں اسلحہ کے لئے مسابقت کی اورعوام کی ذہن سازی کی کہ وہ جنگوں کا تعاون کریں۔اسلحہ کی تیاری کے لئے وسیع صنعتوں اور صنعتی ادارے بنائے گئے جوکہ بتدریج سیاسی مسائل کے حل کے لئے جنگ کے استعمالات کے نظریات کوفروغ دیااورکہاکہ جنگیں اکثر ممالک کے لئے نفع بخش ہوتی ہیں۔

دوسری عالمی جنگ کا خاص منظر

ورسیلیز معاہدہ

پہلی عالمی جنگ کا خاتمہ 1919ء میں ورسیلیز میں منعقدہ امن کانفرنس سے ہوا۔یہ عظیم کانفرنس تھی جس میں دنیا کی تین چوتھائی آبادی رکھنے والے 32 قومی وفود نے شرکت کی۔اس کانفرنس میں اس وقت کے پانچ فاتح طاقتوں امریکہ، برطانیہ، فرانس، اٹلی اور جاپان نے شرکت کی۔اشتراکی روس اور شکست خوردہ طاقتوں جیسے کہ جرمنی، آسٹریا اور ترکی کو مدعو نہیں کیا گیا۔چنانچہ وہ قصداً یہ پیغام دینا چاہتے تھے کہ دنیا میں کوئی دانشمندانہ کونسل نہیں ہے شکست خوردہ لوگوں کی عمیق امنگوں کو سمجھنے والا کوئی نہیں ہے۔یہ تعجب خیز بات نہیں تھی کہ جرمن عوام نے سوچا کہ ورسیلیز معاہدہ کو فاتح اقوام نے ان پر زبردستی عائد نافذ کیا گیا اور وہ ان شرائط کی تضحیک کی۔معاہدہ ورسیلیز نے جرمنی پر چند علاقائی جرمانے اور فوجی تخفیف بھی عائد کی۔پہلی جرمنی آفریقہ کی ان نوآبادیات کو واپس کردے جس سے اس نے 1880ء میں قبضہ کرتے ہوئے حاصل کیا تھا اور یورپی علاقے الاسکا اور لورین کو واپس کردے جس سے اس نے 1871ء میں فرانس سے چھین لیا تھا۔دوسرا یہ کہ جرمنی کو پابند کیا گیا کہ وہ پہلی عالمی جنگ کے دوران اپنی فوجی طاقت کو 900,000 سے 100,00 تک تخفیف کردے۔ان سے یہ بھی کہا گیا کہ کوئی آب دوز نہ رکھیں اور اپنی بحری طاقت کو 6 جنگی جہاز جس کا وزن 10 ہزار ٹن سے کم ہوں پر تحدید عائد کی گئی اور درجن ٹورپیڈ وکشتیوں اور ڈسٹرایور تک محدود کردیا۔

مجلس اقوام

مستقبل میں جنگوں کے تدارک کے لئے معاہدہ ورسیلیز کے مطابق مجلس اقوام کی تشکیل کی گئی۔روس اور جرمنی کو رکن بننے کے لئے مدعو ہیں کیا گیا۔امریکہ بھی رکن بن نہ پایا کیونکہ امریکی کانگریس (پارلیمان) نے امریکی صدر وڈرو ولسن کی قرارداد امریکہ کی مجلس اقوام میں شمولیت کو مسترد کردیا۔حالانکہ وڈرو ولسن نے مجلس اقوام کے قیام میں کلیدی کردار ادا کیا تھا۔اس لئے مجلس اقوام کے عروج کے وقت 1934ء میں اس کے اراکین کی تعداد 58 تھی۔یہ توقع کی جارہی تھی کہ مجلس اقوام سے جنگوں کا خاتمہ اور مجموعی حفاظت کے علاوہ اقوام کے مابین تنازعات کو پرامن طریقے سے حل کرے گی۔اس ادارہ نے کئی بین الاقوامی ایجنسیوں کا قیام فلاحی سرگرمیوں صحت، مزدوروں کی فلاح کے لئے کی اور اس نے اقوام ک درمیان تنازعات کے لئے بین الاقوامی عدالت برائے انصاف کی بھی تشکیل دی۔عظیم توقعات اور عزائم کا اس ادارہ نے اظہار کیا لیکن بتدریج یہ ادارہ جرمنی اور

ایک کارٹون میں ہٹلر کو امن کا علمبردار اور جنگ باز دکھایا جارہا ہے

اٹلی کی جانب سے کئے جانے والی بین الاقوامی معاہدہ کی خلاف ورزی کو روک نہ پایا اور یہ ادارہ ان ممالک کے دیگر اقوام پر حملہ کو روکنے میں بھی ناکام رہا۔

جابرانہ غلبہ کے خلاف جرمنی کا انتباہ:

1919ء میں پہلی عالمی جنگ کی شکست کے بعد مفتوحہ اتحادیوں نے جرمنی کو جنگ کے آغاز کا سبب بننے کے لئے سزا دینی چاہیے اور اس نے کمزور کرتے ہوئے دوبارہ ابھرنے کے قابل نہ بننے کی کوشش کی۔ جرمن پر معاہدہ ورسیلیز کے تحت جو شرائط عائد کئے گئے تھے وہ ان کے لئے ذلت آمیز تھے۔ اس سے جرمنی میں ردعمل کا جذبہ پیدا ہوا اور ہٹلر و نازی پارٹی کو عروج ملا۔ جرمن چاہتے تھے کہ معاہدہ ورسیلیز کے مطابق محروم کئے گئے علاقے دوبارہ حاصل کریں اور وسط یوروپ میں جرمنی کے غلبہ کا احیاء ہوں اور جرمنی پر عائد کردہ اسلحہ پر پابندی کا خاتمہ ہو پائے۔ جرمنی نے نازیوں کی سرپرستی میں خود سے صنعتیانے کی تیزی سے تجدید کی اور وسیع فوج و اسلحہ کے کارخانوں کو فروغ دیا تا کہ جنگوں میں محفوظ رہے پائے۔

☆ مجلس اقوام کے چند اعضاء جیسے بین الاقوامی ادارہ برائے صحت (ILO) اور بین الاقوامی ادارہ برائے صحت (WHO) آج بھی اپنے افعال انجام دے رہے ہیں۔ ان سرگرمیوں کے متعلق معلومات حاصل کیجئے اور ایک ایسے ہی ایک عضو پر پراجکٹ رپورٹ تیار کیجئے۔

☆ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اگر مفتوحہ طاقتیں 1919ء میں جرمنی پر زیادہ توجہ مرکوز کرتی تو دوسری عالمی جنگ کو ٹالا جاسکتا تھا؟

سوشلزم سے ڈر اور مملکتِ روس:

شکل 13.5

پہلی عالمی جنگ کے تباہ کن نتائج کے سبب تمام یوروپ میں ایک عظیم معاشرتی انقلاب رونما ہوا اور مزدور اشتراکیت اور کمیونسٹ نظریات کی جانب مائل ہوئے۔ تمام یوروپ میں امن کی تحریکوں کو کافی شہرت ملی۔ 1917ء میں روسی انقلاب رونما ہوا جس کے نتیجہ میں وہاں پر کمیونسٹ مملکت قائم ہوئی۔ اس نئی حکومت نے پہلا اقدام کرتے ہوئے روس کی جنگوں میں شراکت داری کا خاتمہ کرنے کی کوشش کی اور امن کے معاملات کا آغاز کیا۔ (1924ء میں روس یونین آف سویت سوشلسٹ (USSR) بن گیا۔ مغربی سرمایہ دار ممالک جیسے برطانیہ کو ایسی تحریکوں کو دیگر ممالک میں رونما ہونے کا خوف تھا۔ اس لئے ابتداء میں انھوں نے ہٹلر اور نازی کی حوصلہ افزائی کی اور انھیں مستحکم کیا۔ سویت اشتراکیت سے علحدگی ہٹلر کی طمانیت کی پالیسی تھی۔

چنانچہ 1939ء میں جرمنی اور سوویت یونین روس نے غیر جارحانہ معاہدہ کیا اور ہٹلر برطانیہ اور فرانس اتحادیوں کے مخالف ہوگیا۔ اس طرح دوسری عالمی

جنگ کی ابتداء ہوئی۔ہٹلر نے مغربی یوروپی براعظم کے بیشتر حصوں پر مکمل قبضہ حاصل کرلیا۔بعدازاں اس نے 1942ء میں روس پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔اسی سال جاپان جوکہ جرمنی کا حلیف تھا اس نے امریکہ پر حملہ کیا جس سے امریکہ اور روس متحد ہوگئے اور جرمنی کے خلاف جنگ کی۔

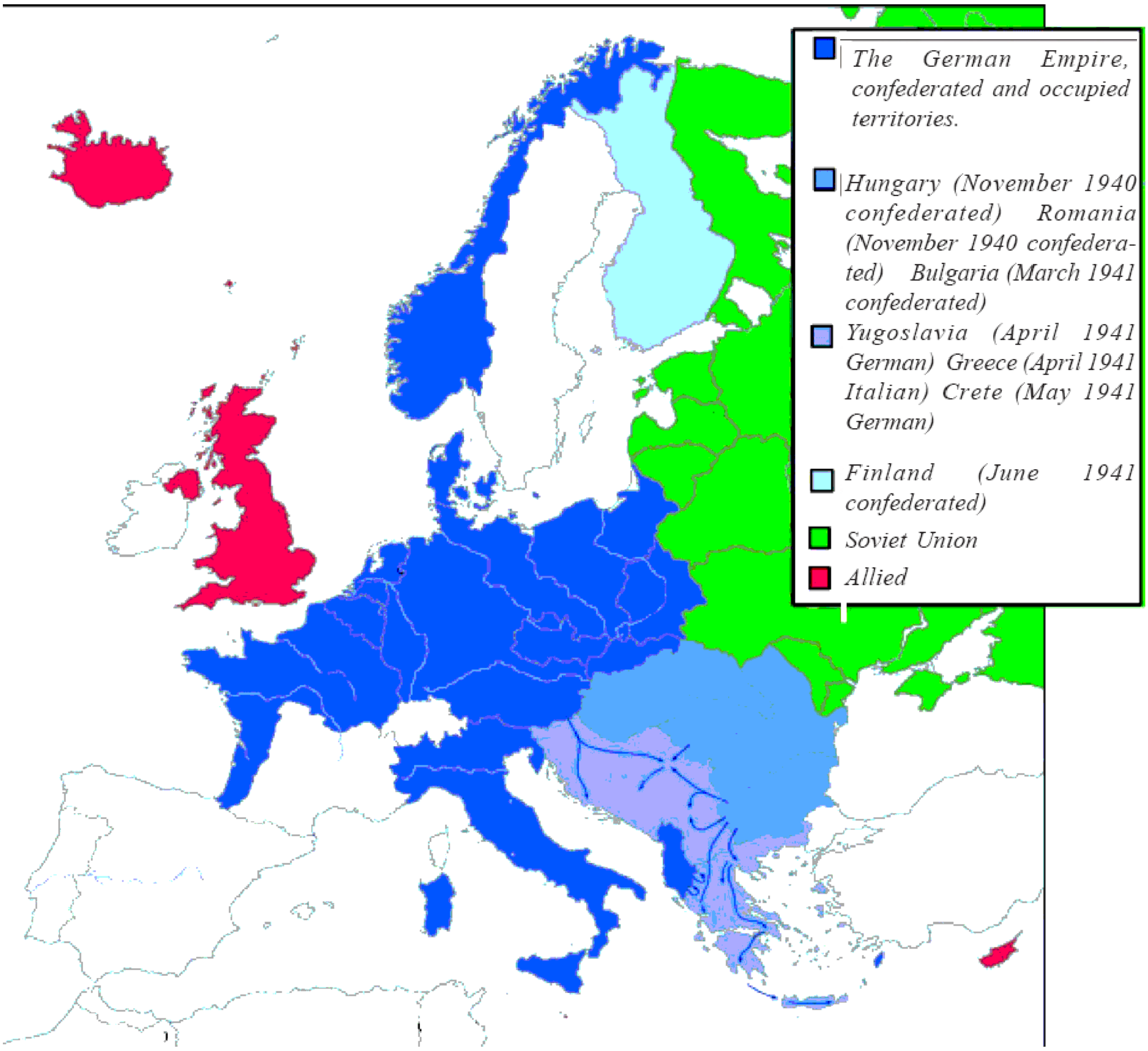

نقشہ 13.1 دوسری عالمی جنگ کے دوران جرمن سلطنت

عالمی جنگوں کے نتائج

عالمی جنگوں کے اثرات دنیا کی سیاست، سماج اور معشیت پر دیرپا اثرات مرتب ہوئے۔ان کا تذکرہ ذیل میں کیا جارہا ہے۔

بڑے پیمانے پر انسانی جان ومال کا اتلاف

جنگوں کا پہلا نتیجہ یہ رہا کہ وسیع پیمانے پر انسانی اموات ہوئی اور لوگ زخمی ہوئے۔بیان کیا جاتا ہے کہ تقریباً 10 ملین لوگ پہلی عالمی جنگ اور 20 تا 25 ملین افراد دوسری عالمی جنگ میں مارے گئے۔مارے گئے لوگوں میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جن کی عمر 40 سال سے کم تھی۔دو عالمی جنگوں نے حکومت نے حکومت کے درمیان ہلاکت خیز فوجی مسابقت بالخصوص جوہری اور کیمیائی ہتھیار کے ماحول کو پیدا کیا۔

جمہوری اصولوں کا احیاء

دو عالمی جنگوں نے غیر جمہوری حکومتوں کا خاتمہ کرتے ہوئے جمہوری طاقتوں کو مضبوط کیا۔پہلی عالمی جنگ کے بعد مختلف بادشاہت(آسٹریائی بادشاہت،ہنگری بادشاہت،عثمانی بادشاہت،جرمنی بادشاہت وغیرہ) کا خاتمہ کیا۔روس میں اشتراکی انقلاب رونما ہوا جبکہ جرمنی آمریت کے غول سے باہر نکلا اور جرمنی ویمار جمہوریہ بن گیا۔ترکی میں سلطنت عثمانیہ کی بجائے جمہوری اور سیکولر حکومت قائم ہوئی۔اسی طرح پہلی عالمی جنگ کے دوران نوآبادیات میں خودمختار حکومت کو قبول کرنے کا مطالبہ کیا گیا اور دوسری عالمی جنگ کے بعد نوآبادیات کی تجدید کی گئی اور نوآبادیات کو آزاد و خودمختاری مل گئی اور ایشیاء و آفریقہ میں سینکڑوں نئے ممالک کا ظہور ہوا۔

طاقت کے توازن میں تبدیلی

پہلی عالمی جنگ کے ساتھ ہی جرمنی، آسٹریا، ہنگری، روسی اور ترکی بادشاہت کا خاتمہ ہوا۔مشرقی اور وسطی یوروپ کے نقشے کی قومیت ،معشیت اور فوجی حفاظت کی بنیاد پر تجدید کی گئی۔جب دوسری عالمی جنگ کا خاتمہ ہوا تب عالمی نقشہ میں تبدیلی ہوئی اور پھر سابقہ نوآبادیات آزاد وخودمختار اقوام بن کر ابھرے۔

نئی بین الاقوامی تنظیمیں

پہلی عالمی جنگ کے بعد تنازعات کے پرامن حل کے لئے مجلس اقوام اور دوسری عالمی جنگ کے اختتام پر ادارہ اقوام متحدہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ادارہ اقوام متحدہ کی ایسی عالمی حکومت ہے جس کی بنیاد چار اہم اصولوں پر ہے۔امن کا قیام، انسانی حقوق کا ایقان، بین الاقوامی قوانین کا احترام اور سماجی ترقی کو فروغ دینا۔یہ ادارہ اپنی شاخوں جیسے UNICEF,ILO,WHO,UNESCO کے ذریعہ افعال انجام دیتا ہے۔آپ نے ان کے متعلق سننا ہوگا یا پھر ان کے افعال کو دیکھا بھی ہوگا۔ادارہ اقوام متحدہ پر الزام عائد کیا جاتا ہے کہ وہ عظیم طاقتوں امریکہ اور روس کا آلہ کار بنا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود وہ دوسری عالمی جنگ کے پیمانے پر جنگوں کی روک تھام میں کامیاب رہا ہے۔

خواتین کو رائے دہی کا حق

طویل سیاسی حقوق کی جدوجہد کے بعد برطانیہ میں 1918ء میں خواتین کو ووٹ کا حق حاصل ہوا۔عالمی جنگوں کی طوالت، صنعتی پیداوار کے لئے خدمات کی ضرورت

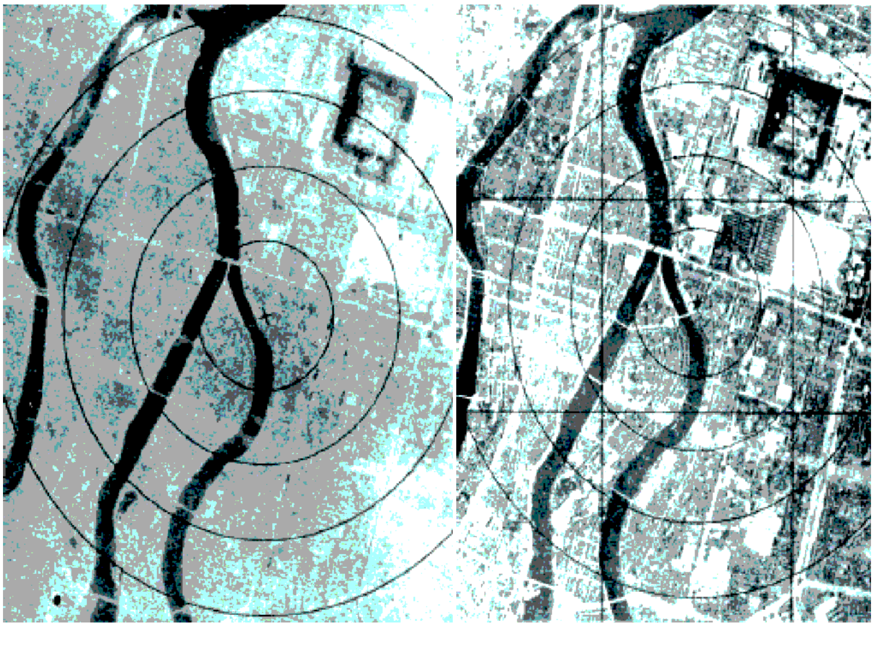

شکل 13.6 ناگاساگی شہر جوہری بمباری سے پہلے اور بعد میں

تھی۔جنگی سرگرمیوں اور میدانوں میں رہنے کے سبب اکثر خواتین کارخانوں،دکانات،دفاتر،رضا کارانہ خدمات،دواخانے اور مدارس میں انجام دینے لگی۔روٹی کی تیاری کرنے والے واقعہ کی کامیابی کے بعد خواتین کی زندگی کے ہر شعبہ میں مساوات کی آوازیں بلند ہونے لگی۔حق رائے دہی اس سمت ایک عظیم اقدام ثابت ہوا۔

کلیدی الفاظ

صنعتی سرمایہ داریت	حلیف	جارحانہ قومیت
عسکریت	فاشزم	سامراجیت

اپنے اکتساب کو بڑھایئے

1 غلط بیانات کی تصحیح کیجئے۔

☆ بیسویں صدی کے آغاز میں مغرب اور ماتبقی دنیا میں عدم مساوات پائی گئی۔

☆ بیسویں صدی میں ڈکٹیٹر شپ اور جدید سلطنتوں کے ظہور کے باوجود جمہوریت کا عروج ہوا۔

☆ مساوات اخوت کے نظریات پر اشتراکی سماج تشکیل پانا چاہتا ہے۔

☆ کئی مختلف ممالک سے منسلک فوجی جنگ لڑ رہے تھے اور نہ وہ راست طور پر جنگ میں حصہ لے رہے تھے۔نہ انھوں نے راست طور پر جنگ میں شمولیت کی۔

☆ پہلی عالمی جنگ کے دوران یا بعد میں کئی ممالک نے آمریت کے اقتدار کے تختہ کو الٹ کر جمہوریت میں تبدیل ہوگئے۔

2 ایک جدول اتحادی،محوری اور مرکزی طاقتوں کا جدول بنایئے جو کہ دیئے گئے ممالک جنگوں کے دوران نہ حلیف تھے اور نہ ہی حریف آسٹریا،روس،جرمنی،جاپان،فرانس،اٹلی اور امریکہ۔

3 کس طرح سے قومی ریاستوں اور قومیت کے نظریات عالمی جنگوں کے دوران جنگوں کے لئے محرکہ بنے۔

4 دو عالمی جنگوں کے مختلف اسباب پر مختصر نوٹ لکھئے۔کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ان میں سے کوئی خصوصیت آج بھی دنیا کے ممالک میں مستعمل ہے۔

5 بیسویں صدی کے پہلے نصف حصے کے دوران جنگوں کے سبب کونسے مختلف اثرات مرتب ہوئے؟

باب
14

دنیا جنگوں کے درمیان (1900 تا 1950) حصہ دوم

روس کا سماجی انقلاب

روس کے زار کی سلطنت دو براعظموں کے وسیع وعریض علاقوں تک پھیلے ہونے کے سبب یورو۔ایشیائی طاقت مانی جاتی تھی۔روس کی آبادی 156 ملین دنیا میں چین اور ہندوستان کے بعد تیسرا مقام رکھتی ہے۔روس میں مختلف اقوام روسی، یوکرینی، ازبکسانی، قزاقستانی، تاجکستانی، ترکمانیہ وغیرہ ہیں۔اکثر روسیوں کی طرز زندگی زراعت سے منسلک تھی اور زمینات پر کنٹرول جاگیرداروں اور کسانوں کے درمیان جدوجہد کی بنیادی وجہ تھی۔زمینات کے مالک جاگیردار تھے اور زیادہ تر کسان کرایہ ادا کرتے ہوئے کاشت کاری کرتے تھے۔

زار نکولس دوّم نے روس کی وسیع سلطنت پر فوج اور افسران کے تعاون سے آمرانہ حکومت کی۔عالمی جنگ کے بعد روسی معشیت کو کاری ضرب لگی۔پہلی عالمی جنگ سے قبل روسی دنیا کی بڑی فوج رکھتے تھے۔روس نے جنگ کے بعد اپنے دوملین سپاہیوں کو کھودیا اور پہلی عالمی جنگ میں سب سے زیادہ روسی شہریوں نے اپنی جانیں گنوائیں۔جنگوں میں غذا کی منتقلی کے سبب شہروں میں غذا کی قلت کا سامنا کرنا پڑا۔8 مارچ 1917ء کو روس کے صدر مقام سینٹ پیٹر برگ میں خواتین نے عظیم جلوس میں حصہ لیا اور روٹی کا مطالبہ کیا۔مزدور بھی اس احتجاج میں شامل ہوگئے۔زار نکولس نے صدر مقام کی تحریک سے حواس باختہ ہوکر احتجاجیوں کو کچلنے اور فائرنگ کا حکم صادر کیا۔سپاہیوں نے بھی اس تحریک میں شمولیت اختیار کرلی۔صرف دو دن میں حالات قابو سے باہر ہوگئے اور زار حکومت سے دستبردار ہوگیا اور شہر سے فراری اختیار کی۔روس کے غیر آمرانہ قائدین نے عبوری حکومت تشکیل دی۔یہ 1917ء کا اولین انقلاب تھا جس سے مارچ انقلاب بھی کہتے ہیں۔

اس کے بعد عظیم انقلاب اکتوبر 1917ء کو رونما ہوا اور یہ جبری نہیں تھا۔آزاد خیال اور اشرافیہ جو روس پر زار کی دستبرداری کے بعد حکمرانی کررہے تھے۔انھوں نے اپنی آبائی زمین کے اعزاز کو برقرار رکھنے کے لئے جنگ کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔

شکل 14.1: بالشویک 1917ء کے روسی انقلاب میں ریڈ اسکوائر پر مارچ کرتے ہوئے

روسی انقلاب کی تاریخ کا تعین

روسی انقلاب کی تاریخ یکم فروری 1918ء تک روس میں جولنین کیلنڈر استعمال ہوتا تھا۔اس کے بعد ملک نے اس گری گورین کیلنڈر کا استعمال شروع کیا جو آج ہر جگہ استعمال ہوتا ہے۔گری گورین کیلنڈر کی تاریخیں جولنین کیلنڈر سے 13 دن آگے ہوتی ہیں۔اس لئے ہمارے کیلنڈر کے مطابق ''فروری انقلاب 12 مارچ کو رونما ہوا اور ''اکتوبر'' انقلاب 7 نومبر کو آیا۔

تھکی ہوئی فوج کی واپسی اور معاشی تنزلی کی مایوسی کی وجہہ سے عام عوام جنگ نہیں چاہتی تھی۔انھوں نے خود کی جانب سے تنظیم کا احیاء کیا جس سے سوویت کہا جاتا تھا۔سوویت سپاہیوں، صنعتی مزدوروں اور دیہی عوام کے عام عوام کی طاقت کی ترجمانی کررہی تھی۔اس کو روسی کمیونسٹ پارٹی کے گروہ بالشویک نے منظّم کیا۔

بالشویک کی قیادت ولاڈیمر لینن (1870-1924) نے کی۔بالشویک سویت (کسانوں،مزدوروں اور سپاہیوں کی کونسل) کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی کیونکہ وہ فوراً بغیر شرائط کے امن، زمینات کو قومیانے اور اس کی دوبارہ کسانوں میں تقسیم، قیمتوں پر قابو اور تمام کارخانوں و بنکوں کو قومیانے کا مطالبہ کررہی تھی۔اکتوبر۔نومبر 1917ء میں بالشویک کی قیادت میں عبوری حکومت سے اقتدار اپنی تحویل میں لے لیا اور فی الفور جنگ کے خاتمہ اور زمینات کی تقسیم کے اقدامات کئے۔

روس میں مکمل امن بحال نہ ہو پایا کیونکہ روس میں سفید روسی آمروں کی سفید افواج اور مخالف کمیونسٹ سپاہیوں کے درمیان برطانیہ،فرانس،امریکہ اور جاپان کی مدد سے خانہ جنگی کا آغاز ہوا۔ان تمام کو 1920ء میں شکست فاش ہوئی۔بالشویک نے روسی بادشاہت کے خاتمہ اور اس کے ماتحت مختلف اقوام کو آزاد ہونے کی اجازت دینے کا اعلان کیا۔لیکن بتدریج زار کی سابقہ سلطنت کے اقوام USSR میں شمولیت کے لئے رضامند ہوگئے اور 1924ء میں سویت حکومت تشکیل دی گئی۔جاگیرداروں ،بادشاہوں اور سرمایہ داروں کے استحصال کے بغیر اس عظیم تجربہ کا آغاز ملک کی تعمیر کے لئے ہوا۔USSR صنعتی اور جدید ٹکنالوجی پر مبنی سماج کی تشکیل کی کوشش کا خواہاں تھا جس میں کسی کے ساتھ پیدائش، جنس، زبان کی بنیاد پر عدم مساوات نہیں ہوگی اور لوگوں کا اخراج نہیں کیا جائے گا۔

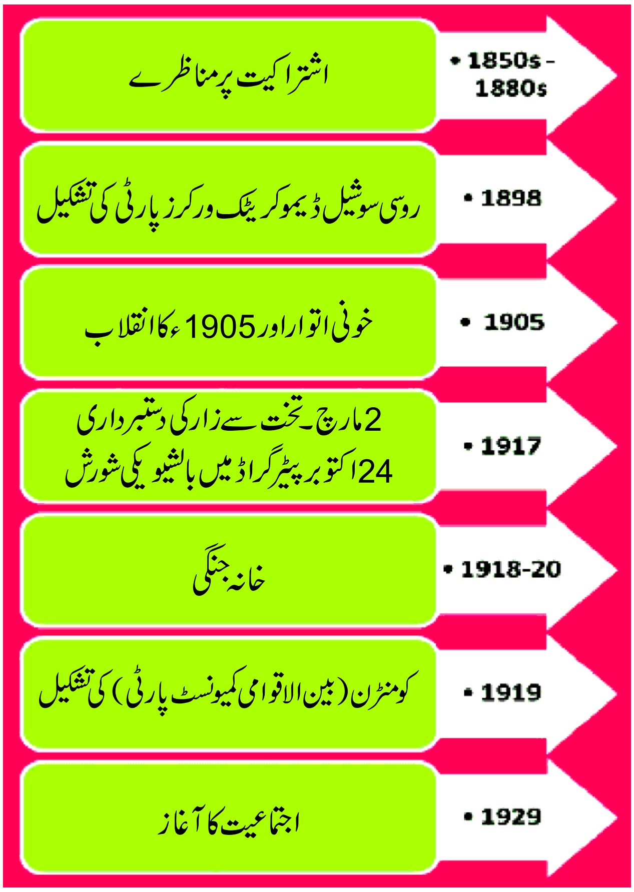

اسٹالن کا عروج

لینین کے انتقال کے بعد 1924ء میں اسٹالن کمیونسٹ پارٹی کا قائد بن کر ابھرا۔اس نے اگلے ایک دہے میں مکمل کنٹرول حاصل کرلیا اور اپنے تمام مخالفین کا خاتمہ کردیا۔روسی معشیت کی ترقی کے

لئے اس نے اپنے تمام غیر نزاعی اختیارات کو بروکا رلایا۔

روس نے 1928ء میں معاشی ترقی کے پروگرام کی منصوبہ بندی کا آغاز پانچ سالہ منصوبوں سے کیا۔اس نے دوحکمت عملیوں تیزی سے صنعتیانہ اور اجتماعی کاشت کاری کو جاری رکھا۔روس نے جوزف اسٹالن کی قیادت میں چھوٹے کسانوں کی پیداوار کو جبراً خاتمہ کوشش کی اور تمام چھوٹے اور بڑے کسانوں کو اپنی زمینات کو اجتماعی فارمس میں شمولیت کے لئے زبردستی کی۔ دیہاتوں کی تمام زمینات پر کسان اپنے اوزار، مشین اور جانوروں کو کھیتی باڑی میں استعمال کرنے لگے۔کسان مل جل کر کام کرتے تھے اور تمام پیداوار کو اراکین میں مساویانہ طور پر تقسیم کرتے تھے۔چھوٹے پیمانے کی بجائے بڑے پیمانے پر کاشتکاری کے سبب جدید ٹکنالوجی اور مشین کا استعمال ہونے لگا۔ ہزاروں کسانوں بالخصوص بڑے کسانوں نے اس کی مخالفت اور دفاع کیا۔انھیں مقید کیا گیا۔ملک بدر اور قتل بھی کیا گیا۔1929-30ء میں شدید قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا جس میں کثیر تعداد میں لوگ موت کا شکار ہوئے۔ابتدائی مرحلے کے زوال کے بعد زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا اور روس نے اس کی مدد سے بڑے پیمانے پر صنعتی ترقی پائی۔تمام صنعتیں مملکت کی ملکیت تھی۔آزاد تجارت کی اجازت نہیں تھی۔صنعتی اشیاء کو راست صارفین کو فروخت کیا جاتا تھا۔

لیکن تیزی سے تعمیرات نے کام کے لیئے ناسازگار حالات پیدا کئے۔Magnitogorsk شہر میں تین سال میں اسٹیل پلانٹ کی تعمیر کی گئی۔مزدو کو سخت حالات درپیش تھے۔پہلے سال ہی 550 کام کی رکاوٹیں حائل ہوئی۔رہائشی کوارٹرس میں موسم سرما کے

فبروری انقلاب میں خواتین

''اکثر خواتین مزدوروں نے اپنے ساتھی مرد مزدوروں کو تحریک دلائی۔لارنز ٹیلی فون فیکٹری میں مارفا واسیلیوا نے تن تنہا ایک کامیاب ہڑتال کروائی۔اس صبح یوم خواتین کی تقریب میں خواتین مردوں کو سرخ کمانیں پیش کیں۔اس وقت مارفا سیلیوا نے جو ایک ملنگ مشین چلاتی تھی اپنے کام کو روک دیا اور غیر متعینہ مدت کے لئے ہڑتال کا اعلان کر دیا۔اس کے ساتھ کام کرنے والے مزدور اس کی حمایت کو تیار ہوگئے۔فورمین نے انتظامیہ کو اطلاع دی اور اس کو ایک ڈبل روٹی بھیج دی۔اس نے ڈبل روٹی تو قبول کر لی لیکن کام پر واپس جانے سے انکار کر دیا۔منتظم نے اس سے پوچھا کہ اس نے کام سے انکار کیوں کیا۔اس نے جواب دیا''میں تنہا ہی شکم سیر نہیں ہوسکتی جب کہ دوسرے بھوکے ہیں۔'' فیکٹری کے دوسرے حصوں سے بھی عورتیں مارفا کے اردگرد اس کی حمایت میں جمع ہوگئیں اور اس کے بعد تمام دوسری عورتوں نے بھی کام روک دیا۔جلد ہی مردوں نے بھی اپنے اوزار چھوڑ دیئے اور مجمع گلی میں جمع ہوگیا۔

''ناموعورتیں(2002) چھوٹی چڑ جی سے ماخوذ

شکل14.2:لینن مزدوروں سے خطاب کرتے ہوئے

دوران 40 ڈگری سے نیچے درجہ حرارت کے وقت لوگوں کو چوتھی منزل سے اتر کر سڑکوں کے کنارے بیت الخلاء کو جانا پڑتا تھا۔

مدارس کے توسیعی طریقہ کو ترقی دی گئی۔کسانوں اور کارخانوں کے مزدوروں کے لئے جامعات میں داخلہ کے انتظامات کئے گئے۔کارخانوں میں کام کرنے والی خواتین کے بچوں کے لئے کارخانوں میں دارالاطفال (بچوں کی نگہداشت کے مراکز) قائم کئے گئے۔سستی عوامی صحت کی سہولیات مہیاء کی گئی۔مزدوروں کے لئے ماڈل لیونگ کواٹرس قائم کئے گئے۔ان تمام کے ذرائع وسیع تھے جبکہ حکومت کے وسائل محدود تھے۔

روس میں تمام شہریوں نے روزگار حاصل کیا اورمعیار زندگی میں بہتری آئی۔ہمہ گیر خواندگی اورتحتانوی تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ٹھیک اسی اثناء میں مغربی دنیا میں معاشی بحران کے ابتدائی مراحل میں تھی۔کارخانے مسدود کردئے گئے تھے۔کئی ملین مزدور روزگار سے محروم ہوچکے تھے۔ہزاروں کسان بیروزگار ہورہے تھے اور زرعی اشیاء کی قیمتیں تیزی سے گرنے لگی کیونکہ ان اشیاء کی طلب کارخانوں کے بند ہونے کے سبب کم ہوچکی تھی۔روس اپنے آپ پرفخر کرتا ہے کہ وہ اس عظیم معاشی بحران سے مستثنیٰ رہا۔اس عظیم معاشی بحران کے اثرات سے مستثنیٰ رہنے کا سبب

اکتوبر انقلاب اور روسی دیہات: دو نظریے

1) اگلے ہی دن جب 25 اکتوبر 1917ء کو انقلابی شورش کی خبریں گاؤں پہنچیں جس کا استقبال نہایت گرمجوشی سے ہوا۔کسانوں کے لئے اس انقلاب کا مطلب مفت زمین اور جنگ کا خاتمہ تھا۔جس دن گاؤں میں یہ خبریں پہنچیں،،مالک زمین کی گڑھی (تعلقہ) میں لوٹ مار مچ گئی۔اس کے

اناج کے ذخائر پر قبضہ کرلیا گیا وراس کے وسیع باغیچے کو کاٹ ڈالا گیا اور بطور لکڑی کسانوں کو فروخت کردیا گیا۔اسکے فارم ہاؤس کو منہدم کردیا گیا اورزمین ان کسانوں میں تقسیم کردی گئی جو سوویت طرز زندگی گزارنے کو تیار تھے۔

فیڈو بیولو: ایک اجتماع کار سوویت فارم کی تاریخ

2) ایک زمیندار خاندان کے ایک فرد نے تعلقہ پر ہوئے واقعات کے بارے میں اپنے ایک رشتہ دار کو لکھا۔

''تختہ پلٹ بلا تکلیف خاموشی سے اور پرامن طور سے ہوئی ۔۔۔شروع کے دن تو نا قابل برداشت تھے۔میخائیلووچ (تعلقے کا مالک) پرسکون تھا۔اس کی لڑکیاں بھی۔میں یہ ضرور کہوں گا کہ چیرمین نے برتاؤ ٹھیک ڈھنگ سے اورخوش خلقی سے کیا۔ہمارے پاس دو گائیں اوردو گھوڑے چھوڑ دیئے گئے۔ہمارے نوکر انقلابیوں سے کہتے کہ وہ ہمیں تنگ نہ کریں ان کو بھی زندگی گزارنے دیں۔ہم ان کے تحفظ اور ان کی جائیداد کے ضامن ہیں۔ہم ان کے ساتھ اس درجہ انسانی برتاؤ کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ ممکن ہوسکے۔''

۔۔۔ایسی بھی افواہیں گشت کررہی ہیں کہ گاؤں والے کمیٹیوں کے ذریعہ تعلقے کو خالی کرانے کی کوشش کررہے ہیں اوراسے میکائیل میخائیلووچ کو لوٹانا چاہتے ہیں۔میں نہیں جانتا کہ ایسا ہوگا اور یہ کہ نہ ہمارے لئے ٹھیک بھی ہے۔لیکن ہم اس بات کی خوشی ہے کہ ہمارے لوگوں میں ضمیر موجود ہے۔

سرچ شے مان کی تصنیف ''ایکوز آف اے نیٹولینڈ'' ٹو سنچریز آف رشین ولیج (1997)

☆ دیہی علاقوں میں انقلاب پر دو نظریات کا مطالعہ کیجئے۔آپ خود کو واقعات کا عینی شاہد تصور کیجئے اوران نقطہ نظر سے مختصر صورتحال تحریر کیجئے۔ (1) ایک زمینی تعلقے کا مالک (2) ایک چھوٹا کسان (3) ایک نامہ نگار

یہ کتاب حکومت آندھراپردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

یہ تھا کہ اس وقت روس بین الاقوامی بازار سے مربوط نہیں تھا۔

دوسرا یہ کہ اس کے پاس منصوبہ بند معشیت تھی جس میں مملکت طئے کرتی کرتی تھی کہ کیسے اور کتنی پیداوار کی جائے۔اسی سبب وہ طلب اور رسد میں توازن کو برقرار رکھنے میں کامیاب رہا۔

بہرکیف یہ تمام اقدامات کمیونسٹ پارٹی اور اس کے وسیع مرکزی اختیارات کے سبب ہو پائے۔انھوں نے جمہوری آزاد شہریوں کے افکار کو سلب کرتے ہوئے اور مخالف قائدین کو بڑے پیمانے پر پھانسی کے تختہ پر لٹکا کر یہ سب حاصل کیا۔یہ تمام امور اس بات کو یقینی بنانے کیے لئے کئے گئے کہ سوشلزم اور سرمایہ داروں کے معماروں شکست دی جائے کیونکہ وہ روس کو دبانے کی کوشش کر رہے تھے۔

روس کے تجربات سے دنیا کے لوگ متاثر ہوئے جو مساوات اور قومی آزادی کے نقیب تھے۔اس کے سبب کئی ممالک کمیونسٹ بن گئے یا پھر اپنے ملک میں کمیونسٹی انقلاب لانے کی سعی کرنے لگے۔ایم۔این رائے، رابندر ناتھ ٹیگور اور جواہر لال نہرو بھی اس سے متاثر تھے لیکن وہ کمیونزم کے کئی پہلوؤں جیسے مخالف جماعتوں کا صفایا کے مخالف تھے۔

کئی خوفزدہ تھے کہ مخالفین پر تشدد کیا گیا، کثیر جماعتی نظام اور آزادی کے نظریات کو مسترد کر دیا گیا۔جارج اورویل نے اپنی مشہور طنزیہ نظم "Animal Farm" پر روشنی ڈالی کہ روسی کیسے روسی انقلاب کے نظریات سے منحرف ہو گئے۔

اکتوبر انقلاب کا مرکزی ایشیاء: دو نظریات

ایم۔این۔رائے جنھوں نے کمنٹرن (بین الاقوامی تنظیم) کی تشکیل اور دنیا میں کمیونسٹ انقلاب کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کیا۔1920ء کے دہے میں خانہ جنگی کے دوران وہ مرکزی ایشیاء میں تھے۔انھوں نے لکھا تھا۔

''سردار ایک سخی بوڑھا آدمی تھا۔اس کا خدمت گار جو روسی زبان میں بات کر رہا تھا۔اس نے انقلاب کے بارے میں سنا تھا جس میں زار کا تختہ پلٹ دیا گیا تھا اور ان جنرلوں کو بھگا دیا تھا جنھوں نے کرغز کے وطن کو فتح کیا تھا۔اس لئے انقلاب کا یہ مطلب تھا کہ اب کرغز اپنی سرزمین کے خود مالک ہیں۔کرغز نوجوان نے زوردار نعرہ لگایا۔''انقلاب زندہ باد'' وہ ایک پیدائشی بالشیویکی معلوم ہو رہا تھا۔اس خوشی میں پورے قبیلے نے شرکت کی۔

ایم۔این رائے میموریز (1964)

1920ء میں سوویت روس کے اندر ایک ہندوستانی کی آمد

''اپنی زندگی میں پہلی بار ہم یورپیوں کو ایشیائی باشندوں کے ساتھ آزادانہ طور سے ملتے جلتے دیکھ رہے تھے۔روسیوں کو ملک کی بقیہ اقوام کے ساتھ آزادانہ ملتے جلتے دیکھ کر ہم اس بات سے مطمئن ہوئے کہ ہم ایک حقیقی مساوات کے ملک میں آگئے ہیں۔

''ہم نے آزادی کو حقیقی روشنی میں دیکھا۔سامراجیوں اور انقلاب دشمن سازشوں کی پیدا کردہ غربت کے باوجود پہلے سے کہیں زیادہ خوش حال اور مطمئن دکھائی دے رہے تھے۔انقلاب نے ان کے اندر اعتماد اور بے خوفی کا احساس پیدا کر دیا ہے۔یہاں بنی نوع انسان کا حقیقی بھائی چارہ ان پچاس مختلف قسم کی قوموں کے لوگوں میں دیکھا جائے گا۔ذات یا مذہب کی کوئی رکاوٹیں ان کو ایک دوسرے کے ساتھ آزادانہ طور سے ملنے جلنے سے روک نہیں سکتیں۔ہر فرد ایک اعلیٰ قسم کے مقرر میں تبدیل ہو گیا تھا۔کوئی بھی شخص ایک مزدور ایک کسان، ایک فوجی کو ایک پیشہ ور لیکچرر کی طرح ولولہ انگیز تقریر کرتے دیکھ سکتا ہے۔

شوکت عثمانی، ہسٹورک ٹرپس آف ریوولیوشنری

شکل 14.3 روس میں دوسری عالمی جنگ کے دوران پوسٹر یہ کہتے ہوئے "مزید فولاد مزید اسلحہ"

1930ء میں روس سے رابندر ناتھ ٹیگور نے لکھا:

دوسری یورپی صدور مقام کی بہ نسبت ماسکو میں صفائی ستھرئی کم دکھائی دیتی ہے۔گلیوں اور سڑکوں پر بھاگتے دوڑتے لوگ زیادہ اسمارٹ نہیں لگتے۔پوری جگہ کے مالک مزدور ہیں۔۔۔یہاں عوام طبقہ اشرافیہ کے سائے تلے دبائے نہیں گئے ہیں۔۔۔وہ لوگ جو مدتوں سے ایک تاریک پس منظر میں زندگی گزار رہتے تھے آج کشادہ ماحول میں آگے بڑھ رہے ہیں۔۔۔مجھ کو خود اپنے ملک کے کسانوں اور مزدوروں کا خیال آیا۔یہ سارا کارنامہ الف لیلی کی کہانی لگتا ہے۔یہاں ابھی صرف ایک دہے پہلے ہمارے ملک کے عوام کی طرح یہ لوگ ناخواندہ مجبور اور بھوکے تھے۔۔۔مجھ جیسے بدقسمت ہندوستانی کے علاوہ یہ دیکھ کر اور کون حیرت زدہ ہوسکتا ہے کہ انھوں نے ان چند سالوں میں لاعلمی اور لاچاری کے پہاڑ کو اپنے کاندھے سے کس طرح اتار پھینکا ہے۔

☆ سویت کے تجربات دنیا میں مساوات، آزادی اور خوشحالی کے فروغ میں کس حد تک کامیاب رہے۔ایک مختصر جائزہ لیجئے۔

☆ کیا آپ سوچتے ہیں کہ یہ منصفانہ ہے کہ ان نظریات کی بقاء کے لئے ہزاروں لوگوں کا استحصال کیا جائے؟

☆ کمیونسٹ نظام پر کونسی تنقیدیں کی گئی۔

عظیم معاشی بحران

عظیم معاشی بحران کا آغاز 1929ء کے اختتام میں ہوا اور دوسری عالمی جنگ کی ابتداء 1939ء تک جاری رہا۔عالمی سطح پر اس دہے کے دوران طلب اور قیمتوں میں گراوٹ کے سبب معشیت زوال پذیر ہوئی۔طلب میں کمی کے سبب کئی کارخانوں میں پیداوار بند ہوگی اور قوت خرید میں مزید گراوٹ واقع ہوئی۔پھر اس کے نتیجہ میں مزید طلب میں کمی واقع ہوئی۔اس چکر کے اثرات (Cycle Effect) کے سبب وسیع پیمانے پر بیروزگاری ہوئی اور دنیا میں عام آدمی کے ساتھ ساتھ حکومت کی حقیقی آمدنی میں بھی زوال آیا۔ہر ملک میں طویل اثرات سے قبل اس کی شروعات امریکہ کے حصص بازار پر کاری ضرب سے ہوئی۔

25 فیصد سے زائد امریکی بیروزگار ہوئے اور تقریباً 33 فیصد بیروزگاری دیگر ممالک میں ہوئی۔کارخانے مسدود ہوگئے اور شہر تجارتی زوال کے مراکز بنے۔اس سبب زرعی پیداوار کی قیمتوں میں تقریباً 60 فیصد کمی ہوئی۔جس کے نتیجہ میں لاکھوں کسانوں نے زراعت کو ترک کردیا اور غربت کا شکار ہوگئے۔یہ آج تک دیکھی گئی جدید معشیت میں سب سے طویل اور سب سے سخت گیر معشیت کا زوال تھا۔اس کے سماج پر تباہ

کن اثرات مرتب ہوئے اور لوگ بے گھر ہوگئے اور غربت کے سبب نقل مقام کرنے لگے۔ ماہرین معاشیات اور سیاست داں اس کے اسباب اور اس سے باہر نکلنے کے ممکنہ اقدامات پر بحث کرنے لگے۔ مارکسٹ ماہر معاشیات داں نے یہ دلائل پیش کئے کہ یہ بحران سرمایہ دارانہ نظام کی خصوصیت ہے اور اس سے ابھرنے کے لئے ہمیں اشتراکیت قائم کرنا چاہئے۔ اشتراکیت کا قیام ان مسائل کا واحد حل ہے۔ دوسری جانب ماہر معاشیات جے۔ ایم کینس نے کہا کہ معاشی بحران کے وقت مملکت کو کلیدی کردار ادا کرنا چاہئے۔ کینس نے کہا کہ معاشی بحران کے دوران جب طلب میں کمی ہوتی ہے، مملکت کو مالیہ صرف کرنا چاہئے اور روزگار کے مواقع پیدا کرنا چاہئے جس سے معشیت کا احیاء ہوگا۔ بہرحال۔۔۔۔۔۔

روزولٹ امریکہ کا صدر بنا اور اس نے ''نئی پالیسی'' کا اعلان کیا جس کے مطابق عظیم معاشی بحران کے متاثرین کو راحت دینے کا وعدہ کیا گیا۔ مالیاتی اداروں میں اصلاحات کئے گئے۔ اور معاشی بحران کی تلافی کے لئے وسیع پیمانے پر عوام سے کام لیا گیا۔ لیکن حقیقی شگاف باہر نکلنے کی سعی کے دوران جب آیا تب اچانک مملکت کے اخراجات فوج اور اسلحہ پر اچانک بڑھ گئے۔ انھوں نے ضروریاتی سماجی ضمانت کے نظام کو امریکہ میں متعارف کروایا۔ اس نے ہمہ گیر سبکدوشی وظائف (سماجی ضمانت)، بے روزگاروں کے لئے بیمہ، معذورین کی فلاح اور مراعات، ضروریاتی بچوں اور یتیم بچوں کے لئے فلاحی اقدامات کئے۔ اس نے امریکی فلاحی طریقہ کا خاکہ تیار کیا۔ حالانکہ برطانیہ نے عظیم معاشی بحران کے رونما ہونے سے قبل ہی جنگ کے دوران اس جانب اقدامات کئے تھے۔ دراصل یہ بنیادی طور پر بے روزگاری کے لئے بیمہ اور معمرین کے لئے وظائف کی اسکیمات پر مشتمل تھے۔ دوسری عالمی جنگ کے خاتمہ پر برطانیہ نے بھی توسیعی سماجی خدمات کے نظام کے اقدامات جیسے بیروزگاری بھتے، بیماریوں کے لئے ہیلت اسکیم، بچوں کی نگہداشت کے طریقہ کار وغیرہ کو روشناس کروایا تھا۔ یہ تمام فلاحی مملکت کے نظریات کی تشکیل اور بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لئے تھے۔ یہ اس بات کو یقینی بناتے تھے کہ بنیادی ضروریات جیسے غذا، مکان، صحت، بچوں اور معمرین کی نگہداشت اور تعلیم ہر شہری کو باوقار زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہیں۔ وسیع پیمانے پر توسیع کے لئے مملکت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اہل شہریوں کو روزگار مہیاء کریں۔ اسی اثناء میں مملکت نے بازار پر مبنی سرمایہ داریت کے نشیب و فراز کو رفع کرنے کی کوشش کی۔

A New Yorker offers to sell his roadster after losing his money in the stock market crash. Few people anticipated the event that would usher in the Great Depression.

شکل 14.4 نیویارک میں اسٹاک مارکٹ کے بحران کے بعد زر کی محرومی پر ایک شخص کار فروخت کرتے ہوئے

☆ تصور کیجئے کہ ایک ایسے مزدور ہیں جنھیں اچانک نوکری سے محروم ہونا پڑا اور مزید چند سالوں کے لئے روزگار نہیں ہے۔ مختصر نوٹ لکھئے۔

☆ تصور کیجئے کہ آپ کسان ہیں اور آپ کے فصلوں کی قیمت میں نصف کمی ہوچکی ہے۔ آپ کے ردعمل کو تین سو الفاظ میں لکھئے۔

☆ موجودہ ہندوستان میں آپ فلاحی مملکت کے کونسے پہلوؤں کی نشاندہی کر سکتے ہیں۔

جرمنی میں نازیت (نازی ازم) کا عروج

جرمنی کو جنگ کے بعد شدید بحران کا سامنا کرنا پڑا۔ جرمنی پر جنگ کے نقصانات کی پابجائی کو بوجھ عائد کیا گیا۔ چنانچہ جرمنی حکومت نے وسیع پیمانے پر کرنسی نوٹ کو طبع کرنا شروع کیا۔ جس کے نتیجہ میں شدید افراط زر پیدا ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ لوگ ایک روٹی کے ٹکڑے کی خریدی کے لئے گاڑیوں میں رقم لاتے۔ ایسے مرحلے میں امریکہ نے قرضوں سے جرمنی کا تعاون کیا تا کہ جرمنی جنگ کا تاوان ادا کریں اور بحران سے نکل آئے۔ ان اقدامات سے جرمنی معیشت کو 1928ء تک استحکام ملا۔ لیکن 1929ء کے عظیم معاشی بحران نے امریکہ کو بھی شدید متاثر کیا اور امریکہ جرمنی کی مزید مدد نہ کر پایا۔

ہٹلر کی تقریر کا اقتباس

''کیونکہ یہ زمین نہ تو کسی کو دی گئی ہے اور نہ کسی کو تحفہ کے طور پر ملی ہے۔ یہ تو صرف قسمت نے ان لوگوں کو انعام میں دی ہے جن کے دلوں میں اس کو فتح کرنے کی ہمت اور اس پر ہل چلانے کی جسمانی طاقت ہے۔ دنیا کا ابتدائی حق زندہ رہنے کا حق ہے بشرطیکہ اسے بنائے رکھنے کی قوت ہے۔ اس لئے اس حق کی بنیاد پر آبادی کے سائز کے مطابق کسی علاقے کو حاصل کرنا اس قوم کی توانائی پر منحصر ہے۔''

ہٹلر سیکرٹ بک (ایڈلف ہٹلر)

☆ ہٹلر نے دنیا کی تسخیر کے نظریہ کو فروغ دیا ہے؟ کیا آپ سوچتے ہیں کہ دنیا صرف ان لوگوں کے لئے ہے جن کے پاس طاقت اور اقتدار ہوں۔

اس معاشی بحران سے جرمن معیشت بری طرح مجروح ہوئی۔ 1932 میں 1929ء کے مقابلے صنعتی پیداوار میں 40 فیصد کمی واقع ہوئی۔ مزدوروں کو اپنی ملازمتوں سے ہاتھ دھونا پڑا یا ان کی اجرتوں کو گھٹا کر ادا کی گئیں۔ بیکار لوگوں کی تعداد بے نظیر طور پر 6 ملین ہوگئی۔ حالت یہ ہوگئی کہ جرمنی کی سڑکوں پر آپ لوگوں کو اپنے گلے میں لٹکائے کارڈوں جس پر لکھا تھا ''کسی بھی کام کے لئے راضی'' دیکھ سکتے تھے۔ بیروزگار نوجوان یا تو تاش کھیلتے رہتے تھے یا پھر گلیوں میں بیٹھے رہتے تھے یا پھر ناامیدی کی حالت میں اپنے مقامی روزگار دفتروں کے سامنے لائنوں میں کھڑے دکھائی دیتے تھے۔ جب ملازمتوں کے راستے بند ہوئے تو نوجوانوں نے مجرمانہ سرگرمیاں شروع کر دیں اور مکمل ناامیدی ایک عام بات بن کر رہ گئی۔

معاشی بحران نے عوام میں تفکرات اور خوف کا عالم پیدا کیا۔ متوسط طبقات نے خاص طور سے تنخواہ دار ملازم اور وظیفہ یاب لوگوں نے اپنی بچتوں کو اس وقت گھٹتے ہوئے دیکھا جب کرنسی کی قیمت میں کمی واقع ہوئی۔ چھوٹے تاجروں، خودکار ملازموں، خوردہ فروشوں کو اپنی تجارت میں اس وقت نقصان ہوا، جب ان کی تجارت برباد ہوئی۔ یہ لوگ پرولیتاریت سے خوف زدہ تھے۔ انھیں ڈر تھا کہ اگر طریقہ یہی رہا تو وہ ایک دن مزدور بن کر رہ جائیں گے یا ہوسکتا ہے کہ ان کے پاس کوئی روزگار ہی نہ رہے۔ صرف منظم کام کرنے والے ہی اپنا سر پانی سے اوپر رکھنے میں کامیاب ہوسکتے تھے۔ لیکن بیکاری نے ان کی سودے بازی کی طاقت کو کمزور کر ڈالا تھا۔ بڑی تجارت پر بھی بحرانی کیفیت طاری تھی۔ کسانوں کی

تلقین

نازی نظریہ کے تحت ایک ابتدائی تربیت کے ذریعہ چھ تا دس سال کے درمیان لڑکوں کو لایا گیا۔اس تربیت کے اختتام پر ان کو ہٹلر کے تئیں وفاداری کا مندرجہ ذیل حلف لینا پڑتا تھا۔

اس سرخ جھنڈے کے تلے جو ہمارے فیور ہر کی نمائندگی کرتا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ اپنی تمام صلاحیتوں اور قوتوں کو اپنے ملک کے مسیحا اڈلف ہٹلر کے لئے استعمال کروں گا۔میں اس کے لئے اپنی زندگی نچھاور کرنے کے لئے آمادہ اور تیار ہوں اے خدا میری مدد فرما۔

تھرڈ رائخ کا عروج وزوال، ڈبلیو شیرر

جرمن لیبر فرنٹ کے سربراہ رابرٹ لے نے کہا:

بچے کی عمر تین سال ہونے پر ہم یہ کام شروع کرتے ہیں جوں ہی وہ سوچنا شروع کرتا ہے اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا جھنڈا تھما دیا جاتا تھا۔پھر آتے ہیں اسکول، ہٹلر یوتھ اور فوجی خدمت، جب یہ مرحلہ پورا ہونے پر بھی چھٹی نہیں ملتی۔ان کو لیبر فرنٹ اپنی تحویل میں لے لیتا ہے اور ان پر جب تک قابض رہتا ہے جب تک کہ وہ اپنی قبر میں نہ چلے جائیں۔چاہے ان کو یہ پسند ہو یا نہ ہوں۔

خواتین نازیوں کی نظر میں

ستمبر 1934ء کو نومبرگ پارٹی ریالی میں خواتین سے مخاطب ہوتے ہوئے ہٹلر نے کہا:

ہم عورتوں کے لئے مردوں کی دنیا یا اس کے اہم دائرے میں دخل اندازی کو صحیح نہیں سمجھتے ہیں۔ہم اس کو ایک قدرتی بات سمجھتے ہیں کہ ان دونوں کی دنیا الگ الگ رہیں۔میدان جنگ میں جو بہادری دکھاتا ہے وہی ایثار عورت دائمی تکلیف اور مصیبتوں کی شکل میں کرتی ہے ۔بچہ پیدا کرنا بھی ایک جنگ ہے، اپنی قوم کی بقاء کے لئے کی گئی ایک جنگ۔

ہٹلر نے 8 ستمبر 1934ء کو نورم برگ پارٹی ریالی سے مخاطب کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ:

کسی قوم کی بقا کا انحصار عورت ذات پہ ہے۔۔۔کسی بھی نسل کو مٹنے سے بچانے کے لئے جو بھی اقدامات ضروری ہیں اس کا اسے فطری احساس ہوتا ہے کیونکہ اس انہونی مصیبت کا شکار اس کے بچے ہی ہونگے۔یہی وجہ ہے کہ ہم نے نسلی برادری کی جدوجہد میں عورت کو شامل کیا ہے جیسا کہ قدرت نے عاقبت اندیشی میں ایسا کرنے کا فیصلہ کیا ہو۔

☆ کیا آپ متفق ہیں کہ خواتین کو بچوں کی پیدائش کی تکلیف اور مصیبتوں تک محدود رہنا چاہئے۔؟

☆ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ مرد اور عورتیں زندگی کے تمام شعبہ حیات بشمول بچوں کی نگہداشت، کارخانوں، دفاتر اور میدانوں کے کام میں مساویانہ طور پر حصہ لے رہی ہیں؟

شکل 14.5: خواتین ملزم جو کہ کو عوامی مقامات پر یہودیوں سزاء کا تحفظ کرتے ہوئے

9 نومبر 1918ء	وائمیری جمہوریہ کا قیام
30 جنوری 1930ء	ہٹلر جرمنی کا چانسلر بنا
یکم ستمبر 1939ء	جرمنی کا پولینڈ پر حملہ۔دوسری عالمی جنگ کی ابتداء
22 جون 1941ء	جرمنی کا روس پر حملہ
23 جون 1941ء	یہودیوں کے قتل عام کی ابتداء
8 ڈسمبر 1941ء	ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی دوسری عالمی جنگ میں شمولیت
27 جنوری 1945ء	سویت افواج نے آوشوتز Austchwitz کو آزاد کروادیا
8 مئی 1945ء	یوروپ میں اتحادیوں کی فتح

بڑی تعداد زراعتی پیداوار کی قیمتوں میں تیزی سے گراوٹ کی وجہ سے متاثر تھے۔نوجوانوں کو اپنا مستقبل تاریک دکھائی دے رہا تھا۔وہ عورتیں جو اپنے بچوں کا پیٹ بھرنے میں ناکام تھیں،ناامیدی کے احساس میں مقید تھیں۔ان تمام اسباب کے پس پردہ حکومت در حکومت کا عدم استحکام اور مستقل حکمرانی کی عدم فراہمی تھے۔

ان حالات میں نازیت پروپیگنڈے کی جوشیلی زبان نے ایک بہتر مستقبل کی امیدیں پیدا کردیں۔ہٹلر ناقابل سوال قائد بن چکا تھا۔ 1928ء میں نازی پارٹی نے جرمن پارلیمان (رئخ ٹاگ) میں 2.6 فیصد سے زائد ووٹ حاصل نہیں کئے۔1932ء تک یہ 37 فیصد ووٹ حاصل کرکے جرمنی کی سب سے بڑی طاقت بن چکی تھی۔

ہٹلر ایک بہترین مقرر تھا تقریر کے دوران اس کے جذبات اور الفاظ نے عوامی ہمدری حاصل کی۔اس نے ایک مضبوط قوم بنانے،معاہدہ ورسائے کی بے انصافی کو مٹانے اور جرمن عوام کے کھوئے ہوئے وقار کو واپس لانے کا وعدہ کیا۔اس نے کام کی تلاش میں مارے مارے پھرتے نوجوانوں سے ملازمت اور ان کے لئے ایک محفوظ مستقبل کا وعدہ کیا۔اس نے جرمنی کے خلاف تمام غیر ملکی اثرات اور تمام غیر ملکی ''سازشوں'' کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا وعدہ کیا۔

ہٹلر نے سیاست کے ایک نئے طریقے کی ایجاد کی۔وہ عوام کو حرکت میں لانے میں رسم ورواج اور اجتماعی مظاہروں اور مظاہرے کی اہمیت کو بخوبی جانتا تھا۔نازیوں نے اس کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے ہٹلر کے لئے حمایت حاصل کرنے اور لوگوں میں اتحاد کا احساس جاگزیں کرنے کے لئے کثیر ریالیوں اور عوامی اجلاس منعقد کئے۔سوستک نشان لگے جھنڈے نازی طرز سلامی اور تقاریر کے بعد داد وتحسین کے مخصوص طریقے،طاقت کے اس شاندار نظارہ کا حصہ تھے۔ہٹلر نے اپنے حامیوں کو اس وعدہ سے استعمال کیا کہ آریائی نسل کی برتری دنیا میں ہونی چاہئے۔اقلیتوں بالخصوص یہودیوں کو نشانہ بنایا اور کہا کہ یہ مسائل کی جڑ ہیں۔اس نے کمیونزم اور اشترا کیت پر بھی حملے کئے اور کہا کہ یہ دونوں بھی یہودیوں کے تخلیق کردہ نظریات ہیں۔اس نے وعدہ کیا کہ وہ ایسی طاقتور مملکت قائم کرے گا جوان دونوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرے گی۔اس نے بالخصوص متوسط طبقہ سے اپیل کی جو سرمایہ داریت اور عظیم معاشی بحران سے خوفزدہ تھے۔اس نے اسی وقت کمیونسٹ اور سوشلسٹوں کی جانب سے چلائی جانے والی کام کی تحریکوں کی مخالفت بھی کی۔

ہٹلر اقتدار پر آیا اور فوراً غیر جمہوری اور آمرانہ حکمرانی کرتے ہوئے جمہوری اداروں جیسے پارلیمان کو ختم کردیا۔اس نے سیاسی مخالفین بالخصوص کمیونسٹوں کو قید کیا اور انھیں سیاسی قیدیوں کے کیمپ میں ڈال دیا۔

دفاع

پاسٹرنمیولر دفاعی جنگجو نے مشاہدہ کیا کہ کس طرح نازیت سامراج کے عام آدمیوں کے خلاف زبردست ظلم وستم کے باوجود ہرطرف احتجاج کی عدم موجودگی اور خاموشی کا دور دورہ تھا۔اس نے بھرے دل سے اس خاموشی کے بارے میں لکھا

پہلے تو کمیونسٹوں کے پیچھے پڑے
کوئی بات نہیں میں کمیونسٹ تو تھا نہیں
اس لئے میں خاموش رہا۔
تب وہ سماجی جمہوریت پسندوں (سوشیل ڈیموکریٹس) کے پیچھے پڑے
میں شوشیل ڈیموکریٹ نہیں تھا۔اس لئے میں نے کچھ نہیں کیا۔
اس کے بعد وہ ٹریڈ یونین کے لیڈروں کے پیچھے پڑے
لیکن میں ٹریڈ یونین کے کا ممبر نہیں تھا
اور اس کے بعد یہودیوں کا پیچھا کیا
لیکن میں یہودی نہیں تھا۔اس لئے میں نے کچھ نہیں کیا
آخر میں جب وہ میرے پیچھے پڑے
آس پاس کوئی بھی ایسا شخص نہیں بچا تھا جو میری حمایت کو آتا۔

نازیوں کا نظریہ کثرت پر مبنی ہے جرمنی میں یہودیوں کی تعداد0.75 فی صد ہے یہودیوں کے علاوہ جن لوگوں نے بھی نازیوں کی مخالفت کی انہیں سزا دی گئی اس تمثیل میں کس طرح اس کا احاطہ کیا گیا؟

3مارچ 1933ء کو مشہور اقتدار سونپنے کا ایکٹ (Enalbling Act) پاس ہوا۔اس قانون کے تحت جرمنی میں آمرانہ حکومت قائم ہوئی۔اس قانون نے ہٹلر کو پارلیمنٹ کو نظرانداز کرنے اور فرمان کے ذریعہ حکومت کرنے کے اختیارات سونپ دیئے نازی پارٹی اور اس سے ملحق تنظیموں کو چھوڑ کر تمام سیاسی جماعتوں اور ٹریڈ یونینوں کو ممنوع قرار دیا۔معیشیت ،میڈیا،فوج اور عدلیہ پر مملکت کا مکمل کنٹرول قائم ہوا۔پورے سماجی نظام کو کنٹرول کرنے کے لئے نازیوں نے اپنے حساب سے نگرانی جاری رکھی اور محافظ فوج بنائی۔ہری وردی والی باقاعدہ پولیس اور ایس۔اے۔یا دھاوا بولنے والے جتھے (Storm Troops) کے علاوہ Gestapo (خفیہ ریاستی پولیس)،ایس۔ایس (فوجداری پولیس) اور سیکورٹی سروس (ایس۔ڈی) شامل تھیں۔اس نئی منظم فوج کا آئین سے الگ سے ہٹ کر بھی اختیار تھا جس نے نازی حکومت کو سب سے زیادہ خوفناک جرائم پیشہ ریاست کے طور پر شہرت دلائی۔اب لوگوں کو گستاپو کے ذریعہ قائم کئے گئے ایذارسانی کے چیمبرس میں روکا جاسکتا تھا۔سیاسی قیدیوں کے کیمپوں میں گھیر کر لایا جاسکتا تھا۔اپنی مرضی سے کسی بھی دوسرے مقام پر لے جایا جاسکتا تھا اور کوئی بھی قانونی طریقہ اختیار کئے بغیر گرفتار کیا جاسکتا تھا۔اس پولیس فورس کو بے خوف ہوکر کام کرنے کے اختیارات حاصل تھے۔

ہٹلر نے معاشی باز یافت کی ذمہ داری ماہر معاشیات حیالمار شاخت (Hjalmar Schacht) کو

شکل14.6: یہودی غلام مزدور سن 1945ء میں جرمنی کے ایک مقام جینا کے سیاسی قیدیوں کے کیمپ میں

سوئنی جس کا مقصد ریاستی امداد یافتہ روزگار پروگرام کے ذریعہ پوری پیداوار اور سب کے لئے ملازمت مہیا کرنا تھا۔ آپ اس کے متعلق کینس کے نظریات پڑھ سکتے ہیں جس کا تذکرہ اس سے قبل کیا گیا ہے۔ اس پروجیکٹ کے تحت مشہور ''سپر شاہراہیں اور عوامی کار'' وکس واگن بنائی گئیں۔ اس دور میں جرمنی میں معیارِ زندگی میں بہتری آئی اگرچیکہ نسلی طرز حکومت کی مذمت کرنے والوں کے لئے مختلف حالات تھے۔ جرمنی وسیع اسلحہ کے کارخانے میں سرمایہ کاری اور روزگاری کا خواہاں تھا لیکن یہ اس وقت ممکن تھا جب صرف پڑوسیوں کے ساتھ جنگیں کی جائے۔ ہٹلر نے جارحانہ طریقے سے پہلی عالمی جنگ میں کھوئے ہوئے علاقوں کی بازیافت کیے لئے خارجہ پالیسی کو توسیع دی۔ اس نے 1939ء میں پولینڈ پر حملہ کیا۔ جیسا کہ ہم پہلے ہی پڑھ چکے ہیں کہ یہ اقدام دوسری عالمی جنگ کا سبب بنا۔

جنگ کے دوران نازی طرز حکومت نے خطرناک نسلی برتری کے پروگرام کو پروان چڑھایا اور وسیع پیمانے پر اقلیتوں کا خاتمہ کیا۔ دوسری عالمی جنگ کے سائے تلے جرمنی نے نسل کشی کی اور اس کی قیمت بھی جرمنی کو اٹھانی پڑی۔ اس کے نتیجہ میں بڑے پیمانے پر یورپ کے منتخبہ معصوم شہریوں کا قتل کیا گیا۔ جملہ لوگ بشمول 60,000,00 یہودی، 2,000,00 جپسی (Gypsies)، 10,000,00 پولیش شہری، 70,000 جرمن (جنھیں ذہنی اور جسمانی معذور قرار دیا گیا)، 10,000 ہم جنس کے ساتھ ساتھ بے شمار سیاسی اور مختلف مذاہب کے افکار کے حامل لوگوں کو گیس میں جھلسا کر کے مراکز جیسے AuschwitzCentre میں مارا گیا۔

شکست اور زوال

جرمنی فوج کی ابتدائی فتوحات کے بعد 1943ء کی مشہور اسٹالن گراڈ میں شکست سے جرمنی کا کایا پلٹ گئی۔ سوویت یونین روس اور اتحادی طاقتوں نے جرمنی کو محصور کردیا۔ نفرت آمیز جرمن نازی کی حکمرانی سے آزادی کے حصول کے لئے سوویت طاقتوں کا مشرقی یورپ کے تمام حصوں میں استقبال کیا گیا۔

اتحادیوں نے بتدریج جرمنی کے صدر مقام برلن پر قبضہ حاصل کرلیا۔ ہٹلر اور اس کے حواریوں نے پکڑے جانے سے بچنے کے لئے خودکشی کرلی۔ جرمنی کو دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا۔ مشرقی حصہ جس کا نام عوامی جمہوریہ جرمنی (GDR) اور مغربی حصہ کا نام

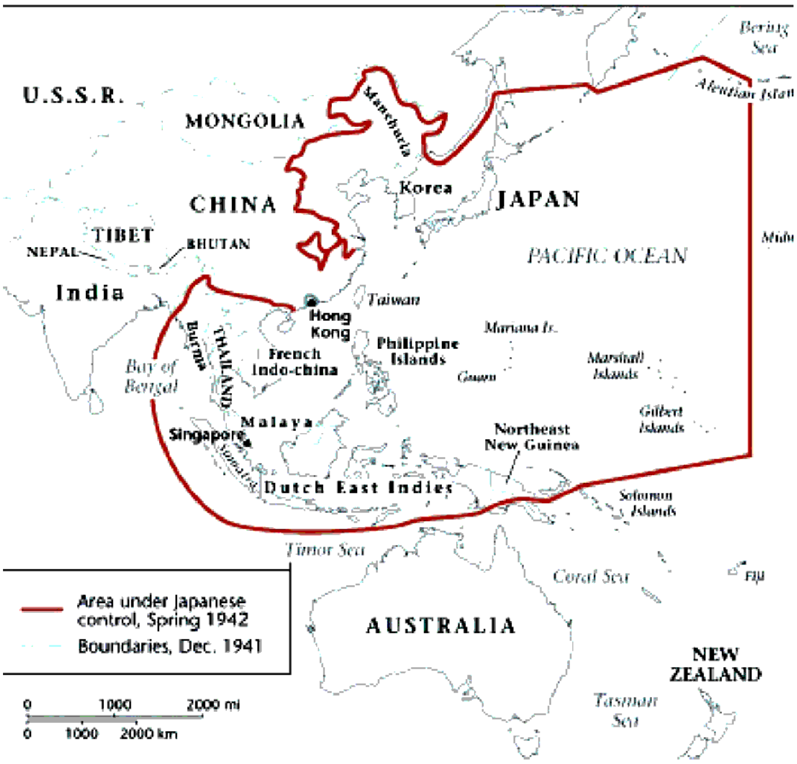

نقشہ 14.1: 1942ء میں جاپان کے ماتحت علاقے

وفاقی جمہوریہ جرمنی (FRG) رکھا گیا۔ GDR کا علاقہ امریکہ کے ماتحت اور FRG کا علاقہ روس کے زیر نگیں کر دیا گیا۔

مشرق بعید میں امریکہ کی ہیروشیما اور ناگاساکی بمباری کے بعد جاپان نے ہتھیار ڈال دیئے۔ امریکی افواج نے جاپان پر قبضہ کر لیا لیکن جاپانیوں کے جذبات کو پیش نظر رکھتے ہوئے جاپانی بادشاہوں کو حکومت جاری رکھنے کی اجازت دیدی اور برطانیہ کی طرح دستوری بادشاہت قائم کی گئی۔ جاپان پر منتخبہ حکومت حکمرانی کرنے لگی جو کہ جاپانی پارلیمان ڈائیٹ (DIET) کے آگے جوابدہ تھی۔

کئی نازی جنرلس اور قائدین کو گرفتار کر کے ان پر مقدمات مشہور Nureberg Trails میں چلائے گئے۔ نیوربرگ ٹریبونل نے صرف گیارہ مشہور نازی قائدین کو سزائے موت اور دیگر کئی قائدین کو عمر قید کی سزا دی گئی۔ انتقام کا وقت تھا لیکن نازیوں کو دی گئی سزا ان کی گئی بربریت سے کم تھی۔ اتحادی پہلی عالمی جنگ کے جس طرح جرمنی کو ہراساں کیا تھا ویسا نہیں کرنا چاہتے تھے۔ درحقیقت جرمنی اور جاپان کی معیشت کی تباہ کاریوں کا ازالہ چاہتے تھے۔ امریکہ نے معیشت کی بہتری کے لئے مارشل منصوبہ کے تحت فنڈ سے مدد کی جبکہ روس نے مشرقی یورپی ممالک کی معیشت کے احیاء کے لئے پیکیجس روشناس کروائے۔

☆ کس طریقے سے دوسری عالمی جنگ ہٹلر کے نظریات اور معاشی پالیسی کا نتیجہ تھی؟

☆ آپ کیوں سوچتے ہیں کہ ہٹلر یہودیوں کو جرمنی کے دشمن کے طور پر نشانہ بنانا چاہتا تھا؟

☆ اجتماعی قربانی (Holocaust) اور آوشوتز (Austchwitz) کے متعلق مزید معلومات حاصل کیجیے اور اس کی بنیاد پر پراجکٹ تیار کیجیے۔

شکل (اوپر): بائیں سے چرچل، روزولٹ اور اسٹالن یالٹا کانفرنس کے دوران

بائیں: دو ڈکٹیٹرس مسولینی اور ہٹلر

بیسویں صدی کے ابتدائی نصف دور کا خاتمہ ہیروشیما اور ناگاساکی کے خوفناک خواب کی تعبیر اور ادارہ اقوام متحدہ کے قیام کی امیدوں سے ہوا۔ پہلی عالمی جنگ کے بعد کئی آمرانہ بادشاہوں کی سلطنتوں کا خاتمہ ہوا اور دوسری عالمی جنگ کے بعد برطانیہ، اٹلی اور جرمنی کی کثیر نوآبادیات کے اختتام سے ہوا۔ 1950ء تک ہندوستان، چین ،انڈونیشیاء، ویتنام، مصر، نائیجیریا وغیرہ آزاد اور خودمختار بن گئے۔ جنگ کے آغاز سے قبل برطانیہ طاقتور ترین ملک تھا لیکن جنگ کے اختتام پر اس سے ثانوی حیثیت حاصل ہوگئی۔ دونئی عالمی طاقتوں روس اور امریکہ کا ظہور ہوا۔ ہٹلر کی کاری ضرب سے روس کی معیشت غیر مستحکم ہوگئی۔ روس نے بتدریج اپنی معیشت کی تشکیل نو کی۔ اس فتح نے روس کے

وقار میں اضافہ کیا اور اس کا داخلہ مکمل مشرقی یورپ اور چین میں ہوا جس کے سبب اس نے عظیم اشتراکی حلقے (سوشلسٹ کیمپ) کی تشکیل دی۔

☆ جنگ کے تجربات اور انحطاط نے قومی ترقی کے کئی نئے متبادلات کو جنم دیا۔ وہ تمام کیا تھے؟ اور ان کے اندر کیا خامیاں تھیں؟

☆ پہلی جنگ عظیم کے بعد جرمنی اور روس کے تجربات کا تقابل کیجیے۔ آپ کے ان کے درمیان کن چیزوں میں یکسانیت اور اختلاف پاتے ہیں؟

کلیدی الفاظ

اشتراکیت	کمیونزم	انقلاب	اقتدار کی مرکزیت
بالشویک	اجتماعیت کاری	راحت۔اصلاح۔بازیافت	فلاحی مملکت
عقیدہ یا تلقین	نشر و اشاعت (پروپیگنڈہ)	نسلی برتری	

اپنے اکتساب کو بڑھائیے

1 روسی انقلاب سے سماج میں کئی تبدیلیاں رونما ہوئی۔ وہ کیا تھی؟ اور اس سے کن چیلنجس کا سامنا کرنا پڑا؟

2 عظیم معاشی بحران کے مختلف پہلوؤں کا تقابل کیجیے۔ کس پہلو سے آپ متفق ہیں اور کیوں؟

3 نازی کے دور میں یہودیوں کو کیسے ہراساں کیا گیا۔ کیا آپ سوچتے ہیں کہ ہر ملک میں چند لوگ اپنے تشخص کی برقراری کے لئے ایسا امتیاز کرتے ہیں؟

4 فلاحی مملکت کے نظریہ کے مطابق عظیم معاشی بحران کے دوران کونسے اقدامات کئے گئے۔ وضاحت کرتے ہوئے ایک فہرست بنائیے؟

5 عظیم معاشی بحران کے دوران جرمنی کو کن چیلنجس کا سامنا کرنا پڑا اور نازی حکمرانوں اور ہٹلر نے ان کا استعمال کیسے کیا؟

6 نازی حکمرانی میں کونسی سیاسی تبدیلیاں لائی گئی؟ اکثر لوگوں کا خیال ہے تھا کہ واحد طاقتور قائد ملک کے مسائل حل کرسکتا ہے۔ تجربات کی روشنی میں جرمنی میں نازی کے پس منظر میں آپ کے ردعمل کے طور پر لائحہ عمل کیا ہوگا؟ بیان کیجیے۔

منصوبہ

اگلے صفحہ پر دیئے گئے خاکوں پر بحث کیجیے۔ اس تنازعہ کے متعلق مزید خاکے جمع کرنے کی کوشش کیجیے۔

کارٹوں 1 میں امریکہ کا فنکار بتلاتے ہوئے کہ جرمنی میں یہودیوں کے تئیں سلوک کی طرح امریکہ میں کالے رنگ کے لوگوں کے ساتھ سلوک کیا جاتا تھا

کارٹون 2 میں برطانوی وزیراعظم امریکہ کو مشورہ دیتے ہوئے کہ ہٹلر سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

بائیں جانب پہلے کارٹون میں جرمنی میں نازی قائدین اکثر لوگوں کے قائدین کوغلام بناتے ہوئے جبکہ دوسرے کارٹون میں یہ نشاندہی کی جاسکتی ہے کہ کئی لوگوں کا خیال ہے کہ جرمنی میں یہودیوں کے متعلق پروپیگنڈہ پیدا کیا گیا تھا۔

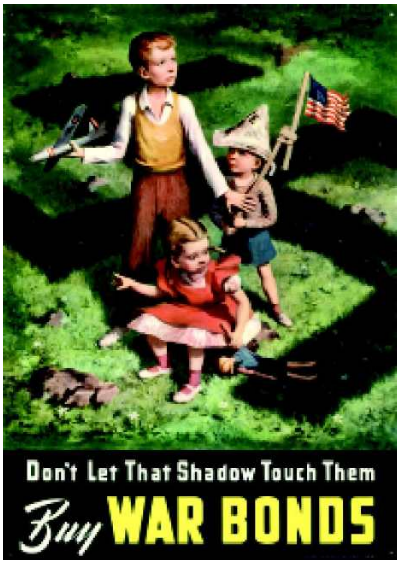

جنگ مہنگی ہوتی ہے اور اس کے اثرات عوام کی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔امریکی دو پوسٹر اس مقصد کو عیاں کرتے ہیں کہ نازی کے خلاف اقوام لڑنے کے لئے عوام کو مدد کرنی چاہیئے۔ان تصاویر کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔

باب 15

نوآبادیات میں قومی آزادی کی تحریکات

نیچے دیئے گئے نوآبادیاتی نقشہ کو دیکھئے۔آپ نے آٹھویں جماعت میں پڑھا ہے کہ کس طرح انیسویں صدی میں یورپی ممالک نے امریکی،آفریقی اور ایشیائی ممالک پر کنٹرول حاصل کیا تھا۔اس باب میں ہم پڑھیں گے کہ کس طرح ان نوآبادیات نے آزادی کے لئے جدوجہد کی۔آپ گلابی رنگ میں برطانوی نوآبادیات،اودے رنگ میں فرانس کی نوآبادیات اور ہلکے بھورے رنگ میں ہالینڈ کی نوآبادیات کو دیکھ سکتے ہیں۔ایشیاء اور آفریقہ کے چند ممالک نے اپنی آزادی کو برقرار رکھا تھا اور انھیں سرمئی رنگ میں ظاہر کیا گیا ہے۔دنیا کے جدید نقشہ کی مدد سے ان تمام ممالک کی نشاندہی کیجئے۔

- ایشیاء اور افریقہ میں برطانیہ کی ایک ایک نوآبادی کی نشاندہی کیجئے؟
- ایشیاء اور افریقہ میں ہالینڈ کی ایک ایک نوآبادی کی نشاندہی کیجئے؟
- ایشیاء اور افریقہ میں فرانس کی ایک ایک نوآبادی کی نشاندہی کیجئے؟
- ایشیاء کے دو اور افریقہ کے ایک ملک کی نشاندہی کیجئے جو کسی بھی طاقت کے نوآبادیات نہیں تھے؟
- آسٹریلیا کس ملک کی نوآبادی تھی۔

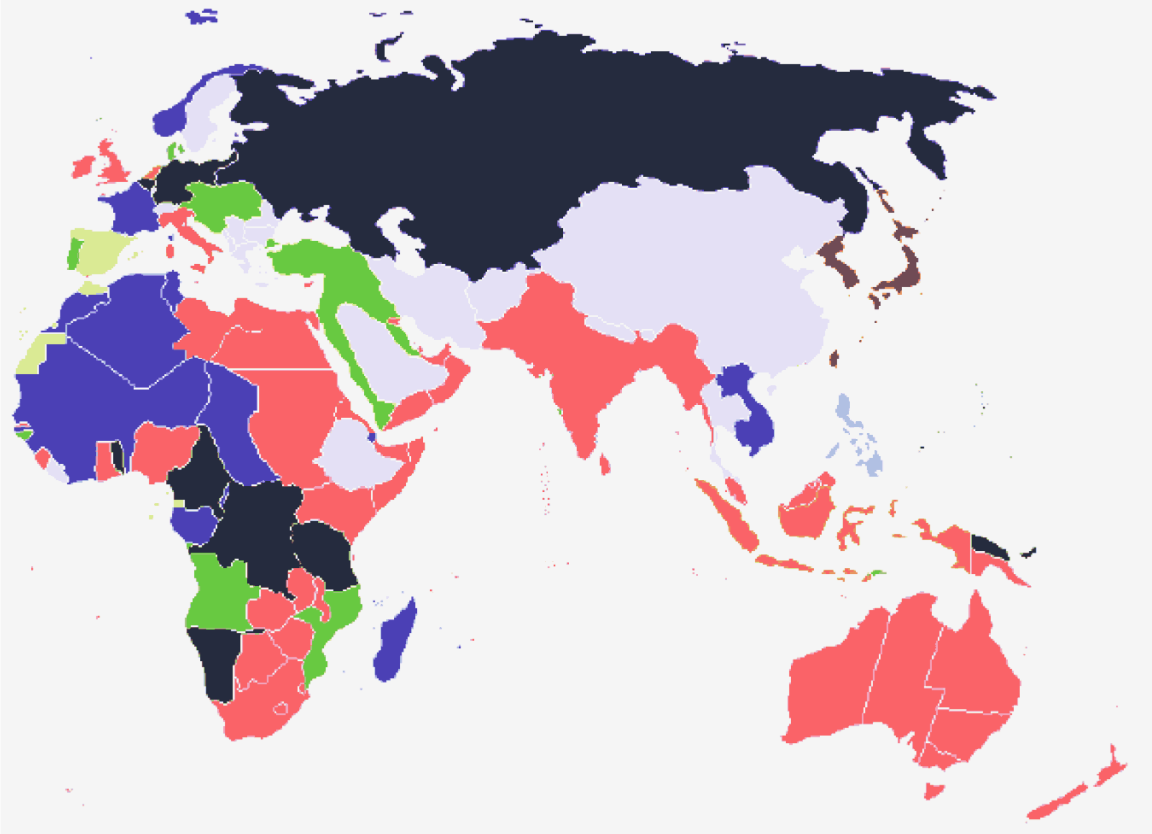

نقشہ 1:1914ء میں نوآبادیات

یہ کتاب حکومت آندھراپردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

آزاد ممالک جیسے چین درحقیقت میں متعدد نوآبادیاتی طاقتوں کے زیراثر تھا اوراس کی آزادی وخود مختاری برائے نام تھی۔اس باب میں ہم نوآبادیات کے ناگفتہ حالات کے بارے میں جانیں گے اور پڑھیں گے کہ کس طرح نوآبادیات نے یورپی طاقتوں کے خلاف آزادی کی جدوجہد کا آغاز کیا۔اس میں سے بیشتر ممالک میں مختلف قسم کے لوگ آباد تھے جو کئی قسم کی زبانیں بولتے تھے، یا مختلف مذاہب کو مانتے تھے اور یہ تصور شاذ و نادر ہی کرتے تھے کہ وہ ایک قوم ہیں۔ان میں سے اکثر ممالک پر روایتی حکمران یا راجہ حکمرانی کرتے تھے جنھیں جمہوریت اور آزادی کے تصورات پر ایقان نہیں تھا۔جب یوروپ میں نئی تحریکوں کا ظہور ہوا اور قومیت، جمہوریت اور اشتراکیت کے نظریات کو فروغ ملا تب وہ ان سے متاثر ہوئے۔ہم ان ممالک کے تجربات کا مطالعہ کریں گے اور ہمارے ملک سے اس کا تقابل کرتے ہوئے نوآبادیات کے لاکھوں لوگوں کی طرز زندگی کی تبدیلی کو سمجھیں گے۔

- جماعت نہم کی درسی کتاب کا جائزہ لیجئے اور قومیت کے نظریات کا تعین کیسے کیا گیا اور ان کا ظہور کیسے ہوا۔اسباب بتلایئے؟
- اگر روایتی حکمران ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کرتے تب کس قسم کا سیاسی نظام تشکیل پاتا۔بتلایئے؟
- نوآبادیات میں کونسے سماجی گروہ نے آزادی کے لئے جدوجہد کی؟ ان کے لئے مساوات اور جمہوریت کے نظریات کیوں اہم تھے؟

چین: دومختلف ادوار میں

بیسویں صدی کی ابتداء میں چین پر مانچو سلطنت کی حکمرانی تھی جو چین اور مغربی نوآبادتی طاقتوں کے مفاد کو روکنے میں ناکام ہوگئے۔ان طاقتوں نے چین کے مختلف علاقوں میں اپنا اثر ورسوخ کا دائرہ وسیع کرلیا تھا اور انھوں نے بادشاہوں پر دباؤ ڈالا کہ وہ انھیں معاشی اور سیاسی مراعات جیسے برآمدات پر قلیل محصول، چینی قوانین میں نرمی دیں اور انتظام کے لئے فوجی اسلحہ دستے کو رکھنے کی اجازت دیں۔عام لوگ اور بادشاہوں کا انتظامیہ دونوں اس خارجہ حکمت عملیوں سے ناخوش تھے۔عوام نے کئی بغاوتیں کی اور اصلاحات لانے کی کوشش کی۔

جمہوریہ کا قیام

مانچو سلطنت کا تختہ الٹ دیا گیا اور سن۔یات سن (1866-1925) کی قیادت میں چین میں 1911ء کو جمہوریت قائم کی گئی۔وہ غریب خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور اس نے مشنری اسکول سے تعلیم حاصل کی جہاں پر وہ جمہوریت اور عیسائیت کے نظریات سے روشناس ہوا تھا۔اس نے میڈیسن کی تعلیم حاصل کی تھی لیکن وہ چین کے مستقبل اور تقدیر سے اسے گہری دلچسپی تھی۔اس نے چین کے مسائل کا مطالعہ کیا اور اس کے حل کے لئے لائحۂ عمل تیار کیا۔اس کا لائحۂ عمل تین اصول (سن۔من۔چوئی) کہلاتا تھا۔وہ یہ تھے۔قومیت جس کے معنٰی مانچو اور دیگر تمام بیرونی بادشاہوں کا خاتمہ،''جمہوریت یا جمہوری حکومت کا قیام اور "اشتراکیت''۔صنعتوں کو انضباط کرنا اور زرمینی اصلاحات لانا تاکہ بے زمین کسانوں میں زمینات تقسیم کئے جائیں۔چنانچہ مانچو حکومت کا تختہ الٹ کر جمہوریت کا اعلان کیا گیا۔جمہوری حکومت جس کی قیادت سن یات سن کررہے تھے خود کو مستحکم نہ کرپائی۔ملک مقامی فوجی طاقتوں کے کنٹرول میں تھا جس سے ''جنگی حکمراں'' (War Lords) کہا جاتا تھا۔

سماجی اور سیاسی حالات غیر مستحکم تھے۔ 4 مئی 1919ء کو بیجنگ میں ورسیلیز امن کانفرنس کے فیصلوں کے خلاف مظاہرے کیے گئے۔ مفتوحہ طاقتیں جس کی قیادت برطانیہ کررہا تھا اور چین اس کا حلیف تھا لیکن چین وہ علاقہ دوبارہ حاصل نہ کر پایا جس پر جاپان نے قبضہ کرلیا تھا۔ یہ مظاہرے تحریک میں تبدیل ہوگئے اور انھیں ''4 مئی تحریک'' 4th May Fourth Movement کہا جاتا ہے۔ اس تحریک نے تمام نسل کو قدیم روایات سے منحرف ہوتے ہوئے چین کو جدید سائنس، جمہوریت اور قومیت سے ہمکنار کرنے کی دعوت دی انقلابیوں نے غیر ملکیوں کو باہر کرنے تحریک چلائی جو ملک کے ذرائع پر قابض تھے نیز عدم مساوات کے خاتمہ اور غربت میں تخفیف کا نعرہ بھی دیا۔ انھوں نے اصلاحات جیسے آسان زبان اور رسم الخط کے استعمال Foot Binding (ایک ظالمانہ عمل جس میں عورتوں کے پیروں کی مکمل نشونما نہیں ہونے دیا جاتا تھا۔) کا خاتمہ اور عورتوں کو ماتحتین بنانے اور شادیوں میں مساوات اور معاشی ترقی سے غربت کے انسداد کی حمایت کی۔

شکل 15.1: مئی فورتھ کی تحریک میں طلبہ مظاہرہ کرتے ہوئے

- آپ کیوں سوچتے ہیں کہ چینی دونوں قدیم روایات اور بیرونی طاقتوں کے خلاف جنگ کے خواہاں تھے؟
- کیا ہندوستان کو بھی ایسے ہی حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا؟

جمہوری انقلاب کے بعد چین افراتفری کے دور میں داخل ہو گیا تھا۔ گومینڈ نگ (جسے K M T کہا جاتا تھا) اور چینی کمیونسٹ پارٹی (CCP) چین کو متحد کرنے اور استحکام بخشنے کے لئے دو بڑی جماعتیں بن کر ابھریں۔ سن یاٹ سن کے سیاسی نظریات گومینٹن کے سیاسی فلسفہ کی اساس بنے۔ انھوں نے چار اہم ضروریات کپڑے، غذا، مکان اور حمل و نقل کی نشاندہی کی۔ سن کی موت کے بعد چیانگ کیشک (1887-1975) گومینڈ نگ کے قائد کے طور پر ابھرا۔ اس نے فوجی حکمراں (War Lord)، مقامی قائدین جو خود مختار بن گئے تھے اور کمیونسٹوں کے خاتمہ کے لئے مہم چلائی۔ اس نے ملک کی ترقی کے لئے فوج کی طاقت کے استعمال کو بہتر سمجھا۔ اس نے عوام سے کہا کہ وہ ایک جیسے طرز عمل اور فطرت کو فروغ دیں۔ گومینڈ نگ کا سماجی اساس شہری علاقوں پر تھا۔ صنعتوں کی ترقی دھیمی اور محدود تھی۔ شہر جیسے شنگھائی جدید ترقی کے مراکز تھے۔ 1919ء تک صنعتی شعبوں میں کام کرنے والے مزدوروں کی تعداد 5 لاکھ تک تجاوز کر گئی لیکن اس میں صرف کم فیصد لوگ ہی جدید صنعتوں جیسے جہاز رانی کی تیاری کے روزگار سے منسلک تھے۔ زیادہ تر شہری (xiao shimin) چھوٹے تاجر اور

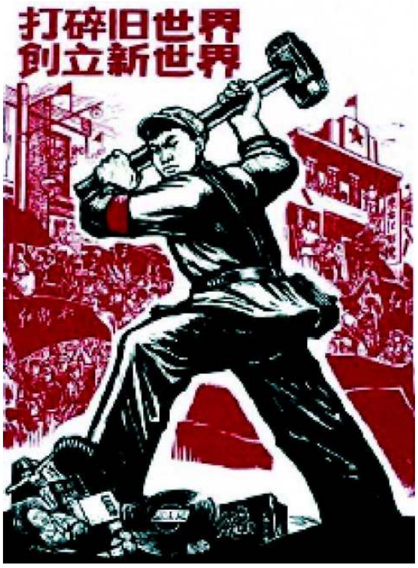

شکل 15.2: پوسٹر کہتے ہوئے ''قدیم دنیا کا خاتمہ کیجئے اور جدید دنیا کی تعمیر کیجئے

دکاندار تھے۔شہری مزدوروں بالخصوص عورتوں کوقلیل اجرت دی جاتی تھی۔اس لئے انھوں نے اپنے لئے ٹریڈ یونینوں کا قیام کیا۔کام کے اوقات طویل تھے اورکام کے حالات ناقص تھے۔جیسے ہی آزادی کا نظریہ مقبول ہوا عورتوں کے حقوق،مساوات کی بنیاد پر خاندان کے احیاء کے متعلق شعور پیدا ہوا اورمحبت ورومانیت پر تبصرے کئے گئے۔مدارس اور جامعات (پیکنگ یونیورسٹی کا قیام 1902ء) نے سماج اور تہذیب کی تبدیلی میں اہم کردار ادا کیا۔صحافت کی توسیع سے اس نئی فکر کی تشہیر ہوئی۔

چیانگ ایک قدامت پسند تھا۔اس نے عورتوں کی چار اخلاقی خوبیوں پاکدامنی،اظہار،تقریر اور کام کو فروغ دینے کی حوصلہ افزائی کی۔اس نے عورتوں کو گھروں تک محدود رہتے ہوئے کردار ادا کرنے کی حمایت کی اور عورتوں کے لباس (فراک) کو تجویز کیا۔اس نے کارخانوں کے مالکین کی حوصلہ افزائی کی اور مزدوروں کی انجمنوں کو کچلنے کی کوشش کی۔گومینڈنگ ملک کو متحد کرنے کی کوشش کی لیکن وہ ناکام رہا کیونکہ وہ محدود سیاسی نظریات اور تنگ سماجی اساس کی بنیاد پر قائم تھے۔سن یاٹ سن کے پروگرام کا اہم جز سرمایہ کی تجدید اور زمین کی مساویانہ تقسیم تھا لیکن زمینی اصلاحات کو روبہ عمل میں نہیں لایا گیا کیونکہ کسان کے طبقے کو نظر انداز کیا گیا جس سے سماج میں عدم مساوات کو فروغ ملا۔انھوں نے عوامی مسائل کو حل کرنے کے بجائے فوجی نظم ونسق کو نافذ کرنا بہتر سمجھا۔

- اس دور میں کونسی اہم سیاسی جماعتوں کا ظہور ہوا۔
- جنگ کے حالات کے لئے تیار ارا کین کون تھے۔
- سماجی اور معاشی تبدیلیوں کے لئے ان کی سوچنے کی نوعیت کیسی تھی۔

چین میں کمیونسٹ پارٹی کا عروج

جب 1937ء میں چین نے جاپان پر حملہ کیا تب گومینڈنگ پیچھے ہٹ گئی۔طویل اور تھکا دینے والی جنگ نے چین کو کمزور کردیا۔ 1945 تا 1949ء کے دوران قیمتوں میں ماہانہ 30 فیصد اضافہ ہوا اور عام آدمی کی زندگی شدید متاثر ہوئی۔دیہی چین کو دو بحران کا شکار تھا۔ان مسائل کے اسباب پہلا ماحولیاتی۔مٹی کی زرخیزی کا ختم ہونا،جنگلات کی کٹائی اور سیلات۔دوسرا سماجی ومعاشی بحران۔کرایہ داری کا نظام،قرضے اور ناقص ٹکنالوجی ومواصلات تھے۔

روسی انقلاب کے بعد CCP کا قیام 1921ء میں ہوا۔روس کی فتح کے سبب وہ عالمی سطح پر طاقتور موقف کے پھیلاؤ کی کوشش کررہا تھا۔لینن نے مارچ 1918ء میں بین الاقوامی تنظیم برائے کمیونسٹ (Commintern) قائم کی تاکہ عالمی حکومت استحصال کا خاتمہ کریں۔کامینٹین اور سویت یونین عالمی سطح پر کمیونسٹ جماعتوں کی حمایت کررہے تھے لیکن وہ مارکسٹ کے روایتی افکار میں ہی اپنے افعال انجام دے رہے تھے اور ان کا خیال تھا کہ شہروں میں انقلاب کام کرنے والا طبقہ ہی لا سکتا ہے۔ماؤزیڈانگ (1893-1976) کمیونسٹ پارٹی آف چین کا قائد بن کر ابھرا۔اس نے جداگانہ اقدام اٹھاتے ہوئے ایسے انقلابی پروگرام کو ترتیب دیا جس کی اساس کسان تھے۔اس نے چینی جاگیرداروں کے خلاف دہقانوں کو منظم کیا اور دہقانوں کی فوج تشکیل دی۔CCP کی قیادت میں کی جانے والی اس جدوجہد میں کئی لاکھ کسانوں نے شمولیت اختیار کی۔اس کی کامیابی نے CCP کو ایک طاقتور سیاسی فورس میں تبدیل کردیا اور انھوں نے آخرکار گومینٹین کے متبادل کے طور پر کامیابی حاصل کرلی۔ماؤزیڈونگ کی رسائی کو جینگزی کے پہاڑوں پر بھی دیکھا جاسکتا ہے جہاں پر انھوں نے گومینڈنگ کے حملے سے حفاظت کے لئے 1928 تا 1934ء تک قیام کیا تھا۔کسانوں کی طاقتور کونسل (سویت) منظم کی گئی۔زمینداروں کی زمین ضبط کرنے

شکل 15.3: ماؤزے تنگ کی عوام سے 1944ء میں مخاطب کرتے ہوئے

اوراس سے تقسیم کرنے کے لئے دہقانی کونسل (سویت) کی تشکیل عمل میں لائی گئی۔ ماؤ اور دیگر قائدین نے آزاد حکومت اورفوج کے قیام پر زور دیا۔ وہ عورتوں کے مسائل سے واقف تھا۔ اس نے دیہی عورتوں کی انجمنوں کے قیام میں تعاون کیا۔ اس نے شادی بیاہ کے نئے قانون کو رائج کیا جس کے مطابق روایتی شادی (خاندان کی رضامندی کی شادی) کو ممنوع قرار دیا۔ میرج کنٹراکٹ خریدنے اور فروخت کرنے کو روکا اور طلاق میں آسانی کے قوانین کو نافذ کیا۔

گومینڈ نگ کو کمیونسٹوں کے لئے بند کر دیا گیا اور CCP کو دوسری راہ ڈھونڈنے پر مجبور کر دیا جس کی وجہ سے طویل مارچ Long March کہلاتا ہے 35-1934 میں رونما ہوا۔ یہ 6 ہزار میل طویل شنگھائی تک تھکا دینے والا تھا۔ ان کا یہاں پر نیا اساس ینان تھا۔ انھوں نے مزید توسیع دیتے ہوئے جاگیرداروں کا خاتمہ، زمینی اصلاحات کو بروئے کار لایا اور بیرونی سامراجیت کے خلاف لائحہ عمل تیا رکیا۔ ان کی اس دوہری پالیسی زمینی اصلاحات اور قومیت نے انھیں سماجی اساس کو مضبوط کرنے میں کامیابی دلوائی۔

جاپانی 1937 اور 1945ء کے درمیان چین پر حملہ کرتے ہوئے بیشتر علاقوں پر قابض ہو گئے تھے۔ انھوں نے چین پر وحشیانہ نوآبادیاتی فوجی حکمرانی قائم کرنے کی کوشش کی جس کے سبب چین کے سماج اور معشیت پر کاری ضرب لگی تھی۔ گومینڈ نگ اور CCP نے مل کر جاپانی مقبوضہ علاقوں میں جنگ کرنے لگے۔ اگست 1945ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے سامنے جاپان نے ہتھیار ڈال دیئے۔ جاپان کی حوالگی کے بعد گومینڈ نگ اور CCP چین پر حکمرانی کرنے کے لئے آپس میں ایک دوسرے سے لڑنے میں مشغول ہو گئے۔ آخر کار چین کے بڑے حصہ پر CCP اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوگئی جبکہ گومینڈ نگ حکومت کو تائیوان کے جزیرے تک محدود کر دیا گیا۔

جدید جمہوریت کا قیام: 1949-1954

عوامی جمہوریہ چین کا قیام 1949ء میں ہوا۔ اس کی بنیاد جدید جمہوریت کے اصولوں پر تھی اور اس کے حامی طبقوں نے جاگیرداریت اور سامراجیت کی مخالفت کی۔ انھوں نے معاشی بحران کے شعبہ کو اپنے کنٹرول میں کر لیا۔ CCP نے اقتدار میں آتے ہی بڑے پیمانے پر زمینی اصلاحات رائج کئے۔ انھوں نے زمینات کو زمینداروں سے لے کر غریب دیہاتیوں میں تقسیم کیا۔ نئی حکومت نے عورتوں کے تحفظ اور حقوق کے لئے قوانین وضع کئے اور کثیر ازواجیت کے قانون کو منسوخ کیا۔ ان قوانین کے سبب خواتین مردوں کی طرح مختلف میدانوں میں مساویانہ رتبہ حاصل کر پائی۔

یہ کتاب حکومت آندھرا پردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

زمینی اصلاحات

دو سال تک پرامن طریقے سے دیہی حالات کو سمجھنے کے بعد زمینی اصلاحات کو مناسب طور پر 1950-51 میں روشناس کروایا گیا۔ان کا اقدام یہ تھا کہ وہ گاؤں میں مقیم طبقے کی نشاندہی کریں۔اس کے بعد زمینداروں سے زمینات اور دیگر ملکیت کو اپنی تحویل میں لیتے ہوئے دوبارہ تقسیم کئے گئے۔اس عمل میں اہم کردار زمینی اصلاحات کمیٹی نے ادا کیا جسے چھٹا سطح پر دوروں کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔ان کا اہم مقصد دیہاتوں میں اسوسی ایشن قائم کرنا اور مقامی کارکنوں کو قیادت کے لیئے تیار کرتے ہوئے منتخب کرنا تھا۔اس کی قیادت زیادہ غریب کسانوں اور اوسط کسانوں نے کی۔کئی علاقوں میں ان کی بہتر کارکردگی سے اوسط کسان غالب ہوگئے۔اس کے علاوہ ان کمیٹیوں کے توسط سے کو وسیع پیمانے پر ٹ• منعقد کرتے ہوئے دیہاتیوں کو زمینداروں کے خلاف اور مقدمات کے لئے اکسایا۔اس طریقہ سے عوام کے روبرو زمینداروں کو بے عزت کیا گیا اور ان کے اراکین کو وسیع پیمانے پر تقریباً دس تا بیس لاکھ افراد کو پھانسی دی گئی۔

شکل 15.4: عوام زمینی ریکارڈس کو جلاتے ہوئے

زمینی اصلاحات پروگرام کے تحت 43 فیصد چین کی کاشتکاری کی زمین کو لگ بھگ 60 فیصد دیہی آبادی میں تقسیم کیا گیا۔غریب کسانوں کو مالکانہ حقوق میں کسی قدر فائدہ حاصل ہوا لیکن اوسط کسانوں کو ان کے مضبوط موقف کے سبب بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوا۔

قدیم ممتاز اشخاص سے معاشی اثاثہ جات چھین لیا گیا اور نئے سیاسی کاموں کے لئے CCP سے منسلک اوسط اور غریب طبقے کے لوگ گاؤں کے نئے ممتاز قائدین بن کر ابھرے۔وسیع پیمانے پر بالغ دیہاتیوں کے لئے اسکولس قائم کرنے کی کوشش کی گئی تا کہ زمینی اصلاحات کے ساتھ ساتھ خواندگی اور سیاسی تعلیم کا پھیلاؤ ہوں۔نوعمر دیہاتیوں اور بچوں کے لئے تحتانوی مدارس کا قیام عمل میں لایا گیا۔

دانشوروں کا خیال تھا کہ زمینی اصلاحات اور تعلیم کے عالمیانے کو انقلاب کے ابتدائی دور میں چین میں کامیابی سے ہمکنار کیا گیا اور اس کے ابتدائی دور اس کے حصول سے مستقبل کی ترقی کو ٹھوس بنانے کی کوشش کی گئی۔CCP کی حکمرانی سے بتدریج واحد جماعتی حکمرانی قائم ہوئی جس کا مقتدر اعلیٰ چیرمین بنا اور تمام مخالفین کی سرگرمیوں کو ممنوع قرار دیا گیا۔

- کس طرح سے زمینی اصلاحات پروگرام نے CCP کو جنگ جیتنے میں مدد کی تھی؟
- چینی زمینی اصلاحات کی عمل آوری کا ہندوستان سے تقابل کیجئے۔ان دونوں میں کیا مشابہتیں اور فرق پایا جاتا تھا؟
- کیا آپ سوچتے ہیں کہ ملک کی ترقی اور آزادی کے لئے عورتوں اور مردوں کی مساویانہ شمولیت اور مواقع ضروری ہیں؟

ویتنام: دونوآبادکاروں کے خلاف

شکل 2: ویتنام

انیسویں صدی کے وسط میں ویتنام راست طور پر فرانسیسی حکومت کے تحت آ گیا تھا۔فرانسیسیوں نے ایک ویتنامی بادشاہ کو کٹھ پتلی کی طرح رکھا لیکن درحقیقت میں فرانس ویتنام میں اس طرح حکومت کر رہا تھا جس طرح برطانیہ ہندوستان پر حکمرانی کر رہا تھا اور اس سے ویتنامیوں کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر اثرات مرتب ہوئے جس طرح سے برطانیہ کی حکومت سے ہندوستان پر پڑے تھے۔

برآمدات، جاگیردارانہ نظام اور دہقان

فرانس ویتنام میں چاول کی پیداوار میں اضافہ اور ترقی کا قائل تھا۔اس مقصد کے لئے اس نے تکونی حکمت عملی اپنائی۔آبپاشی کے نظام میں بہتری، زمینداروں کی حوصلہ افزائی اور زراعتی پیداوار جیسے چاول اور ربر کی خرید و فروخت میں آسانی پیدا کی جائے۔فرانسیسیوں نے کاشت کاری میں اضافہ کے لئے نہریں تعمیر کی۔Mikong ڈیلٹا نکاسی کے لئے استعمال کیا گیا۔آبپاشی کے وسیع نظام کے کاموں، نہروں اور زمینی کاموں کے لئے زیادہ تر جبری مزدروں کو معمور کیا گیا۔چاول کی پیداوار میں اضافہ ہوا اور اس سے بین الاقوامی بازار میں برآمد کی اجازت دی گئی۔ویتنام اپنے چاول کی پیداوار کا دو تہائی حصہ برآمد کرتا تھا۔ 1931ء میں وہ دنیا میں چاول کی برآمد کرنے والا تیسرا بڑا ملک بن گیا تھا۔اس کے بعد بنیادی منصوبے انفراسٹکچر پراجکٹس (سڑک اور ریل کی پٹریوں) کی تعمیر کی گئی تاکہ تجارت کے لئے اشیاء کی حمل ونقل اور فوجی چھاؤنیوں کی منتقلی کے علاوہ تمام علاقوں پر کنٹرول حاصل کرنے میں آسانی ہوں۔ہند-چین ریلوے نظام کی تعمیرات کا آغاز ہوا جو کہ ویتنام کے شمال اور چین کے کے جنوبی علاقوں کو مربوط کرتے تھے۔

ویتنامی نوآبادی کی معیشت بنیادی طور پر چاول اور ربر کی کاشت پر منحصر تھی جو کہ فرانسیسیوں اور چند دولتمند ویتنامیوں کی ملکیت تھی۔بندھوا مزدوروں کو کثرت سے ربر کی کاشت میں استعمال کیا جاتا تھا۔فرانسیسیوں نے معیشت کو صنعتیانے میں بہت کام کیا۔دیہی علاقوں میں زمینداری کا پھیلاؤ ہوا۔اور بڑے زمین داروں نے چھوٹے کسانوں کی زمین لے کر انہیں اجرت پر کام کرنے والے کسانوں کی حیثیت دے دی۔جس کی وجہ سے کسانوں کا چمنیور زندگی کم ہوتا گیا۔کئی دہوں سے زمینوں کو غضب کرنے فرانسیسی نوآبادکاروں اور ان کے حلیف ویتنامیوں کو راست مراعات دینے کی وجہ سے زمین زیادہ تر دولت مند زمینداروں کے ہاتھوں میں چلی گئی۔

فرانسیسی اور ایسے شرفاء جو فرانس کے حامی تھے انھیں مراعات اور رعایتیں حاصل ہوئی اور زمینات اور دولت زمینداروں کے تحویل میں چلی گئی۔ویتنامی دہقان جن کے جو بے زمین یا پھر جن کے پاس تھوڑی سی زمین تھی وہ قرض کے چکر میں پھنس گئے۔وہ زمینداروں کے عائد

یہ کتاب حکومت آندھراپردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

کردہ زائد شرح سود، زمینی کرایہ اور کثیر ٹیکس سے اپنے آپ کو آزاد نہ کر پائے۔ 1930ء کے بے زمین اور زمین کی ملکیت رکھنے والوں کے اعداد شمار ویتنامی دیہاتیوں کی ناگفتہ حالات کی عکاسی کرتے ہیں۔ 1938ء میں انیم میں تقریباً 53 فیصد خاندان مکمل طور پر بے زمین تھے۔ ٹنکن اور کوچین چینا میں بالترتیب تقریباً 58% اور 79% خاندان مکمل طور پر بغیر زمین کے تھے۔ 1930ء میں ذاتی زمین رکھنے والے خاندان فاقہ کشی کا شکار تھے۔ تصور کیجئے کہ بے زمین کسانوں کے حالات کیسے رہے ہونگے۔

- فرانسیسیوں نے ویتنام میں ریلوے اور نہروں کو کیوں ترقی دی؟
- بے زمین کسان اور بے زمین مزدوروں میں کیا فرق ہے؟
- آپ ہندوستان میں برطانوی حکومت کے دور کے حالات پڑھ چکے ہیں؟ کس طرح سے یہ حالات ویتنام سے مشابہت رکھتے ہیں؟

جو کسان زمینداروں سے زمین قول پر لیا کرتے تھے۔ انھیں کرایہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ اپنی پیداوار میں سے حصہ ادا کرتے ہوئے کسان زمینداروں کے گھروں میں کام بھی کیا کرتے تھے۔ انھیں زمینداروں کی جانب سے عائد کردہ محصول بھی ادا کرنا پڑتا تھا۔ اس وجہ سے انھیں مجبوراً زمینداروں سے چاول اور رقم ادھار لینا پڑتا تھا جس سے وہ قرض کے جال میں مزید پھنس گئے۔

تہذیب یافتہ بنانے کا مشن:

فرانسیسی نوآبادکار برطانیہ کی طرح قائل تھے کہ نوآبادیاتی لوگ غیر تہذیب یافتہ ہوتے ہیں اور ان کا مقصد تھا کہ وہ جدید تہذیب کے فوائد سے انھیں آراستہ کریں۔ انھوں نے تعلیم کو مقامی لوگوں کو تہذیب یافتہ بنانے کا ایک وسیلہ سمجھا۔ فرانسیسی تعلیم یافتہ مزدور کے خواہاں تھے لیکن انھیں خوف تھا کہ تعلیم کے سے ان کے لئے مسائل پیدا ہوسکتے ہیں۔ اگر ویتنامی تعلیم سے مزین ہوجائیں گے تب وہ نوآبادیاتی حکمرانی پر سوالات کریں گے۔ فرانسیسی شہری جو ویتنام میں سکونت پذیر تھے جنھیں کولنس (Colons) کہا جاتا تھا۔ کولنس جیسے اساتذہ، دکاندار اور پولیس کا ماننا یہ تھا کہ اگر ویتنامی تعلیم یافتہ ہوجائے تب انھیں اپنی نوکریوں سے محروم ہونا پڑے گا۔ اس لئے انھوں نے ویتنامیوں کو فرانسیسی تعلیم کی مکمل رسائی کی پالیسی کی مخالفت کی۔ ویتنامی زبان کو تحتانوی سطح پر پڑھایا جاتا تھا جبکہ اعلیٰ تعلیم فرنچ میں دی جاتی تھی۔ صرف چند ویتنامی شرفاء جن کی آبادی کافی کم تھی۔ وہ اسکولوں میں داخلہ لیتے تھے اور ان میں سے چند ہی طلبہ آخرکار مدرسہ کی سطح کا امتحان کامیاب کرپاتے۔ مدرسہ کی درسی کتب میں فرانسیسیوں کی ستائش کی جاتی تھی اور نوآبادی حکمرانی کو درست ثابت کیا جاتا تھا۔

- ہندوستان میں برطانوی پالیسی کی عمل آوری کی یاد دہانی کیجئے۔ ہندوستان میں برطانوی نوآبادیاتی پالیسی اور ویتنام میں فرانسیسی پالیسی کا موازنہ کیجئے۔ آپ ان میں کیا مشابہت اور فرق پاتے ہیں؟

ویتنام میں قومیت کا ظہور

اساتذہ اور طلبہ فرانسیسی نصاب پر من وعن عمل پیرا نہیں تھے۔ بعض اوقات وہ کھلے عام اس کی مخالف کرتے اور بعض دفعہ وہ خاموشی سے اس کی مذمت کرتے تھے۔ جب ابتدائی جماعتوں میں ویتنامی اساتذہ کی تعداد میں اضافہ ہوا تب ان کے تدریسی نکات پر کنٹرول کرنا قابو ہوگیا۔ دوران تدریس ویتنامی اساتذہ خاموشی سے نصاب کو تبدیل کردیتے تھے۔ درسی کتب میں تحریر کردہ مواد پر تنقید بھی کرتے تھے۔ طلبہ وائیٹ کلر نوکری کے حصول کے لئے نوآبادیاتی حکمرانوں کی جانب سے حائل کردہ رکاوٹوں کے خلاف لڑنے لگے۔ یہ حب الوطنی کے جذبے سے سرشار تھے اور روایت پسندوں کا ایقان تھا کہ تعلیم یافتہ طبقہ کو سماج کے فوائد کے لئے افعال انجام دینا چاہئے۔ اس لئے فرانسیسی اور ویتنامی شرفاء

نے تصور کیا کہ ان کے رتبے خطرے میں ہیں۔اس سبب ان کا فرانسیسیوں کے ساتھ ساتھ ویتنامی شرفاء سے بھی تصادم ہوا۔

1920ء کے دوران طلبہ نے مختلف سیاسی جماعتیں جیسے نوجوان انام(Young Annam) قائم کی اور قومی جرائد جیسے انامیس طلبہ(Annamese Student) جاری کیا۔

بیسویں صدی کے ابتداء میں ویتنامی طلبہ جدید تعلیم کے حصول کے لئے جاپان گئے۔ان میں سے اکثر کا مقصد ویتنام سے فرانسیسیوں کو بیدخل کرنا اور فرانس کی کٹھ پتلی شہنشاہیت کا خاتمہ اور نجین بادشاہت کی دوبارہ بحالی تھا جس سے فرانسیسیوں نے ختم کیا تھا۔

چین میں سٹ یاٹ سین کے جمہوری انقلاب کے بعد اس سے متاثر ہوکر وہ ویتنام میں عوامی اور جمہوری حکومت کے قیام کے خواہاں تھے۔کئی طلبہ پہلے چین،فرانس اور بعد میں سویت روس گئے تا کہ نئے جدید سیاسی نظریات کا مطالعہ کر پائے۔

خواتین بہ حیثیت باغی

ویتنام میں روایتی طور پر خصوصاً نچلے طبقے میں خواتین ہم مساوات کے رتبہ سے محظوظ ہورہی تھیں لیکن انھیں مستقبل کے تعین کرنے میں محدود آزادی تھی اور وہ عوامی زندگی میں کوئی کردار ادا نہیں کر پاتی تھیں۔ جیسے ہی قومی تحریکیں رونما ہوئی عورتوں کے رتبہ اور مقام پر سوالات ابھرے اور عورتوں کی نئی تصویر عیاں ہوئی۔مصنفین اور سیاسی مفکرین نے اا یسی عورتوں کی مثال پیش کی جنھوں نے سماجی قوانین سے بغاوت کی تھی۔1930ء میں ایک ناول رسوائی کا سبب بنی جس میں بتلایا گیا تھا کہ ایک عورت جبری شادی کو چھوڑ کر اپنی پسندیدہ شخص سے شادی کررہی تھی جو کہ قومی سیاست میں شمولیت رکھتا تھا۔سماجی راسخ العقیدہ سماج کے خلاف یہ بغاوتیں ویتنامی سماج میں عورتوں کے نئے دور کی آمد کا باب ثابت ہوا۔

1930ء کے عظیم معاشی بحران نے ویتنام پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ربر اور چاول کی قیمتیں گرگئی جس سے دیہی قرضوں میں اضافہ ہوا۔اس دوران بیروزگاری میں اضافہ ہوا اور بغاوتیں ابھری۔فرانسیسیو ں نے ان بغاوتوں کو سختی سے کچلا اور مظاہرین پر بمباری کے لئے جہازوں کا بھی استعمال کیا۔

فروری 1930ء میں ہو۔چی۔مہہ(جس نے فرانس اور روس میں وقت گزارا تھا)نے ویتنامی کمیونسٹ پارٹی(ویتنام کانگ سان ڈانگ)کے قیام کے لئے قومی گروہ کو متحد کیا۔بعد ازاں یہ ہند۔چینی کمیونسٹ پارٹی کہلائی۔وہ یورپ میں کمیونسٹ پارٹی کے جنگجو مظاہروں سے کافی متاثر تھا۔

1940ء میں جاپان نے سامراجیت کے پھیلاؤ کے حصے کے طور پر جنوب۔مشرقی ایشیاء پر کنٹرول کے حصے طور پر ویتنام پر قبضہ کرلیا۔اس لئے اب قوم پرستوں کو فرانسیسیوں کے ساتھ ساتھ جاپانیوں سے مقابلہ آرائی کرنا پڑتا تھا لیکن دوسری عالمی جنگ کے دوران ہٹلر کے فرانس پر مکمل قبضے کے سبب ویتنام میں فرانس کا موقف کمزور ہوگیا۔ویتنامی آزادی کی مجلس(ویٹ نام ڈوک لاپ ڈانگ من)جو کہ وٹمن کہلائی۔جاپانیوں خلاف جنگ کی اور ہنوئی کو دوبارہ

- کیوں چاول کی قیمتوں میں کمی کے سبب دیہی قرضہ جات میں اضافہ ہوا؟
- وتینام اور چین میں قومیت کے ظہور میں طلبہ نے کلیدی کردار ادا کیا۔ان دونوں میں فرق اور مشابہت کے عناصر پر بحث کیجئے۔
- آپ کیوں سمجھتے ہیں کہ آزاد ویتنامی حکومت کا پہلا اقدام کرایوں میں تخفیف تھا؟

یہ کتاب حکومت آندھراپردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

شکل 15.5: ہو چی مینھ

ستمبر 1945ء میں حاصل کرلیا۔ ویتنامی جمہوری ریپبلک کا قیام عمل میں لایا گیا اور ہو چی مہہ چیرمین بنا۔ اگست 1945ء میں وتمن اقتدار پر فائز ہوئی اور فوراً 25 فیصد کرایوں میں کمی، ثانوی کرایہ جات کی منسوخی اور اگست 1945ء سے قبل کے تمام بقایہ جات کو معاف کرنے کا فرمان جاری کیا۔ فرقہ واری زمینات اور فرانسیسی مالکین کی زمینات اور وتینامی غداروں کی زمینات کی ازسرنو تقسیم کی پالیسی کو بھی اختیار کیا۔

جدید جمہوریہ ویتنام

نئی جمہوریت کو کئی چیلنجس کا سامنا کرنا پڑا۔ فرانسیسی کٹھ پتلی بادشاہ باؤ دائے کے تعاون سے دوبارہ کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش کی۔ فرانس کے جارحانہ حملے کے سبب ویتنامی افواج کو پہاڑوں میں پناہ لینا پڑا۔ آٹھ سال کی جنگ کے بعد 1954ء میں ڈین بین کے مقام پر فرانسیسیوں کو شکست ہوئی۔ تقریباً 16000 فرانسیسی سپاہیوں اور عہدیداروں کو قید کردیا گیا۔

فرانس کی شکست کے بعد جینیوا میں امن معاہدہ میں ویتنامیوں نے ملک کو تقسیم کرنے کی حمایت کے مطالبہ کو قبول کرلیا۔ شمالی اور جنوبی علاقوں میں تقسیم کردیا گیا۔ ہو چی مہنھ اور کمیونسٹوں نے شمالی حصے میں اقتدار سنبھالا۔ جنوبی حصہ کو قدیم بادشاہ کے سپرد کردیا گیا اور اس سے بہت جلد گودن دیم نے بے دخل کردیا اور اس نے آمرانہ حکومت قائم کی۔ جو کوئی بھی اس کی مخالف کرتا اسے جیل میں ڈال دیا جاتا تھا۔ اس کی آمرانہ حکومت کی مخالفت بورڈنے کی اور مخالفین قومی آزادی محاز (NLF) کے جھنڈے تلے جمع ہوئے۔

- ویتنامی سماج پر زمینی اصلاحات کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟ دیہی علاقوں میں مختلف سماجی طبقوں کے نقطہ نظر سے مباحثہ کیجئے۔
- چین، ویتنام اور ہندوستان کی زمینی اصلاحات کی نوعیت کا تقابل کیجئے۔

اس وقت تک شمالی ویت مینھ میں وٹ مین نے اپنے آپ کو زمینی اصلاحات کی پالیسی اور ایسے جاگیردار جنھوں نے جاپانی اور فرانسیسیوں کی حمایت کی تھی ان کے متعلق نرم رویہ اختیار کیا تھا۔ تاہم 1954ء کے بعد شمالی ویتنام میں زمینی اصلاحات کے نئے باب کا آغاز ہوا۔ زمینداروں کی زمینات پر قبضہ کرلیا گیا اور اسے بے زمین اور غریب کسانوں میں تقسیم کیا گیا۔ ان اقدامات سے انھوں نے ویتنامی دہقانوں کا تعاون حاصل کرلیا جن کی دیرینہ خواہش تھی کہ وہ زمین کے مالک بنیں۔

جنگ میں امریکہ کا داخلہ

شمال میں ہو چی مینھ حکومت کے تعاون سے NLF نے ویتنام کے وفاق کے لئے جدوجہد شروع کی۔ امریکہ ان اتحادیوں کو شک وخوف کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ کمیونسٹوں کی طاقت میں اضافہ کے خوف سے اس نے اس جنگ میں مداخلت کرنے کا فیصلہ کیا اور اس فوجی دستے واسلحہ روانہ کئے۔

ایجنٹ آرینج:ایک سپیکرزہر

ایجنٹ آرینج پت جھڑ اور نباتات کو ہلاک کرنے والا ہے۔اس سے ایجنٹ آرینج اس لئے کہا جاتا ہے کہ کیونکہ اس کے ذخیرہ کیے گئے ڈرمس کو نارنگی پٹی کا نشان لگایا جاتا تھا۔ 1961-71 کے دوران گیارہ ملین ان کیمیائی گیلن کو امریکی افواج نے کارگو جہازوں سے چھڑکاؤ کیا۔ان لوگوں کا منصوبہ تھا کہ اس سے کھیت اور جنگلات مکمل طور پر تباہ ہوجائے تاکہ کوئی بھی ان میں چھپ نہ پائے اور انھیں مارنے میں آسانی ہوں۔ اس سے 14 فیصد سے زائد ملک کی کاشتکاری کی زمین متاثر ہوئی۔اس کے اثرات حیرت انگیز طور پر آج تک جاری ہیں۔Dioxin ایجنٹ آرینج کا جز ہے جس سے بچوں میں کینسر اور دماغی عوارض ہوتے ہیں۔ایک مطالعہ کے مطابق اس چھڑکاؤ کئے گئے علاقوں میں اس کے سبب بدشکلی کے واقعات بہت زیادہ ہوتے تھے۔

ٹنوں میں بم بشمول کیمیائی اسلحہ کا جس سے امریکی مداخلت کاروں نے ویتنام میں استعمال کیا تھا۔(زیادہ تر شہریوں کو نشانہ بنایا گیا تھا۔) یہ دوسری عالمی جنگ کے دوران استعمال شدہ کیمیائی مادے سے زائد تھا۔

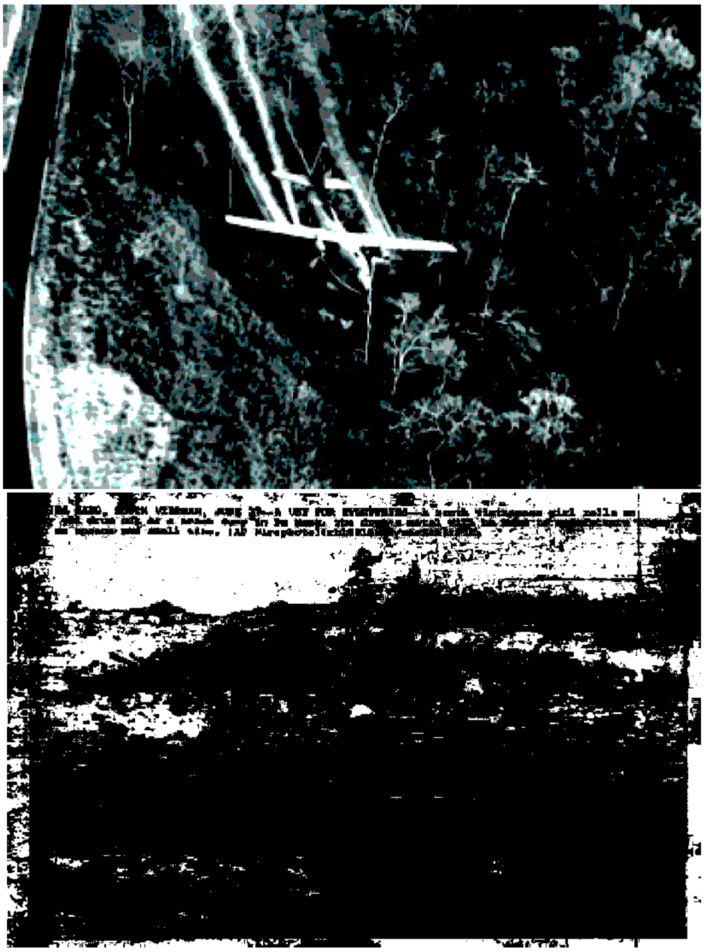

شکل 15.6(a):امریکی افواج میدانوں پر کیمیکل کا چھڑکاؤ کرتے ہوئے۔
b:تصویر کی سرخی: ہر چیز کا استعمال۔لڑکی ڈرم کو لے جاتے ہوئے۔
اس دھات کو بعد میں چھوٹے ڈبے اور چمچے بنانے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔

جنگ میں امریکہ کی شمولیت

امریکہ کا اس جنگ میں داخلہ ایک نیا باب ثابت ہوا۔یہ ویتنامی اور امریکیوں کے لئے بھاری ثابت ہوا۔1965ء تا1972ء تک تقریباً 34,00,000 امریکی عملہ ویتنام میں جنگ کرتا رہا۔حالانکہ امریکہ کے پاس جدید ٹکنالوجی اور طبی سہولیات ہونے کے باوجود ان کے زخمیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔اس جنگ میں تقریباً 47,244 مارے گئے اور 23,244 فوجی زخمی ہوگئے۔(ویتنامی نظم ونسق کے مطابق 23,014 لوگ صد فیصد اپاہج ہوگئے۔)

امریکہ کے ساتھ یہ جدوجہد کا دور وحشیانہ تھا۔کئی ہزار امریکی جنگی عملہ نے بھاری اسلحہ اور دبابے کے ساتھ اور اس وقت کے طاقتور بمباری کرنے والے B52 کے ساتھ اس جنگ میں شرکت کی۔اس جنگ میں وسیع پیمانے پر حملے کئے گئے اور کیمیائی ہتھیاروں کا استعمال جیسے Napolon (ایک جان لیوا بم جو انسانوں کو شدید ضرب لگانے کا سبب تھا۔) ایجنٹ آرینج (جو کہ پودوں کو درختوں کو برباد کردیتا اور زمین کو طویل عرصہ تک بنجر بنادیتا

تھا)اورفاسفورس بم۔جس نے کئی دیہاتوں اور ہزاروں جنگلات کوکوتاہ کیااور کثیر تعداد میں شہری مارے گئے۔

امریکی منصوبہ سازوں نے قومیت کی طاقت کا غلط تخمینہ کرتے ہوئے لوگوں کو جنگ کی جانب مائل کیااور انھیں اپنے گھر اور خاندان کی قربانیاں اور نامساعد حالات میں رہنے کی اور آزادی کے لئے لڑنے کے لئے راغب کیا۔انھوں نے غلط اندازہ لگایا کہ ایک چھوٹے اقتدار والا ملک دنیا کے جدید ٹکنالوجی سے آراستہ ملک سے لڑے گا۔اس نے لاکھوں غریب کسانوں کو نظرانداز کیا جنھیں کئی نسلوں تک زمینداروں کے استحصال کے بعد زمینات حاصل ہوئی تھی۔یہ کسان قومیت سے متاثر تھے اور زمینات کے اصلاحات سے خوش تھے۔یہ وہ عوامل تھے جس کے سبب انھوں دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور فوج کو شکست دیا۔

- کیا آپ سمجھتے ہیں کہ امریکہ کا آبادیوں اور جنگلات پر کیمیائی اسلحہ جیسے Napalm اور ایجنٹ آرینج کا استعمال منصفانہ عمل تھا؟
- ایک چھوٹے سے ملک جیسے ویتنام کا طاقتور ملک امریکہ کے خلاف نبردآزما ہونا؟ کس طرح ممکن تھا؟
- متحدہ ہائے امریکہ کی تحریک کا ویتنام سے امریکی حکومت کا دستبردار ہونے کے فیصلہ میں کیا کردار تھا؟

اس جنگ کا اثر امریکہ میں بھی محسوس کیا گیا۔کئی ماہرین نے جب دیکھا کہ یہ جنگ غیر دفاعی ہونے کے باوجود حکومت اس میں ملوث ہے تب انھوں نے اس جنگ میں شامل رہنے پر تنقید کی۔جب نوجوانوں کو اس جنگ کے لئے روانہ کیا جانے لگا تب امریکہ میں غصہ کی لہر پھیل گئی۔جنگ کی طوالت کے سبب امریکہ میں بھی شدید ردعمل کا اظہار کیا گیا۔حکومت کی پالیسی پر انگشت نمائی کی گئی اور کئی سوالات اٹھائے گئے جس کی وجہ سے جنگ کے خاتمہ کی گفت وشنید کے اقدامات کو تقویت ملی اور جنوری 1974ء پیرس میں امن معاہدہ پر دستخط کئے گئے جس سے امریکہ کے ساتھ تنازعہ ختم ہوا لیکن سائیگان حکومت اور NLF میں لڑائی جاری رہی۔NLF نے 30اپریل1975ء میں صدارتی محل پر قبضہ حاصل کرلیا اور آخرکار ویتنام کا وفاق ہوا۔

نائیجریا: نوآبادکاروں کے خلاف محاذ

ہم اب آفریقہ میں قومیت اور نوآبادیات کی جانب رخ کریں گے اور مغربی ساحل پر واقع نائیجریا کے بارے میں مطالعہ کریں گے۔نقشہ میں اس ملک کی نشاندہی کیجئے۔جماعت ہفتم میں اس ملک کے بارے میں آپ نے کیا پڑھا ہے۔اس کی یاددہانی کیجئے۔

نقشہ3: نائیجریا کا نقشہ

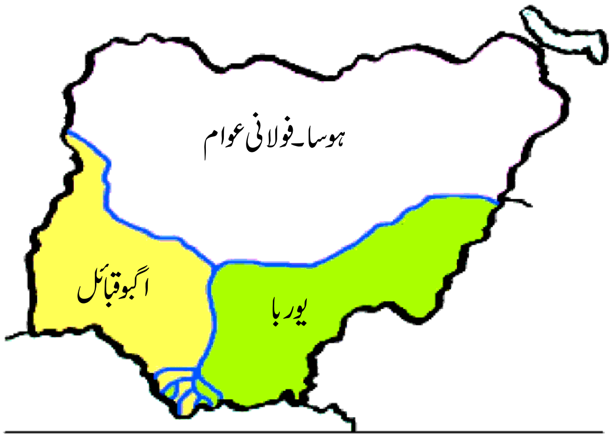

برطانوی نوآبادیات اور قومیت کا ظہور

دنیا کے دیگر علاقوں کی طرح قومی مملکت کا نظریہ آفریقی ممالک کے لئے بھی نیا تھا۔یہاں کی عوام کو قبائلی شناخت نے

متحد رکھا تھا۔نوآبادیات کاروں نے مختلف علاقوں کو اقتدار میں لے لیا۔ہم جس ملک نائجیر یا کو جانتے ہیں اس کا نام دراصل انگریزوں نے نائجر ندی کے اطراف کے علاقوں کے مختلف قبائیل کو یکجا کر کے دیا تھا۔شمالی نائجر یا پر ہاؤسا فولانی مسلم لوگوں کا غلبہ ہے۔نائجر یا کے جنوب مشرقی حصے پر اگبو(Igbo)(تلفظ eebo) قبائیل جبکہ جنوب مغربی حصوں میں یوروبا قبائیل غالب تھے۔جنوبی علاقوں پر عیسائیوں کا دبدبہ تھا کیونکہ یہاں پر طویل عرصہ تک عیسائی مشنری کی سرگرمیاں جاری تھی۔کئی لوگوں کا اعتقاد اب بھی قبائیلی عقائد پر ہے۔جدید نائجیریا کی تاریخ تینوں علاقوں کے مابین مشترکہ جمہوری نظام کے احیاء کے لئے کی گئی جنگ سے منسوب ہے۔یورپی نوآبادکار قدرتی وسائل کے ورثہ بالخصوص پٹرول پر کنٹرول کرنے کے خواہاں تھے۔

نائجر یا کی ندی کا علاقہ آفریقی ممالک کا مشہور علاقہ ہے جو کہ مختلف نوآبادکاروں کی حکمرانی سے شدید متاثر رہا ہے۔سولھویں صدی سے یہ امریکیوں کے لئے اہم غلاموں کا ذریعہ تھا۔قبائیلی دہقانوں کو اندرون ملک قبضہ میں لیتے ہوئے یورپی تاجروں کو فروخت کیا جاتا تھا۔انیسویں صدی میں غلاموں کی تجارت کی منسوخی کے بعد اس علاقے میں زرعی پیداوار کی ترقی بالخصوص palm oil اور کوکو کی پیداوار میں دلچسپی لی گئی۔برطانیہ نے 1861ء میں ساحلی علاقے پر قبضہ کیا اور مغربی آفریقہ میں لاگوس کو انتظامی،تجارت اور تعلیمی امور کے مرکز کے طور پر ترقی دی۔یہ نوآبادیات کاروں کے خلاف مزاحمت اور متحدہ افریقہ و متحدہ نائجیریا کے ظہور کا مرکز بھی بنا۔

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے ابتداء میں برطانوی نوآبادکاروں کے بادشاہوں کے لئے نوآبادیات نسلی تجدید ثابت ہوئے۔تعلیم یافتہ آفریقیوں نے سیول سرویس چھوڑ دیئے اور آفریقی منتظمین نسلی برتاؤ کے مخالف ہو گئے۔اسی وقت نوآبادکاری عہدیداروں قبائیلی سرداروں پر منحصر ہونے کو فروغ دے رہے تھے اور سرداروں و ممتاز اشخاص کو عوام پر کنٹرول کرنے کی اجازت دی جارہی تھی۔

نوآبادیاتی پالیسی نے جنوب میں جدید تعلیم اور انتظامیہ کو فروغ دینے میں مدد کی جبکہ انھوں نے شمال میں ماقبل جدید روایات کو جاری رکھنے کی اجازت دی۔اس صدی نے علاقوں کے درمیان تفرقہ پیدا کیا۔شمال جدید تعلیم اور سماجی رتبہ میں ترقی نہ کر پایا۔1939ء میں برطانوی حکمرانوں نے یوروبا اور اگبو علاقوں کو مغربی اور مشرقی نائیجریا میں تقسیم کیا اور ان تینوں اہم قبائیل میں تفرقات،تنازعات اور مسابقت کو فروغ دیتے ہوئے ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' کی پالیسی پر عمل پیرا تھے۔

مغربی تعلیم یافتہ دانشوروں نے متحدہ نائیجریائی قوم کے تصور کو فروغ دیا اور برطانوی حکمران کے خلاف جدوجہد شروع کی۔ہربرٹ میکالے نے نائیجرین ڈیموکریٹک پارٹی (NNDP) کی بنیاد ڈالی۔یہ پہلی سیاسی جماعت تھی جس سے 1923ء میں قائم کیا گیا تھا۔NNDP نے 1923,1928,1933 کے انتخابات میں تمام ں پر کامیابی حاصل کی۔

متحدہ آفریقہ

متحدہ آفریقہ کا تصور تمام آفریقیوں کو بناء کسی قبیلے اور ملک کو متحد کرتا ہے۔اس کا استعمال نوآبادکاروں،نسلی امتیاز کے خلاف جدوجہد کرنے کے لئے کیا گیا اور اس سے قبیلوں اور فرقوں بر اعظمی شہریت کے اصول مساوات،سماجی انصاف و انسانی وقار پر متحد ہونے کے لئے بروئے کار لایا گیا۔اس میں کلیدی کردار مجاہد آزادی گھانا کوامانکرمہا (Ghana Kwame Nkrumah) نے ادا کیا۔

1930ء میں مکالے نے بھی افواج کی برطانوی نوآبادیاتی حکومت پر حملہ میں تعاون کیا۔ 1936ء میں نائیجرین یوتھ موومنٹ (NYM) کو نناڈی ازیکیوی نے قائم کیا۔ انھوں نے تمام نائیجریاین کو بلالحاظ تہذیبی پس منظر کے متحد ہونے کی اپیل کی اور یہ جماعت بہت جلد ہی طاقتور سیاسی تحریک کے طور پر ابھری۔ مکالے اور NYM قاء ازیکیوی National Council of Nigeria and Cameroons(NCNC) کی تشکیل کے لئے متفق ہوئے۔ ازیکیوی طاقتور بانجریائی قومی قائد کے طور پر ابھرا۔ اس نے متحدہ آفریقہ اور متحدہ نائیجریا پر مبنی قومی تحریک کی تائید کی۔

شکل 15.7 Nnamdi Azikiwe

دوسری عالمی جنگ کے بعد نائیجریائی معشیت مشکلات کا سامنا کررہی تھی تب نائیجریا میں بنیاد پرستی نشونما اور مقبولیت پائی۔ اس جنگ کی قیادت وہ سپاہی کررہے تھے جو دوسری عالمی جنگ میں برطانیہ کی جانب سے لڑرہے تھے اور ٹریڈ انجمنوں کی قیادت کررہے تھے۔ 1945ء میں قومی عام ہڑتال کو بنیاد پرست ٹریڈ یونینوں کے قائدین نے منظّم کیا۔ نائیجریائی قومیت کے دوہدف تھے۔ برطانیہ کے خلاف جنگ کرنا اور مختلف تہذیبی گروہ کو متحد کرنا تھا۔ شمال کے مقابلے میں جنوب میں قومیت طاقتور تھی اور اس سے شمال۔جنوب میں خلیج پیدا ہوگئی۔ شمال میں بھی یوروبا اور اگبوس کے مابین تہذیبی تصادم ہوا۔

1950ء میں ان تینوں علاقوں کے میں مخالف نوآبادیاتی تحریکیں چل رہی تھیں جس کی قیادت مقامی جماعتیں کررہی تھی۔ Conservative Northern People's Congress(NPC) شمال میں، National Council For Nigeria and the cameroons (NCNC) مشرق میں اور Action Gruop مغرب میں تھی۔

- کیا آپ سمجھتے ہیں کہ متحدہ آفریقہ کا تصور کس طرح قومیت سے مختلف تھا۔ بحث کیجئے اور آپ کیوں سوچتے ہیں کہ قومیت کا تصور محدود کررہا تھا۔
- نوآبادیاتی حکمرانی سے علاقوں میں صدی کے دوران غیر متوازن ترقی ہوئی۔ برطانوی دور میں ہندوستان میں بھی ساحلی علاقے بنگال، مدراس اور بمبئی تیزی سے ترقی پائے۔ آپ کیوں سوچتے ہیں کہ ایسی غیر متوازن ترقی ہوئی ہوگی؟

آزادی اور کمزور جمہوریت

قومیت کی لہر کو پیش نظر رکھتے ہوئے برطانیہ نے نائیجریا کو اقتدار سونپنے کا فیصلہ کیا۔ نائیجریا کے پیچیدہ وفاقی نظام پر کام کرتے ہوئے تین بڑے علاقوں کی خودمختاری کو تسلیم کرنے عمل شروع کیا۔ نائیجریا یکم اکتوبر 1963ء کو آزاد ہوا۔ بدقسمتی سے جمہوریت میں توازن نہیں ہو پایا۔ بہت جلد نائیجریا خانہ جنگی میں پھنس گیا اور فوجی حکمرانی جو کہ وسیع طور پر شمال میں طاقتور موقف حاصل کرچکی تھی۔ کئی بار غیر فوجی اور جمہوری حکومت کے قیام کی کوششیں کی گئی لیکن یہ یکسر ناکام ثابت ہوئی۔ فوجی حکومت اور بین الاقوامی تیل کمپنیوں میں وفاق ہوا اور اس کے لئے

شکل15.8:بائیفرین جنگ

رشوت خور حکمرانوں نے مالیہ فراہم کیا۔ انھوں نے انسانی حقوق کی پامالی کی۔

طویل فوجی آمریت کی رسہ کشی کے بعد نائیجریا کے لوگوں نے جمہوری حکومت کو 1999ء میں منتخب کیا۔ ابھی یہ پڑھنا باقی ہے کہ کس طرح سے نائجریا کو جموری ملک بننے کے لئے کن مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔

تیل، ماحول اور سیاست

شکل 15.9:تیل کا پھیلاؤ

1950ء میں نائیجریا میں نائیجریائی ڈیلٹا میں تیل کی دریافت ہوئی۔ جلد ہی مختلف بین الاقوامی کمپنیوں جس کے سربراہ ڈچ شیل کمپنی تھی انھوں نے تیل کی کھدوائی کے مالکانہ حقوق حاصل کرلئے۔ آج یہ نائیجریا کا سب سے اہم مالی ذریعہ ہے۔ تیل کے اکثر کنویں ان کمپنیوں کی ملکیت میں ہے جو نائیجریائی فوجی حکومت کو منافع دیتے ہیں لیکن عام آدمی کو اس کا فائدہ برائے نام ہوا ہے۔ علاوہ ازیں بیرونی کمپنیوں نے ماحولیات کی فکر نہ کرتے ہوئے لاپرواہی سے تیل کا اخراج کرتے ہوئے ماحول کی تباہی مچائی۔ انھوں نے منگرو جنگلات کے بڑے خطے کو تباہ کردیا۔ ایک اندازے کے مطابق 5-6% نائیجریائی منگرو جنگلات کو کاٹ دیا گیا یا تیل سے یہ جنگلات برباد ہوگئے۔ آبی پودے اور زمین آلودہ ہوجاتی تھی۔ پینے کا پانی ہمیشہ آلودہ رہتا ہے اور تیل کی چمک پانی میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اگر پانی آلودہ ہوجائے تب اس کے اثرات فوراً ظاہر نہیں ہوتے ہیں بلکہ یہ طویل مدت میں کینسر کا سبب بنتا ہے۔ بڑے پیمانے پر ساحل سے تیل نکالنے کے سبب ساحلی ماحول میں عدم توازن پیدا ہوتا ہے اور مچھلی کی پیداوار میں کمی ہوئی ہے۔ 1990ء کے ابتداء میں متواتر ہلچل پیدا ہوئی اور بالخصوص نائیجریائی ڈیلٹا کے خطے کے قبائیلی لوگ تلافی اور ماحول کو درہم برہم نہ کرنے نیز زمینات پر تیل کے ذخائر کو کنٹرول کا مطالبہ کرنے لگے۔

شکل15.10:کین سارو ویوا

یہ ہلچل از خود تصدیق کرتی ہے کہ پرامن سرگرمی تنظیم کے اراکین کونسل کی بنیاد پر ہی متحد کررہے تھے ۔ یہ حالات 1990ء میں سامنے آئے جب ایک مشہور انسانی حقوق اور ماہر ماحولیات کے سرگرم کارکن کن سارو وِوا کو بین الاقوامی مظاہروں کے باوجود پھانسی دی گئی۔

یہ کتاب حکومت آندھراپردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

اس طرح آپ دیکھ سکتے ہیں کہ نائیجیریا ملک میں رہنے والے لوگوں کو متحدکرنے کیلئے ،جمہوری نظام کو مستحکم کرنے کے لئے اور وسائلی ذرائع پر اختیار کے حصول کے لئے اب بھی کوشش کی جارہی ہے۔

- نائیجیریا میں زیادہ تر تیل کے ذرائع جنوب مشرقی خطے میں ہیں۔ Igbos سوچتے ہیں کہ انھیں تیل کے منافع سے زیادہ حصہ ملنا چاہیئے۔تیل کی دولت کا مقصد شمالی علاقے کی ترقی کے لئے استعمال ہورہا ہے اور کیا آپ سوچتے ہیں کہ بہتر کیا ہوگا اور فی الوقت اس مسئلے کا حل کیا ہوگا۔

کلیدی الفاظ:

زمینی اصلاحات	جاگیرداریت	جدید جمہوریت	جبری مزدور
کیمیائی اسلحہ	کمزور جمہوریت	متحدہ آفریقہ	

اپنے اکتساب کو بڑھایئے

1 درج ذیل کو جوڑ ملایئے۔

سن یاٹ سین	قوم کو فوجی حکمرانی دی
چیانگ کیشک	ماحولیاتی تحریک
ماؤزیڈانگ	قومی جمہوریت اور اشتراکیت
کین سارو ویوا	دہقانی انقلاب

2 چین میں دہوں سے عورتوں کے کردار میں تبدیلیوں کو تلاش کیجئے۔کیوں یہ روس اور جرمنی سے مشابہت اور فرق رکھتے ہیں؟

3 چین میں آمریت کے زوال کے بعد چین میں دو مختلف قسم کی حکومت تھیں۔ان میں کیا فرق اور یکسانیت پائی جاتی تھی؟

4 مندرجہ بالا باب میں بحث کئے گئے تمام ممالک زیادہ تر زراعت پر منحصر تھے۔ان ممالک نے اس کے عمل میں تبدیلی کے لئے کیا اقدامات کئے؟

5 مندرجہ بالا میں ذکر کئے گئے ممالک میں صنعتیا نے کے مالکین کون تھے اور اس نظام کی تبدیلی کے لئے کونسی پالیسیوں پر عمل کیا گیا؟ جدول بناکر اس کا تقابل کیجئے؟

6 ہندوستان اور نائیجریا میں قومی تحریکوں کا تقابل کیجئے۔کیا آپ وضاحت کرسکتے ہیں کہ یہ ہندوستان میں کیوں طاقتور تھیں؟

7 آزاد نائیجریائی ملک کن چیلنجس کا سامنا کررہا ہے؟ کس طرح سے یہ آزاد ہندوستان میں درپیش مسائل سے مشابہت اور فرق رکھتے ہیں؟

8 ہندوستان اور ویتنام کے برخلاف نائیجریا کو آزادی کے لئے سخت جدوجہد نہیں کرنی پڑی۔کیا آپ اس کے وجوہات بتلاسکتے ہیں؟

9 مندرجہ بالا ممالک کی قومی تحریکوں میں مدارس نے کیا کردار ادا کیا؟

10 ان ممالک میں آزادی کی جدوجہد کے لئے حکمرانوں کے خلاف جنگیں لڑنی پڑی۔اس کے اثرات تفصیل سے بیان کیجئے؟

باب
16

ہندوستان میں قومی تحریک۔ تقسیم اور آزادی (1939-1947)

آیئے ہم ہندوستان کی قومی تحریک کے آخری مرحلہ کا جائزہ لیتے ہیں اور ملک کی تقسیم کا سبب بننے والے حالات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔اس سلسلہ میں ملک کے عوام کو نہایت دشوار سوالات کا سامنا کرنا پڑا اور وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ نہایت تکلیف دہ جوابات کو قبول کرنا پڑا۔

کیا ہندوستانیوں کو دوسری عالمی جنگ (1939-42) کی تائید کرنا چاہیے تھا؟

آپ دوسری عالمی جنگ کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔جب 1939ء میں جنگ کا آغاز ہوا، ہندوستان کے اکثر صوبوں میں کانگریس کی وزارتیں قائم تھیں۔ برطانوی حکومت نے اس اصول کو تسلیم کرلیا تھا کہ ہندوستانیوں کو کسی حد تک حکومت میں شامل کرنا چاہیے۔ برطانوی پارلیمنٹ نے 1935ء میں قانون حکومت ہند منظور کیا۔جس کے مطابق صوبوں میں انتخابات منعقد کرانے اور منتخب ہونے والی پارٹی کے ذریعے حکومت بنانے کی گنجائش رکھی گئی۔البتہ حق رائے دہی آبادی کے ایک مختصر سے حصہ یعنی صوبائی اسمبلیوں کے لئے 12% اور مرکزی اسمبلی کے لئے 1% کو دیا گیا۔1937ء میں انگریزی حکومت کے زیرنگیں 11 صوبوں میں انتخابات کرائے گئے تو انڈین نیشنل کانگریس نے نہایت شاندار کامیابی حاصل کی۔گیارہ صوبوں میں سے آٹھ صوبوں میں کانگریس کے ’’وزیراعظم‘‘ انگریز گورنروں کی زیرنگرانی کام کرنے لگے۔

☆ کیا آپ کے خیال میں ہندوستانیوں کو 1935ء کے قانون کے تحت دئے گئے اختیارات کے لئے برطانوی حکومت کا شکر گزار ہونا چاہیئے تھا؟

☆ کیا آپ کے خیال میں ہٹلر کا عروج انسانیت کی آزادی کے لئے اس قدر بڑا خطرہ تھا کہ ہندوستانیوں کو اپنے ملک کی آزادی کے سوال کو التوا میں ڈال کر ایک آزاد دنیا کی بقاء کے لئے جنگ کرنا ضروری ہوگیا تھا؟

☆ آپ کے خیال میں دوسری عالمی جنگ میں برطانیہ کی تائید کرنے اور مخالفت کرنے کی وجوہات کیا ہوسکتی تھیں؟

اس وقت کانگریس کے قائدین کے سامنے ایک مشکل مسئلہ کھڑا ہوگیا۔کیا انہیں عالمی جنگ میں برطانیہ کی مدد کرنی چاہئے جو جرمنی، جاپان ،اٹلی اور دیگر مرکزی طاقتوں (Axis forces) کے خلاف جنگ کررہا تھا؟ برطانیہ نے ہندوستان کو جنگ میں شامل کرنے کا فیصلہ کرنے سے قبل کانگریس کے قائدین سے مشاورت کرنا بھی ضروری نہیں سمجھا۔ جنگ میں ہندوستان کی شمولیت کی تائید اور مخالفت میں لگ بھگ یکساں خیالات تھے۔

اس مسئلہ پر کانگریس کے قائدین کے خیالات منقسم تھے۔کانگریس کے اکثر قائدین نے ہٹلر، مسولینی اور فسطائیت (Facism) کے نظریہ کی مخالفت کی۔آزاد قوموں پر غلبہ پانے کے فسطائی نظریہ کے خلاف ان کا عزم مستقل اور واضح تھا۔کانگریس نے توقع کی کہ برطانیہ اپنے دوہرے معیار دیکھے کہ وہ یہ تو چاہتا ہے کہ ہندوستان فاشسٹوں کے خلاف اسکی تائید کرے مگر وہ خود ہندوستان کو آزادی دینے کے لئے یا کم ازکم

اڈلف ہٹلر کے نام ایک خط

عالی جناب ہٹلر،

برلن، جرمنی

عزیز دوست!

میرے دوست احباب مجھ سے شدت سے خواہش کر رہے تھے کہ آپ کو انسانیت کے ناطے ایک خط لکھوں۔ میں نے ان کی اس خواہش کی مدافعت کی کہ یہ سمجھ کر کہ میری طرف سے خط آپ کی شان میں گستاخی کا موجب نہ بن جائے۔ اور میں اپنی استدعا کو ایک قابل قدر بات سمجھ بیٹھوں۔

یہ بات عیاں ہے کہ آج آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو جنگ کو روک سکتے ہیں کیوں کہ یہ انسانیت کو وحشیانہ حالت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ چاہے کوئی چیز کتنی ہی قدر و قیمت کی حامل ہو یا نہ ہو آپ کو اسکی قیمت ادا کرنا ہی پڑتا ہے۔ کیا آپ اس شخص کی گزارش کو سنیں گے جو ان جنگی طریقوں پر بے حد شرمندہ ہے جو نتائج سے عاری ہیں۔ بہر حال میں آپ سے معافی کی امید کرتا ہوں اگر میں نے آپ کو خط لکھنے میں غلطی کی ہو۔ پھر بھی میں آپ کا مخلص دوست رہوں گا۔

آپ کا مخلص دوست

موہن داس کرم چند گاندھی

اسکا وعدہ کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔ برطانیہ نے اس حقیقت کو تسلیم تو کر لیا لیکن یہ بات ان کے لئے نا قابل قبول تھی کہ وہ اپنی بنی بنائی وسیع و عریض شہنشاہیت سے دستبردار ہو جائیں۔ برطانیہ میں مختلف سیاسی جماعتیں تھیں۔ عالمی جنگ کے دوران برطانیہ میں کل جماعتی حکومت تھی جسکی قیادت کنزرویٹو پارٹی کے قائد ونسٹن چرچل کر رہے تھے۔ کنزرویٹو پارٹی کے لوگوں کا خیال تھا کہ اس شہنشاہیت پر زیادہ سے زیادہ عرصے تک قبضہ برقرار رکھا جائے۔ اس کے برخلاف لیبر پارٹی ہندوستان کو آزادی دینے کے نظریہ کی حامی تھی۔

برطانیہ یہ چاہتا تھا جنگ کے بعد کہ ہندوستان کو تاج برطانیہ کے زیر اقتدار ایک خودمختار ریاست کا درجہ دیا جائے لیکن کانگریس نے مکمل آزادی کا تیقن چاہا۔ کانگریس نے اس بات کا مطالبہ بھی کیا کہ مرکز میں فوری ایک قومی حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے۔ لیکن برطانوی حکومت نے اس مطالبہ کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ اسے ہندوستان کے کئی دیگر طبقات کے مفادات کا تحفظ کرنا ہے۔ اس طرح برطانوی حکومت نے یہ ظاہر کرنا چاہا کہ کانگریس پارٹی تمام ہندوستانیوں مثلاً مسلمانوں کی نمائندگی کرنے والی جماعت نہیں ہے۔ اور حکومت کا خیال یہ بھی تھا کہ کانگریس کئی ہندوستانیوں کے مفادات کو نظر انداز بھی کر رہی ہے اور حکومت کو ہی ان طبقات کے مفادات کی حفاظت کرنا ہے۔

کانگریس برطانوی حکومت کی اس ہٹ دھرمی سے برہم تھی اور اس نے تمام صوبائی حکومتوں سے مستعفی ہونے کا فیصلہ کیا۔ اکٹوبر 1939ء میں کانگریس کی تمام وزارتوں نے جو 1937ء میں ہی بنی تھیں، استعفیٰ دے دیا۔

- کیا آپ کے خیال میں برطانوی حکومت کے برتاؤ کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے کانگریس کو کوئی دوسرا قدم اٹھانا چاہیے تھا؟
- برطانیہ نے کوئی تیقن دیئے بغیر ہی ہندوستانیوں کی تائید کیونکر حاصل کی؟ جبکہ 1939ء میں صرف تیقن دینے کا ہی مطالبہ کیا گیا تھا؟ کمرہ جماعت میں اس پر بحث کیجئے۔
- جب وزراء مستعفی ہو جاتے ہیں، حکومت کے روزمرہ معاملات کی انجام دہی کون کرتے ہیں؟

برطانوی حکومت نے دوران جنگ نظم وضبط کو برقرار رکھنے اور جنگ کی کامیابی پر توجہ مرکوز کرنے کے لئے خود کو خصوصی اختیارات سے لیس کرلیا۔اس طرح کوئی بھی فرد جو حکومت کی مخالفت کرتا بلا استثناء اسے جیل میں ڈالا جاسکتا تھا اور عدالتی کاروائی کے بغیر لمبی مدت کے لئے قید رکھا جاسکتا تھا۔اظہار رائے کی آزادی پر پابندیاں عائد کردی گئیں۔1940ء اور 1941ء کے دوران کانگریس نے سلسلہ وار کئی انفرادی ستیہ گرہوں کا اہتمام کیا تا کہ انگریز حکمرانوں پر جنگ کے اختتام کے بعد آزادی دینے کا وعدہ کرنے کے لئے دباؤ ڈالا جائے۔اس دوران کوئی بڑی عوامی احتجاجی تحریک منظّم نہیں کی گئی۔

○ فرض کیجئے کہ کانگریس کے قائدین اس وقت برطانوی حکومت کے خلاف شدت کے ساتھ احتجاج کرتے تو کیا ہوتا؟ کیا ایسا کرنا جدوجہد آزادی کی تقویت کا باعث ہوسکتا تھا؟

ملک کے عوام کی نمائندگی کون کرتا ہے؟

برطانوی حکومت ہندوستانی عوام سے ناراض اور مایوس تھی جو اسکے اقتدار کے خلاف بغاوتیں کررہے تھے۔اس لئے انگریزی حکومت نے کانگریس کو سبق سکھانے اور عوام میں اسکی مقبولیت کو گھٹانے کے لئے راستے تلاش کرنے شروع کئے۔برطانوی حکومت نے سارے ملک کے عوام کی نمائندگی کرنے کے کانگریس کے حق پر شدت سے اعتراض کیا اور اپنے شکوک کا اظہار کیا۔اور''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی پالیسی'' پر مزید زور شور کے ساتھ عمل کرنا شروع کیا۔

چنانچہ اس سمت میں قدم بڑھاتے ہوئے برطانوی حکومت نے مسلم لیگ کی حمایت کرتے ہوئے اسکے منصوبوں کی حوصلہ افزائی کرنے لگی اور کانگریس کی اہمیت کو گھٹا کر پیش کیا جانے لگا۔ان ہی برسوں میں مسلم لیگ اور اسکے قائدین جیسے محمد علی جناح نے عوامی سیاست میں سرگرم طور سے ابھر آئے۔

تصویر۔16.1: 1945ء شاہی ہندوستانی فوج دریائے آئراوتی کو پار کرتے ہوئے۔

تصویر۔16.2: دوسری جنگ عظیم کے دوران ہندوستان میں C-46 ہوائی جہازوں پر ہاتھیوں کے ذریعے رسد کو لادا جارہا ہے

مسلم لیگ

مسلم لیگ پارٹی کا قیام 1906ء میں عمل میں آیا۔1930ء تک یہ پارٹی اتر پردیش کے مسلم زمینداروں کے مفادات کی نمائندگی کرتی رہی اور اسے زیادہ عوامی تائید وحمایت حاصل نہیں تھی۔اس نے مطالبہ کیا کہ برطانوی حکومت کو چاہیے کہ وہ تمام کونسلوں میں خصوصی نشستیں وجود

میں لائے جس کے لئے صرف مسلمانوں کو ووٹ دینے کا حق ہو۔ اس کا کہنا تھا کہ اکثر علاقوں میں ہندوؤں کی اکثریت ہونے کی وجہہ سے کونسلوں کے لئے ہندو افراد ہی منتخب ہو جاتے ہیں اور مسلمانوں کو حکومتی سطح پر اپنے مفادات کی حفاظت میں دشواریاں آ رہی ہیں۔ اگر چند نشستوں کو صرف مسلم نمائندوں کے لئے مختص کر دیا جائے جس کے لئے علاقے کی مسلم آبادی ہی ووٹ دے تو کونسلوں میں پہونچنے والے مسلم ارکان مسلمانوں کے مسائل کو اجاگر کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ کانگریس نے بھی اس خیال سے اتفاق کیا اور 1909ء میں علاحدہ مجالس رائے دہندگان (Electorate) پر عمل کیا گیا۔ 1937ء میں صوبائی حکومتوں کا انتخاب ہوا تو مسلم لیگ نے ملک بھر میں 482 مسلم نشستوں میں سے 102 نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔ اسکے باوجود کانگریس نے کئی ایک مسلم نشستوں کے لئے بھی اپنے امیدوار کھڑے کئے کیونکہ اسے قومی پارٹی کی حیثیت سے جانا جاتا تھا نہ کہ صرف ہندوؤں کی پارٹی کی حیثیت سے۔ اور کانگریس نے 58 مسلم نشستوں پر مقابلہ کیا اور 26 میں کامیابی حاصل کی۔

1937ء میں مسلم لیگ کو انتخابات میں ڈالے گئے جملہ مسلم ووٹوں میں سے صرف 4.4 فیصد ووٹ حاصل ہوئے۔ صوبہ متحدہ، بمبئی اور مدراس میں مسلم لیگ مقبول تھی۔ البتہ وہ ان تین صوبوں میں کمزور تھی جہاں صرف دس برس کے اندر اندر پاکستان کا قیام عمل میں آنے والا تھا یعنی بنگال، شمال مغربی سرحدی صوبہ اور پنجاب۔ اسکے علاوہ سندھ میں بھی مسلم لیگ حکومت بنانے میں ناکام رہی تھی۔ مگر دس برسوں میں صورتحال یکسر تبدیل ہوگئی۔ 1946ء میں جس وقت صوبائی اور مرکزی اسمبلی کے لئے انتخابات منعقد ہوئے مسلم لیگ نے مسلم نشستوں پر فیصلہ کن کامیابی حاصل کر لی۔

- اقلیتوں کے مسائل کی یکسوئی کی اہمیت پر بحث کیجئے۔ یہ کیوں سمجھا گیا کہ اکثریت پر مبنی انتخابات اقلیتوں کی معاونت کے لئے کافی نہیں ہیں؟
- علاحدہ الکٹوریٹ (مجلس رائے دہندگان) کا قیام اقلیتوں کے مفادات کے تحفظ کا ایک طریقہ تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے کیا آپ دیگر چند طریقے تجویز کر سکتے ہیں؟ مثال کے طور پر کیا یہ اصول یا شرط معاون نہ ہوتی کہ کونسل کا کوئی غیر مسلم رکن مسلمانوں سے متعلق مسائل پر ووٹ دینے سے پہلے اپنے حلقے کے مسلم افراد سے مشاورت کرے؟ ایسا طریقہ کار کب کارگر ہوگا اور کن حالات میں یہ غیر موثر ثابت ہوگا؟

1937ء اور 1947ء کے درمیان کے عرصے میں مسلمانوں کے شعور میں کیا تبدیلی آئی؟ مسلم لیگ نے کئی ایک مسائل اٹھائے جنہیں کانگریس نظر انداز کر رہی تھی۔ مثال کے طور پر صوبہ متحدہ میں کانگریس نے لیگ کے ساتھ مل کر حکومت بنانے سے انکار کر دیا جہاں لیگ کو بھی قابل لحاظ نشستوں پر کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ کانگریس نے اپنے ارکان کو مسلم لیگ کی رکنیت حاصل کرنے سے منع کر دیا تھا جبکہ کانگریس کے پہلے ہندو مہا سبھا کے رکن بھی ہو سکتے تھے۔ مگر بعد میں مولانا ابوالکلام آزاد جیسے کانگریس کے مسلم قائدین کی جانب سے اعتراض اٹھائے جانے پر 1938ء سے اس پر امتناع عائد کر دیا گیا۔ اس طرح لیگ کو یہ تاثر قائم کرنے میں کامیابی ملی کہ کانگریس بنیادی طور پر ایک ہندو پارٹی ہے اور مسلمانوں کے ساتھ اقتدار میں ساجھے داری کو پسند نہیں کرتی ہے۔

ہندو مہا سبھا اور راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ

یہ وہ وقت تھا جب ہندو مہا سبھا اور راشٹریہ سوئم سیوک سنگھ عوام میں اپنی مقبولیت بڑھانے میں سرگرم رہے۔ ان تنظیموں نے چاہا کہ سارے ہندوؤں کو متحد کیا جائے تاکہ ذات پات اور طبقاتی امتیاز پر قابو پایا جائے اور انکی سماجی زندگی کی اصلاح کی جائے۔ انہوں نے اس پیام

کو عام کرنا چاہا کہ ہندوستان ہندوؤں کی سرزمین ہے جو یہاں اکثریت میں ہیں۔ کانگریس کے کئی لوگ ان تنظیموں کی سرگرمیوں سے متاثر تھے۔

کانگریس نے اپنے ارکان کے درمیان سیکولر خیالات کی ترویج کے لئے بہت کوشش کی۔ اس نے مسلم عوام سے ربط پیدا کر کے ان کی غلط فہمیوں اور غلط تاثرات کو زائل کرنے کی کوشش کی جو مسلم لیگ، ہندو مہا سبھا اور آر ایس ایس جیسی تنظیموں کے نظریات اور سرگرمیوں کی وجہ سے مسلمانوں کے ذہنوں پر حاوی تھے۔ کانگریس کا ایقان تھا کہ ہندو اور مسلم دو الگ الگ قومیں نہیں ہیں بلکہ واحد ہندوستانی قوم کا حصہ اور جز ہیں۔ بہر حال برطانوی حکومت ہندو غلبہ سے متعلق لیگ کے اندیشوں سے متفق نظر آتی تھی اور مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر لیگ کی تجاویز پر سنجیدگی سے غور کر رہی تھی۔

''پاکستان'' کی تجویز

اکثر لوگ مسلم اکثریتی علاقوں میں حکمرانی کے خصوصی انتظامات کی ضرورت محسوس کرنے لگے۔ مثال کے طور پر اردو کے مشہور شاعر علامہ اقبال جنھوں نے ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا'' ترانہ لکھا، 1930ء میں مسلم لیگ کے جلسہ میں اپنے خطبہ صدارت میں شمال مشرقی ہندوستان میں مسلم ریاست کی ضرورت کا خیال ظاہر کیا۔

ڈاکٹر بی آر امبیڈکر، پاکستان یا تقسیم ہند کا پیش لفظ-1940

پاکستان کی تقسیم کا سوال بعید از قیاس ہے یہ ایک ایسی اسکیم ہے جسے خاطر میں نہیں لانا چاہیے۔ مسلمان اس اسکیم پر غور کرنے کا اصرار کر رہے ہیں جبکہ برطانوی حکومت ہندو جارح اکثریت کے ہاتھوں میں اقتدار تھما کر اس کے وارثوں کو اقلیتوں سے نپٹنے کے لیے ایک میٹھی خوشی کی حیثیت سے اجازت نہیں دے سکتی۔ یہ استعماریت کا اختتام نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ دوسرے استعمار کو جنم دے گا

پاکستان یا ''پاک۔ستان'' کا نام (جو پنجاب، افغان، کشمیر، سندھ اور بلوچستان سے متعلق ہے) کیمبرج میں ایک پنجابی مسلم طالب علم چودھری رحمت علی نے پیش کیا۔ 1933ء اور 1935ء میں اپنے پمفلٹس کے ذریعے اس نوجوان طالب علم نے اس نئے علاقہ کو ایک علاحدہ قوم کے درجہ عطا کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ لیکن 1930ء کی دہائی میں رحمت علی کی اس تجویز کو ایک طالب علم کا خیال سمجھ کر بشمول مسلم لیگ اور دیگر مسلم قائدین کے کسی نے بھی خاطر میں نہیں لایا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا مسلم لیگ کی جانب سے اٹھائے گئے اکثریتی غلبہ کے سوال پر کانگریس کی ناکامی اور برطانوی حکومت کی ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' کی پالیسی نے سیاسی صورتحال کو یکسر تبدیل کر دیا۔ 23/مارچ 1940ء کو مسلم لیگ نے ایک قرارداد پیش کی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ برصغیر ہند کے مسلم اکثریتی علاقوں کو خود مختاری عطا کی جائے۔ اس مبہم قرارداد میں بھی تقسیم ملک یا پاکستان کا تذکرہ نہیں تھا۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ لیگ کی جانب سے اٹھائے گئے امور کی یکسوئی کے لئے مختلف متبادلات پیش کئے گئے جن میں سے ایک متبادل ایک نئی قومی مملکت پاکستان کا قیام بھی تھا۔ ان متبادلات پر بحث و مباحثے اور مذاکرات چلتے رہے اور تعطل کا شکار ہوتے رہے اور دھیرے دھیرے ایک علاحدہ مملکت پاکستان کا نظریہ تقویت اختیار کرنے لگا۔ کانگریس کو بھی مسلم لیگ کے قائد محمد علی جناح کے مطالبات کی تکمیل نہایت دشوار محسوس ہونے لگی۔

1940ء سے 1946ء کے دوران مسلم لیگ نے ایک علاحدہ ملک کی ضرورت اوراہمیت کے تعلق سے مسلم عوام کو قائل کرنے کی کامیاب کوشش کی۔کسان اور کاشتکار ایک ایسے ملک کا خواب دیکھنے لگے جہاں ہندو زمینداروں اور ساہوکاروں کی جانب سے ان کا استحصال نہیں کیا جائے گا۔تاجر اور ملازم پیشہ افراد یہ سوچنے لگے کہ نئی ریاست میں ہندو تاجروں اور ملازم پیشہ افراد سے مسابقت کا مسئلہ نہیں ہوگا۔اور وسیع تر مذہبی آزادی ہوگی۔مسلم شرفاء اور امراء کو اس بات کی آزادی حاصل ہوگی کہ وہ اپنی پسند کے مطابق اپنی حکومت چلائیں۔1942ء سے لیکر 1945ء تک جبکہ کانگریس کے اکثر قائدین جیل میں تھے لیگ نے اپنی عوامی بنیادوں کو مظبوط کرلیا۔

❍ مسلم لیگ کی سیاست سے لوگوں کو کن کن فائدوں کی توقعات ہونے لگیں؟ کیا انہیں کسی قسم کے خدشات تھے؟ان کے آگے کونسے سوالات تھے؟ بحث کیجئے۔

کون انگریزوں کو ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کرے؟

1941ء میں جاپان نے جنوب مشرقی ایشیاء کی طرف پیش قدمی کرنا شروع کیا اور اسکی وجہ سے ہندوستانی علاقوں پر بھی خطرہ منڈلا نے لگا۔اور برطانیہ کے لئے ضروری ہوگیا تھا کہ وہ جاپان وغیرہ کے خلاف جنگ میں ہندوستانی عوام کی تائیدوحمایت حاصل کرے۔ 1942ء میں برطانیہ کے وزیراعظم ونسٹن چرچل کو اپنے وزیروں میں سے ایک سر اسٹافورڈ کرپس کو ہندوستان روانہ کرنے پر راضی ہونا پڑا تا کہ وہ گاندھی جی اور کانگریس کے ساتھ مفاہمت کرے۔یہ مذاکرات اس وقت تعطل کا شکار ہوگئے جب کانگریس نے وائسرے پر زور دیا کہ وہ اپنی عاملانہ کونسل کے لئے رکن دفاع کے طور پر ایک ہندوستانی کا تقرر کرے۔

کرپس مشن کی ناکامی کے بعد مہاتما گاندھی نے برطانوی حکومت کے خلاف تیسری بڑی تحریک منظّم کرنے کا فیصلہ کیا۔یہ ''ہندوستان چھوڑ دو تحریک'' تھی جو اگست 1942ء میں شروع کی گئی۔اس تحریک کے دوران ایک موقع پر گاندھی جی کی گرفتاری کے باوجود نوجوان کارکنوں نے ملک بھر میں ہڑتالوں کو منظّم کیا اور پر تشدد کاروائیاں انجام دیں۔نوجوانوں کی کثیر تعداد نے کالجوں کا مقاطعہ کیا اور خود کو گرفتاری کے لئے پیش کیا۔خصوصی طوران خفیہ مزاحمتی کاروائیوں میں کانگریس کے سوشلسٹ ارکان جیسے جے پرکاش نارائن وغیرہ سرگرم تھے۔کئی اضلاع میں جیسے مغرب میں ستارہ اور مشرق میں مدنا پور میں آزاد حکومتوں کے قیام کا اعلان کیا گیا۔برطانوی حکومت نے پوری قوت سے اس تحریک کو کچلنے کی کوشش کی لیکن پھر بھی اس تحریک کو ختم کرنے کے لئے اسے ایک سال سے زائد عرصہ لگا۔

اسی دوران کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا نے برطانیہ کی جنگ کی پالیسی کی تائید کرنے کا فیصلہ کیا۔سوویت یونین پر نازیوں کے حملہ کی وجہ سے وہ چوکس ہوگئی اور عالمی سطح کے اس خطرے کو بھانپتے ہوئے اس نے جنگ کو عوامی جنگ سے موسوم کیا۔اس کے برخلاف گاندھی جی کا خیال تھا کہ انگریزوں کے ہندوستان چھوڑنے کے بعد ہندوستانی جاپان سے بہتر انداز میں نمٹ سکتے ہیں۔

امریکیوں اور یوروپیوں پر جاپان کی فتوحات نے ہندوستان کے لوگوں کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ایسے لگتا تھا کہ یورپ کی نوآبادیاتی طاقتیں بہت جلد شکست کھا جائیں گی۔جاپان ایک ایشیائی ملک ہونے کی وجہ سے یوروپی نوآبادیاتی طاقتوں کے خلاف نبرد آزما تھا۔ہندوستانیوں نے محسوس کیا کہ وہ برطانیہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوسکتے ہیں اور فیصلہ کن انداز میں لڑائی لڑ سکتے ہیں۔برطانیہ کی نسلی برتری کا تصور ٹوٹ کر پاش پاش ہو چکا تھا۔

تصویر16.3: سبھاش چندر بوس

سبھاش چندر بوس کا خیال تھا کہ برطانیہ کی دشواریوں سے حاصل ہونے والے موقع سے استفادہ کر نا چاہیے۔ان کا کہنا تھا کہ ہندوستان کی آزادی نہایت اہمیت کی حامل ہےاور برطانیہ کونکال باہر کرنے کے لئے ہمیں جاپان کی مدد لینا چاہئے۔وہ خفیہ طور پر جرمنی گئے اور وہاں سے جاپان جا پہنچے۔وہاں انہوں نے 1942ء میں ہندوستانی سپاہیوں پر مشتمل فوج تشکیل دی۔یہ سپاہی کون تھے؟ یہ دراصل وہ ہندوستانی سپاہی تھے جو برطانوی فوج میں شامل تھے اور جاپان نے برطانوی فوج کو برما اور ملایامیں شکست دے کر ان سپاہیوں کوقید کرلیا تھا۔یعنی یہ دراصل اسیران جنگ (Prisoners of war) تھے۔ سبھاش چندر بوس نے انہیں بھرتی کیا اوراس فوج کو ہندقومی فوج یا آزاد ہندفوج کا نام دیا۔بعد میں دیگر ہندوستانیوں نے بھی اس فوج میں شمولیت اختیار کی جن میں کئی خواتین بھی تھیں۔

- جاپانیوں نے اپنے جنگی قیدیوں کوسپاہیوں کی حیثیت سے بھرتی کرنے کی اجازت سبھاش چندر بوس کو کیوں دی؟
- ہندوستانی سپاہیوں نے ہندقومی فوج میں شمولیت کیوں اختیار کی؟
- ہندوستانی سپاہیوں کو جنگ میں ہار جانے اورانگریزوں کے ہاتھوں گرفتار ہونے کا خوف کیوں نہیں تھا؟انگریزان کے ساتھ کیا کر سکتے تھے؟

گاندھی جی،سبھاش چندر بوس کے منصوبوں سے اتفاق رائے نہیں رکھتے تھےاوران کا احساس تھا کہ جاپانی ہندوستان کوآزادکرانے والے نہیں ہوسکتے۔لیکن بوس نے اپنی منتخب کردہ راہ پر مستقل مزاجی سے جمے رہےاورتین سال تک ہندقومی فوج کی قیادت کرتے ہوئے جاپانی فوج کے ساتھ ملکر برطانیہ سے لڑتے رہے۔

درحقیقت یہ وقت ناقابل تصور حالات اوردشواریوں سے بھرپور تھا۔جنگ کے دوران ایک موڑ ایسا بھی آیا کہ اتحادی قوتوں کی شکست یقینی لگنے لگی۔مگر روس نے نازی فوج کے خلاف اسٹالن گراڈ میں شاندار کامیابی حاصل کر کے نازیوں کی کامیابیوں پر روک لگادی۔اتحادی طاقتوں نے دوبارہ پیش قدمی کرتے ہوئے دوسری عالمی جنگ میں کامیابی حاصل کرلی۔سبھاش چندر بوس کی ہندقومی فوج کو برطانوی فوج کے ہاتھوں شکست ہوگئی۔اس کے بعد اس بات کا پتہ نہیں چلا کہ بوس روپوش ہوگئے یا انتقال کرگئے۔

جون 1944ء میں جنگ کا اختتام قریب تھا برطانوی حکومت نے گاندھی جی کوقید سے رہا کردیا۔اور ہندوستان کی آزادی کے مسئلہ پر مذاکرات کے ایک اوردور پر اتفاق ہوا۔

- 1942-45ء کے دور کا جائزہ لیجئے۔آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ برطانوی حکومت کے خلاف ہندوستانیوں کی مزاحمت ابتداء کے مقابلے میں بہت زیادہ شدت اختیار کرگئی تھی؟

عوامی غیض وغضب میں شدت 1946-48

ہندقومی فوج کے سپاہیوں کو گرفتار کرلیا گیا اور برطانوی حکومت نے انہیں سزا دینے کا فیصلہ کرلیا۔ان سپاہیوں پر فوج سے غداری کا الزام لگا کر ان کا کورٹ مارشل کیا گیا اور پھانسی کی سزا سنائی گئی۔

- ان المناک واقعات کا تصور کیجئے اور سوچئے کہ ان واقعات کا اثر لوگوں کی زندگیوں پر کیا پڑا؟
- دیگر ہندوستانیوں نے کس قدر دہشت محسوس کی ہوگی جب انہوں نے دیکھا کہ برطانوی حکومت نے ہندقومی فوج کے سپاہیوں پر (جو ان کیلئے ہیرو تھے) مقدمات چلائے گئے اور غداروں کی طرح پھانسی پر لٹکا دیا گیا؟

سپاہیوں پر مقدمات کی کاروائی کے دوران ہندوستان کے مختلف حصوں میں بے چینی، ناراضگی اور بے اطمینانی کی کیفیت پھوٹ پڑی۔ قومی شعور کے اس عوامی لہر میں ہندو مسلم شناخت اور علاحدگی کی سیاست پس پشت چلی گئی۔مثال کے طور پر ہندقومی فوج کے بیشتر سپاہی جن پر غداری کے مقدمات چلائے گئے مسلمان تھے اور عوامی غصہ اور ہمدردی کی لہر نے سپاہیوں کی مذہبی شناخت کو کوئی اہمیت نہیں دی۔

اگر آپ خود کو ان برسوں میں محسوس کریں جب جنگ کا خاتمہ ہوا تھا تو ملک میں اس وقت کے حالات کو سمجھنا آسان ہوگا۔غذائی قلت، مہنگائی، کالابازاری اور ذخیرہ اندوزی سے عوام نہایت پریشان تھے۔کم اجرتوں کی وجہہ سے ورکرس میں غصہ تھا۔ریلوے اور ڈاک محکمہ کے ملازمین اور دیگر سرکاری ملازمین مہنگائی کے خلاف ملک بھر میں ہڑتالیں کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔

تصویر 16.4: ہندوستان کی آزادی کی خاطر 1946ء میں بغاوت کرنے والے بحری گارڈس کی یادگار

18رفروری 1946ء کو بمبئی بندرگاہ میں ہندوستانی بحریہ کے گارڈس نے غیر معیاری غذا اور برطانوی افسروں کے برے برتاؤ کے خلاف بھوک ہڑتال شروع کردی۔یہ ہڑتال بڑی تیزی سے بمبئی کے سمندر میں متعین بحریہ کے گارڈس اور پھر سارے ملک کے بحری اڈوں میں پھیل گئی۔باغی افراد نے بحری جہازوں کے مستول پر ایک ساتھ ترنگا، ہلال اور ہتھوڑا اور درانتی کے پرچموں کو لہرایا۔بحریہ کی ایک مرکزی ہڑتال کمیٹی منتخب کی گئی جسکے سربراہ ایم۔ایس۔خان کو بنایا گیا۔ہڑتال کمیٹی نے بہتر غذا، یوروپی اور ہندوستانی جہاز رانوں کے لئے مساوی تنخواہوں، ہندقومی فوج کے سپاہیوں اور دیگر سیاسی قیدیوں کی رہائی اور انڈونیشیاء سے ہندوستانی دستوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔

اس ہڑتال میں 78 بحری جہازوں، 20 ساحلی انتظامیوں اور بیس ہزار گارڈس نے حصہ لیا۔بمبئی کے سینکڑوں ہندو و مسلم طلباء ہڑتال کی تائید میں سڑکوں پر نکل آئے اور پولیس اور فوج سے متصادم ہوئے۔22رفروری کو تین لاکھ مل ورکروں نے بمبئی میں ہڑتال شروع کردی اور دو دن تک سڑکوں پر پولیس اور فوج سے پرتشدد تصادم ہوتا رہا۔

1946ء کا سال ملک کے مختلف حصوں میں ہڑتالوں اور کارخانوں وملوں میں کام بند کردینے کا سال رہا۔کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا اور سوشلسٹ پارٹی ان تحریکوں میں کافی سرگرم رہیں۔دیہی علاقوں میں بھی کافی جوش وخروش پایا جاتا تھا۔

بنگال میں چھوٹے غریب کسانوں کی جانب سے ایک احتجاج منظم کیا گیا اور انہوں نے کاشتکاری کے لئے بڑے زمینداروں کی زمینات پر قبضہ کرلیا۔ان کا مطالبہ تھا کہ انہیں پیداوار کا دوتہائی حصہ دیا جائے جبکہ اس سے قبل نصف حصہ اور اس سے بھی کم دیا جاتا تھا۔اس تحریک کو تیبھا گا تحریک کا نام دیا گیا جسکی قیادت صوبائی کسان سبھا نے کی۔

حیدرآباد میں کمیونسٹ پارٹی نے تلنگانہ کے علاقہ کسانوں کی ایک بڑی تحریک کی قیادت کی۔تلنگانہ کے کسانوں نے بڑے زمینداروں کے خلاف احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ انکے قرضوں کا کھاتہ بند کردیا جائے ، بندھوا مزدوری کا رواج ختم کیا جائے اور زمین ان لوگوں میں تقسیم کی جائے جو اس میں کاشتکاری کرتے ہیں۔کاشتکاروں نے حکمرانوں اور انکی فوجوں کے خلاف مزاحمت کرنے کے لئے ہتھیار اٹھالئے۔تقریباً تین ہزار گاؤں اس تحریک میں شامل ہوئے۔کاشتکاروں کی ایک اور مسلح بغاوت پونا پراویلار کے ٹرانکور میں ہوئی۔

- ملک کے عام لوگوں کے اقدامات کا جائزہ لیجئے ۔ وہ کن باتوں کا مطالبہ کررہے تھے؟
- یہ دیکھا گیا کہ مذکورہ بالا اکثر عوامی تحریکوں میں مذہبی امتیاز کی اہمیت نہیں تھی۔ان تحریکات میں عوامی اتحاد کے اسباب کیا تھے؟

مسلم لیگ اور کانگریس۔اقتدار کی منتقلی کے لئے مذاکرات

1945ء میں جب اعلیٰ سیاسی قائدین کے درمیان سیاسی مذاکرات کا آغاز ہوا تو برطانوی حکومت نے مکمل آزادی کی جانب ایک قدم کے طور پر مکمل طور پر ہندوستانی مرکزی مجلس عاملہ کی تشکیل پر راضی ہوگئی۔جو وائسرائے اور کمانڈر ان چیف کی کونسل کے علاوہ تھی۔اقتدار کی منتقلی کے مذاکرات اس وقت تعطل کا شکار ہوگئے جب مسلم لیگ نے یہ مطالبہ کیا اسے عاملانہ کونسل کے لئے تمام مسلم ارکان کو منتخب کرنیکا حق ملنا چاہئے۔یہ مطالبہ سب کے لئے قابل قبول نہ تھا۔کانگریس پارٹی کو کئی قوم پرست مسلمانوں اور پنجاب کی یونائٹیڈ پارٹی کی تائید حاصل تھی جس میں مسلم ارکان کثیر تعداد میں تھے۔اور انہوں نے بھی مسلم لیگ کے مطالبہ کو مسترد کردیا۔اسوقت ان مذاکرات میں کانگریس پارٹی کی قیادت مولانا ابوالکلام آزاد کررہے تھے کیونکہ وہ اس وقت کانگریس کے صدر تھے۔

1946ء میں صوبائی حکومتوں کے لئے انتخابات منعقد ہوئے۔مسلم لیگ نے مرکز کی تمام 30 مختص نشستوں پر اور صوبوں میں 509 میں سے 442 نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔اس طرح 1946ء کے آخر تک مسلم لیگ نے خود کو مسلمانوں میں بڑی پارٹی کی حیثیت سے منوالیا تھا اور اپنے دعوی کو درست ثابت کرنے کی کوشش کی کہ وہ ہندوستان کے مسلمانوں کے واحد نمائندہ جماعت ہے۔1946ء میں کانگریس نے عام حلقوں میں شاندار کامیابی حاصل کی اور 91 فیصد غیر مسلم ووٹ حاصل کئے۔

- مسلم لیگ کے کونسے مطالبات کانگریس کے لئے قابل قبول نہ تھے؟ کیا آپ کانگریس کے دلائل سے اتفاق کرتے ہیں؟
- آپ کے خیال میں 1946ء کے انتخابات کے نتائج عوام کے موڈ بارے میں کیا ظاہر کرتے ہیں؟

تقسیم کا ایک ممکنہ متبادل

مارچ 1946ء میں برطانیہ کی کابینہ نے تین ممبروں پر مشتمل ایک مشن کو دہلی روانہ کیا تکہ لیگ کے مطالبہ کا جائزہ لیا جائے اور آزاد ہندوستان کے لئے موزوں سیاسی ڈھانچہ کی تجویز پیش کی جائے۔اس کابینی مشن نے تین مہینے تک ملک میں دورہ کیا اور متحدہ ہندوستان کے اندر ایک سہ درجاتی وفاق کی سفارش کی۔ ابتداء میں ساری بڑی پارٹیوں نے اس سفارش کو قبول کرلیا۔ لیکن یہ منصوبہ بھی کارآمد نہ ہوا کیونکہ کابینی مشن کی سفارشات کی توضیح وترجمانی میں پارٹیوں میں شدید اختلافات ہوگئے۔ لہذا کابینی مشن کے منصوبہ کو نہ لیگ نے تسلیم کیا اور نہ ہی کانگریس نے تسلیم کیا۔

تصویر۔ 16.5 : جواہرلعل نہرو آزادی کے اعلان کے وقت

مسلم لیگ نے فیصلہ کیا کہ اسکے مطالبات کی تکمیل گفتگو اور مذاکرات سے نہیں ہوسکتی اس لئے اسے عوام کو سڑکوں پر نکل کر احتجاج کرنے کے لئے کہنا چاہیے۔اس لئے اس نے پاکستان کے مطالبہ کی تکمیل کے لئے اور 16/ اگسٹ 1946 کو Direct Action Day منانے کا اعلان کیا۔اس دن کلکتہ میں فسادات پھوٹ پڑے جو کئی دنوں تک چلتے رہے جس میں کئی ہزار افراد مارے گئے۔ مارچ 1947ء تک تشدد شمالی ہندوستان کے کئی علاقوں تک پھیل گئے۔

بڑے پیمانے پر فسادات کے مدنظر کانگریس نے مارچ 1947ء میں پنجاب کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے لئے رضامندی اختیار کی۔ جس کا نصف حصہ مسلم اکثریت کا اور باقی نصف ہندو اور سکھ آبادی پر مشتمل تھا۔کانگریس نے بنگال کے لئے بھی اسی اصول پر تقسیم کے لئے رضامندی اختیار کی۔

فبروری 1947ء میں Wavell کی جگہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو وائسرے بنایا گیا۔ماؤنٹ بیٹن نے آگے قدم بڑھانے کے لئے گفتگو وشنید کے آخری دور کا نظم کیا۔جب یہ دور بھی غیر فیصلہ کن رہا تو اس نے اعلان کیا کہ برٹش انڈیا (برطانوی حکومت کے تحت ہندوستانی علاقہ) کی تقسیم عمل میں آئے گی اور پھر اسے آزاد کردیا جائے گا۔ مسلم اکثریتی علاقے پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ، بلوچستان اور مشرقی بنگال پر مشتمل علاقہ کو نئی مملکت پاکستان قرار دیا جائے گیا۔ برطانوی حکومت سے پاکستان کو اقتدار کی رسمی منتقلی 14/ اگسٹ کو عمل میں آئے گی اور 15/ اگسٹ کو ہندوستان کو اقتدار منتقل کیا جائے گا۔ یہی وہ واحد قابل عمل حل تھا جو فسادات کے نہ رکنے والے سلسلہ اور قتل وغارت گری کو روک سکتا تھا۔جس کی وجہہ سے لوگوں میں نفرت اور خلیج بڑھتی جارہی تھی۔

The Statesman

(With which the FRIEND OF INDIA is incorporated.)

PUBLISHED SIMULTANEOUSLY FROM CALCUTTA AND DELHI.

Vol. CXIII. No. 23112 REG. No. C193 CALCUTTA, FRIDAY, AUGUST 15, 1947. TWO ANNAS.

TWO DOMINIONS ARE BORN

Political Freedom For One-Fifth Of Human Race

POWER ASSUMED BY INDIANS

Constituent Assembly Members Take The Oath

WORK FOR COMMON PROSPERITY

From Our Special Representative

NEW DELHI, Aug. 15.—Two new Dominions, India and Pakistan, were born at zero hour today, ushering in political freedom to 400 million people, constituting one-fifth of the human race.

AT a special session of the Indian Constituent Assembly, the House assumed full powers for the administration of the Indian Dominion.

NO DISTURBANCE IN CALCUTTA

No incidents of a communal nature occurred in Calcutta and Howrah yesterday.

AUGUST 15, 1947.

Close Friendship with Britain

Nehru's Reply to Mr. Attlee

VISCOUNT MOUNTBATTEN AWARDED EARLDOM

First Governor of W. Bengal

C. R. Sworn In This Morning

By a Staff Reporter

TWO HOLIDAYS

Joyful Scenes In Calcutta

Celebrations By Hindus And Muslims

By a Staff Reporter

REMARKABLE signs of a return to communal amity after a year of bloodshed were seen in Calcutta last night and early this morning. Almost unbelievable scenes of fraternity and rejoicing were witnessed in some of the hitherto worst-affected areas of Central and North Calcutta, particularly along Chittaranjan Avenue, Lower Chitpur Road, Zakaria Street, Harrison Road, Bowbazar Street and Dhurrumtollah Street.

Gandhi & Suhrawardy to Fast and Pray Today

Meeting Listens to Mahatma Without Interruption

By a Staff Reporter

First Cabinet of India Begins to Function

Pandit Nehru Heads Dominion Ministry of Fourteen

NEW DELHI, Aug. 14.—The first Cabinet of the Indian Dominion which will function from Aug. 15, announced tonight, will be headed by Pandit Nehru. The Cabinet consists of the following Ministers: Pandit Nehru, Prime Minister, External and Commonwealth Relations, Scientific Research.

INTERNATIONAL RIGHTS OF INDIAN DOMINION

CALCUTTA WEATHER

VOLKART SIMPLEX

QUALITY There is TRUTH in our Quality MODERN FURNISHERS

It's an OMEGA Ch. ABRECHT 6-S, CLIVE BUILDINGS CALCUTTA

Fig 16.6 : Newspaper report on Indian Independence. What different items can you identify in it? Discuss.

تقسیم ملک اور ترک وطن

مسلم مملکت پاکستان کے قیام کے بعد بے شمار لوگوں کو انتہائی تکلیف دہ اور نا قابل تصور صورتحال کا سامنا کرنا پڑا۔نئی مملکت میں بسے ہوئے اکثر ہندو لوگوں نے اپنے آپ کو وہاں غیر محفوظ خیال کرتے ہوئے وہاں سے ہندوستان آنے کا تہیہ کرلیا۔اور ایسی ہی صورتحال ہندوستان میں رہنے والے مسلمانوں کی اکثریت نے محسوس کی۔سب لوگوں نے اسکی خواہش نہیں کی اور نہ ہی سب کے سمجھ میں آیا کہ یہ کیوں ہو رہا ہے؟اپنے گھروں،گاؤوں اور شہروں کو چھوڑ کر جانے کے لئے مجبور ہونے پر انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف نفرت اور غصہ محسوس کیا۔لگ بھگ 1.5 کروڑ افراد (ہندو اور مسلم دونوں) گھر سے بے گھر ہوئے۔انہیں لوٹ لیا گیا،قتل کیا گیا اور جلایا گیا۔دو تا پانچ لاکھ لوگ مارے گئے جن میں ہندو اور مسلمان دونوں شامل تھے۔وہ پناہ گزینوں کے کیمپوں میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے اور ٹرینوں پر سفر کرتے ہوئے نئے مقامات کی تلاش میں نکل پڑے۔گاندھی جی کیمپوں اور دواخانوں میں فسادات سے متاثر افراد کی دلجوئی کرتے ہوئے اور امن و اخوت کا پیام پھیلانے لگے۔یہ وہ آزادی اور سوراج نہیں تھا جس کے لئے گاندھی جی نے سخت جدو جہد کی تھی۔بابائے قوم نے برت رکھا اور یہاں تک کہ پہلے یوم آزادی کا خوشی بھی نہیں منائی۔

گاندھی جی اور نہرو کی پیش قدمی میں کانگریس نے ایک قرارداد ''اقلیتوں کے حقوق'' پر منظور کی۔اس پارٹی نے کبھی دو قومی نظریہ کو قبول نہیں کیا۔اسکی مرضی کے برخلاف تقسیم کا سانحہ ہونے کے باوجود اس کا ایقان تھا کہ ہندوستان مختلف مذاہب،نسلوں کی سرزمین ہے اور رہے گی۔پاکستان میں جو بھی صورتحال ہو لیکن ہندوستان ایک سیکولر جمہوری مملکت رہے گا۔جہاں تمام شہری بلا امتیاز مذہب اپنے تمام حقوق سے استفادہ کریں گے اور جو مملکت کے تحفظ میں برابر کے ذمہ دار رہیں گے۔

تصویر۔ 16.8: تقسیم ملک کے مختلف مناظر۔لائف میگزین میں شائع تصاویر۔مارگریٹ بروک۔وائٹ کی تصاویر

گاندھی جی کا قتل

بابائے قوم گاندھی جی 15/ اگست 1947 کو بنگال کے نوکھالی مقام پر امن کو بحال کرنے کی کوششوں میں تھے۔ وہ 9/ستمبر 1947ء کو صدر مقام دہلی واپس ہوئے۔ وہ شمال مغربی ہندوستان میں ہونے والے فرقہ وارانہ تشدد سے سخت ناراض تھے اور خوف کی فضاء کو بحال کرنے کی کوشش کی۔ اس وقت انتہا پسند ہندو گروپ گاندھی جی اور ہندوستانی سیاست میں ان کے رول سے سخت برہم تھے۔ ان کے قتل سے دوروز قبل بھی ان پر ایک ناکام قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ 28/جنوری 1948ء کو گاندھی جی نے خود کہا ''اگر مجھے کسی پاگل فرد کی گولی سے مرنا پڑے تو میں ہنسی خوشی اسکے لئے تیار ہوں۔ مجھے کوئی غصہ نہیں ہوگا اور خدا کی یاد میرے دل اور میرے لبوں پر ہوگی۔''

آخر کار آزادی کے چھ ماہ بعد بابائے قوم گاندھی جی 30/جنوری 1948ء کو جب وہ ہمہ مذہبی عبادت میں شرکت کے لئے جا رہے تھے تو ان پر تین گولیاں چلائی گئیں اور وہ گر پڑے۔ خواہش کے مطابق ان کی زبان سے ''ہے رام'' نکلا۔ ان کا قاتل ناتھورام گوڈسے منظر سے غائب ہوگیا اور پھر بمبئی میں گرفتار ہوا۔ چونکہ وہ کسی وقت ہندو مہاسبھا کا انتہا پسند ممبر تھا اسی بناء پر اس تنظیم کے خلاف نفرت کی لہر پھیل گئی۔ 14/فبروری 1948ء کو آل انڈیا ہندو مہاسبھا نے اپنے سیاسی کاروبار کو التوا میں ڈالنے اور تنظیمی کام پر توجہ مرکوز کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسطرح متعصب گوڈسے نے خود اپنے دوستوں اور اپنے مشن کو نقصان پہنچایا۔

تصویر۔16.9: مہاتما گاندھی کا آخری سفر

ریاستوں کا انضمام

برطانوی حکومت کے زیر سایہ لگ بھگ 550 خودمختار دیسی ریاستیں تھیں۔ جب انگریز ہندوستان چھوڑ کر جانے لگے تو یہ ریاستیں بھی آزاد ہو چکی تھیں۔ انہیں کہا گیا کہ وہ ہندوستان یا پاکستان میں شامل ہونے یا آزاد رہنے کا فیصلہ کریں۔ ان ریاستوں کے عام لوگ عوامی تحریکوں میں شرکت کرکے جمہوری حقوق کے بارے میں باشعور ہو چکے تھے۔ اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ شاہی خاندانوں کو ان پر حکمرانی کا مزید موقع دیا جائے۔ ٹراونکور اور حیدرآباد میں کاشتکار اور کسانوں نے بااختیار زمینداروں کے خلاف مسلح بغاوتیں شروع کردی تھیں۔

کانگریس نے دیسی ریاستوں کے عوام کی تحریکوں کی حمایت کی اور اعلان کیا انہیں ہندوستان میں شامل ہوکر ملک کے دستور سازی میں حصہ لینا چاہیے۔ جولائی 1947ء کو سردار پٹیل کو اس کی ذمہ داری دی گئی۔ انہوں نے راجاؤں سے مذاکرات کئے اور ہندوستان میں شمولیت کی ضرورت کو واضح کیا۔ انہوں نے صاف انداز میں کہا کہ اگر وہ ایسا نہ کریں تو اتحاد کے عمل کو مکمل کرنے کے لئے ہندوستانی فوج کو روانہ کیا جائے گا۔ 15/ اگست 1947ء تک سوائے کشمیر، حیدرآباد اور جوناگڑھ کے ساری ریاستوں نے ہندوستان کے ساتھ شمولیت کے معاہدہ پر دستخط

یہ کتاب حکومت آندھرا پردیش کی جانب سے مفت تقسیم کے لئے ہے۔

کردیا۔ یہ تین ریاستیں بھی آئندہ دو برسوں میں ہندوستان میں شامل کرلی گئیں۔

حکومت ہند نے ان دیسی ریاستوں کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا اور راجاؤں کے ذاتی اخراجات کے لئے وظیفہ جاری کیا گیا جو پرائیوی پرس کے نام سے جانا جاتا ہے۔ علاقوں کا انضمام کرکے نئی انتظامی اکائیاں قائم کی گئیں۔ نئی ریاستوں کے قیام کا یہ پہلا مرحلہ 1956ء تک جاری رہا۔ 1971ء میں حکومت ہند نے دیسی حکمرانوں کو دیئے گئے پرائیوی پرس اور خطابات کو منسوخ کردیا۔

اس طرح آپ جس جدید ہندوستان کو جانتے ہیں وہ وجود میں آیا۔ 1947ء میں یہ ایک غریب ملک تھا جہاں کمترین انسانی ترقی کے نشاند ہندے اور انفرااسٹرکچرل سہولتوں کی کمی تھی۔ دوصد سالہ نوآبادیاتی تسلط نے ملک میں ترقی کے عمل کو کم کردیا اور عوام کی خوداعتمادی کو چکنا چور کردیا تھا۔ ایک جدید خودمکتفی اور مساوی رتبہ رکھنے والے ملک کی تعمیر ایک چیالنج بھی تھی اور ایک موقع بھی۔

کلیدی الفاظ

خودمختاری کا رتبہ　　پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو　　علاحدہ رائے دہی

اپنے اکتساب کو بڑھایئے۔

1۔ ایک جدول بنایئے اور اس میں بتلایئے کہ دوسری عالمی جنگ سے متعلق ہندوستان میں مختلف گروپوں اور افراد کا ردعمل کیا تھا؟ یہ گروپ کس قسم کے تذبذب اور شکوک کا شکار رہے؟

2۔ جرمنی میں یہودیوں اور دیگر طبقات پر ہوئے سفاکانہ مظالم کے پیش نظر، کیا آپ کے خیال میں جرمنی اور جاپان کی حمایت کرنا اخلاقی طور پر درست ہوتا؟

3۔ تقسیم ملک کے ذمہ دار عوامل کی فہرست بنایئے۔

4۔ تقسیم سے پہلے مختلف طبقات میں اقتدار کی ساجھے داری کے کونسے طریقے تجویز کئے گئے؟

5۔ انگریزوں نے ہندوستان میں پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی پالیسی پر کیسے عمل کیا؟ یہ نائجریا کے حالات سے کیسے مشابہت رکھتا ہے اور کیسے مختلف ہے جہاں کے حالات کے بارے آپ پڑھ چکے ہیں۔

6۔ تقسیم سے پہلے سیاست میں مذہب کا استعمال کن کن طریقوں سے کیا گیا؟

7۔ جدوجہد آزادی کے آخری سالوں میں کاشتکار اور ورکروں کو کیسے متحرک کیا گیا؟

8۔ تقسیم ملک کے واقعہ نے ملک کے عام لوگوں کی زندگیوں کو کیسے متاثر کیا؟ تقسیم کی وجہ سے ہونے والی عام نقل وطنی پر کیا سیاسی ردعمل سامنے آیا؟

9۔ مختلف دیسی ریاستوں کو نوآزاد ہندوستانی قوم میں شامل کرکے متحد کرنا واقعی ایک بڑا چیالنج تھا۔ بحث کیجئے۔

باب 17

آزاد ہندوستان کے دستور کی تیاری

دستور ہند پر ایک نظر

اس باب کو شروع کرنے سے قبل جماعت ہشتم کی سماجی علم کے باب 13 کو دوبارہ پڑھئے اور دستور ہند سے متعلق درج ذیل امور کی تکمیل کیجئے۔

1۔ دستور ہند کے بنانے میں چند اہم حصہ لینے والے تھے

1--------------- 2--------------- 3--------------- 4-----------

2۔ دستور ہند کے بنیادی تصورات کیا ہیں جن کا ذکر اس کے دیباچہ میں کیا گیا ہے؟

3۔ دستور ہند کے دیباچے کے ساتھ ذیل میں دیئے گئے دو دیباچوں کا مطالعہ کیجئے اور غور کیجئے کہ یہ تمام کیسے مشابہت رکھتے ہیں یا ان کے درمیان کیا فرق پائے جاتے ہیں؟ یاد رہے کہ ہر قوم کا دستور قوموں کی تعمیر کے دوران کے سیاسی واقعات کا مظہر بھی ہوتا ہے۔ دستور کی فکر اور اسکے تصورات کو متاثر کرنے والے سیاسی واقعات کو اس سے مربوط کرنے کی کوشش کیجئے۔ آپ جاپان کے پس منظر کا مطالعہ باب 13 میں کر سکتے ہیں جبکہ نیپال کے پس منظر کو اسی باب میں صفحہ نمبر 235 پر دیکھئے۔

نیپال کے عبوری دستور کا دیباچہ -2007

ہم نیپال کے عوام جو مقتدر و مختار مملکت ہیں، 2007ء سے قبل (یعنی 1951ء) سے اب تک نیپالی عوام کی تاریخی جدوجہد اور عوامی تحریکوں کے ذریعے تشکیل دیئے گئے عوامی منشور کا احترام کرتے ہیں جو جمہوریت، امن اور ترقی کی حمایت کرتا ہے۔ عہد کرتے ہیں مملکت کی ترقیاتی تعمیر کا، تاکہ ملک میں موجود طبقاتی، نسلی اور جنسی امتیاز پر مبنی مسائل حل کئے جائیں۔

ہم حکمرانی کے کثیر جماعتی مسابقتی نظام، شہری حقوق، بنیادی حقوق، انسانی حقوق، بالغ رائے دہی، معیادی انتخابات، صحافت کی مکمل آزادی، آزاد عدلیہ اور قانون کی حکمرانی کے تصور کے بشمول تمام جمہوری اقدار اور اصولوں پر اعتماد کلی کا اظہار کرتے ہیں۔

ہم نیپالی عوام کے حقوق، ان کے لئے دستور سازی کرنے، ان پر دستور کو نافذ کرنے، ڈر و خوف سے پاک ماحول میں دستور ساز اسمبلی کی تشکیل کے لئے آزادانہ اور منصفانہ انتخابات میں حصہ لینے کے حق کی ضمانت دیتے ہیں۔

ہم جمہوریت، امن، خوشحالی، سماجی اور معاشی ترقی و تبدیلی، ملک کے مقتدر اعلیٰ، اتحاد و یکجہتی، آزادی اور ملک کے وقار کو مرکزی حیثیت عطا کرتے ہیں۔

نیپال میں بادشاہت کو منسوخ کرتے ہوئے نیپال کا وفاقی عوامی جمہوریہ کی حیثیت سے اعلان کرتے ہیں۔
حالیہ عرصہ تک انقلابات اور تحریکات سے حاصل کی گئی کامیابیوں کو آئینی موقف دیتے ہوئے نیپال کے اس عبوری دستور (2007) کے نفاذ کا اعلان کرتے ہیں جو ایک سیاسی افہام و تفہیم کے بعد تکمیل پایا اور جو دستور ساز اسمبلی کے ذریعے ایک نئے دستور کی تیاری تک نافذ العمل رہے گا۔

جاپانی دستور کا دیباچہ 1946

ہم جاپان کے عوام نیشنل ڈائٹ میں ہمارے منتخب نمائندوں کے ذریعے عزم کرتے ہیں کہ ہمارے اور ہماری آئندہ نسلوں کے لئے تمام قوموں کے ساتھ پرامن تعاون کے ثمرات، اس سرزمین پر آزادی کی نعمت کے تحفظ کا اور طے کرتے ہیں کہ حکومتی سطح پر آئندہ کبھی جنگ کی ہولناکیوں کی طرف نہ جائیں گے۔ اور اعلان کرتے ہیں کہ عوام ہی اقتدار اعلیٰ کے مالک ہوں گے اور اس دستور کو پورے استقلال سے نافذ کرتے ہیں۔

حکومت عوام کا مقدس اعتماد ہے، جسکا اختیار عوام سے حاصل ہوتا ہے اور عوام کے نمائندے ان اختیارات کا استعمال کرتے ہیں اور اسکے ثمرات سے عوام بہرہ ور ہوتے ہیں۔ یہ انسانیت کا آفاقی کلیہ ہے جو اس دستور کی اساس ہے۔ اس دستور کے ذریعے ہم تمام متنازعہ دساتیر، قوانین، احکام اور فرمانوں کو مسترد اور منسوخ کرتے ہیں۔

ہم جاپانی عوام دائمی امن کی تمنا کرتے ہیں اور انسانی روابط و تعلقات کو باقی رکھنے والے اعلیٰ اقدار کا گہرا شعور رکھتے ہوئے، دنیا کے امن پسند لوگوں کی ایمانداری اور انصاف پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنی بقاء اور سلامتی کا عزم کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ دنیا سے ظلم و استبداد، غلامی، تشدد اور عدم رواداری کا خاتمہ کرنے والے اور امن کے تحفظ کی جدوجہد کرنے والے بین الاقوامی سماج میں ہم کو بھی باوقار مقام حاصل ہو۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ دنیا کے تمام لوگوں کو خوف و محتاجی سے آزاد ہوکر پرامن زندگی گذارنے کا حق حاصل ہے۔ ہمارا ایقان ہے کہ سیاسی اخلاقیات کے قوانین آفاقی ہیں کوئی ایک اکیلی قوم اسکی ذمہ دار نہیں ہے۔ ان قوانین کا احترام و اطاعت کرنا ایسی تمام قوموں پر لازم ہے جو اپنے اقتدار اعلیٰ کی بقاء کے متمنی ہیں اور دیگر قوموں کے ساتھ منصفانہ روابط استوار کرنا چاہتے ہیں۔

ہم جاپان کے عوام اپنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے ان برتر نظریات اور مقاصد کی تکمیل کرتے ہوئے اپنے قومی وقار کو بلند کرنے کا عہد کرتے ہیں۔

- آپ کے خیال میں ان ملکوں کے سیاسی پس منظر میں کیا مشابہت ہے اور کیا فرق ہے؟ وہاں دستور سازی سے قبل کے کیا حالات تھے؟ وہاں کے پچھلے حکمران کون تھے؟
- کس دستور کے دیباچے میں لفظ ''جنس'' کا تذکرہ ملتا ہے؟
- کس دستور کے دیباچے میں امن کی خواہش کا اظہار کیا گیا ہے؟

- عوام کی تحریکات کا اظہار دیباچہ سے کیسے ہوتا ہے؟
- دیباچوں میں ماضی کے اظہار میں کیا مشابہت اور کیا فرق ہے؟
- تین ملکوں میں مستقبل کے سماج کے بارے میں کس قسم کے عزائم کا اظہار کیا گیا؟
- سیاسی نظام کی ہیئت کے تعلق سے کیا عزائم ظاہر کئے گئے ہیں؟
- ان ملکوں میں شہریوں سے کون سے وعدے کئے گئے؟

نیپال کا پس منظر

نیپال میں پہلے انتخابات 1959 میں راجہ مہندرا کے منظور کردہ نئے دستور کے تحت ہوئے۔لیکن ایک سال کے اندر ہی اس منتخبہ حکومت کو بے دخل کردیا گیا اور حقیقی اقتدار راجہ نے دوبارہ حاصل کرلیا۔جمہوری حکومت کے لئے مسلسل عوامی تحریکات کے نتیجے میں 1991ء میں انتخابات ہوئے۔ان انتخابات میں نیپال کانگریس پارٹی کو کافی اکثریت کے ساتھ اقتدار حاصل ہوا۔کمیونسٹ پارٹی اس نظام حکومت سے مطمئن نہیں تھی جس میں بادشاہت کا غلبہ جاری تھا۔ وہ بادشاہت کی منسوخی اور سارے سیاسی نظام میں سدھار لانا چاہتے تھے۔یہ تحریک موافق بادشاہت اور مخالف بادشاہت گروہوں میں مسلح تنازعات میں تبدیل ہوگئی۔اور اسکا اختتام 2007ء میں بادشاہت کے خاتمہ پر ہوا۔

دستوری مباحث کا مطالعہ

کسی ملک کا دستور وہ بنیادی اصول اور ڈھانچہ مہیا کرتا ہے جس کے مطابق مملکت کام کرتی ہے اور قوم کا مستقبل تعمیر ہوتا ہے۔اسطرح دستور کے دو مقاصد ہوتے ہیں۔ پہلا یہ کہ شہریوں کے رول اور حقوق کو متعین کرنا اور حکومت اور اسکے اعضاء یعنی مقنّنہ، عاملہ اور عدلیہ کی ساخت اور اختیارات کو متعین کرنا وغیرہ، دوسرا یہ کہ مستقبل کے معاشرہ کی ہیئت کا تعین کرنا جو مملکت اور سماج کی مشترکہ کوششوں سے تعمیر ہوتا ہے۔بہر حال دستور کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ مستقبل کے لائحہ عمل کا خاکہ تیار کرے کہ کیسے موجودہ صورتحال کو استعمال کر کے آگے کی طرف قدم بڑھایا جائے۔

دستور سازی کا عمل 2007ء میں شروع کیا گیا لیکن 2014ء تک بھی پائے تکمیل کو نہیں پہونچا۔اسکا بڑا سبب نیپال میں موجود مختلف سیاسی رجحانات ہیں جو کئی بنیادی امور پر متفق نہیں ہورہے ہیں۔دستور کی تیاری کا عمل دراصل بحث و مباحثوں، مذاکرات، اختلافات کو نظر انداز کرتے ہوئے سب کے لئے قابل قبول لائحہ عمل کو تیار کرنا ہے۔آیئے دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں دستور سازی کا عمل کیسے ہوا۔

ہندوستان میں دستور کی تیاری

دستور ساز اسمبلی نے دستور ہند کو تیار اور منظور کیا۔یہ ہندوستانی عوام کی برطانوی حکومت سے آزادی کی طویل جدوجہد کا اختتام تھا۔جیسے ہی برطانوی حکومت نے یہ طے کیا کہ ہندوستان کو آزاد کردیا جائے، تب ایک نئے دستور کی ضرورت محسوس ہوئی جس کے مطابق ہندوستان کے عوام اپنی حکومت خود چلاسکیں اور اپنے لئے طویل مدتی مقاصد کو طے کرسکیں۔

اس مقصد کے لئے 1946ء میں صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے ذریعے دستور ساز اسمبلی تشکیل دی گئی۔دستور ساز اسمبلی کے ارکان کا

انتخاب صوبائی اسمبلیوں کے ذریعے بالواسطہ طور پر عمل میں آیا۔1946ء میں مقرر کردہ کابینی مشن نے ہر صوبے اور ہر دیسی ریاست یا ریاستوں کے گروپ کو نشستیں الاٹ کیں۔

اس کے مطابق صوبوں نے یعنی وہ علاقے جو راست برطانوی حکومت کے تحت تھے 292 ارکان کو منتخب کیا اور تمام دیسی ریاستوں نے 93 ارکان کو منتخب کیا۔اس پلان میں یہ تیقن بھی دیا گیا تھا کہ ہر صوبے میں تین اہم طبقوں کے ارکان یعنی مسلم، سکھ اور عام ارکان، ان کی آبادی کے تناسب سے ہوں گے۔کونسل نے یہ تیقن بھی دیا کہ درج فہرست اقوام کی جانب سے 26 ارکان کی نمائندگی ہوگی۔صوبائی اسمبلیوں میں ارکان کو الیکشن کے ذریعے منتخب کیا گیا جبکہ دیسی ریاستوں کے نمائندے مشاورت کے بعد نامزد کئے گئے۔بہر حال جملہ 217 ارکان میں سے صرف نو خواتین تھیں۔انڈین نیشنل کانگریس پارٹی تمام نشستوں میں سے 69% نشستیں حاصل کر کے سب سے بڑی پارٹی رہی جبکہ مسلم لیگ نے اسکے بعد دوسرا مقام حاصل کیا جس نے مسلمانوں کے لئے مختص نشستوں میں سے اکثر پر کامیابی حاصل کر لی۔ابتداء میں دستور ساز اسمبلی میں سارے برطانوی ہندوستان کے ارکان تھے لیکن 14 ر اگست 1947ء کے بعد چونکہ ملک ہندوستان اور پاکستان میں تقسیم ہو چکا تھا، پاکستانی علاقوں سے تعلق رکھنے والے ارکان پر مشتمل علاحدہ دستور ساز اسمبلی پاکستان کیلئے تشکیل دی گئی۔

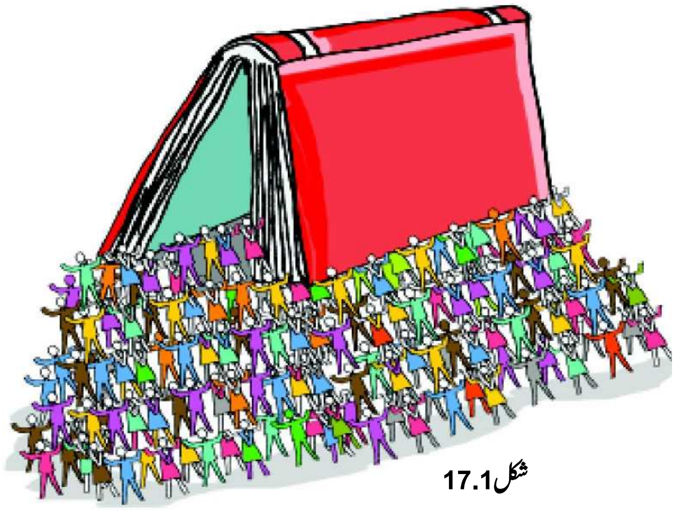

شکل 17.1

دستور ساز اسمبلی بالغ رائے دہی کے اصول پر منتخب نہیں ہوئی تھی بلکہ بالوسطہ طور پر اس کا انتخاب عمل میں آیا تھا اور مزید یہ کہ اس میں ہندوستانی سماج کے تمام طبقات کی نمائندگی نہیں تھی۔صرف 10% آبادی نے صوبائی انتخابات میں ووٹ دیا تھا۔دیسی ریاستوں کے نمائندوں کو بھی منتخب کرنے کے بجائے دیسی ریاستوں سے مشاورت کے بعد ارکان کو نامزد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔یہ فیصلہ آزادی کے وقت کے سنگین سیاسی حالات اور لوگوں میں بڑھتے تناؤ کی بنا پر وجود میں آئے خصوصی صورتحال کے پیش نظر کیا گیا تھا۔دیسی ریاستیں اسوقت تک بھی ہندوستانی یونین میں شامل ہونے کے لئے راضی نہیں تھیں اور ان میں سے کئی ریاستیں آزاد بادشاہتوں کی حیثیت میں باقی رہنے کی توقع کر رہی تھیں۔اس لئے ان کے نمائندوں کو دستور ساز اسمبلی میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ابتداء میں مسلم لیگ کے ارکان نے بھی دستور ساز اسمبلی کے

تصویر 17.2:اس تصویر میں مساوات اور انصاف کے نظریہ پر بحث کیجیے۔

اجلاسات میں شرکت نہیں لیکن بعد میں شرکت کرنے لگے۔

مکمل طور سے نمائندہ جماعت نہ ہونے کے باوجود دستور ساز اسمبلی نے اس بات کی کوشش کی کہ مختلف قسم کی آراء پر غور کرے اور اس نے اپنے کاموں کو بڑے پیانے پر عوام میں مشتہر کرنے کی کوشش کی تا کہ عوام اپنی تحریروں، اخبارات اور دیگر ذرائع سے اپنے خیالات اور ردعمل کا اظہار کرسکیں۔ جواہر لعل نہرو نے دستور ساز اسمبلی میں 13/ڈسمبر 1946 کو اپنا یہ فکر انگیز بیان دیا:

''۔۔۔۔ہندوستان کے جس مستقبل کا ہم تصور کرتے ہیں وہ کسی ایک یا دیگر گروپ یا طبقہ یا صوبہ تک محدود نہیں ہوگا بلکہ اس میں کل ہندوستان کے چار سو ملین عوام شامل ہوں گے۔۔۔۔ یہ ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے کہ ہم مستقبل کی نسلوں کو بھی ذہن میں رکھیں، اور یہ یاد رکھیں کہ ہم یہاں ایک پارٹی یا ایک گروپ کی خاطر نہیں بلکہ پورے ہندوستان اور اس میں رہنے والے چار سو ملین عوام کی فلاح و بہبود کے بارے میں سوچیں۔۔۔۔۔ میرے خیال میں وہ وقت آچکا ہے جس کے ہم اہل بھی ہیں، کہ ہم اپنے اور پارٹی کے اختلافات سے بلند ہوکر دور اندیشی، رواداری اور بہتر سے بہتر انداز میں اس عظیم مسئلہ کے بارے میں غور کریں جو ہمارے آگے ہے وہ یہ کہ ہم جس چیز کی تیاری کریں گے وہ سارے ہندوستان کے لئے گراں قدر اور بیش قیمت ہو اور دنیا اس بات کو تسلیم کرے کہ ہم اپنی ذمہ داری نبھائی ہے جیسے کہ اس عظیم مہم میں ہم نبھائیں گے۔''

ڈاکٹر بی آر امبیڈکر کی صدارت میں دستور کی ایک ''مسودہ ساز کمیٹی'' تشکیل دی گئی اور اسکا کام یہ تھا کہ وہ مختلف نقاط نظر پر غور کرتے ہوئے قطعی مسودہ تیار کرے۔ دستور کے کئی اہم پہلوؤں پر بڑی تفصیل کے ساتھ بحث و مباحثہ کئے گئے اور دستور ساز اسمبلی نے اپنی ان امور پر تفصیلی ہدایات بھی دیں۔ دستور کے قطعی مسودہ کو دستور ساز اسمبلی میں مباحث اور منظوری کے لئے پیش کیا گیا۔ آخر کار دستور ساز اسمبلی نے 26/نومبر 1949 ء کو دستور کو منظور کرلیا اور اسے 26/جنوری 1950ء سے نافذ کیا گیا۔ ذیل میں ہم دستور ساز اسمبلی کے چند اہم مباحث کا مطالعہ کریں گے تا کہ اس بات کا اندازہ ہو کہ ان اہم پہلوؤں کی کیسے قطعی صورت گری کی گئی۔

- دستور ہند کی ابتداء اس فقرہ سے ہوتی ہے ''ہم ہندوستان کے عوام۔۔۔'' کیا آپ کے خیال میں ہندوستان کے سارے عوام کی نمائندگی کا یہ دعوی درست اور منصفانہ تھا؟
- کیا آپ کا خیال ہے کہ ہندوستان کے سارے عوام ملک کے لئے دستور کی تیاری میں شرکت کرسکتے ہیں؟ کیا یہ ضروری تھا کہ تمام لوگ اس عمل میں سرگرمی کے ساتھ شریک ہوتے یا اس کی تکمیل کی ذمہ داری چند دانشوروں کے حوالے کرنی چاہیے تھی؟
- اگر پورے اسکول کے لئے کوئی دستور بنایا جائے تو اس میں کن کن کو شرکت کی اجازت دی جانی چاہیے اور کیسے؟

دستور سازاسمبلی کے مباحث کا مطالعہ

ڈاکٹر بی آر امبیڈکر نے 1948ء میں دستور کے مسودہ کو دستور ساز اسمبلی میں پیش کیا۔ انکی تقریر کے چند اقتباسات پڑھئے۔ ان کو دستور سازاسمبلی کی کاروائی میں ریکارڈ کیا گیا تھا۔ (تقریر کے بعض حصوں کو مختصر کیا گیا اور۔۔۔۔۔ کی علامت سے ظاہر کیا گیا)

بی آر امبیڈکر نے اپنی تقریر کا آغاز مسودہ کی تیاری کے طریقے پر روشنی ڈالتے ہوئے کیا۔ چونکہ دستور ساز اسمبلی عام بالغ رائے دہی کے اصول پر منتخب نہیں کی گئی تھی تو غور کیجئے کہ ارکان اور عام عوام کی زیادہ سے زیادہ شرکت کو یقینی بنانے کے لئے کیا اقدامات کئے گئے تھے۔

جمعرات۔ 4/ نومبر 1948ء دستور کا مسودہ

عزت مآب ڈاکٹر بی آر امبیڈکر۔۔: *محترم صدر صاحب!* میں مسودہ کمیٹی کی جانب سے تیار کردہ دستور کے مسودہ کو پیش کرتا ہوں اور اس پرغوروفکر کرنے کی گذارش کرتا ہوں۔

دستور ساز اسمبلی کی مقرر کردہ مختلف کمیٹیوں یعنی یونین کی اختیارات کی کمیٹی، یونین کی دستوری کمیٹی، صوبائی دستوری کمیٹی، بنیادی حقوق، اقلیتوں، قبائلی علاقوں کی مشاورتی کمیٹی وغیرہ کی تیار کردہ رپورٹوں پر دستور ساز اسمبلی کے فیصلوں کے مطابق دستور کی تیاری کی ذمہ داری مسودہ کمیٹی کو سونپی گئی تھی۔ دستور ساز اسمبلی کی ہدایت تھی کہ بعض امور میں 1935ء کی قانون کی دفعات و گنجائشات کو اپنایا جائے۔۔۔۔۔ میں امید کرتا ہوں کہ مسودہ کمیٹی نے دی گئی ہدایات پر بحسن خوبی عمل کیا ہے۔

دستور کا مسودہ ایک ناقابل فراموش دستاویز ہے۔ اس میں 395 دفعات اور 8 شیڈول ہیں۔ اس بات کو تسلیم کرنے میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ کسی ملک کا دستور اس قدر ضخیم نہیں ہوسکتا جتنا کہ اس دستور کا مسودہ ہے۔

دستور کے مسودہ پر غور وفکر کے لئے عوام کو آٹھ ماہ کا وقت دیا گیا۔ اس طویل عرصے میں دوستوں، نقادوں اور مخالفین کو کافی سے زیادہ وقت ملا کہ وہ دستوری گنجائشات پر اپنے ردعمل کا اظہار کریں۔

اب ہم دیکھیں گے کہ سیاسی تنظیم سے متعلق لائحہ عمل مرتب کرنے کے لئے ہمارے دستور نے کیسے دوسرے ملکوں کے تجربات سے استفادہ کیا۔ مسودہ کا تعارف پیش کرتے ہوئے صدر نشین بی آر امبیڈکر نے دوسرے ملکوں کے دساتیر کی اپنائی گئی خصوصیات پر روشنی ڈالی

- دستور کی مسودہ کمیٹی کی تشکیل آزادی کے لگ بھگ۔۔۔۔۔ دنوں کے بعد ہوئی۔
- دستور ساز اسمبلی نے پہلے مختلف خصوصی امور پر کمیٹیاں قائم کیں جیسے ــــــــــــــــــ، ــــــــــــــــــ اور ــــــــــــــــــ
- ان کمیٹیوں کے رپورٹوں پر ــــــــــــــــــ میں بحث و مباحثے کئے گئے اور کلیدی فیصلے کئے گئے۔
- ــــــــــــــــــ کمیٹی نے ڈاکٹر بی آر امبیڈکر کی صدارت میں ان فیصلوں کو قطعی شکل دی۔
- اس مسودہ میں برطانوی حکومت کے منظور کردہ ــــــــــــــــــ کی گنجائشات کو بھی شامل کیا گیا۔
- اس کے بعد مسودہ کو عوام کی دسترس میں ــــــــ ماہ تک رکھا گیا تا کہ وہ اس کا جائزہ لیں اور اس پر اپنی تجاویز پیش کریں۔
- دستور کے مسودہ میں ــــــــ دفعات اور ــــــــ شیڈول موجود تھے۔

ہے۔ان کا مطالعہ کرتے ہوئے مسودہ میں درج پارلیمانی نظام کے لئے درکار ادارہ جاتی ڈھانچہ کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ یادرہے کہ یہ تعارف ہندوستان کی آزادی کے ایک سال بعد پیش کیا گیا۔

پارلیمانی نظام (Parliamentary system)

”دستوری قانون کے کسی طالب علم کے سامنے دستور کی ایک نقل رکھی جائے تو وہ لازمی طور پر دوسوالات کرے گا۔ پہلا یہ کہ اس دستور میں کس طرز حکومت کا تصور کیا گیا ہے؟ اور دوسرا یہ کہ دستور کی وضع وہیئت کیا ہے؟۔۔۔۔۔۔میں پہلے سوال کے جواب سے ابتداء کرتا ہوں۔ دستور کے مسودہ میں کہا گیا کہ ہندوستانی یونین کا سربراہ ایک عہدیدار ہوگا جو یونین کا صدر کہلائے گا۔ یہ خطاب ہمیں ریاستہائے متحدہ امریکہ کے صدر کی یاد دلاسکتا ہے۔ مگر سوائے عہدے کے ناموں میں مماثلت کے امریکہ کی طرز حکومت اور دستور ہند کے مسودہ میں تجویز کردہ طرز حکومت میں کوئی بات بھی مشترک نہیں ہے۔ امریکہ کی طرز حکومت صدارتی طرز حکومت کہلاتی ہے اور دستور کے مسودہ نے پارلیمانی طرز حکومت کی تجویز پیش کی ہے۔ یہ دونوں بنیادی طور پر علاحدہ ہیں۔

امریکہ کے صدارتی طرز حکومت میں صدر عاملہ کا سربراہ ہوتا ہے۔ اسے نظم ونسق پر مکمل اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ دستور ہند کے مسودے کے تحت صدر کا مرتبہ برطانیہ کے بادشاہ کی طرح ہوتا ہے۔ وہ ملک سربراہ تو ہوتا ہے مگر عاملہ کا سربراہ نہیں ہوتا۔ وہ قوم کی نمائندگی کرتا ہے مگر قوم پر حکمرانی نہیں کرتا۔ وہ قوم کی شناخت ہوتا ہے۔ نظم ونسق میں اسکا مقام رسمی آلہ یا کسی مہر (اسٹامپ) کی طرح ہوتا ہے جسکے ذریعے قوم کے فیصلے جانے جاتے ہیں۔

امریکی دستور کے مطابق صدر کے تحت مختلف محکموں کے انچارج سکریٹریز ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے صدر کے ماتحت بھی مختلف محکموں کے انچارج وزراء ہوتے ہیں۔ یہاں بھی دونوں حکومتوں میں بنیادی فرق پایا جاتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے صدر کے لئے لازم نہیں کہ وہ اسکے سکریٹریز کے مشوروں کو تسلیم کرے۔ مگر ہندوستان کا صدر عموماً وزیروں کے مشوروں کا پابند ہوتا ہے۔ وہ نہ ان کے مشوروں خلاف کچھ کرسکتا ہے اور نہ ان کے مشوروں کے بغیر کچھ کرسکتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کا صدر اپنے کسی بھی سکریٹری کو کسی بھی وقت برطرف کرسکتا ہے۔ لیکن انڈین یونین کے صدر کو ایسا اختیار حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اسکے وزیروں کو پارلیمنٹ میں اکثریت کی تائید حاصل رہتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔“

- ہندوستان کے صدر کے اختیارات ____________ کے ____________ برعکس ____________ کے ____________ کے مماثل ہیں۔
- دستور ساز اسمبلی کا نظریہ ہے کہ ہندوستان کا صدر ____________ کے مشوروں پر عمل کرے۔
- آپ کے خیال میں برطانیہ کے بادشاہ اور ہندوستان کے صدر کے موقف میں کیا فرق ہے؟

وفاقیت (Federalism)

''تاریخ میں دو قسم کے دستور نظر آتے ہیں۔ پہلا وحدانی (Unitary) اور دوسرا وفاقی (Federal) کہلاتا ہے۔ وحدانی دستور کی دو لازمی خصوصیات ہیں۔ (1) مرکزی حکومت (Polity) کی برتری (یہاں Polity سے مراد سیاسی تنظیم یا حکومتی نظام ہے)۔ (2) ذیلی مقتدر حکومتوں کی عدم موجودگی۔ اس کے برعکس وفاقی دستور میں (1) مرکزی حکومت کے متوازی ذیلی حکومتوں (ریاستوں) کا وجود اور (2) ان میں ہر ایک حکومت اسے تفویض کردہ دائرہ اختیار میں مقتدر رہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر وفاق سے مراد دوہری حکومت کا قیام ہے (یعنی مرکزی اور ریاستی سطح پر)۔ ہمارے دستور کا مسودہ اس اعتبار سے وفاقی ہے کہ وہ دوہری حکومت کے قیام کی سفارش کرتا ہے۔ اس دوہری حکومت میں مرکز کی سطح پر یونین اور دوسری سطح پر ریاستیں ہوتی ہیں اور دونوں دستور کی جانب سے ان کو تفویض کردہ دائروں میں مقتدر اختیارات کا استعمال کرتے ہیں۔

دوہری حکومت کا یہ نظام امریکی دستور سے کافی مماثلت رکھتا ہے۔ امریکی حکومت بھی دوہری حکومت ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک کو وفاقی اور دوسری کو ریاستیں کہا جاتا ہے۔ جو دستور ہند کے مسودے میں مذکور یونین اور ریاستوں کی طرح ہیں۔ امریکی دستور کے تحت وفاقی حکومت نہ ریاستوں کی انجمن ہوتی ہے اور نہ ہی ریاستیں وفاقی حکومت کی اکائیاں یا ایجنسیاں ہوتی ہیں۔ بالکل اسی طرح دستور ہند میں تجویز کردہ ہندوستانی یونین نہ ریاستوں کی انجمن ہے اور نہ ہی ریاستیں مرکزی حکومت کی اکائیاں یا ایجنسیاں ہوتی ہے۔ بہر حال ہندوستانی اور امریکی دساتیر میں یکسانیت یہاں پر ختم ہوجاتی ہے۔ اوران دونوں میں پائے جانے والے اختلافات، مشابہتوں سے زیادہ اہم اور واضح نظر آتے ہیں۔

ہندوستان کا مجوزہ دستور واحد شہریت کے ساتھ دوہری حکومت کی سفارش کرتا ہے۔ یہاں پورے ہندوستان کے لئے ایک ہی شہریت پائی جاتی ہے۔ جو ہندوستانی شہریت کہلاتی ہے۔ اور کسی قسم کی ریاستی شہریت کا وجود نہیں ہوتا۔ ہر ہندوستانی کو شہریت کے یکساں حقوق حاصل ہوتے ہیں چاہے وہ کسی بھی ریاست کا رہنے والا ہو۔

مجوزہ ہندوستانی وفاق کی ایک اور امتیازی خصوصیت ہے جو اسے دوسرے وفاقوں سے ممتاز کرتی ہے۔ عام طور پر ایک وفاق میں دوہری حکومت کی وجہ سے اختیارات کی تقسیم پائی جاتی ہے۔ دونوں سطحوں پر علاحدہ علاحدہ قانون سازی، انتظامی اور عدالتی اختیارات

- وفاقی نظام میں ایک سے زیادہ حکومتیں ہوتی ہیں اور ہندوستان میں وہ-------اور -------سطح پر موجود ہیں۔ آپ-------ریاست سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ آپ کا تعلق----------قوم سے ہے۔
- کس قسم کا دستور مرکزی حکومت کو زیادہ اختیارات عطا کرتا ہے؟
- کس قسم کا دستور مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے اختیارات کو متعین کرتا ہے؟
- ہندوستانی ریاستیں کیسے ''مرکزی حکومت کی انتظامی اکائیاں یا ایجنسیاں نہیں ہیں؟''
- آپ کے خیال میں دستور سازوں نے کن وجوہات کی بناء پر ہندوستان اور ریاست کی دوہری شہریت کے تصور کو مسترد کردیا؟

کی وجہ سے قوانین، نظم ونسق اور عدالتی امور میں کافی تنوع پایا جاتا ہے۔ یہ تنوع ایک حد تک ہو تو تکلیف دہ نہیں ہوتا۔ حکومتی اختیارات کو مقامی ضرورتوں اور حالات کے مطابق ہم آہنگی پیدا کرنے والے کی حیثیت میں اس تنوع کا خیر مقدم کیا جانا چاہیے۔ لیکن جب یہی تنوع حد سے بڑھ جاتا ہے تو انتشار کا سبب بن سکتا ہے بلکہ کئی وفاقی ملکوں میں انتشار پھیلا چکا ہے۔ فرض کریں کہ اگر یونین میں بیس ریاستیں ہوں تو شادی وطلاق، وراثت، خاندانی تعلقات، معاہدات، ہرجانے، جرائم، اوزان و پیمانہ جات، رسائد اور چیکس، بنکوں اور تجارت، انصاف رسانی کے طریقہ کار، انتظامیہ کے معیار اور طریقہ کار میں سے ہر ایک کے لئے ہر ریاست میں علاحدہ علاحدہ قانون ہوگا۔ معاملات کی یہ صورتحال نہ صرف ملک کو کمزور کرتی ہے بلکہ شہریوں کے لئے بھی نا قابل برداشت ہوتی ہے اور انہیں اپنے افعال کے قانونی جواز کے لئے ایک ریاست سے دوسری ریاست کو گھومتے رہنا پڑتا ہے کیونکہ ایک فعل ایک ریاست میں قانونی ہو تو دوسری ریاست میں غیر قانونی ہوسکتا ہے۔ اس لئے دستور ہند کے مسودے نے ان وسائل اور طریقوں کو باہم متحد کرنے کی کوشش کی ہے جس کے ذریعے ہندوستان ایک وفاق بنے گا مگر ساتھ ہی ساتھ ان تمام بنیادی امور میں جو ملک کی یکجہتی کو برقرار رکھنے کے لئے لازمی ہیں یکسانیت باقی رہے گی۔ دستور کے مسودے نے اس کے لئے تین راستے اپنا ئے ہیں۔

(1) واحد مربوط عدلیہ

(2) بنیادی قوانین (دیوانی اور فوجداری) میں یکسانیت

(3) مشترکہ آل انڈیا سرویس (تمام اہم عہدوں پر بھرتی کے لئے)

ایک دوہری عدلیہ، دوہرا قانونی نظام اور دوہرے سول سرویس، دوہری حکومت کے منطقی نتائج ہیں جو وفاق میں لازمی طور پر موجود ہوتے ہیں۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں وفاقی عدلیہ اور ریاستی عدلیہ علاحدہ اور ایک دوسرے سے آزاد ہوتے ہیں۔ ہندوستانی وفاق میں دوہری حکومت ہونے کے باوجود دوہری عدلیہ نہیں پائی جاتی۔ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس مل کر ایک مربوط عدلیہ تشکیل دیتے ہیں۔ جو دستوری قانون، دیوانی اور فوجداری قانون کے تحت آنے والے تمام مقدمات کی یکسوئی کا اختیار رکھتے ہیں۔ یہ اس لئے تشکیل دیا گیا ہے کہ مقدمات کی یکسوئی کے طریقہ کار میں اختلافات کو ختم کردیا جائے۔ کینیڈا ہی وہ واحد ملک جو ایسی مماثلت والا نظام رکھتا ہے۔ جبکہ آسٹریلیا کا نظام بھی تقریباً ویسے ہی ہے۔ (وضاحت: بعض وفاقی ملکوں میں سپریم کورٹ کو ریاستی عدالتوں کے فیصلوں پر جو ریاستی قوانین سے متعلق ہوں نظر ثانی کا اختیار نہیں ہوتا۔ البتہ ہندوستان میں سپریم کورٹ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی بھی عدالت کے فیصلہ کے خلاف اپیل سن سکتی ہے اور فیصلہ کرسکتی ہے)

شہری اور اجتماعی زندگی کے لئے بنیادی حیثیت رکھنے والے قوانین سے تنوع کا خاتمہ کرنے میں حد درجہ احتیاط برتی گئی۔ دیوانی اور فوجداری قانونی نظام جیسے مساوی قوانین' تعزیزتی قوانین' جرائم کے قوانین' گواہی سے متعلق قوانین، جائداد کی منتقلی کے قوانین، شادی، طلاق، اور وراثت کے قوانین کو مشترکہ فہرست یا مرکزی فہرست میں جگہ دی گئی تاکہ وفاقی نظام کو ضرر پہنچائے بغیر درکار یکسانیت کا تحفظ کیا جاسکے۔ (وضاحت: وہ امور جن پر قانون سازی کی جاتی ہے مرکزی فہرست، ریاستی فہرست اور مشترکہ فہرست میں تقسیم کئے گئے۔ مرکزی

تصویر 17.5: سن 1950ء کے یوم جمہوریہ کا فضائی منظر

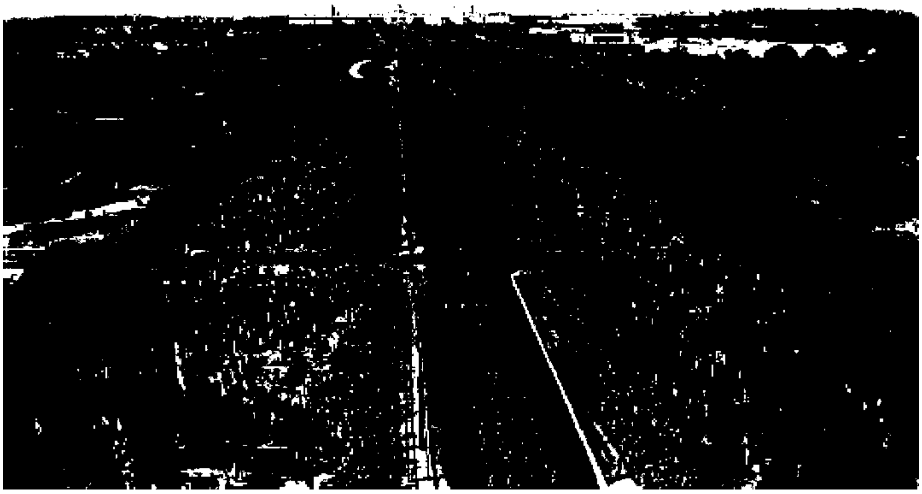

فہرست میں موجود امور پر صرف مرکزی حکومت ہی قانون سازی کر سکتی ہے اور ریاستی فہرست میں موجود امور پر ریاستیں ہی قانون بنا سکتی ہیں۔ مشترکہ فہرست کے امور پر قانون بنانے کا اختیار مرکزی اور ریاستی حکومتوں دونوں کو ہے۔ البتہ کوئی ریاست ایسا قانون بنائے جو مرکزی قانون کے برعکس ہو تو مرکزی قانون ہی درست قرار دیا جائیگا۔

دوہری حکومت جو ایک وفاقی نظام کا لازمی عنصر ہوتی ہے تمام وفاقی ملکوں میں دوہری سول سروس کے ذریعے چلائی جاتی ہے۔ ہر وفاقی ملک میں وفاقی خدمات (Federal Civil Services) اور ریاستی خدمات (State Civil Services) ہوتی ہیں۔ ہندوستانی وفاق کی دوہری حکومت میں دوہری خدمات ہوتی ہیں لیکن ایک استثنائی صورت کے ساتھ۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر ملک کے انتظامی ڈھانچے میں بعض عہدے ایسے ہوتے ہیں جن کو کلیدی عہدے کہا جا سکتا ہے کیونکہ وہ نظم ونسق کے معیار کو برقرار رکھتے ہیں۔ کسی وسیع اور پیچیدہ انتظامی ڈھانچے میں ایسے عہدوں کی نشاندہی آسان نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ نظم ونسق کا معیار ان کلیدی عہدوں پر متعین عوامی خدمتگاروں (Civil Servants) کے قابلیت ولیاقت پر منحصر ہوتا ہے۔ خوش قسمتی سے ہمیں ایک ایسا نظم ونسق ماضی سے حاصل ہوا ہے جو سارے ملک کے لئے مشترک ہے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ کلیدی عہدے کون کونسے ہیں۔ دستور میں یہ گنجائش رکھی گئی ہے کہ ریاستوں کے اپنے سول سرویس کو تشکیل دینے کے حق کو چھینے بغیر پورے ملک کے لئے کل ہند خدمات یعنی آل انڈیا سرویس تشکیل دی جائیں۔ ان سرویس کے لئے بھرتی یکساں تعلیمی قابلیت، مماثل تنخواہوں کے نظام کے ساتھ کل ہند سطح پر ہو اور ان کے ارکان کو ہی پورے ملک کے ان کلیدی عہدوں پر تعینات کیا جائے۔ (امبیڈکر یہاں پبلک سروس کمیشن کی تشکیل کی بات کر رہے ہیں جس کے ذریعے نہایت اہم عہدیدار (IAS, IPS) مرکزی حکومت اور ریاستی حکومتوں کے لئے بھرتی کئے جائیں۔)

- کیا آپ ہندوستانی وفاقی نظام اور امریکی وفاقی نظام کے درمیان اختلافات کی نشاندہی کر سکتے ہیں؟
- کیا دستور ہند ریاستوں کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے علاحدہ سول سرونٹس (عہدیداروں) کی بھرتی کا نظم کریں؟
- کیا ریاست کے تمام عہدیدار ریاستی سول سرویس سے متعلق ہوتے ہیں؟
- امریکہ میں مرکزی حکومت کی عدلیہ اور ریاستوں کی عدلیہ علاحدہ ہوتی ہیں۔ ہندوستان میں مرکز اور ریاستوں کے لئے ایک عدلیہ پائی جاتی ہے۔۔۔۔۔۔۔؟

دستور ساز اسمبلی کے مباحث کے دوران تنقید و اعتراض کی مثالیں

دستور کے مسودے پر کئی اعتراضات کئے گئے۔ جیسے کہ مولانا حسرت موہانی نے کہا کہ دستور صرف 1935ء کے قانون کی نقل ہے۔ اس بات کی یاددہانی کرائی گئی کہ جدوجہد آزادی کے دوران جب کابینی مشن نے ہندوستان کا دورہ کیا تھا، سیاسی گروپوں جیسے انڈین نیشنل کانگریس نے عام حق بالغ رائے دہی کا مطالبہ کیا تھا اور 1935ء کے قانون کی مخالفت کی تھی۔ بعض لوگوں نے جن میں دامودر سوروپ سیٹھ جیسے سوشلسٹ شامل تھے اعتراض کیا کہ دستور کے مسودے کی تیاری میں سوویت یونین جیسے جدید دور کے دساتیر کو مدنظر نہیں رکھا گیا اور ہندوستانی پس منظر میں دیہاتوں کی مرکزیت کو نظر انداز کیا گیا۔ ڈی ایس سیٹھ نے یہ بھی بحث کی کہ دستور ساز اسمبلی کے ارکان بالغ رائے دہی کے اصول پر منتخب نہیں ہوئے۔ آیئے ان اعتراضات کا مطالعہ کرتے ہیں۔

ڈی ایس سیٹھ: ''جناب، ہمارا ہندوستانی جمہوریہ ایک یونین بننے جا رہا ہے، چھوٹی چھوٹی خودمختار جمہوریاؤں کی یونین۔۔۔۔۔ ہمارے ملک کی اس یونین کو مرکزیت پر اس قدر زور نہیں دینا چاہیے جتنا کہ ہمارے قابل ڈاکٹر امبیڈکر نے دیا ہے۔ مرکزیت ایک اچھی چیز ہے اور بوقت ضرورت مفید بھی ہوتی ہے لیکن ہم کو یہ نہ بھولنا چاہیے کہ مہاتما گاندھی اپنی ساری زندگی اس حقیقت پر زور دیتے رہے کہ اختیارات کی زیادہ مرکوزیت اسے مطلق العنان بنا دیتی ہے اور فسطائی نظریات کی طرف لے جاتی ہے۔ مطلق العنانیت اور فاشزم یا فسطائیت سے تحفظ کا واحد راستہ صرف اختیارات کی زیادہ سے زیادہ غیر مرکوزیت ہے۔ اور ہم نے اختیارات کی مرکوزیت کا وہ طریقہ اپنا نے جا رہے ہیں جسکی نظیر دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ مگر اختیارات کی مرکوزیت کا منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم دھیرے دھیرے فسطائیت کی جانب بڑھیں گے۔ وہی فسطائیت جسکی ہم نے طویل عرصے سے مخالفت کی اور آج بھی اسکی شدید مخالف کا دعویٰ کرتے ہیں۔''

- ڈی ایس سیٹھ اور دستور کی مسودہ کمیٹی کے خیالات کسطرح یکساں یا مختلف تھے؟
- معلوم کیجئے کہ 42 ویں دستوری ترمیم کے بعد دیہاتوں کو کس قسم کی خودمختاری عطا کی گئی ہے؟

بنیادی حقوق پر مباحث کی مثال

حق مساوات کے تناظر میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ''چھوت چھات'' کو قانونی طور پر منسوخ کر دیا جائے۔ آیئے بنیادی حقوق پر مباحث کا مطالعہ کرتے ہیں تاکہ مختلف نقاط نظر کو سمجھنے میں مدد ملے۔

منگل، 29/اپریل، 1947ء

محترم صدر صاحب: عزت مآب ڈاکٹر راجندر پرساد

جناب پرموتھا رنجن ٹھاکر: جناب، ۔۔۔۔۔ ایک نکتہ جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہوں گا وہ چھوت چھات سے متعلق شق 6 ہے جس میں کہا گیا کہ

''چھوت چھات کسی بھی شکل میں منسوخ قرار دیا گیا اور اس بنیاد پر کسی نااہلیت کا لزوم ایک جرم تصور ہوگا۔''

یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے کہ آپ کیسے ذات پات کے نظام کو ختم کئے بغیر چھوت چھات کا خاتمہ کر سکیں گے۔ جبکہ چھوت چھات بذات خود ایک بیماری نہیں بلکہ بیماری کی علامت ہے جسے ہم ذات پات کا نظام کہتے ہیں۔ جب تک ہم ذات پات کے نظام کو کچھ نہیں کر پاتے، چھوت چھات کے مسئلہ کو ظاہری طور پر منسوخ قرار دینے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

ایس سی بنرجی: محترم صدر صاحب، لفظ 'چھوت چھات' وضاحت کا متقاضی ہے۔ یہ لفظ ہمارے درمیان گذشتہ 25 سال سے مروج ہے لیکن اسکے معنی و مطلب کے تعلق سے ہم میں ابھی تک الجھن پائی جاتی ہے۔ بعض اوقات اس سے مراد صرف ایک گلاس پانی لینا ہوتا ہے تو بعض مرتبہ 'ہریجنوں' کے مندروں میں داخلہ کے معنی میں لیا جاتا ہے۔ کبھی اسے بین ذاتی طعام سمجھا جاتا ہے تو کبھی بین ذاتی شادی بیاہ خیال کیا جاتا ہے۔ مہاتما گاندھی نے جو 'چھوت چھات' کی سب سے زیادہ وضاحت کرنے والے تھے، اسے مختلف طریقوں سے استعمال کیا ہے اور انہوں نے مختلف مواقع پر اسکا استعمال مختلف معنوں میں کیا ہے۔ اس لئے جب ہم لفظ 'چھوت چھات' کا استعمال کرنے جا رہے ہیں تو ہمارے ذہنوں میں یہ واضح ہونا چاہیے کہ ہم درحقیقت اس کا کیا مطلب لیتے ہیں اور اس کا حقیقی منشا کیا ہے؟

میرے خیال میں ہمیں چھوت چھات اور ذات پات کے امتیاز میں فرق نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ جیسا کہ جناب ٹھاکر نے کہا چھوت چھات صرف ایک علامت ہے، اور اسکی بنیادی وجہ ذات پات کا امتیاز ہے اور جب تک بنیادی وجہ کا خاتمہ نہیں ہوجاتا، چھوت چھات کسی نہ کسی شکل میں باقی رہے گا اور جب ہم ایک آزاد ہندوستان کو حاصل کرنے کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں، تو یہ توقع کرنی چاہیے کہ ہر فرد مساوی سماجی حالات سے استفادہ کر سکے گا۔

سری روہنی کمار چودھری: ۔۔۔۔۔ چھوت چھات کی تعریف کرتے ہوئے یہ بات واضح طور پر کہا جانا چاہیے کہ: چھوت چھات سے مراد کوئی ایسا فعل ہے جو مذہب، ذات یا کسی جائز پیشہ سے امتیاز برتنے کے لئے کیا جائے۔۔۔۔۔

جناب کے ایم منشی: جناب میں اس ترمیم کی مخالفت کرتا ہوں۔ اگر تسلیم کی جائے تو اس کے بجائے یہ تعریف مناسب ہوگی کہ کوئی بھی امتیاز جو مقام پیدائش یا ذات یا جنس کی بنیاد پر روا رکھا جائے 'چھوت چھات' ہے۔

The Statesman

LATE CITY EDITION

PUBLISHED SIMULTANEOUSLY FROM CALCUTTA AND DELHI

CALCUTTA, THURSDAY, JANUARY 26, 1950

INDIA EMERGES AS REPUBLIC TODAY

SOEKARNO ADDRESSES INDIAN M.P.s

CONGRATULATIONS ON BIRTH OF NEW REPUBLIC

Communists Expel British Managers

BURMA OILFIELDS WORKERS' CLAIM

Gunmen Kill Two Policemen

Incident In Howrah Village

Of Significance To People, Says Nehru

CALL FOR UNITY AND TOLERANCE

Offer Of Friendship To All Nations

NEW DELHI, JAN 25.—INDIA EMERGES TODAY AS A "SOVEREIGN DEMOCRATIC REPUBLIC" UNDER THE NEW CONSTITUTION.

"Undoubtedly, Jan 26, 1950, is a day of high significance for India and the Indian people," declared Pandit Nehru, Prime Minister, in a broadcast to the people last night.

TODAY'S PROGRAMME IN CALCUTTA

Proclamation As Republic

Ceremony This Morning

Night Curfew In Bandoeng

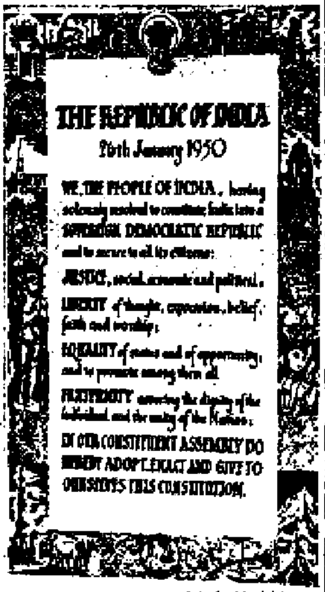

THE REPUBLIC OF INDIA

26th January 1950

WE, THE PEOPLE OF INDIA, having solemnly resolved to constitute India into a SOVEREIGN DEMOCRATIC REPUBLIC and to secure to all its citizens:

JUSTICE, social, economic and political;

LIBERTY of thought, expression, belief, faith and worship;

EQUALITY of status and of opportunity; and to promote among them all

FRATERNITY assuring the dignity of the individual and the unity of the Nation;

IN OUR CONSTITUENT ASSEMBLY DO HEREBY ADOPT, ENACT AND GIVE TO OURSELVES THIS CONSTITUTION.

2 Of Crew Killed In Plane Crash

On Way To Calcutta From Gauhati

REPUBLIC DAY HOLIDAY

PROVINCIAL BORDERS TO BE "RATIONALIZED"

Hallmarks of quality

"REXINE" • "VYNIDE"

Years of manufacturing experience and technical research have produced "Rexine" and "Vynide"—the two I.C.I. products world famous in the leathercloth trade. Ideal for car and furniture upholstery, desk-top covering, book-binding and all similar applications.

They are colour fast, hardwearing, weather-proof, water-proof and washable. The only maintenance they need is an occasional cleaning with soap and warm water.

IMPERIAL CHEMICAL INDUSTRIES (INDIA) LTD.

- مذکورہ بالا بحث میں پیش کئے گئے خیالات میں کیا فرق تھا؟
- اگر آپ کو اس مباحثہ میں شرکت کا موقع دیا جاتا تو آپ کیا حل تجویز کرتے تھے؟
- کیا آپ کے خیال میں یہ بہتر تھا کہ دستور میں اس اصطلاح (چھوت چھات) کو تعریف کے بغیر رکھا جاتا؟ اپنی رائے کے لئے وجوہات بیان کرو
- کیا آپ اس خیال سے اتفاق کرتے ہیں کہ دستور کو صرف چھوت چھات کو ختم کرنے کی بات کرنے کے بجائے ذات پات کے نظام کے تمام پہلوؤں کا خاتمہ کرنا چاہیے تھا؟ آپ کے خیال میں یہ کیسے ہوسکتا تھا؟

جناب دھیر یندر ناتھ دتہ : جناب ، چاہے روہنی کمار چودھری کی تجویز کردہ تعریف قبول کی جائے یا نہ کی جائے لیکن میرے خیال میں یہ بجا طور پر ضروری ہے کہ اسکی کوئی نہ کوئی تعریف متعین کی جائے۔ یہاں کہا گیا کہ چھوت چھات کسی بھی شکل میں ہو وہ جرم ہوگا۔ ایک مجسٹریٹ یا جج کو جو جرائم سے متعلق فیصلے کرتا ہے چھوت چھات کی از خود تعریف متعین کرے گا۔ ایک جج کے لئے جو چیز چھوت چھات کے دائرے میں آئے گی وہی چیز دوسرے جج کی نظر میں چھوت چھات نہیں ہو سکتی۔ نتیجے کے طور پر جرائم سے متعلق انصاف رسانی میں یکسانیت نہیں ہوگی۔ اور ججوں کے لئے مقدمات کے فیصلے کرنا نہایت دشوار ہو جائے گا۔

مناسب سزائیں دینے میں آسانی ہو سکے۔

(آخر کار یہ طے پایا کہ چھوت چھات کی تعریف کو دستور میں جگہ نہ دی جائیگی اور مقنّنہ پر یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ مستقبل میں اس تعلق سے موزوں قانون سازی کرے۔)

دستور اور سماج کی تعمیر

دستور ہند کے بنانے والوں کو اس حقیقت سے واقفیت تھی کہ ہندوستانی سماج نے عدم مساوات، ناانصافی اور محرومی سے ابھی چھٹکارہ حاصل کیا ہے اور نوآبادیاتی پالیسوں کا شکار رہا ہے جو اسکی معیشت کا استحصال کرتے رہے۔ اس لئے دستور میں سماجی تبدیلی اور ترقی کو اسکا جائز مقام دینا ضروری تھا۔ جواہر لعل نہرو نے دستور ساز اسمبلی میں کہا تھا" قوم کو چاہیے کہ وہ اپنے ماضی کے سیاسی وسماجی ڈھانچے کے خول کو اتار پھینکے اور اسکے لئے ایک نیا لباس خود ہی تیار کرے۔

اس لئے دستور میں سماجی تبدیلی کے لئے کئی گنجائشات رکھی گئی ہیں۔ آپ نے چھوت چھات کی منسوخی کے بارے میں پڑھا ہے۔ اس کے لئے ایک اور بہترین مثال درج فہرست اقوام اور درج فہرست قبائل کے لئے تحفظات کی دستور میں گنجائش رکھنا ہے۔ دستور ساز اس بات کو سمجھتے تھے کہ صرف مساوات کا حق عطا کر دینے سے ان طبقات کے ساتھ برسوں سے ہوئی ناانصافیوں کا ازالہ نہیں ہوسکتا اور نہ ہی ان کو ووٹ کا حق دینے کے کا کوئی مطلب ہوسکتا ہے۔

ان کے مفادات کی ترقی کے لئے خصوصی دستوری اقدامات کی ضرورت تھی۔ اس لئے دستور سازوں نے درج فہرست اقوام اور درج فہرست قبائل کے مفادات کا تحفظ کرنے کی خاطر کئی خصوصی گنجائشیں فراہم کیں جیسے کہ مجالس قانون ساز میں ان کے لئے نشستیں مختص کرنا۔

دستور نے حکومت کو اس بات کی اجازت بھی دی ہے کہ عوامی شعبہ میں ان طبقات کے لئے ملازمتوں میں تحفظات فراہم کئے جائیں۔

دستور نے اپنے ''ریاستی پالیسی کے رہنمایانہ اصولوں'' کے ذریعے حکومت کے آگے کئی سماجی متبادلات رکھے ہیں۔ سماجی تعمیر کا ایک اہم پہلو اقلیتوں کے حقوق کا مسئلہ ہے۔ دستور سازوں کے ذہن میں یہودی اقلیتوں کو نازی جرمنی کی جانب سے کچل دیئے جانے کا افسوسناک تجربہ موجود تھا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ اقلیتی طبقات کو خصوصی تحفظ دیا جائے تاکہ وہ یہ خیال نہ کریں کہ اکثریت کی جانب سے انہیں بے حیثیت کر دیا جارہا ہے۔ ان ہی حقوق میں سے ایک حق مذہبی اقلیتوں کا حق ہے جس کے مطابق وہ اپنے ذاتی تعلیمی ادارے قائم کر سکتے ہیں۔ یہ ادارے حکومت سے مالیہ (فنڈس) بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

دستور کی موجودہ حالت

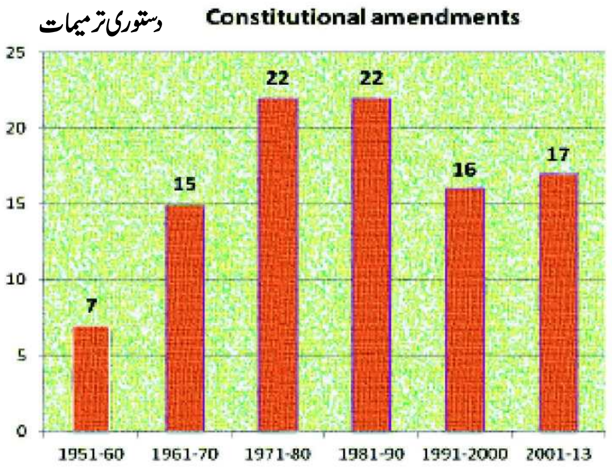

ترسیم -1: 26 جنوری 1950ء کو دستور ہند روبہ عمل لایا گیا اس وقت سے سن 2013ء تک تقریباً ننانوے (99) ترمیمات کی گئیں

دستور ساز اس بات سے واقف تھے کہ قوانین میں وقتاً فوقتاً ترمیم ضروری ہے۔ اس لئے دستور میں قوانین میں ترمیم کے طریقوں کو بھی درج کیا گیا۔ اکثر قوانین قانون ساز ایوانوں میں نصف ارکان کی تائید سے منظور ہو سکتے ہیں۔ البتہ دستور کی دفعات میں ترمیم کا عمل پارلیمنٹ میں ہی شروع کیا جاسکتا ہے۔ اور اس کے لئے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں۔ راجیہ سبھا اور لوک سبھا کے دو تہائی ارکان کی منظوری ضروری ہے۔ اور بعض دفعات ایسی ہیں جن میں ترمیم کے لئے ریاستی قانون ساز مجالس کی منظوری یا توثیق بھی ضروری ہوتی ہے۔ اسکے بعد دیگر قوانین کی طرح ترمیمی بل کو صدر جمہوریہ کی منظوری حاصل ہونا لازمی ہے۔

دستور میں بڑی تبدیلیاں 1970 کی دہائی میں کی گئیں۔ ان میں سے پہلی تبدیلی دو الفاظ ''سیکولر'' اور ''سوشلسٹ'' کی دستور کے دیباچے میں شمولیت ہے۔ دیباچے میں موجود دیگر الفاظ جیسے ''مساوات''، ''آزادی''، ''انصاف'' وغیرہ نے سیکولرازم اور سوشلزم کے اقدار پر زور دیا ہے۔ اسی لیے یہ دو الفاظ دستور کے دیباچے میں شامل کر لئے گئے۔ دستور کی تاریخ کا دوسرا اہم واقعہ سپریم کورٹ کا وہ فیصلہ ہے جو کیشو بھارتی کیس کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس میں بحث کی گئی کہ دستور ہند کی بعض گنجائشات کسی بھی حالت میں تبدیل نہیں کی جاسکتیں۔ ان میں سے ایک بنیادی حقوق ہیں۔ کیشو بھارتی کیس کے فیصلہ میں سپریم کورٹ نے واضح کیا کہ چند بنیادی اصول ایسے ہوتے ہیں جن پر قوم کی بقا کا انحصار ہوتا ہے۔ ججوں کے درمیان اس بات پر اختلاف رائے پایا گیا کہ بنیادی اصولوں میں کون کون سی باتیں شامل ہیں، لیکن مشترکہ طور پر جو باتیں تسلیم کی گئیں وہ درج ذیل تھیں۔ حکومت کا ڈھانچہ، وفاقی طرز حکومت، دستور کی برتری، قوم کا اقتدار اعلیٰ، انصاف اور فلاحی مملکت کے قیام کی گنجائشات وغیرہ۔

کلیدی الفاظ

مسودہ کمیٹی	دستورساز اسمبلی	دیباچہ	مشترکہ فہرست	وحدانی اور وفاقی خصوصیات
شہریت	صدارتی نظام	پارلیمانی نظام	ترمیم	

اپنے اکتساب کو بڑھائیے

1۔ غیر موزوں جملوں کی نشاندہی کیجیے۔

دستور ہند نے آزادی کی جدوجہد کے تجربات سے استفادہ کیا۔

دستور ہند اس وقت موجودہ دستور کو ہی اپنا کر بنایا گیا۔

دستور ہند اپنی منظوری کے وقت سے آج تک تبدیل نہیں ہوا۔

دستور ہند میں ملک میں حکومت کرنے کی گنجائشات اور اصول درج کئے گئے ہیں۔

2۔ غلط جملوں کو درست کیجیے۔

دستورساز اسمبلی میں مباحث کے دوران تمام امور پر اتفاق رائے پایا گیا۔

دستورسازوں نے ملک کے صرف بعض خطوں کی ہی نمائندگی کی۔

دستور میں اسکی دفعات میں ترمیم کے طریقے بھی درج کئے گئے۔

سپریم کورٹ نے کہا کہ دستور کی بنیادی خصوصیات میں بھی ترمیم کی جاسکتی ہے۔

3۔ دستورساز اسمبلی کے مباحث کے مطابق ہندوستانی حکومت کے وحدانی اور وفاقی خصوصیات بیان کیجیے۔

4۔ دستور اس دور کے سیاسی حالات کی عکاسی کیسے کرتا ہے؟ آزادی کی جدوجہد سے متعلق پچھلے ابواب سے استفادہ کرتے ہوئے جواب دیجیے۔

5۔ اگر دستورساز اسمبلی عام بالغ حق رائے دہی کی بنیاد پر تشکیل دی جاتی تو دستور کی تیاری میں کیا فرق ہوسکتا تھا؟

6۔ دستور ہند کے بنیادی اصولوں پر مختصر نوٹ لکھیے؟

7۔ دستور نے ملک کے سیاسی اداروں کی کیا تعریف بیان کی اور کیسے ان میں تبدیلی پیدا کی؟

8۔ دستور بنیادی اصول فراہم کرتا ہے جبکہ ملک کے نظام سے عوام کا تعلق ہی ہے جو سماجی تبدیلی کا نقیب بنتا ہے۔ کیا آپ اس خیال سے متفق ہیں، وجوہات بیان کیجیے۔

باب
18

آزاد ہندوستان (ابتدائی 30 برس 1947 تا 1977)

26/ جنوری 1950 کو ہم تضادات کی زندگی میں داخل ہو رہے ہیں۔ سیاست میں ہم کو مساوات حاصل ہے اور سماجی و معاشی زندگی میں عدم مساوات ہے۔ سیاسی زندگی میں ہم نے ایک فرد ایک ووٹ اور ایک ووٹ ایک قدر کے اصول کو اپنایا ۔ہماری سماجی و معاشی زندگی میں ہمارے سماجی و معاشی ڈھانچے کی بنا پر ہمیں ایک فرد ایک قدر کے اصول کا انکار کرنا پڑے گا۔ ہم کب تک اس طرح کے تضادات سے بھری زندگی گذاریں گے؟ اور کب تک ہم سماجی و معاشی زندگی میں مساوات کے اصول کو نظر انداز کریں گے؟ اگر ہم اس کو طویل عرصے تک نظر انداز کرتے رہے تو ہم اپنی سیاسی جمہوریت کو جوکھم میں ڈال دیں گے۔ ہمیں اس تضاد کو جلد سے جلد ختم کرنا ہوگا ورنہ وہ لوگ جو عدم مساوات کے شکار ہوتے رہیں گے۔ سیاسی جمہوریت کے ڈھانچہ کو پاش پاش کردیں گے۔ جس کی اس اسمبلی نے بڑی جانفشانی سے تعمیر کی ہے۔

.... **بی۔آر۔امبیڈکر**

گذشتہ باب میں ہم نے دیکھا کہ دستور ہند کیسے بنایا گیا۔ دستور کے ذریعہ کثیر مقاصد کو متوازی طور پر حاصل کرنے کی کوشش کی گئی جس میں جمہوریت کو فعال بنانا، ایک متحدہ سیاسی معاشرہ کی تشکیل اور بڑی سماجی و معاشی تبدیلیوں کا حصول بھی شامل تھا۔ قومی اہداف کا تعین کرنا اور انہیں کم وقت میں حاصل کرنے کے لیے ادارہ جاتی میکانزم وضع کرنا بے شک ان لوگوں کے لیے ایک بہت بڑی کامیابی تھی جو دو صدیوں تک غیر ملکی طاقتوں کی حکمرانی میں رہے۔

آزادی کے بعد کے ابتدائی سال بلاشبہ ہندوستان کی مابعد آزادی کے تاریخ کا تعارفی مرحلہ رہے ہیں۔ قیادت کے آگے اس وقت جو بڑے چیالنجس تھے وہ اتحاد و یکجہتی کو برقرار رکھنا، سماجی و معاشی انقلاب کی ابتداء کرنا اور جمہوری نظام کی فعالیت کو یقینی بنانا تھا۔ یہ تمام چیالنجس آپس میں مربوط تھے اور حد درجہ احتیاط کے متقاضی تھے تاکہ سارا نظام متزلزل نہ ہو جائے۔ مثال کے طور پر ترقی کے اہداف اور اتحاد و یکجہتی کو جمہوریت کی قیمت پر حاصل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس باب میں ہم تین مربوط امور کا جائزہ لیں گے اور سیکھیں گے کہ کس طرح جمہوریت اور دستور نے کام کیا اور کیسے ہندوستان نے قوم کی تعمیر میں درپیش چند کلیدی امور کو نمٹایا۔

☆ کیا آپ کی رائے میں ہم سماجی مساوات کو حاصل کرنے کے قابل ہو گئے ہیں؟ چند ایسی مثالوں کو سوچیے جو آپ کی نظر میں سماجی مساوات یا عدم مساوات کو ظاہر کرنے والی ہوں۔

پہلے عام انتخابات :

نئے دستور کے تحت ہندوستان میں ہونے والے پہلے عام انتخابات ہندوستانی جمہوریت کے لیے بلاشبہ بہت اہم تھے۔ یہ انتخابات برطانوی حکومت سے آزادی حاصل کرنے کے بعد جمہوریت کے راستے پر کاربند ہونے کے ہندوستانی عزم کے عکاس تھے۔ مغربی ممالک کے برعکس جہاں ووٹ دینے کا حق مرحلہ وار سماج کے مختلف طبقوں کو عطا کیا گیا یعنی پہلے جائداد رکھنے والوں اور پھر دیگر طبقات کو دیا گیا۔ ہندوستان نے شروع سے عام حق بالغ رائے دہی کے اصول کو اپنایا۔ مثال کے طور پر سوئٹزرلینڈ میں عورتوں کو ووٹ دینے کا حق 1971ء میں عطا کیا گیا۔

پہلے عام انتخابات کا انعقاد مختلف سماجی رکاوٹوں کی وجہ سے بھی دشوار تھا۔ عوام کی اکثریت لکھنے پڑھنے سے ناواقف تھی۔ وہ کیسے اپنے انتخاب کو ظاہر کر سکتے تھے؟ ملک کے بعض حصوں میں خواتین اپنے والد یا شوہر کے نام سے پہچانی جاتی تھیں۔ ان کی کوئی انفرادی شناخت نہیں تھی۔ اگر خواتین کو یکساں حقوق دینا تھا اور ملک کو وسیع تر سماجی مساوات کی طرف لے چلنا تھا تو ان فرسودہ حالات کو تبدیل کرنا ضروری تھا۔ فہرست رائے دہندگان (Electoral Roll) کیسے تیار کیے جائیں؟ ملک کے طول و عرض میں انتخابات سے متعلق عملی مسائل کو سلجھانے اور ان پر توجہ دینے کی غرض سے ایک ادارہ الیکشن کمیشن قائم کیا گیا۔

شکل 18.1: پہلے الیکشن کی رائے دہی

ناخواندگی کی دشواری پر قابو پانے کے لیے الکشن کمیشن نے سیاسی پارٹیوں اور امیدواروں کو روزمرہ کی چیزوں میں نشانات دینے (الاٹ کرنے) کا انوکھا طریقہ اختیار کیا۔ اس اختراعی طریقے کی وجہ سے تفصیلی ہدایات سے چھٹکارہ ملا اور صرف بصری شناخت کی ضرورت رہ گئی تھی۔ اسی بنیادی نظریہ پر آج تک عمل کیا جا رہا ہے۔ مزید آسانی کے لیے پہلے انتخابات میں ہر امیدوار کے نام کا علیحدہ بیالٹ باکس رکھا گیا جس پر امیدوار کے نشان کو چسپاں کیا گیا تھا۔ ووٹر کو صرف اپنے پسندیدہ امیدوار کے باکس میں بیالٹ پیپر ڈالنا ہوتا تھا۔ انتخابات کے انعقاد تک ووٹ دینے کی ترغیب دینے اور ووٹروں کی حوصلہ افزائی کے لیے عام مہم چلائی گئی۔

- ☆ آپ کے خیال میں ناخواندگی انتخابات پر کیسے اثر انداز ہوتی ہے؟ خصوصاً اس وقت جب اپنی پسند کے امیدوار کو ووٹ دینے کا مرحلہ ہو؟ اور آپ کے خیال میں اس مسئلے کو کیسے حل کیا جا سکتا ہے؟
- ☆ اگر تمام لوگوں کو ووٹ دینے کا حق نہ ہو تو کیا ہم ہمارے ملک کو ایک جمہوری ملک خیال کر سکتے ہیں؟
- ☆ چونکہ خواتین میں خواندگی کا فیصد کم تھا، اگر خواتین کو رائے دہی کا حق نہیں دیا جاتا تو یہ ہماری پالیسیوں پر کس طرح اثر انداز ہو سکتا تھا؟
- ☆ انتخابات کا باقاعدہ انعقاد کرنے کے قابل ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ جمہوریت کو قائم کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ کیا آپ اس بیان سے متفق ہیں؟ وجوہات بیان کیجیے۔

انتخابات کی روئداد

ان اضلاع میں جہاں پردہ کی پابندی کی جاتی تھی خواتین کے لیے علیحدہ پولنگ بوتھ بنائے گئے جن میں پولنگ اسٹاف بھی عموماً خواتین پر مشتمل تھا۔

اجمیر میں ایک راجپوت خاتون پردہ پڑے ہوئے رتھ میں سوار ہوکر ووٹ دینے کے لیے آئی۔ وہ خود بھی سرتا پا ریشمی چادر میں مستور تھی۔اور اس نے سیاہی کا نشان لگوانے کے لیے صرف بائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کو چادر سے باہر نکالا۔ یہ سیاہی کا نشان مکرر رائے دہی کو روکنے کے لیے لگایا جاتا ہے۔

بعض گاؤں کے لوگوں نے اجتماعی طور پر ووٹ دیا۔آسام کے ایک قبائلی گاؤں سے خبر آئی تھی کہ اس گاؤں کے لوگ سفر کر کے ایک دن پہلے ہی رائے دہی کے مقام کو پہنچ گئے۔ رات بھر وہ لوگ الاؤ جلا کر اس کے اطراف ناچتے گاتے رہے اور جیسے ہی سورج طلوع ہوا انہوں نے رائے دہی کے مرکز کی طرف جلوس کی شکل میں مارچ کیا۔

PEPSU گاؤں کے لوگوں نے دو حریف امیدواروں کے درمیان کسی ایک کو منتخب کرنے کے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے دو نوجوانوں کے درمیان کشتی کا مقابلہ کروایا۔ان میں سے ہر ایک نوجوان ایک امیدوار کی نمائندگی کرتا تھا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ سارے لوگ اسی امیدوار کو ووٹ دیں گے جس کا نمائندہ کشتی کا مقابلہ جیت جائے گا۔

کئی نذرانے لائے گئے اور بعض اوقات جب بیالٹ باکسوں کو کھولا گیا تو اس میں سے وفاداری کے حلف نامے اور غذا اور لباس کے لیے درخواستیں بھی موجود پائی گئیں۔

The Indian Experience with Democratic Elections - 1958 کے اقتباسات :
مارگریٹ ڈبلیو فشر اور جون وی بانڈورینٹ، انڈین پریس ڈائجسٹ کے ذریعے سے۔

سیاسی نظام میں یک جماعتی غلبہ :

آزاد ہندوستان کے پہلے تین عام انتخابات میں یعنی 1952، 1957 اور 1962 میں انڈین نیشنل کانگریس نے ایسی شاندار کامیابی حاصل کی کہ انتخابات میں حصہ لینے والی دوسری پارٹیوں کے لیے نشستیں نہ کے برابر تھیں۔ جواہر لعل نہرو ہندوستان کے پہلے وزیراعظم بنے۔ دیگر پارٹیوں میں سے کسی نے بھی کل ووٹوں سے 11% ووٹ بھی حاصل نہیں کئے جبکہ کانگریس نے مسلسل 70% نشستوں پر کامیابی حاصل کی اور لگ بھگ 45% ووٹ اس نے حاصل کئے۔کوئی دوسری پارٹی کانگریس کے قریب بھی نہیں پہنچ سکی تھی۔

کانگریس پارٹی نے اکثر ریاستوں میں بھی کامیابی حاصل کر کے حکومت بنائی۔ بعض مبصرین نے اسے کانگریسی نظام قرار دیا۔ یہ دور حکمران کانگریس پارٹی اور دیگر پارٹیوں کے درمیان تعلقات کی نوعیت کی وجہ سے جانا جاتا ہے۔البتہ کانگریس میں خود کئی چھوٹے گروپس تھے۔ یہ گروپس مختلف قائدین کے مابین مسابقت کی وجہ سے وجود میں آگئے تھے۔ان میں کئی پالیسی امور پر اختلاف ہونے کے باوجود پارٹی کے اجتماعی مقاصد واہداف کے لیے اتحاد پایا جاتا تھا۔

یہ گروپ اپنے ارکان کے مفادات کے مدنظر مختلف امور پر مختلف موقف کو اختیار کرتے تھے۔اسی بناء پر کانگریس پارٹی ایسی پارٹی سمجھی جانے لگی جو متنوع مفادات اور نظریات کی نمائندگی کرتی ہے۔ بعض اوقات اعلیٰ قیادت پر دباؤ بڑھانے کے لیے یہ چھوٹے چھوٹے گروپ دیگر پارٹیوں سے بھی مفاہمت کر لیتے تھے۔جس کی وجہ سے حکمران پارٹی کے اندر ہی اس کی غلطیوں کی اصلاح کا ایک میکانزم بن گیا۔اس طرح کانگریس کے غلبہ والے یک جماعتی نظام میں سیاسی مسابقت نے جگہ لے لی اور دوسری حزب مخالف پارٹیاں برائے نام اپوزیشن کا رول ادا کررہی تھیں۔

گراف 1 : 1952 اور 1962 میں نشستوں میں مختلف سیاسی پارٹیوں کا حصہ

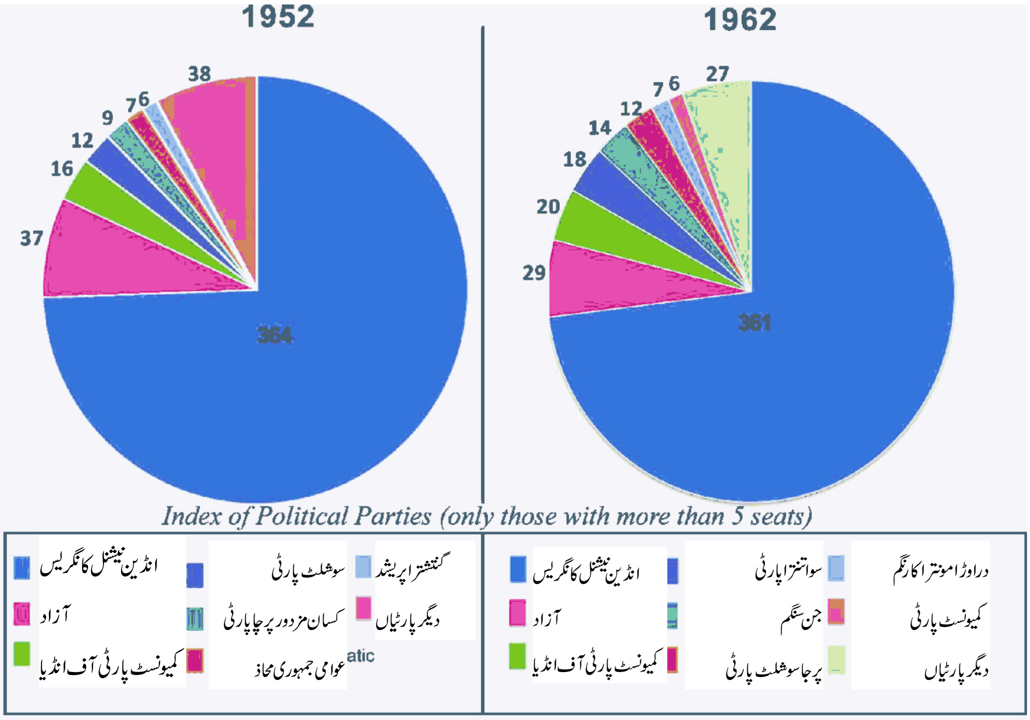

سیاسی پارٹیوں کی فہرست (صرف جنکو پانچ سے زائد نشستیں حاصل ہوئیں)

یہ سب اس لیے نہیں تھا کہ دیگر سیاسی پارٹیوں کا وجود نہیں تھا۔ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ پارٹیاں اس قدر نشستوں پر کامیاب نہیں ہو پائی تھیں کہ وہ کانگریس کو چیالنج کر سکیں۔ ان پارٹیوں نے دھیرے دھیرے اپنی طاقت بڑھائی اور دو دہائیوں میں اقتدار کی مضبوط دعویدار بن گئیں۔ یہ دور جمہوریت کی نگہداشت اور فروغ میں کافی مددگار ثابت ہوا۔ ان ابتدائی برسوں میں کثیر جماعتی نظام اور آزاد و کھلی مسابقت کے ذریعہ جمہوریت کو پروان چڑھایا گیا۔

یہ ہندوستان کے دستوری ڈھانچہ اور جمہوری بنیادوں کی مضبوطی تھی جو تحریک آزادی سے حاصل ہوئی تھی کہ ہندوستانی سیاست میں کثیر جماعتی جمہوریت کو فروغ پانے کا موقع ملا۔ حکمران پارٹیوں نے کئی مرتبہ جانبداری اور تعصب کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپوزیشن کی آواز کو دبانا چاہا اور کوشش کی کہ کثیر جماعتی جمہوریت کو روکا جائے۔ اس طرح ہندوستان کے تجربات ان ممالک سے یکسر مختلف تھے جو ہندوستان کی آزادی کے وقت ہی نوآبادیاتی تسلط سے آزاد ہوئے تھے۔ جیسے کہ انڈونیشاء، پاکستان، چین، نائجیریا وغیرہ۔

☆ ان خصوصیات کا تذکرہ کیجیے جن کی بنا پر کانگریس سیاسی نظام میں غلبہ حاصل کر لینے کی اہل ہوئی؟

ریاستوں کی تنظیم جدید کا مطالبہ :

ملک کو درپیش ابتدائی چیالنجس میں سے پہلا چیالنج لسانی بنیادوں پر ریاستوں کی تنظیم جدید کا مطالبہ تھا۔ برطانوی دور میں ملک کو Presidencies (کلکتہ، مدراس اور ممبئی) اور کئی بڑے صوبوں جیسے مرکزی صوبہ اور برار میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ملک کا بڑا علاقہ دیسی حکمرانوں کے تحت تھا۔ ان میں سے ہر ایک علاقہ میں مختلف زبانوں کے بولنے والے آپس میں مل جل کر رہتے تھے۔ مثال کے طور پر

مدراس پریڈنسی میں تامل، ملیالم، کنڑی، تلگو، اڑیہ اور گونڈی زبان بولنے والے لوگ رہتے تھے۔ ایک زبان کے بولنے والے تمام لوگ جو متصلہ علاقوں میں رہتے تھے مطالبہ کرنے لگے کہ انہیں ایک علاحدہ ریاست کے تحت لایا جائے۔ اسی مقصد سے متحدہ کرناٹک (مدراس، میسور، ممبئی اور حیدرآباد کے کنڑی بولنے والوں کو ملاکر) متحدہ مہاراشٹرا، مہا گجرات تحریک، ٹرانگاؤ اور کوچن کو متحد کرنے اور سکھوں کے لیے پنجاب کی ریاست کو قائم کرنے کے مطالبات کئے جانے لگے۔ غور طلب بات یہ تھی کہ ان مطالبات کو قبول کرلینے سے ملک کے اتحاد و یکجہتی کو تقویت ملے گی یا ملک لسانی بنیادوں پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگا؟

تصویر 18.2:- جواہرلعل نہرو 1950 کی دہائی میں ایک سڑک کی تعمیر کی افتتاح کرتے ہوئے۔

مذہب کی بنیاد پر ملک کی تقسیم کے سانحہ نے قائدین کے ذہنوں میں ملک کی یکجہتی اور سلامتی سے متعلق اندیشے اور شبہات پیدا کردئے تھے۔ یہ اندیشہ تھا کہ لسانی بنیادوں پر ملک کی تنظیم سے ملک کے ٹکڑے ہوسکتے ہیں۔ اس لیے باوجود اس کے کہ کانگریس کی تنظیم خود لسانی بنیادوں پر ہوئی تھی اور اس نے آزادی کے بعد ملک کی لسانی تنظیم کا وعدہ بھی کیا تھا، کانگریس نے اس مسئلہ پر آزادی کے بعد سرد مہری اختیار کی۔

ان تحریکوں میں سب سے طاقتور تحریک تلگو بولنے والوں کی تھی۔ جنہوں نے کانگریس سے مطالبہ کیا کہ لسانی ریاستوں کی تائید میں منظور کی گئی قدیم قراردادوں کو نافذ کرے۔ آندھرا مہا سبھا جو برطانوی دور میں بھی فعال تھی، مدراس پریسڈنسی کے تلگو بولنے والے افراد کو متحد کرنے کی کوشش کررہی تھی۔ یہ تحریک آزادی کے بعد بھی جاری رہی۔ انہوں نے عرضیوں، نمائندگیوں، جلوس اور بھوک ہڑتالوں کا طریقہ اختیار کیا۔ اس مطالبہ کو نظرانداز کرنے کی وجہ سے پہلے عام انتخابات میں ہی تلگو بولنے والے علاقہ میں کانگریس کو دھکا لگا۔ ان علاقوں کی نشستوں پر ان پارٹیوں کے امیدواروں کو کامیابی ملی جو لسانی تحریک کی حمایت کررہی تھیں۔ کمیونسٹوں نے جو اس تحریک کی تائید کررہے تھے 41 نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔

تصویر 18.3: ریاستوں کی تنظیم جدید سے پہلے جنوبی ہند کے مختلف علاقوں کی نشاندہی۔

جواہر لعل نہرو لسانی ریاستوں کے خلاف نہیں تھے مگر ان کا خیال تھا کہ یہ وقت اس کے لیے موزوں نہیں ہے۔ اور یہ اس وقت کے قائدین کا متفقہ موقف تھا۔ ان کا خیال تھا کہ ہندوستان خود کو متحد کرنے کے عمل سے گذر رہا ہے اور اسی لیے کسی قسم کا انتشار مناسب نہیں ہے۔

ریاستوں کی تنظیم جدید کا قانون-1956:

اکتوبر/1952 میں تلگو بولنے والوں کے لیے علیحدہ ریاست کا مطالبہ کرتے ہوئے 58 دن کی بھوک ہڑتال کے بعد پوٹی سری راملو کا انتقال ہو گیا۔ نتیجتاً آندھرا اور تاملناڈو ریاستوں کا قیام عمل میں آیا۔ اگست 1953 میں لسانی بنیادوں پر ریاستوں کے قیام کے مسئلہ پر غور و خوص کے لیے ریاستوں کی تنظیم جدید کمیشن (SRC) قائم کیا گیا۔ جس میں فضل علی، کے۔ ایم۔ پانیکر اور ہردیا ناتھ کنجرو ممبر تھے۔ اس کمیشن کی رپورٹ کی بنیاد پر ریاستوں کی تنظیم جدید کا قانون پارلمنٹ میں منظور کیا گیا۔ اس کی رو سے 14 ریاستیں اور چھ مرکزی علاقے تشکیل دیے گئے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ جس وقت لسانی ریاستیں تشکیل دی جا رہی تھیں، قبائلی زبانوں جیسے گونڈی اور سنتھالی یا اوران وغیرہ کو اہمیت نہیں دی گئی۔ صرف تلگو یا ٹامل جیسی بڑی زبانیں جن کے بولنے والے کثیر تعداد میں تھے ریاستوں کی تشکیل کے لیے بنیاد بنیں۔

لسانی ریاستوں کی تشکیل عوامی عزم کی کامیابی ایک مثال تھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سیاست میں مسائل کیسے سلجھائے جاتے ہیں۔ آج ملک کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ ریاستوں کی لسانی بنیادوں پر تشکیل نے درحقیقت ملک کو متحد کرنے میں کامیابی حاصل کی نہ کہ ہندوستان کو کمزور کیا۔ جیسا کہ اس وقت اندیشے ظاہر کئے گئے۔

- ☆ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ اگر لسانی ریاستیں نہ بنی ہوئیں تو ہندوستان مزید ترقی کر سکتا تھا؟
- ☆ آپ کے خیال میں قبائلی زبانوں کو کیوں نظر انداز کیا گیا؟
- ☆ کیا آپ جانتے ہیں کہ فی الحال ہندوستان میں کتنی ریاستیں اور مرکزی علاقے ہیں؟
- ☆ ہندوستان کی نئی ریاستیں کونسی ہیں اور وہ کب بنائی گئیں؟

سماجی اور معاشی تبدیلی:

دستور ساز اسمبلی نے سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف اور رتبہ اور مواقع کی مساوات کی آواز لگائی۔ اس نے سماجی و معاشی تبدیلی کو جدید ہندوستان کے ایجنڈے میں سرفہرست جگہ دی۔ دستور کے نفاذ کے ایک ماہ کے اندر ہی منصوبہ بندی کمیشن قائم کیا گیا۔ نہرو کے نزدیک منصوبہ بندی صرف بہتر معیشت نہ تھی بلکہ وہ بہتر سیاست کو بھی اس میں شامل سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ منصوبہ ترقی کے ذریعہ ذات پات، مذہب، علاقہ اور طبقاتی تفریق کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ انتشار پسند رجحانات کو ختم کر کے ہندوستان کو ایک مضبوط اور جدید قوم بنایا جا سکتا ہے۔

پہلے پنج سالہ منصوبے میں زراعت پر خصوصی توجہ دی گئی اور اس کے علاوہ غذائی اجناس کی پیداوار میں اضافہ، ذرائع حمل و نقل و مواصلات کی ترقی اور سماجی خدمات کے فروغ کو اہمیت دی گئی۔ اس منصوبے میں ذریعے ہندوستان کو جلد از جلد صنعتیانے پر زور دیا گیا۔

تصویر-18.3: 1960 میں زیرتعمیر بھاکراڈیم۔

یہ ڈیم آزادی کے بعد تعمیر کئے گئے ابتدائی ڈیموں میں سے ایک ہے۔(نیچے) ابتدائی دہوں کے تعلیم بالغاں مرکز کا ایک منظر۔کس طرح مختلف نظریات ترقی یا سماجی تبدیلیاں ان منصوبوں پراثرانداز ہوتے ہیں؟ بحث کیجیے۔

غذا کی ضرورت چونکہ ایک بنیادی ضرورت تھی اس لیے غذائی اجناس کی پیداوار میں اضافہ پروسیع تر اتفاق رائے پایا جاتا تھا۔مگراسے کیسے حاصل کیا جائے۔دو بڑے سوالات تھے جنہوں نے سیاسی رائے کوتقسیم کردیا تھا۔پہلا یہ کہ ترقی کے عمل میں زراعت کوکیا مقام دیا جانا چاہیے؟اور دوسرا یہ کہ صنعت اور زراعت کے مابین وسائل کی تقسیم کیسے ہو؟

جواہرلعل نہرو کے خیال میں زرعی ترقی صرف ایک معاشی مسئلہ نہیں تھا بلکہ دیہی شعبہ کی سیاسی،سماجی اور معاشی ترقی تھی۔نہروکی اپنائی گئی پالیسی میں زرعی اصلاحات،زرعی اور امداد باہمی انجمنیں اور مقامی خوداختیاری حکومتیں شامل تھیں۔تین قسم کی زرعی اصلاحات کو روبہ عمل لایا گیا۔جس میں زمینداری نظام کی منسوخی،کرایہ داری کی اصلاحات اورتحدید اراضی کے قوانین شامل تھے۔ان تمام کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ زمین کاشتکاروں کی ملکیت بن جائے جو اس پر کاشت کرتے ہیں۔تا کہ اس سے انہیں پیداوار میں اضافہ کرنے کی ترغیب ملے۔کوآپریٹیوز کے قیام کا مقصد کفایت شعاری پیدا کرنا اور بیجوں،کھادوں اور دیگر اشیاء کی فراہمی کوسہولت بخش بنانا تھا۔مقامی حکومت خوداختیاری کے ذریعہ زرعی اصلاحات پرموثرعمل آوری اور دیہاتوں کے اجتماعی مفادات کی حفاظت خاطرامداد باہمی انجمنوں کو چلانا مقصود تھا۔

زرعی اصلاحات کونیم رضامندی کے ساتھ سارے ہندوستان میں نافذکیا گیا۔حالانکہ زمینداری نظام کومنسوخ قرار دیا گیالیکن بے زمین لوگوں میں زمین تقسیم نہیں کی جاسکی۔دیہی علاقوں کے امیر اور طاقتورلوگوں کا اکثر زمینوں پر قبضہ جاری تھا۔دلتوں کے خاندان بے زمین ہی رہے مگر بندھوامزدوری اورچھوت چھات کے خاتمہ سے انہیں کسی قدرراحت مل گئی۔

پہلے پنج سالہ منصوبے میں بڑے بڑے ڈیموں کی تعمیر کے ذریعے سے زراعت کی ترقی پر توجہ دی گئی۔ان ڈیموں کی تعمیر کا مقصد آبپاشی میں اضافہ اوربجلی کی پیداوار تھا۔جس سے زراعت کے ساتھ صنعت کے شعبے کو بھی فائدہ پہنچا۔زرعی پیداوار میں اضافے کے باوجود وہ اس قدر زیادہ نہ ہوسکا کہ کل آبادی کی ضروریات کی کفالت کرسکے۔

منصوبہ سازوں نے محسوس کیا کہ ملک کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ صنعتوں کی ترقی بھی ہو۔ کیونکہ اس سے کئی لوگ کارخانوں میں کام کرنے کے لیے اور خدمات کے شعبے میں روزگار کے حصول کے لیے شہروں کو منتقل ہوں گے۔ اس لیے دوسرے پنج سالہ منصوبے سے صنعتوں پر توجہ مرکوز کی گئی۔ آپ نے پچھلی جماعتوں میں ہندوستان کی مشاشی ترقی کے ان پہلوؤں کے بارے میں پڑھا ہوگا۔

خارجہ پالیسی اور جنگیں:

جب ہندوستان آزاد ہوا تو اس وقت سرد جنگ شروع ہو چکی تھی اور دنیا کے ممالک دو گروہوں میں بٹ کر امریکہ یا روس کے کیمپ میں شریک ہو چکے تھے۔ جواہرلعل نہرو نے کسی بھی کیمپ میں شرکت نہ کرنے کی پالیسی اپنائی اور دونوں ممالک سے مساوی فاصلہ پر برقرار رکھتے ہوئے خارجہ پالیسی میں آزادانہ موقف اپنایا۔ انہوں نے ایسے دیگر ممالک سے دوستی کی جو اسی دوران آزاد ہوئے تھے اور مماثل خارجہ پالیسی اختیار کرنا چاہتے تھے۔ ان ممالک میں انڈونیشاء، مصر، یوگوسلاویہ اور دیگر ممالک شامل تھے۔ ان تمام نے مل کر ناوابستگی کی تحریک کو شروع کیا۔ اپنے قریبی پڑوسیوں کے لیے جواہرلعل نہرو نے ایک دوسرے کے داخلی معاملات میں مداخلت نہ کرنے کی پالیسی کو اپنایا جسے پنج شیل کہا جاتا ہے۔ تاہم اسی دوران ہندوستان کو دو جنگوں کا سامنا کرنا پڑا۔ پہلی جنگ 1948 میں کشمیر کے مسئلہ پر پاکستان کے ساتھ اور دوسری جنگ 1962 میں چین کے ساتھ ہوئی۔ ہندوستان اس وقت جنگوں کے لیے پوری طرح تیار نہیں تھا۔ خصوصاً 1962 کی جنگ میں ہمیں بھاری جانی اور مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔

☆ اگر آپ کسی دیہی علاقے میں رہتے ہوں تو پتہ لگائیے کہ کتنے امداد باہمی جیسے ادارے 1970ء سے قبل قائم کئے گئے اور کون ان کے اراکین ہے؟

☆ ہندوستان میں کئے گئے زمین اصطلاحات کا تقابل چین اور ویتنام سے کیجیے؟

جانشینی (The Succession) :

1964ء میں نہرو کے انتقال کے بعد یہ سوال اٹھ کھڑا ہوا کہ کیا جمہوریت خود بہ خود پنپ سکتی ہے یا دیگر ملکوں کی طرح وہ اپنے اقدار کھو بیٹھے گی۔ تاہم کانگریس نے حکومت کے لیے لال بہادر شاستری کو منتخب کرکے جانشینی کے مسئلہ کو حل کرلیا۔ لال بہادر شاستری کے آگے کئی مسائل سلسلہ وار کھڑے تھے جو ہندوستان کے بنیادی اقدار اور اہداف کے لیے چیالنج تھے۔ ان میں سے ایک جنوب میں ڈی ایم کے کی شروع کردہ مخالف ہندی تحریک تھی۔ جس نے یکجہتی اور اتحاد کو خطرہ میں ڈال دیا تھا۔ اس کے علاوہ غذائی قلت کا مسئلہ جو سماجی اور معاشی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بن کر کھڑا تھا اور 1965ء میں پاکستان سے ہونے والی جنگ بھی تھی۔ 1965 میں لال بہادر شاستری کی بے وقت موت کے بعد اندرا گاندھی کو وزیر اعظم منتخب کیا گیا۔

تصویر 18.4: لال بہادر شاستری

مخالف ہندی تحریک :

1963ء میں جب سرکاری زبانوں کا قانون منظور ہوا تو DMK نے سمجھا کہ یہ ہندی کو سارے ملک پر مسلط کرنے کی کوشش ہے۔ اس لیے اس نے ریاست بھر میں ہندی کے خلاف تحریک شروع کردی۔ انہوں نے ہڑتالیں اور دھرنے دیے۔ پُتلے جلائے، یہاں تک کہ ہندی کتابوں اور دستور کے صفحات کو بھی جلا ڈالا۔ ہندی سائن بورڈس پر کئی جگہ کالک مل دی گئی۔ پولیس اور احتجاجیوں کے درمیان کھلے مقابلے ہوئے۔ مرکزی حکومت کو جلد ہی ان تحریکوں کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ کانگریس خود بھی موافق ہندی اور مخالف ہندی کیمپوں میں منقسم تھی۔ بعض لوگ یہ سمجھنے لگے کہ ملک کا اتحاد داؤ پر لگ چکا ہے۔

آخر کار جب معاملات قابو سے باہر ہونے لگے تو شاستری نے موافق ہندی کیمپ سے تعلق رکھنے کے باوجود کئی رعایتوں کا اعلان کیا تاکہ مخالف ہندی گروپ کے جذبات کو ٹھنڈا کیا جائے۔ ان رعایتوں میں ہر ریاست کو اپنی زبان اختیار کرنے کا اختیار (چاہے وہ علاقائی زبان ہو یا انگریزی)، مراسلت علاقائی زبانوں میں انگریزی ترجمے کے ساتھ، مرکز اور ریاستوں کے درمیان مراسلت انگریزی میں کرنا اور سیول سرویس کے امتحانات کو صرف ہندی کے بجائے انگریزی میں منعقد کرنا شامل تھا۔

> ☆ کس طرح لسانی حکمت عملی نے قومی اتفاق و اتحاد کو پروان چڑھایا؟
> ☆ کیا ایک قومی زبان کی مزید ضرورت ہے؟
> ☆ کیا تمام زبانوں کو مساوی مرتبہ دیا جانا چاہیے؟

یہاں ہم نے دوبارہ دیکھا کہ کس طرح عوامی وسماجی تحریک نے حکومت وقت کو مجبور کیا کہ وہ اپنے موقف پر نظر ثانی کرے۔ دونوں مرتبہ وزرائے اعظم نے نہرو اور شاستری دونوں کے لیے اپنے ذاتی موقف سے زیادہ قوم کے اتحاد و یکجہتی عزیز تھی۔

سبز انقلاب :

ترقی کی حکمت عملی کی بحث صرف معاشی نہیں تھی بلکہ اس میں سیاسی مضمرات بھی موجود تھے۔ نہرو اور کانگریس کے انتہا پسند قائدین زراعت کے لیے ادارہ جاتی حکمت عملی جو حکومت کی نگرانی میں ہو، اس کے حامی تھے۔ جبکہ کانگریس کے دائیں بازو (اعتدال پسند) قائدین حکومت کے کنٹرول کے مخالف تھے۔ انہوں نے پروگراموں پر مسلسل تنقیدیں کی اور تجاویز کو ناکام بنانے کی کوشش کی۔ یہ گروہ چونکہ ریاستی سطح پر طاقتور تھے انہوں نے اس بات کی سرتوڑ کوشش کی کہ انقلابی منصوبوں کو نافذ نہ ہونے دیا جائے۔

جب یہ یقین ہوگیا کہ موجودہ حکمت عملی سے غذائی پیداوار میں اضافہ ممکن نہیں ہے تو 67-1964 کے دوران میں حکمن عملی کو تبدیل کیا گیا۔ اس کے ذریعے غذائی پیداوار میں اضافے اور ریاستی حکومتوں کے تعاون کے حصول کی کوشش کی گئی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ نہرو کی وفات کے بعد معاشی پالیسی میں اور معاشی نظریات میں کیا تبدیلیاں آئیں۔

علاقائی پارٹیوں اور علاقائی تحریکوں کا عروج :

1967ء کے انتخابات ہندوستان کی تاریخ کے لیے ایک سنگ میل ثابت ہوئے۔ ان انتخابات میں معلوم ہوا کہ انتخابات اپنا وجود منوانے میں کامیاب ہو چکے ہیں اور انہیں غیر سنجیدگی کے ساتھ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس عرصے میں معاشی ترقی کے عمل میں کامیابی اور ناکامی کی وجہ سے سیاسی مسابقت کا ڈھانچہ تبدیل ہوگیا تھا اور یہ حیرت کی بات نہیں ہوگی کہ ان حالات میں کانگریس پارٹی کو اپنے دور کی بدترین ہزیمت کا

شکار ہونا پڑا۔ اسے حکومت بنانے کا موقع تو ملا لیکن انتہائی سادہ اکثریت کے ساتھ (284 نشستوں)، جو آزادی کے بعد سب سے کم اکثریت تھی۔ وہ کئی ریاستی اسمبلیوں میں شکست کھا گئی۔ جیسے بہار، یوپی، راجستھان، پنجاب، مغربی بنگال، اڑیسہ، مدراس اور کیرلا۔ ہندوستان میں یہ ایک بڑی تبدیلی تھی۔ وہ پارٹی جو 30 سال سے مسلسل حکمرانی کر رہی تھی۔ اب اسے سخت مقابلہ درپیش تھا۔ شکست سے دوچار پارٹی نے اقتدار سے چمٹے رہنے کی کوشش نہیں کی بلکہ فتح یاب پارٹیوں کو حکومت بنانے کا موقع دیا۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ ہندوستان میں جمہوریت نے اپنی جڑیں گہری کر لی ہیں اور ملک کثیر جماعتی مسابقتی نظام کی طرف بڑھ رہا ہے۔

کانگریس کو سب سے زیادہ نقصان تاملناڈو اور کیرلا میں ہوا۔ تامل ناڈو میں DMK نے بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی۔ جس نے یہ ثابت کیا کہ مضبوط منظّم علاقائی تحریکیں حکمران پارٹی کو بھی چیالنج کر سکتی ہیں۔ DMK پارٹی کے فلمی دنیا سے وسیع روابط تھے اور وہ ریاست بھر میں مقبول ہیرو ایم جی راجچند رن کے چاہنے والوں کو اپنی طرف راغب کرنے میں کامیاب رہی۔

کانگریس نے مغربی بنگال اور اڑیسہ کی طرح کیرالا میں بھی شکست کھائی۔ ان شکستوں اور چیالنجوں نے کانگریس کو داخلی طور پر کمزور کر دیا۔ شمال کی کئی ریاستوں میں جہاں اس نے معمولی اکثریت سے کامیابی حاصل کی، خود کانگریس کے کئی ارکان منحرف ہو کر اپوزیشن پارٹیوں سے جا ملے۔ نتیجتاً کانگریس کی حکومتیں گر گئیں اور اس کی جگہ مختلف ہم خیال پارٹیوں نے سمیکتا ودھا یک دل (SVD) کے نام سے محاذ بنا کر اقتدار حاصل کیا۔ اس محاذ میں جن سنگھ، سوشلسٹ، آزاد ارکان، کانگریس کے منحرف ارکان اور مقامی پارٹیوں کے ارکان شامل تھے۔

ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں ان نئی حکومتوں کو کوکافی اہمیت حاصل ہوئی کیونکہ وہ ایک جمہوری تبدیلی کی نقیب بنی تھیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ درمیانی ذاتیں اور وہ لوگ جن کو اراضی اصلاحات کے فائدے پہنچے تھے اور انہوں نے کسی قدر معاشی استحکام حاصل کر لیا تھا، سیاسی اقتدار کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ہریانہ اور اتر پردیش کے جاٹ، بہار کے کری اور کوئری ذاتیں، مدھیہ پردیش میں اودھ اور ان تمام شمالی ریاستوں میں یادو طبقے بھی اقتدار کے ایوانوں میں پہنچ گئے۔ جب کہ آندھرا پردیش میں ریڈی اور کمّا (Kamma) طبقے، کرناٹک میں Vokkaligas اور ٹامل ناڈو میں ویلا طبقے حکومت کے حصے دار بن گئے۔ یہ طبقے اپنی متعلقہ ریاستوں میں غلبہ رکھتے تھے اور قانون ساز ایوانوں میں انکی کافی تعداد تھی۔ DMK خود بھی کثیر تعداد والی پسماندہ طبقات کے ابھرنے کی ایک مثال ہے۔

البتہ یہ مخلوط محاذ والی SVD حکومتیں زیادہ دن تک ٹک نہیں پائیں۔ ان کا وجود انحرافات، رشوت خوری کا مرہون منت رہا۔ ان کو متحد کرنے والی واحد شئے اقتدار کا حصول تھی۔ ان حکومتوں کے پاس مظاہرہ کے لیے کچھ نہ تھا۔ بہر حال یہ مسئلہ آج بھی جوں کا توں نظر آتا ہے اور علاقائی و ریاستی پارٹیوں کا جائزہ اسی نقطۂ نظر سے کیا جاتا ہے۔

اس دور میں ملک کے کئی علاقوں میں علاقہ واری احساسات جابجا فروغ پاتے دیکھے گئے۔ آندھرا پردیش میں تلنگانہ کی علاحدگی کا مطالبہ کیا جا رہا تھا۔ اس تحریک کی قیادت عثمانیہ یونیورسٹی کے طلباء کر رہے تھے جن کی بنیادی شکایت یہ تھی کہ ترقی کے ثمرات سے ریاست کے صرف بعض حصے ہی فائدہ اٹھا رہے تھے۔

آسام کے قبائلی اضلاع کھاسی، جنتیا اور گارو ہلز کو علیحدہ کر کے ڈسمبر 1969 میں ایک نئی ریاست میگھالیہ کے نام سے بنائی گئی۔ پنجاب کا قیام 1966 میں ہونے کے باوجود اس کا اپنا صدر مقام نہیں تھا۔ 69-1968 کے دوران چنڈی گڑھ کو پنجاب کے حوالے کرنے کا مطالبہ کرتے

ہوئے کئی مظاہرے ہوئے جو ہریانہ اور پنجاب دو ریاستوں کا صدر مقام بنا ہوا تھا۔ مہاراشٹرا میں یہ پرزور مطالبہ جاری تھا کہ بمبئی صرف مہاراشٹرا والوں کے لیے ہو۔اس کی قیادت شیوسینا کر رہی تھی۔جس کا مقصد جنوبی ہند کے باشندوں کو روکنا تھا۔ جو اس کے خیال میں شہر کی ساری ملازمتوں پر قبضہ کر رہے تھے۔

شکل 18.5: اندرا گاندھی

اس دوران قدیم مطالبات بھی جاری رہے۔کشمیر اور ناگالینڈ کے مطالبات پھر زور پکڑتے رہے۔شیخ عبداللہ اپنی نظر بندی کے خاتمے کے بعد ریاست کو لوٹے۔اسی طرح ناگالینڈ کی جدوجہد کو آگے لے جانے کی خاطر نوجوان قیادت ابھرنے لگی۔

یہ دو فرقہ وارانہ تناؤ کا دور بھی تھا۔ملک کے مختلف علاقوں میں فسادات ہوئے۔ جن میں رانچی (بہار)، احمد آباد (گجرات) جلگاؤں (مہاراشٹرا) اور علی گڑھ (اتر پردیش) بھی شامل تھے۔یہ درحقیقت مشکلات سے پُر دور تھا۔نئی قیادت کو اقتدار سنبھالے زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا۔اسے ابھی ہمہ جہتی دباؤ سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار ہونا تھا جو سیاسی شعور میں اضافے اور مطالبات کی شدت و کثرت سے فروغ پا رہے تھے۔

جموں اور کشمیر :

دیگر ریاستوں کے مقابلے میں جموں اور کشمیر کی ریاست بالکل جداگانہ حالات میں انڈین یونین میں شامل ہوا تھا۔یہاں کا حکمران ہری سنگھ، دوسری ریاستوں کے برخلاف ہندوستان یا پاکستان میں شامل ہوئے بغیر آزاد رہنا چاہتا تھا۔یہ راجہ ہندو تھا مگر ریاست میں آبادی کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل تھا۔ہندوستان کی آزادی کے واقت جموں و کشمیر میں عوامی تحریک ''آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس'' شروع ہوئی جس کی قیادت شیخ عبداللہ کر رہے تھے۔اس تحریک نے مہاراجہ سے مطالبہ کیا کہ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کو وسیع تر مواقع دئے جائیں اور ایک نمائندہ حکومت بنائی جائے۔یہ تحریک بعد میں نیشنل کانفرنس کے نام سے جانی جانے لگی اور اس میں ہندو اور سکھ بھی شامل ہوگئے۔ مذہبی رواداری اور سوشلزم جیسے کئی امور پر کاربند رہنے کے اصول کی وجہ سے نیشنل کانفرنس، کانگریس کے مشابہ ہوگئی۔

1947 کے اواخر میں ریاست کو مغربی سرحدوں سے رضاکاروں کی بیرونی حملے کا سامنا کرنا پڑا جنگی حمایت پاکستان کر رہا تھا۔جب حملہ آور سری نگر کے قریب پہونچنے لگے تو مہاراجہ نے ہندوستانی فوجوں سے دفاع کی درخواست کی۔لیکن ہندوستانی گورنر جنرل نے واضح کر دیا کہ ہندوستانی فوج مہاراجہ کی مدد کر سکتی ہے جب جموں و کشمیر کو ہندوستان میں شامل کیا جائے۔اسی دوران ریاست کے مستقبل کے متعلق کئی ایک متبادلات بشمول خود مختاری کے بارے میں وسیع پیمانے پر مباحث ہوئے۔

جنوری 1948 میں ہندوستان نے اس مسئلے کو اقوام متحدہ سے رجوع کیا۔لیکن مسئلہ کو مدلل انداز میں پیش نہ کرنے کی وجہ سے یہ ہندوستان پاکستان کے درمیان متنازعہ سوال بن گیا۔اسی دوران شیخ عبداللہ نے دہلی معاہدے پر دستخط کئے جس کی رو سے کشمیریوں کو ہندوستان کے مکمل شہری قرار دیا گیا اور دیگر ریاستوں کے مقابلے میں زیادہ خود مختاری اور اختیارات اس ریاست کو دئے گئے۔اس معاہدے کی اکثر شرائط میں ریاست کی شناخت اور امتیاز کا تحفظ کرنے کی بات کہی گئی اور انہیں دستور ہند میں دفعہ 370 کی شکل میں جگہ دی گئی۔

اسی عرصے میں ریاست میں معاشی عنوان پر انتشار شروع ہوا جو مذہبی رنگ اختیار کر گیا۔ ریاست میں اراضی اصلاحات کی وجہ سے جن زمینداروں کو نقصان اٹھانا پڑا ان میں اکثر ہندو تھے۔ انہیں تحدید اراضی قانون کے تحت زائد زمینات سے ہاتھ دھونا پڑا۔ جبکہ اس معاشی پروگرام سے استفادہ حاصل کرنے والے اکثر لوگ مسلم تھے۔

1950-1990 کے دوران مرکزی حکومت نے کئی بار یہ کوشش کی کہ جموں و کشمیر کی خودمختاری کو گھٹا کر دوسری ریاستوں کے مماثل کر دیا جائے۔ اس کے نتیجے میں کشمیری عوام کی طرف سے شدید ردعمل سامنے آیا اور 1990 کی دہائی میں کشمیر کی آزادی تحریک شروع ہونے کا سبب بنا۔ ان ہی برسوں میں کئی ہندو خاندانوں کو وادی کشمیر میں اپنی رہائش ترک کر کے ملک کے دوسرے حصوں کو منتقل ہونا پڑا۔

اندرا گاندھی نے 1967 کے انتخابات کے بعد کے دور میں بائیں گروپ کے حمایت کا فیصلہ کرتے ہوئے پارٹی کے اندر اور باہر کے چیالنجوں کو قبول کیا۔ غریبوں اور مظلوم افراد کی شناخت قائم کرتے ہوئے انہوں نے ملک میں ایک نئی سماجی اساس قائم کرنے کی کوشش کی۔ یہ قدم ایک دودھاری ہتھیار تھا۔ جبکہ سماجی و معاشی ترقی کے قدیم وعدوں کو پورا کرنا باقی تھا اور یہی بات 1967 میں کانگریس کی شکست کا اہم سبب بھی بنی تھی۔ اس کے باوجود اندرا گاندھی نئے وعدے کر رہی تھیں۔ ایک دہے سے بھی کم عرصے میں عوام کی بڑھتی ہوئی توقعات کے پورا نہ ہونے سے بے چینی اور بددلی پھیل گئی جس کا نتیجہ ایمرجنسی کے نفاذ کی صورت میں سامنے آیا۔

بنگلہ دیش کی جنگ :

1970 کے دہائی کی ابتداء میں مشرقی پاکستان (جو، اب بنگلہ دیش ہے) ایک تحریک اٹھ کھڑی ہوئی جو انکی بنگالی شناخت کو تسلیم کرنے اور مغربی پاکستان کی جانب سے روا رکھے گئے سوتیلے سلوک کے خلاف تھی۔ عام انتخابات میں مجیب الرحمن کی پارٹی نے کامیابی حاصل کی لیکن انہیں گرفتار کر کے مغربی پاکستان منتقل کیا گیا اور مشرقی پاکستان میں فوجی انتشار شروع ہو گیا۔ لاکھوں پناہ گزین ہندوستان میں داخل ہو گئے جن کے قیام و طعام کی ذمہ داری ہندوستان پر آ پڑی۔ پھر بنگلہ دیش میں آزادی کی تحریک شروع ہوئی اور ہندوستان سے مدد کی درخواست کی گئی۔ 1971 میں ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور ہندوستان نے بنگلہ دیش کو آزاد کرانے اور اسے ایک آزاد ملک کا موقف دلانے میں کامیابی حاصل کی ہندوستان کو یہ کامیابی اس لیے حاصل نہیں ہوئی کہ اس نے طاقتور فوج بنالی تھی بلکہ اس میں اس کی غیر جانبدارانہ پالیسی کا بھی دخل تھا جس کے ذریعہ اس نے دونوں سوپر پاورس کو جنگ میں مداخلت نہ کرنے کی یقین دہانی حاصل کی۔

ایک متنازع موڑ (A Left Turn):

اندرا گاندھی نے نئی پالیسیوں اور پروگراموں کو متعارف کراتے ہوئے کانگریس کو ایک نئی راہ پر ڈال دیا۔ اس کی وجہ سے وہ پارٹی کی تنظیم پر قابو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئیں۔

جنگ میں کامیابی کے فوری بعد کانگریس نے مشہور نعرہ ''غریبی ہٹاؤ'' استعمال کرتے ہوئے 1971 کے عام انتخابات میں شاندار کامیابی حاصل کر لی۔ اس کی وجہ سے اندرا گاندھی کی مقبولیت بھی عروج پر پہنچ گئی۔ اپوزیشن چاروں خانے چت ہو گئی۔ اندرا کے مخالفین مہر بہ لب ہو گئے اور وہ عوام کی محبوب ترین قائد بن گئیں۔ اس کے بعد ہونے والے 1972 کے ریاستی اسمبلیوں کے انتخابات میں بھی کانگریس نے اندرا گاندھی کی مقبولیت کی لہر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بہترین مظاہرہ کیا۔ پارٹی اور پارلیمنٹ دونوں اب اندرا کے قابو میں تھے۔

اس دور میں منظور کئے جانے والے قوانین میں نمایاں ترین قانون سماجی اور معاشی انقلات کے مقصد کے حصول کے لیے کئی خانگی بنکوں کو قومیانے اور دیسی ریاستوں کے سابقہ حکمرانوں کے وظائف کی منسوخی تھی۔ان دونوں قوانین کو عدالتوں میں چیالنج کیا گیا۔

پالیسیوں اور پروگراموں کے تیئں عدلیہ کے خیالات البتہ الگ تھے۔سپریم کورٹ کو اندیشہ تھا کہ سماجی ومعاشی تبدیلی کے نام پر دستور میں بار بار ترمیم سے درحقیقت دستور کی بنیادی ہیئت بگڑتی جارہی ہے اور مختلف اداروں کے درمیان موجودہ روابط میں توازن ختم ہورہا ہے۔ 1973 میں دستور کے بنیادی ڈھانچہ سے متعلق عدلیہ نے ایک یادگار فیصلہ دیا، جس کے ذریعہ دستور میں من مانی ترمیم کے حکومتی اختیار پر روک لگ گئی۔

تصویر 18.6 :کولکتہ میں خاندانی منصوبہ بندی کا ایک مرکز

بعض حالات جو قابو سے باہر تھے اندرا گاندھی کو تنقید کا نشانہ بنائے گئے کیونکہ ان حالات کی وجہ سے انہیں اپنے تمام وعدوں کی تکمیل کرنا نہایت دشوار ہوگیا تھا۔ان کی میعاد سنگین سماجی و معاشی حالات کا شکار رہی۔ 1973 کی عرب اسرائیل جنگ کی وجہ سے تیل کی قیمتوں میں بے تحاشہ اضافہ ہوا اور حکومت شدید دباؤ میں آ گئی۔

افراط زر و اشیا کے ماتحیاج کی قیمتوں میں اضافہ، غذائی اجناس کی قلت اور بے روزگاری سے بھی حکومت کی بدنامی ہورہی تھی۔عوام کے اکثر طبقات میں شدید ناراضگی پائی جاتی تھی۔ان حالات نے اپوزیشن کو اپنا آپ منوانے کا موقع ملا۔اس نے ملک میں پھیلی بے چینی کو اپنے حق میں استوار کرنا شروع کیا۔ جے پرکاش نارائن کی قیادت میں ساری اپوزیشن پارٹیاں متحد ہوگئیں اور کانگریس کے خلاف اور خصوصاً اندرا گاندھی کے خلاف مسلسل احتجاج کرنے لگیں۔اس تحریک کو جے پی تحریک بھی کہا جاتا ہے اور بہار و گجرات میں اس کا بڑا اثر تھا۔

ایمرجنسی :ہنگامی حالات

حکومت نے نظم وضبط کی برقراری کے بہانے شہری حقوق کی خلاف ورزی کرنے والے قوانین بنا کر اپنے شدید ردعمل کا اظہار کیا۔ اپوزیشن نے وزیراعظم پر تنقید کی کہ وہ ذاتی مفادات کے تحفظ کے لیے حکومت کا استعمال کررہی ہیں۔ 1971 کے انتخابات میں عوامی نمائندگی

کے قانون کی بعض دفعات کے خلاف ورزی کرنے پر الہ آباد ہائی کورٹ نے اندرا گاندھی کو لوک سبھا سے رکنیت کو ختم کردیا۔لیکن اندرا گاندھی نے سپریم کورٹ سے مہلت (Stay) حاصل کرلیا۔

کچھ وقت کے بعد جب جے پی تحریک زور پکڑنے لگی تو حکومت نے ایمرجنسی کا اعلان کردیا۔اور اسے نظم وضبط کے برقراری اور جمہوریت کے تحفظ کے لیے ضروری قرار دیا۔

ایمرجنسی کے نفاذ سے جمہوریت معطل ہو کر رہ گئی۔حکومت نے نظم وضبط کی برقراری کے عنوان سے کئی سخت اقدامات کئے۔اکثر بنیادی حقوق کو معطل کردیا گیا۔من مانی،گرفتاریاں عمل میں لائی گئیں اور شہری حقوق کی خلاف ورزی کی کئی مثالیں سامنے آئیں۔عوام نے حکومت کے کئی اقدامات کا خیر مقدم بھی کیا۔مثلاً مہنگائی پر قابو پانے کے اقدامات،کالا بازاری اور ذخیرہ اندوزی کے خلاف اقدامات اور بندھوا مزدوری کو ختم کرنے کے اقدامات وغیرہ۔لیکن ساتھ ہی ساتھ بعض اقدامات کی وجہ سے عوام سخت ناراض بھی تھے۔مثلاً سلم بستیوں کا انہدام،آبادی پر قابو پانے کے لیے خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام پر جبری عمل آوری وغیرہ۔شہری آزادی نہ ہونے کی وجہ سے عوام اپنی ناراضگی کا اظہار بھی نہیں کرسکتے تھے۔جسکی بناء پر حکومت بھی اپنے متنازعہ اقدامات کی اصلاح نہ کرسکی۔

اس دور کا سب سے اہم کام 42 ویں دستوری ترمیم ہے۔جس سے کئی اہم تبدیلیاں واقع ہوئیں۔اس کے اہم مقاصد درج ذیل تھے۔

(a) انتخابی تنازعات کو عدلیہ کے دائرہ سے خارج کرنا۔

(b) سماجی،معاشی امور پر قانون سازی کو عدالتی مداخلت سے حتی المقدور تحفظ عطا کرنا۔

(c) مرکزی حکومت کو ریاستوں کے مقابل طاقتور بنانا۔

(d) عدلیہ کو پارلیمنٹ کے ماتحت کرنا وغیرہ۔

اس ترمیم کے ذریعہ سماجی و معاشی ترقی کو عدالتی مداخلت سے محفوظ کرنے اور قومی یکجہتی کو فروغ دینے کی بات کی گئی لیکن درحقیقت اس نے ملک میں جمہوریت کو کمزور کردیا۔

اختصاریہ یا خلاصہ:

آزاد ہندوستان کے ابتدائی تیس برسوں کی تکمیل ایمرجنسی پر ہوئی۔اگر اس کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ کامیابیوں اور فائدوں کے ساتھ ساتھ دشواریاں اور مسائل بھی نظر آتے ہیں۔

اس دور کی نمایاں ترین کامیابی مستحکم جمہوریت کا قیام ہے۔اگر کوئی شخص ہندوستان کا ان ممالک سے تقابل کرتا ہے جو ہندوستان کی آزادی کے دور میں ہی آزاد ہوئے تھے تو بات واضح ہوگی کہ متنوع مقاصد اور مفادات والی پارٹیوں کی موجودگی میں کثیر جماعتی،مسابقتی نظام کا بتدریج ارتقاء ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔دوسرے ملکوں کے برخلاف ہندوستان میں نہ صرف باقاعدگی سے انتخابات منعقد ہورہے ہیں بلکہ حکومتوں اور قائدین کی بھی پرامن طریقے سے تبدیلی عمل میں آرہی ہے۔دستور ہند نے نہ صرف شہری حقوق کی ضمانت دی ہے بلکہ ان کے تحفظ کی خاطر ادارہ جاتی بندوبست بھی کردیا ہے۔

ہندوستان نے آزاد اور خودمختار اداروں جیسے عدلیہ،الیکشن کمیشن،کمپٹرولر اینڈ آڈیٹر جنرل آف انڈیا وغیرہ کے قیام کے ذریعہ ایک متاثر

کن ادارہ جاتی ڈھانچہ قائم کیا ہے۔ بیوروکریسی (نوکرشاہی) کی غیر جانبداریت بھی ایک اہم کامیابی ہے۔ مسلح افواج پر عوامی نگرانی کا قیام ایک قابل ذکر کارنامہ ہے۔ اگر اپنے پڑوسی ملک پاکستان سے تقابل کریں تو جمہوری اداروں کے قیام میں ہندوستان بہت آگے ہے۔

ہندوستان اپنے اتحاد و یکجہتی کو برقرار رکھنے میں نمایاں طور پر کامیاب رہا ہے۔ شدید اختلافات و تنوع کے باوجود ہندوستان نے خود اپنی اہلیت کا لوہا منوایا ہے۔ جس میں کئی ممالک کے لیے نصیحت ہے۔

معاشی میدان میں نظر دوڑائیں تو منصوبہ بندی کمیشن کا قیام اور متوازن علاقہ واری ترقی کا مقصد قابل ذکر ہے۔ سماج کے ان طبقات سے جو سماجی و معاشی اعتبار سے محرومی کے شکار تھے تعلق خاطر ظاہر کیا گیا۔ غذائی قلت کے حالات سے ہندوستان بتدریج غذائی اجناس کی پیداوار میں خود مکتفی ہوگیا۔ جس کی وجہ سے صنعتی ترقی کے لیے مضبوط اساس حاصل ہوئی۔ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ تمام علاقوں میں متوازن ترقی نہیں دیکھی گئی اور بعض خطے دوسروں کے مقابلے میں ترقی یافتہ ہوگئے۔ اسی طرح روزگار کے مواقع میں اتنا اضافہ نہیں ہوا جتنی کہ توقع کی گئی تھی۔

بلاشبہ ہماری ناکامیوں میں سے ایک بہت بڑی ناکامی ابتدائی تعلیم اور صحت عامہ کو کم ترترجیح دینا ہے۔ جو طویل مدت تک ہندوستان کو پریشان کرتی رہیں۔ چین اور کوریا جیسے بعض ممالک نے بھی ترقی کا سفر ہندوستان کے ساتھ ہی شروع کیا تھا لیکن وہ ان دو میدانوں میں ہندوستان سے آگے نکل گئے۔

ذات پات کے تحقیر آمیز اثرات جیسے کہ چھوت چھات وغیرہ کو تو ختم کردیا گیا لیکن سماج میں مختلف قسم کے امتیازات جاری رہے۔ جنسی امتیاز کا خاتمہ بھی نہیں کیا جاسکا۔

کلیدی الفاظ :

ریاستی تنظیم جدید	یک جماعتی غلبہ	ایمرجنسی (ناگہانی حالات)
علاقائی تحریکات	قومیانہ	

اپنے اکتساب کو بڑھایئے :

(1) ذیل میں دئے گئے بیانات سے متعلقہ بیانات کو قوسین میں دئے گئے بیانات میں تلاش کیجیے۔

(a) سیاسی مساوات ظاہر ہوتی ہے۔

(1) کسی بھی اسکول میں داخلہ لینے کے حق سے۔

(2) ایک فرد ایک ووٹ کے اصول سے۔

(3) کسی بھی عبادت گاہ میں داخلہ کے حق سے۔

(b) ہندوستانی تناظر میں بالغ حق رائے دہی کا مطلب

(1) تمام لوگوں کو کسی بھی پارٹی کو ووٹ دینے کا موقع دینا۔

(2) تمام لوگوں کو انتخابات میں ووٹ دینے کا حق ملنا۔

(3) تمام لوگوں کو کانگریس پارٹی کو ووٹ دینے کا موقع مدینا۔

(c) کانگریس کے غلبہ کا سبب یہ تھا۔

(1) وہ مختلف نظریات وخیالات والے لوگوں کو راغب کرنے میں کامیاب تھی۔

(2) انتخابات میں ریاستی اسمبلیوں کی اکثر نشستیں حاصل کرنے کی اہل تھی۔

(3) انتخابات کے دوران پولیس فورس کو استعمال کرسکتی تھی۔

(d) ایمرجنسی کا نفاذ

(1) لوگوں کے حقوق پر پابندیاں

(2) غربت کے خاتمہ کا تیقن

(3) تمام سیاسی پارٹیوں نے قبول کیا۔

(2) آزادی کے بعد کے ابتدائی برسوں میں سماجی معاشی تبدیلی کے حصول کے لیے کیا اقدامات کئے گئے؟

(3) واحد پارٹی کے غلبہ سے آپ کیا مراد لیتے ہیں؟ کیا آپ اسے صرف انتخابات کی حدتک تسلیم کرتے ہیں یا نظریات کا غلبہ بھی خیال کرتے ہیں؟ دلائل کے ساتھ بحث کیجیے۔

(4) ہندوستانی سیاست میں اکثر وبیشتر مواقع پر زبان کا عنصر چھایا رہا، چاہے وہ متحد کرنے والی قوت کے طور پر ہو یا تنازعہ کے عنصر کے طور پر ہو۔ایسی مثالوں کی نشاندہی کیجیے اوران کی وضاحت کیجیے۔

(5) 1967 کے انتخابات کے بعد سیاسی نظام میں کونسی بڑی تبدیلیاں رونما ہوئیں؟

(6) ریاستوں کی تشکیل کے دیگر طریقوں پر غور کیجیے اور بتلائیے کہ وہ طریقے لسانی بنیادوں پر ریاستوں کی تشکیل سے کیسے بہتر ہوسکتے ہیں؟

(7) اندرا گاندھی کے کن اقدامات کو Left turn قرار دیا گیا؟ آپ کے خیال میں یہ اقدامات پچھلی دہائیوں کی پالیسیوں سے کیسے مختلف تھے؟ معاشیات کے ابواب کو مدنظر رکھتے ہوئے بتلائیے کہ یہ موجودہ پالیسیوں سے کیسے مختلف تھے؟

(8) ایمرجنسی کا دور ہندوستانی جمہوریت کی ترقی کی راہ میں کیسے حائل ہوا؟

(9) ایمرجنسی کے بعد کونسی ادارہ جاتی تبدیلیاں واقع ہوئیں؟

باب 19

جدید سیاسی رجحانات 1977 سے 2000ء تک

- آزاد ہندوستان کے سیاسی واقعات پر مختصر نوٹ لکھیئے جن کے بارے میں گزشتہ باب میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

جدید ہندوستان کے سیاسی واقعات کے بارے میں ہم اس باب میں مزید جانکاری حاصل کریں گے۔ان میں سے اکثر واقعات نے ملک کے سیاسی منظرنامے کو منقسم کردیا۔ہم یہاں ایک پارٹی کے غلبہ والے نظام کو مسابقتی کثیر پارٹی نظام میں تبدیل ہوتا دیکھیں گے۔اس تبدیلی کی وجہ سے کوئی واحد پارٹی بھی اپنی عددی قوت پر حکومت کی تشکیل کے موقف میں نہیں رہی جسکے نتیجے میں مخلوط حکومتوں کا سلسلہ چل پڑا۔معاشی میدان میں اس دور میں ترقی کی حکمت عملی میں بڑی تبدیلیاں ہوئیں۔بازار کی معیشت اور جمہوری سیاست کے بیچ تناؤ نے خود انہیں باہر نکلنے کا راستہ دکھلایا۔اسی دور میں مذہب اور ذات پات کے مسئلوں کا دوبارہ احیاء ہوا اور انہیں سیاسی حرکت پذیری کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔اس باب میں جدید دور کے واقعات کا جائزہ دستور کے بنیادی اقدار پر ان کے اثرات کے تناظر میں لیا جائے گا۔مثلاً جمہوریت، اتحاد و یکجہتی، سماجی ومعاشی تبدیلی وغیرہ۔

1977ء	ایمرجنسی کا خاتمہ' مرارجی دیسائی اور چرن سنگھ کی قیادت میں جنتا پارٹی کا قیام
1980ء	اندرا گاندھی کی قیادت میں کانگریسی حکومت کی تشکیل
1982ء	تلگودیشم پارٹی کی تشکیل
1984ء	آپریشن بلواسٹار کا واقعہ اور اندرا گاندھی کا قتل
1985ء	مسئلہ پنجاب پر ایچ' ایس' لونگوال اور مسئلہ آسام پر آسام کی تنظیم AASU (آل آسام اسٹوڈنٹس یونین) سے راجیو گاندھی کا معاہدہ
1986ء	میزو قومی محاذ کے ساتھ اتحاد
1987ء	سری لنکا کے ساتھ معاہدہ
1989ء	منڈل کمیشن کے سفارشات کے نفاذ کا فیصلہ
1989ء	انتخابات اور جنتادل حکومت کی وی پی سنگھ اور چندر شیکھر کے ذریعہ سے تشکیل
1990ء	رام جنم بھومی رتھ یاترا
1991ء	راجیو گاندھی کا قتل' اور پی وی نرسہاراؤ کی قیادت میں کانگریسی حکومت کا قیام
1990ء	معاشی پابندیوں کی برخواستگی
1992ء	بابری مسجد کا انہدام
1996ء	قومی محاذ حکومت کی دیوے گوڑا اور آئی کے گجرال کے ذریعہ تشکیل بحیثیت وزرائے اعظم
1998ء	NDA قومی جمہوری اتحادی حکومت کی اٹل بہاری واجپائی کی قیادت میں تشکیل

بلا شبہ اساتذہ اور طلباء کے عقائد کے مطابق ان واقعات کے تئیں اپنے اپنے نقاط نظر ہوں گے۔لیکن رائے دی جاتی ہے کہ ہر ایک وسیع النظری اور غیر جانبداری کے ساتھ دوسروں کے موقف کو سمجھیں اور ساتھ ہی ساتھ محتاط انداز سے اپنے خیالات کا اظہار کریں کہ اس سے دوسروں کو تکلیف و اذیت نہ ہو۔اس باب میں زیر بحث لائے گئے واقعات و حالات ہمارے جمہوری اداروں کی بناوٹ و ماہیت

اوران کے مستقبل کے لئے اہمیت کے حامل ہیں۔اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم ان واقعات کو مختلف زاویوں سے سمجھیں۔ان پر مباحث کرنے کا ہمارا ڈھنگ جمہوریت کے تئیں ہمارے شعور کو اجاگر کرتا ہے۔

ایمرجنسی کے بعد جمہوریت کی بحالی

1975ء سے 1985ء کا دور ہندوستانی جمہوریت کے لئے آزمائشی دور تھا۔اس کا آغاز ایمرجنسی کے دور سے ہوا جس میں بنیادی جمہوری حقوق بھی مسترد کر دیے گئے تھے اور اختتام راجیو گاندھی کی قیادت میں کانگریس کی شاندار انتخابی کامیابی کی صورت میں ہوا۔حالانکہ مذکورہ دہا کانگریس کے دور حکومت میں شروع ہوا اور کانگریس کے دور میں ہی اس کا اختتام ہوا مگر اس میں مرکز اور ریاستوں میں کانگریس کے مقابل طاقتور متبادلات وجود میں آئے۔جسکی وجہ سے ہندوستان ''ایک پارٹی کے غلبہ والی جمہوریت'' میں تبدیل ہونے سے بچا رہا جیسا کہ اکثر ملکوں میں ہوا۔طاقتور متبادلات کے فروغ نے یہ ثابت کیا کہ ہندوستانی ووٹرس ہمیشہ مناسب ترین متبادل کا انتخاب کرتے ہیں۔اسی بناء پر مرکزی اور ریاستی سطح پر مختلف سیاسی نظریات اور طبقاتی مفادات کو فعالیت حاصل ہوئی۔ سیاسی نظریات جیسے سوشلسٹ، ہندو قوم پرست، کمیونسٹ فروغ پائے۔ طبقات جیسے کہ کسان، دلت، پسماندہ طبقے، اور علاقے بھی نمایاں ہونے لگے۔اور اپنے اپنے مفادات کی تکمیل کا مطالبہ کرنے لگے۔اسی دوران کئی غیر سیاسی تحریکیں بھی شروع ہوئیں مثلاً ماحولیات کی تحریکیں، خواتین کی تحریکیں، شہری حقوق کی تحریکیں، خواندگی کی تحریکیں وغیرہ اور یہ سماجی تبدیلی کا طاقتور ذریعہ بنیں۔آیئے ان میں سے چند ایک کے بارے میں تفصیل سے مطالعہ کرتے ہیں۔

- کیا آپ کے خیال میں یک جماعتی جمہوریت، کثیر جماعتی پارٹی جمہوریت کا بہترین متبادل ہوسکتی ہے؟
- کن طریقوں سے کثیر جماعتی جمہوریت نے مختلف سماجی تحریکوں کے لیے سازگار حالات پیدا کئے؟

1977ء۔ایمرجنسی کا خاتمہ اور انتخابات

جنوری 1977ء میں جب انتخابات کا اعلان ہوا سبھی حیرت زدہ رہ گئے کیونکہ کسی نے بھی اس کی توقع نہیں کی تھی۔اندرا گاندھی نے تمام سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیا، صحافت پر پابندی ختم کر دی اور وہ تمام پابندیاں بھی برخواست کر دیں جسکی وجہ سے نقل وحرکت کی آزادی، جلسے جلوس وغیرہ پر پابندی تھی۔تمام بڑی مخالف پارٹیوں نے متحد ہو کر کانگریس کا مقابلہ کرنے کی ٹھانی۔کانگریس (او)، سوتنترا پارٹی، بھارتیہ جن سنگھ، بھارتیہ لوک دل اور سوشلسٹ پارٹی نے آپس میں اتحاد کیا اور جنتا پارٹی قائم کی۔کانگریس کے بعض قائدین جیسے جگجیون رام نے کانگریس کو چھوڑ کر مخالف کانگریس محاذ میں شامل ہو گئے۔دوسری اہم پارٹیوں جیسے DMK، SAD، اور CPI(M) نے اپنی علاحدہ شناخت باقی رکھتے ہوئے کانگریس کے خلاف جنتا پارٹی کے محاذ کی تائید کرنے کا فیصلہ کیا۔تجربہ کار قائدین جیسے جئے پرکاش نارائن، آچاریہ جے بی کرپلانی نے مخالف کانگریس اور مخالف ایمرجنسی پارٹیوں کو متحد کرنے میں اہم رول ادا کیا۔یہ بات قابل غور ہے کہ اس اتحاد میں شامل بعض پارٹیاں سماجی اور سیاسی امور پر بالکلیہ مختلف نظریوں کی حامل تھیں۔

یہ ہندوستانی جمہوریت کے تاریخی انتخابات تھے۔پہلی مرتبہ کانگریس پارٹی کو قومی سطح پر شکست ہوئی۔ اس دوران جناب نیلم سنجیوریڈی 26 جنوری 1977ء کولوک سبھا کے 6ویں اسپیکر منتخب ہوئے۔بعدازاں وہ بلا مقابلہ صدر جمہوریہ ہند نامزد ہوئے۔اور تمام جماعتوں نے ان کی غیر مشروط تائید کی وہ ہندوستان کے 6 ویں صدر جمہوریہ کے عہدے پر 25 جولائی 1977ء کو فائز ہوئے۔یہ واقعہ مخلوط حکومت کے سیاسی افکار کے آغاز کا نقیب ثابت ہوا اس سے روایتی سیاست کے بجائے عظیم مدبرانہ شخصیات اور اعلیٰ معیار کے افراد کو منتخب کرنا جدید سیاست کے لیے نئی راہ کے طور پر ہموار ہوئی۔سنجیوریڈی نے اپنی میعاد کے دوران تین وزیراعظم مراری دیسائی' چرن سنگھ' اور اندرا گاندھی کے ساتھ کام کیا۔

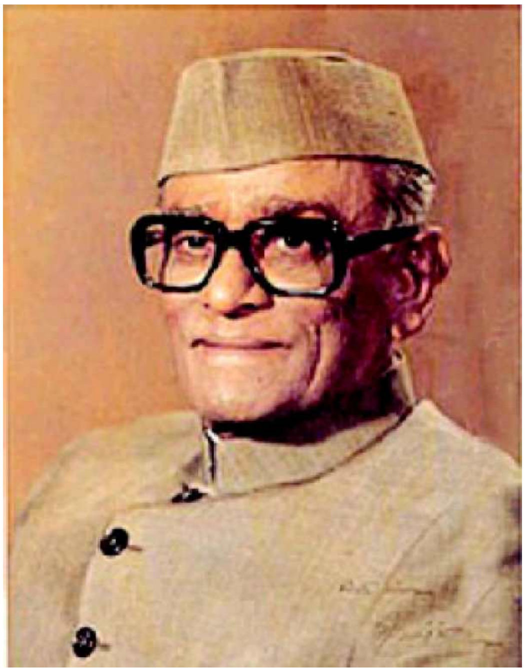

شکل:19.1۔ نیلم سنجیوا ریڈی : 6ویں صدر جمہوریہ ہند

1970ء کی بعض اہم اپوزیشن پارٹیاں

BLD۔بھارتیہ لوک دل۔سوشلسٹوں کی جانب سے تشکیل دی گئی پارٹی جس کا مقصد ہندوستانی کسانوں کے مفادات کا تحفظ تھا۔یہ زیادہ تر اتر پردیش میں سرگرم تھی۔

کانگریس (او)۔کانگریس پارٹی کے قدامت پسند گروہ جنہوں نے علاحدہ پارٹی بنائی۔وہ اندرا گاندھی کی پالیسیوں کی مخالفت کرتے تھے۔

CPI(M)۔کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا (مارکسسٹ) قومی سطح کی ایک پارٹی جس نے انقلابی اصلاحات اراضی، ٹریڈ یونین اور سوشلسٹ پالیسیوں کے لئے جدوجہد کی۔

DMK۔ڈراوڈا منیترا کزاگم۔ ٹاملناڈو کی ایک پارٹی جس نے وسیع تر خود مختاری، ریاستوں کے اختیارات کے لئے جدوجہد کو اپنا مقصد بنایا اور اس نے ریاست میں ہندی کے نفاذ کی سختی سے مخالفت کی۔

جن سنگھ۔ایک ہندو قوم پرست پارٹی جو شمالی ریاستوں تک محدود تھی۔

SAD۔شرومنی اکالی دل۔پنجاب کی ایک پارٹی جو خاص کر سکھوں کے مفادات کی تکمیل کے غرض سے تشکیل دی گئی۔اور یہ عموماً گردواروں کے قریب منظّم تھی۔اس لیے یہ ایک نیم مذہبی رول والی پارٹی ہے۔یہ بھی ریاستوں کے لئے وسیع تر خود مختاری کی حامی ہے۔

فتح یاب جنتا پارٹی نے اپنے آپ کو مزید مستحکم کرنے کی غرض سے 9 ریاستوں میں قائم کانگریس حکومتوں کو برطرف کردیا۔اس بنیاد پر کہ ان ریاستوں کی حکمران پارٹی کو پارلیمانی انتخابات میں شکست ہوگئی ہے۔کیا ریاستی حکومتوں کو برطرف کرنے کا مرکزی حکومت کا فیصلہ منصفانہ تھا جبکہ وہ حکومتیں متعلقہ اسمبلیوں میں اکثریت رکھتی تھیں؟ جنتا پارٹی نے دلیل دی کہ کانگریس پارٹی اپنی شکست کی وجہہ سے ان ریاستوں میں حکومت کرنے کا حق کھوچکی ہے۔ اترپردیش، مدھیہ پردیش، راجستان اور بہار میں جنتا پارٹی، مغربی بنگال میں CPI(M) اور ٹاملناڈو میں DMK کی کامیابی سے مرکزی حکومت کے اس دلیل کی تائید ہوئی۔

تصویر۔ 19.1: مرارجی دیسائی پہلے غیر کانگریسی وزیراعظم

جنتا پارٹی نے اس دعویٰ کے ساتھ اقتدار حاصل کیا تھا کہ وہ جمہوریت کی بحالی اور مطلق العنانیت کے خاتمہ کے لئے کام کرے گی۔ لیکن اس کے اتحادیوں میں نا اتفاقی اور انتشار نے اسکی حکمرانی پر بہت برا اثر ڈالا۔ اور یہ دورِ حکومت داخلی جھگڑوں اور انحرافات کا شکار رہا۔ پارٹی میں گروہی جھگڑوں کی وجہہ سے یہ حکومت صرف تین سال کی مدت میں زوال پذیر ہوگئی اور 1980ء میں تازہ انتخابات کروائے گئے۔

1980ء میں کانگریس اقتدار پر واپس ہوئی۔ اس نے 9 ریاستوں میں برسر اقتدار غیر کانگریسی اور جنتا پارٹی کی حکومتوں کو برطرف کرتے ہوئے ''جیسے کو تیسا'' کردکھایا۔ کانگریس نے تمام ریاستوں میں کامیابی حاصل کی سوائے ٹاملناڈو اور مغربی بنگال کے۔

صدر راج (President's Rule)

اگر گورنر یہ محسوس کرے کہ ریاستی حکومت دستور کے مطابق حکمرانی میں ناکام ہوگئی ہے۔ تو دستور کی دفعہ 356 کے مطابق گورنر کو اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ وہ ریاست کی حکومت کی برطرفی اور ریاستی اسمبلی کی تحلیل کی سفارش صدر جمہوریہ سے کرے۔ تب صدر جمہوریہ وزیراعظم کے مشورے سے ریاستی حکومت کو برطرف کردیتے ہیں اور گورنر کو حکم دیتے ہیں کہ وہ ریاست کے انتظام کو سنبھالے۔ چونکہ اس معاملہ میں دستور میں واضح ہدایات نہیں تھیں کئی مرکزی حکومتوں نے مخالف پارٹیوں کی زیر اقتدار ریاستی حکومتوں کو ہراساں کرنے اور انہیں برطرف کرنے کے لئے دفعہ 356 کا غلط استعمال کیا۔ 1994ء میں سپریم کورٹ نے اپنے ایک فیصلہ کے ذریعے دفعہ 356 کے استعمال کے تعلق سے سخت اصول جاری کئے۔ تب سے اس اختیار کا غلط استعمال بہت کم ہوگیا ہے۔

جنتا پارٹی اور کانگریس پارٹی دونوں کے اس عمل نے وفاقی اصولوں کو کمزور کردیا اور مرکزیت کو تقویت بخشی۔ اسکی وجہہ سے ملک کے اتحاد و سا لمیت کو بعض پرخطر چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اکثر ریاستوں کے عوام نے خود کو الگ تھلگ اور اجنبی محسوس کیا اور مرکز سے وسیع تر خودمختاری کی مانگ کرنے لگے اور بعض مواقع ایسے بھی آئے کہ ہندوستان سے علاحدگی کے متمنی ہوگئے۔ اسی دوران غیر کانگریسی علاقائی پارٹیاں جیسے SAD اور DMK نے اتحاد کرکے مشترکہ محاذ بنایا تاکہ قومی سطح پر فیصلہ سازی، وسیع تر مالیاتی خودمختاری، ریاستی معاملات میں مرکز کی کم تر مداخلت، گورنر کے اختیارات کے غلط استعمال اور صدر راج کے ظالمانہ نفاذ پر اتفاق رائے پیدا کریں۔

ایسی کئی مثالیں موجود ہیں جب مرکزی حکومتوں نے مخالف پارٹیوں کی ریاستی حکومتوں کو برطرف کردیا۔ بحث کیجئے کہ یہ عمل کیسے جمہوری اصولوں کی خلاف ورزی کے دائرہ میں آتا ہے؟

علاقائی امنگوں کا فروغ

آیئے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں وسیع تر خودمختاری کے لئے ابھرنے والی تحریکوں میں سے تین یعنی آندھرا پردیش، آسام اور پنجاب کا جائزہ لیتے ہیں۔ کیا آپ ان تحریکوں میں پائی جانے والی مشابہتوں اور اختلافات کی نشاندہی کرسکتے ہیں؟ یہ خودمختاری کے مطالبات کے تین مختلف رخوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔

آندھراپردیش

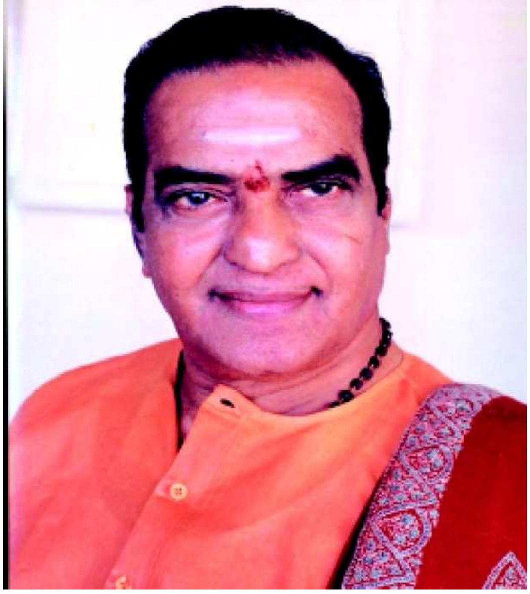

شکل 19.2: ین۔ٹی۔راماراؤ

کانگریس کی مرکزی قیادت کی جانب سے آندھراپردیش میں وزائے اعلیٰ کی بار بار تبدیلی اور وہاں سے قائدین کو مسلط کرنے کے عمل کی وجہ سے ناگواری و ناراضگی پیدا ہونے لگی۔ یہ احساس فروغ پانے لگا کہ قومی قیادت، آندھراپردیش کی قیادت کا احترام نہیں کررہی ہے۔ اسے آندھراپردیش کے عوام کی عزت نفس کے خلاف تصور کیا گیا۔ ایک مشہور فلم اداکار این ٹی راماراؤ اس مقصد کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ 1982ء میں اپنی 60ویں سالگرہ کے موقع پر انہوں نے تلگو دیشم پارٹی قائم کی۔ ان کا ادعا تھا کہ تلگو دیشم پارٹی کے قیام کا مقصد تلگو بولنے والے لوگوں کی عزت نفس اور توقیر کا تحفظ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ریاست آندھرا پردیش کے ساتھ کانگریس پارٹی کے ماتحت دفتر جیسا سلوک نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے علاوہ انہوں نے نہایت اہمیت کے حامل وعدے کئے جو کئی فلاحی اسکیموں پر مشتمل تھے جیسے کہ سرکاری مدارس میں دوپہر کے کھانے کی اسکیم، غریبوں کے لئے دو روپے کلو چاول کی فراہمی کی اسکیم اور شراب پر امتناع وغیرہ۔ ان عوامی شہرت کے حامل اسکیموں کی وجہ سے 1982ء کے انتخابات میں تلگودیشم پارٹی نے شاندار کامیابی حاصل کی۔ تاہم 1984ء میں جب این ٹی آر سرجری کے لئے امریکہ گئے ہوئے تھے تو گورنر نے انہیں بلاجواز کے برطرف کردیا۔ گورنر نے این بھاسکر راؤ کو چیف منسٹر مقرر کیا جو تلگودیشم پارٹی سے منحرف ہو کر کانگریس میں جا ملے تھے۔ امریکہ سے واپسی پر این ٹی آر نے گورنر کے اس اقدام کو چیلینج کیا اور ثابت کیا کہ اسمبلی کے ارکان کی اکثریت ان کی تائید میں ہے۔ ایک مہینے کی جدوجہد کے بعد مرکزی حکومت نے گورنر کو تبدیل کردیا۔ نئے گورنر نے دوبارہ این ٹی آر کا تقرر بہ حیثیت چیف منسٹر کے کیا۔ اس ظالمانہ برطرفی کے خلاف جدوجہد میں این ٹی آر کی حمایت کئی پارٹیوں نے کی جو دیگر ریاستوں میں برسر اقتدار تھیں مثلاً CPI(M)، DMK، SAD، نیشنل کانفرنس وغیرہ۔

> این ٹی آر کی سیاست میں حسب ذیل عوام کی اہمیت پر بحث کیجئے۔
> (i) فلمی ہیرو ہونے کا پس منظر
> (ii) ریاست کے عزت نفس کے لئے جدوجہد
> (iii) غریبوں کے لئے مشہور فلاحی اقدامات
> (iv) دیگر علاقائی پارٹیوں سے اتحاد

آسام تحریک

خودمختاری کے مطالبے کو لیکر ایک مماثل مگر نسبتاً طاقتور تحریک آسام میں شروع ہورہی تھی۔ آسام میں آسامی کے ساتھ بنگالی بھی کثرت سے بولی جانے والی زبان تھی۔ برطانوی دور سے ہی بنگالی باشندے ریاستی نظم ونسق میں درمیانی اور نچلے درجوں پر قابض رہے تھے۔ آسامی باشندے خیال کرنے لگے کہ بنگالی عہدیداران سے مساویانہ سلوک نہیں کرتے بلکہ انہیں دوسرے درجہ کا شہری خیال کرتے ہیں۔ آزادی کے بعد بے شمار بنگالی افراد آسام کو منتقل ہوگئے تھے۔ اس کے علاوہ بنگلہ دیش کی سرحدوں کو پار کر کے آنے والے پناہ گزینوں کی وجہ سے حالات مزید خراب ہوگئے۔ جب کبھی اس پڑوسی ملک کو سیاسی بحران یا قدرتی آفات کا سامنا ہوتا ہزاروں افراد سرحد پار کر کے آسام میں داخل ہوجاتے

اورمقامی لوگوں کو ناقابل بیان دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ مقامی لوگ یہ سوچنے لگے کہ اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو بہت جلد انکی تہذیبی وثقافتی بنیادیں کھوکھلی ہوجائیں گی اور بیرونی افراد کی وجہہ سے ان کی تعداد کم ہوکررہ جائے گی۔

1970 کے دہے کے آخر میں عوامی ناراضگی ایک سماجی تحریک میں تبدیل ہوگئی۔ جسکی قیادت آل آسام اسٹوڈنٹس یونین (AASU) کررہی تھی۔ یہ تنظیم جوساری ریاست میں پھیل چکی تھی نوجوانوں میں کافی مقبول ہوگئی۔ اس نے مرکزی حکومت کے خلاف کئی ہڑتالوں، احتجاجوں اورجلوسوں کی قیادت کی تا کہ اسکے مطالبات مانیں جائیں خصوصاً بیرونی افراد کو باہر نکالنے کا مطالبہ۔

ثقافتی اورآبادیاتی پہلوؤں کے علاوہ اس تحریک کا معاشی رخ بھی تھا۔ تجارت اوردیگر ادارے غیر آسامی باشندوں کے ہاتھ میں تھے۔ ریاست کے وسائل بشمول چائے اورتیل سے مقامی افراد کو فائدہ نہیں پہونچ رہا تھا۔ چائے کی صنعتیں زیادہ تر کلکتہ میں قائم تھیں اورعوامی شعبہ میں ہونے کے باوجود تیل کی صنعت میں بہت کم تعداد میں مقامی لوگوں کو جگہ دی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ ریاست سے نکالے گئے تیل کو صاف کرنے کے لئے ریاست سے باہر کہیں اور لے جایا جاتا تھا۔ مجموعی طور پر تحریک کا سب سے بڑا مطالبہ یہ تھا کہ آسام کے ساتھ جو''داخلی نوآبادی'' جیسا سلوک کیا جارہا ہے اسکو ختم کیا جائے۔ اس کے دیگر اہم مطالبات یہ تھے کہ مقامی لوگوں کو ملازمتوں میں ترجیح دی جائے، بیرونی افراد کو باہر نکال دیا جائے اوروسائل کا استعمال مقامی افراد کی بہبودی کے لئے کیا جائے۔

یہ مطالبات بعد میں مذہبی رنگ اختیار کرگئے کیونکہ پڑوسی ملک سے آنے والے اکثر افراد مسلمان تھے۔ حالات اسوقت مزید ابتر ہوگئے جب تحریک نے مخالف بنگالی، مخالف بایاں بازو (چونکہ مغربی بنگال میں بائیں بازو کی حکومت تھی)، مخالف غیر آسامی اور آخر کار مخالف ہندوستانی رخ اختیار کیا۔ اور جب تشدد اورانتشار اپنے عروج کو پہنچ گیا تو مرکزی حکومت کو اس تحریک کو کنٹرول کرنے کے لئے اقدام کرنا پڑا۔ احتجاجیوں اورمرکزی حکومت کے درمیان تین سال تک مذاکرات چلتے رہے پھر ایک سمجھوتہ طے پایا۔ وزیر آعظم راجیو گاندھی کی دلچسپی سے مرکزی حکومت اور AASU کے درمیان 1984ء میں ایک سمجھوتہ ہوگیا۔ عام حالات کو بحال کرنے کے لئے غیر معمولی قدم اٹھاتے ہوئے کانگریس نے معیاد کی تکمیل سے قبل ہی ریاست میں انتخابات کراوئے۔ انتخابات میں آسام گنا پریشد کو (جو AASU سے تعلق رکھتی تھی) اقتدار حاصل ہوا۔

اقتدار کی تبدیلی سے بہرحال وہ طویل مدتی مسائل حل نہ ہوئے جسکی بناء پر تحریک کو فروغ حاصل ہوا تھا۔ سفارتی اورجغرافیائی عوامل کی بناء پر بنگلہ دیش کی سرحد کو مہر بند تو نہیں کیا جاسکتا تھا (کیونکہ آبی گذرگاہوں اور پہاڑیوں کی وجہہ سے ہرجگہ باڑھ لگانا ممکن نہیں تھا)۔ قدیم بنگالی باشندوں اورمہاجرت کرکے آنے والے نئے افراد میں تفریق ونشاندہی اور بیرونی افراد کو نکال باہر کرنا کوئی آسان مسئلہ نہ تھا۔ نسلی تشخص پر زیادہ زور دینے سے آسام کے دیگر طبقات جیسے بوڈو، کھاسی، میزو اور کربی طبقوں پر منفی اثرات مرتب ہورہے تھے۔ ان میں کئی نے بھی خودمختاری کا مطالبہ کرنا شروع کردیا۔ وہ اپنی شناخت کو منوانے اوردیگر طبقات کو ان کے علاقوں سے نکال باہر کرنے کی خواہش کا اظہار کرنے لگے۔ جسکی بناپر نسلی تطہیر کے پرتشدد واقعات ہوئے۔ قبائلیوں اوراقلیتوں کو جبری طور سے باہر نکالا جانے لگا۔ یہاں تک کہ آسام کے کئی مقامات پر قتل عام کے واقعات بھی رونما ہوئے۔ اکثر یوں بھی ہوا کہ حکومت نے ایک طبقے کو دوسرے طبقے کے تشدد سے بچانے کے لئے مسلح کردیا جسکی وجہہ سے تناؤ اورمسائل حل ہونے کی بجائے بڑھتے گئے۔

مرکزی حکومت نے بھی ان علاقوں میں تناؤ کو کم کرنے اور امن کی بحالی کی غرض سے مسلح فوجی دستوں کو تعینات کیا۔ اس شمال مشرقی خطہ میں افواج کی تعیناتی کا سبب تین عوامل تھے۔ پہلا یہ کہ یہ خطہ حساس سرحدی علاقہ تھا جو چین، برما (نیا نام میانمار) اور بنگلہ دیش سے متصل تھا، دوسرا یہ کہ باغی گروپس ہندوستان سے ہی علاحدگی کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اور بیرونی طاقتوں سے امداد اور اسلحہ حاصل کر رہے تھے۔ اور تیسرا یہ کہ باغی گروپس اقلیتی طبقات کے خلاف بڑے پیمانے پر نسلی تشدد برپا کر رہے تھے۔

جب اس دشوار گذار خطے میں ہندوستانی فوجوں کا داخلہ ہوا تو شہری حقوق اور آزادیاں مفلوج ہو کر رہ گئیں۔ کیونکہ فوج غیر معمولی اختیارات کے ساتھ وہاں پر وارد ہوئی تھی۔ حکومت کا خیال تھا اس خطہ میں امن کی بحالی کا یہی ایک واحد راستہ رہ گیا ہے۔

اس طرح جو مسئلہ بنگالیوں اور آسامیوں کے درمیان شروع ہوا تھا بڑھتے بڑھتے اس حساس علاقہ میں ایک پیچیدہ بین طبقاتی تنازعہ کی شکل اختیار کر گیا۔ اس لئے نسلی تشخص اور نسلی حقوق کے مسائل کو حل کرنے کے لئے تنگ ذہنی اور فوری اقدامات کرنے کے بجائے کشادہ ذہنی اور وسعت نظری کا طریقہ اختیار کرنا ضروری ہوتا ہے۔

- آپ کے خیال میں آسامی تحریک، آندھرا پردیش میں این ٹی آر کی تحریک مشابہت رکھتی ہے یا مختلف ہے؟
- حسب ذیل موضوع پر کمرہ جماعت میں مباحث کا انعقاد کریں۔

ایک علاقہ میں ایک ہی فرقے کے لوگوں کو رہنا چاہیے اور تمام ملازمتیں، تجارت وغیرہ اسی فرقے کے لوگوں کے ہاتھ میں ہونا چاہیے یا ہندوستان کے تمام لوگوں کو آزادی حاصل ہونا چاہیے کہ وہ اپنی مرضی سے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کو نقل وحرکت کر سکیں، کہیں بھی قیام کر سکیں اور کوئی بھی کام کر سکیں۔

- لوگوں کی آزادانہ نقل وحرکت کی پالیسی کو اپنانے کی وجہ سے کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ دولت مند اور طاقتور بیرونی افراد علاقوں کی تمام زمینوں اور وسائل کو خرید کر ان کے مالک بن جائیں اور علاقوں کے مقامی افراد غریب اور مفلس ہو کر رہ جائیں؟

پنجاب کا احتجاج

ہندوستان کے دوسرے سرے پر ریاست پنجاب میں خودمختاری کی ایک اور تحریک کو فروغ حاصل ہوا۔ یہاں بھی آبادی کی اکثریت کا مذہب اور زبان ہی حرکت پذیری کا سبب بنی۔ اس علاقہ کے لوگوں کی شکایت بھی یہی تھی کہ ریاست کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ ریاست کی تشکیل کے وقت ہی ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔ انہوں نے چنڈی گڑھ کو اس ریاست کا صدر مقام بنانے کا مطالبہ کیا جو اسوقت مرکزی زیر انتظام علاقہ تھا۔ پنجاب کے لوگوں نے بھاکرہ ننگل ڈیم سے زائد پانی کی فراہمی اور فوج میں سکھوں کی بھرتی کو بڑھانے کا مطالبہ کیا۔

اکالی دل نے 1978ء میں جنتا پارٹی کے دور حکومت میں کئی قراردادیں منظور کیں اور مرکزی حکومت سے ان کو نافذ کرنے کا مطالبہ کیا۔ اکالی دل کا سب سے اہم مطالبہ یہ تھا کہ ریاستوں کو زائد اختیارات دینے اور اختیارات کو غیر مرکوز کرنے کے لئے دستور میں ترمیم کی جائے۔ قرارد میں کہا گیا:

’’شرومنی اکالی دل جنتا حکومت پر زور دیتی ہے کہ وہ مختلف لسانی، تہذیبی طبقات، مذہبی اقلیتوں اور ملک کے کروڑوں عوام کی طرف دھیان دے اور دستوری ڈھانچہ کی حقیقی اور معنی خیز وفاقی اصولوں کی بنیاد پر تشریح کرے تاکہ ملک کے اتحاد وسالمیت کو درپیش خطروں کے امکانات کو کم سے کم کیا جاسکے۔ اور مزید یہ کہ ریاستوں کو ان کے متعلقہ علاقوں میں انہیں حاصل اختیارات کا بامعنی استعمال کرتے ہوئے ملک کی ترقی وخوشحالی میں کارآمد رول ادا کرنے کا موقع ملے۔‘‘

کانگریس اور اکالی دل میں بڑھتی انتخابی مسابقت نے حالات کو اور بگاڑ دیا۔ اکالی دل حکومت کی برطرفی اور 1980ء میں کانگریس کی اقتدار پر واپسی نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور سکھوں میں یہ خیال جڑ پکڑ گیا کہ انکے خلاف امتیاز برتا جارہا ہے۔ کئی ناخوشگوار واقعات کی وجہ سے سکھوں اور مرکزی حکومت میں فاصلے مزید بڑھ گئے۔ بھنڈاراں والے نے جو سکھ جنگجو گروپ کا لیڈر تھا علاحدگی پسندی کی ترغیب دینی شروع کی اور علاحدہ سکھ ریاست خالصتان کی تشکیل کا مطالبہ کرنے لگا۔ یہ دور ریاست میں شورشوں اور فسادات کا دور تھا۔ انتہا پسندوں نے پنجاب میں سکھوں اور غیر سکھ برادری کے لوگوں پر بھی کٹر روایتی طرز زندگی کو نافذ کرنے کی کوشش کی۔ اس تنازعہ نے فرقہ واریت کا رنگ اختیار کرلیا۔ غیر سکھ برادری کے لوگوں پر حملے کیئے گئے۔ آخر کار سکھ علاحدگی پسند گروپوں نے ایک مرتبہ سنہری گردوارہ پر قبضہ کرلیا تو اس عمارت کو انتہا پسندوں سے خالی کروانے کے لئے فوج گردوارے میں داخل ہوگئی۔ لیکن فوج کے داخلہ کو سکھوں کی عبادتگاہ کی بے حرمتی تصور کیا گیا اور سکھوں میں علاحدگی پسندی مزید بڑھ گئی۔

شکل 19.3: 1970 اور 1980 کے دہے میں ہندوستان کی ٹکنالوجی اور امداد باہمی میں کامیابیاں اس کی مثالیں سری ہری کوٹہ سے ESLV کو داغنا اور Amul Cooperative ہیں۔

اس تمام کشیدگی کا نتیجہ 1984ء میں وزیر اعظم اندرا گاندھی کے قتل کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اسکے ردعمل کے طور پر کئی مقامات خصوصاً دہلی میں سکھوں کے خلاف غم وغصہ ابل پڑا۔ ان پر حملے کئے گئے۔ انہیں قتل کیا گیا اور انکی جائدادوں کو تباہ تاراج کیا گیا۔ انتظامیہ نے اس تشدد کو روکنے کے لئے بہت کم سرگرمی دکھائی۔ ''یہاں تک کہ کئی برس بعد بھی مجرموں کو نہ گرفتار کیا گیا اور نہ انہیں قانون کے مطابق سزا دی گئی۔''

راجیو گاندھی کے وزیر اعظم بننے کے بعد، انہوں نے شرومنی اکالی دل کے ساتھ مذاکرات کئے اور SAD کے صدر سنت لونگوال سے معاہدہ کیا۔ پنجاب میں تازہ انتخابات کروائے گئے اور SAD کو کامیابی بھی حاصل ہوگئی لیکن امن کا یہ دور نہایت مختصر ثابت ہوا کیونکہ انتہا پسندوں نے سنت لونگوال کو قتل کر دیا۔

اپریل 1986ء میں اکال تخت میں ایک اجتماع کے دوران آزاد ریاست خالصتان کی قرارداد منظور کی گئی۔ آزاد ریاست کے لئے جدو جہد کرنے کی خاطر مسلح جنگجو گروپ تشکیل دیئے گئے۔ انہوں نے متعدد دہشت گردانہ حملے کیے۔ حکومت ہند کا کہنا تھا کہ ان گروپوں کی پشت پناہی پاکستان کی حکومت کی جانب سے کی جارہی ہے۔ یہ دہا پنجاب میں تشدد اور غارتگری سے عبارت رہا۔ شورش و بغاوت کے اس دور میں سکھ انتہا پسندوں نے پولیس اور دیگر فرقوں کے ساتھ پرتشدد لڑائیاں بھی کیں۔ یہاں تک کہ جو صحافی، سیاستداں، فنکار یا جہدکاران جنگجوؤں کے ہم خیال نہ ہوتے تھے وہ انہیں قتل کر دیتے تھے۔ بلا کسی امتیاز کے کئے جانے والے حملوں سے شہریوں کی بڑے پیمانے پر ہلاکتیں ہوئیں، ریلوں کو پٹریوں سے اتار دیا گیا، بازاروں، دکانوں اور دہلی و پنجاب کے درمیان عوامی مقامات پر بم دھاکے کئے گئے۔ صرف 1991ء میں تقریباً 1000 لوگ مارے گئے۔ اپنی سرگرمیوں کے لئے فنڈس کے حصول کی خاطر جنگجو گروپ اغواء برائے تاوان اور لوٹ مار جیسی سرگرمیوں میں ملوث رہے۔

ان انتہا پسندانہ نظریات کی بناء پر جنگجو گروپس کی آہستہ آہستہ پنجاب کے عوام میں عزت وتوقیر گھٹتی گئی اور یہ جنگجو سماج میں الگ تھلگ ہوگئے۔ کافی عرصے کے بعد سرگرم پولیس کاروائیوں کے بعد انتہا پسندی کا خاتمہ ہوا۔ آخر کار انتہا پسندوں کے ساتھ عوام کی ہمدردیاں ختم ہوجانے سے 1990ء کے اواخر میں پنجاب میں امن بحال ہوگیا۔

بہرحال حکومت نے بغاوت اور انتہا پسندی کو کچلنے کے لئے نہایت سخت اقدامات کئے۔ جن میں اکثر شہریوں کے دستوری حقوق کی خلاف ورزی کے دائرے میں آتے ہیں۔ کئی مبصرین کی نگاہ میں دستوری اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی سے بچنا ممکن نہ تھا کیونکہ پرتشدد کاروائیوں کے نتیجے میں ساری دستوری مشنری ٹھپ ہوکر رہ گئی تھی۔ یہاں تک کہ جج صاحبان انتہا پسندوں کے خلاف فیصلہ کرنے سے خوفزدہ تھے کہ ان کے ساتھ انتقامی کاروائیاں کی جائیں گی۔ لیکن بعض دیگر مبصرین کا احساس تھا کہ حکومت کی جانب سے اس طرح ماورائے دستور اختیارات کا استعمال بہرصورت درست نہیں ہوسکتا کیونکہ طویل مدت میں اسکی وجہہ سے سیاست میں غیر جمہوری رجحانات فروغ پاتے ہیں۔

- سکھوں میں علاحدگی پسندی اور انتہا پسندی کے فروغ میں دہلی میں 1984 کے مخالف سکھ فسادات کا کیا رول تھا؟
- آسام اور پنجاب تحریکوں میں مشابہتوں اور اختلافات کا تقابل کیجئے۔ اور بتلائیے کہ ہمارے سیاسی نظام کو ان تحریکوں سے کیا دشواریاں پیش آئیں؟
- حکومت نے ان دو مسائل سے جس انداز میں نمٹا، کیا اس سے ہماری جمہورت کو تقویت حاصل ہوئی یا جمہورت کمزور ہوئی؟

راجیو گاندھی کے دور میں نئی پیش قدمیاں

شکل 19.4: راجیو گاندھی

راجیو گاندھی کی قیادت میں کانگریس نے انتخابات میں فقید المثال کامیابی حاصل کی۔ راجیو گاندھی نے پنجاب، آسام، میزورم اور پڑوسی ملک سری لنکا کے ساتھ امن کی شروعات میں پہل کی۔ ہندوستان کی جانب سے دو متحارب گروپوں (علاحدگی پسند ٹامل باشندوں اور سنہالی حکومت) کے مابین امن کے قیام کے لئے اپنی فوج روانہ کی۔ لیکن یہ ایک تباہ کن مہم ثابت ہوئی کیونکہ اسے نہ ٹامل باشندوں نے قبول کیا اور نہ ہی سری لنکا کی حکومت نے اور آخر کار 1989ء میں فوج کو واپس ہونا پڑا۔

راجیو گاندھی کا احساس تھا کہ ملک کی ترقی پر مکمل توجہ دینے کے باوجود اس کے ثمرات حقیقی استفادکنندگان تک نہیں پہنچ پارہے ہیں۔ ایک مشہور تقریر کے دوران انہوں نے کہا کہ خرچ کئے جانے والے ہر روپیے میں سے صرف 15 پیسے ہی غریبوں تک پہنچتے ہیں۔ اس سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ ترقی کے لئے اخراجات میں بے تحاشہ اضافہ کے باوجود غریبوں کے حالات جوں کے توں رہتے ہیں۔ اور اکثر غریبوں، عورتوں، دلتوں، قبائلیوں وغیرہ تک ترقی کے ثمرات پہنچتے ہی نہیں۔ راجیو گاندھی نے محسوس کیا کہ طریقہ کار میں بڑے پیمانے پر تبدیلی کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے انہوں نے پنچایت راج اداروں کو فعال بناتے ہوئے حکمرانی میں عام لوگوں کی شرکت و شمولیت کو یقینی بنانے کی کوشش کی۔ لیکن کئی ریاستی حکومتوں نے خصوصاً وہ جو اپوزیشن پارٹیوں کے زیر اقتدار تھیں یہ اعتراض کیا کہ یہ عمل ان کو جان بوجھ کر نظر انداز کرنے اور ان کے اختیارات کو گھٹانے کی کوشش ہے۔

شکل 19.5: سن 1950 میں ٹیلیفون ایکسچینج کا منظر نئی دہلی میں ٹیلیفون ایکسچینج کا عمل کام کرتے ہوئے

معاشی میدان میں بھی راجیو گاندھی نے جدت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ 1985ء میں ان کی حکومت کے پہلے بجٹ کے ذریعے مروجہ پابندیوں کو ہٹاتے ہوئے نسبتاً آزادانہ نظام کی طرف پیش قدمی کی گئی۔

- موجودہ دور سے ماضی کا تقابل کرتے ہوئے بتلایئے کہ ملک کے لئے راجیو گاندھی نے کون کونسے کارہائے نمایاں انجام دیئے؟
- کمرہ جماعت میں بحث کیجئے کہ اکثر ترقیاتی اسکیموں کا فائدہ غریبوں کو کیوں نہیں پہنچ پاتا؟ غریبوں تک ان فائدوں کو پہنچانے کے لئے کونسے طویل مدتی اقدامات کئے جانے چاہیے؟
- آپ کے اسکول کے طلباء کو جو سہولتیں دستیاب ہیں ان کی نشاندہی کیجئے اور ایک فہرست مرتب کیجئے۔ کیا وہ انہیں مناسب ڈھنگ سے حاصل کرلیتے ہیں؟ اپنے کمرہ جماعت میں، گھروں یا کھیل کے میدان میں اس تعلق سے بحث کیجئے۔

راجیو گاندھی کا ایقان تھا کہ ہندوستان کو جدید ٹکنالوجی خاصکر کمپیوٹر اور مواصلاتی ٹکنالوجی کو اپنانے کی اشد ضرورت ہے۔انہوں نے اس سمت قدم بڑھاتے ہوئے ہندوستان میں مواصلاتی انقلاب برپا کر دیا جس کی وجہہ سے سیٹلائیٹ ٹکنالوجی کو استعمال کرتے ہوئے ملک بھر میں ٹیلی فونی مواصلات کا جال پھیلا دیا گیا۔

فرقہ واریت کا عروج اور اعلیٰ درجوں میں رشوت ستانی

تقسیم ملک کے خوفناک تجربے کے بعد اس بات کی کوشش کی گئی تھی کہ مذہب کو روایتی اور سرگرم سیاست سے دور رکھا جائے۔لیکن اس دور میں ایک نئی قسم کی سیاسی حرکت پذیری دیکھی گئی جو فرقہ وارانہ رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔سیاسی مقصد براری کے لئے مذہب کے استعمال اور حکومت کے جانبدارانہ رول کی وجہہ سے تباہ کن نتائج برآمد ہوں گے اور ملک کے اتحاد و سالمیت پر سوالیہ نشان لگ جائے گا۔

وزیر اعظم کا اظہار معذرت

ڈاکٹر منموہن سنگھ نے راجیہ سبھا میں یہ بیان دیا:

۔۔۔۔1984ء میں پیش آئے اس عظیم قومی المیہ میں چار ہزار لوگ مارے گئے۔ یہ موقع ہے کہ ہم ایک متحد قوم کے طور پر اپنا محاسبہ کریں، اور ایسی نئی راہیں اپنائیں کہ دوبارہ ہمارے ملک میں ایسے دردناک سانحے رونما نہ ہوں۔۔۔۔ مجھے سکھ طبقے سے بلکہ پورے ہندوستانی قوم سے اظہار معذرت کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں ہے کیونکہ 1984ء میں جو کچھ ہوا وہ ہماری قومیت اور مقدس دستوری اقدار کے منافی ہے۔اس لئے میں کسی جھوٹے وقار کو خاطر میں نہیں لاؤں گا۔ ہماری حکومت اور ملک کے سارے عوام کی جانب سے میں اظہار معذرت کرتا ہوں کہ ایسا سانحہ ہوا۔لیکن جناب، قوموں کی زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں۔ ماضی ہمارے ساتھ ہے۔ ہم اسے دوبارہ تحریر تو نہیں کر سکتے۔لیکن بحیثیت انسان ہونے کے ہم یہ عزم رکھتے ہیں اور ہم میں یہ اہلیت ہے کہ ہم تمام کے لئے بہترین مستقبل تحریر کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔(pmindia.nic.in/RS%20speech.pdf) 11/ اگسٹ 2005ء

- اس تقریر کا اہم ترین پیام کیا ہے؟
- اس تقریر نے کس بات کی طرف اشارے کئے ہیں؟
- وزیر اعظم کے تقریر کی اہمیت کس طرح سے ہے؟

1985ء میں سپریم کورٹ نے شاہ بانو نامی خاتون کے مقدمے میں جس کو اسکے شوہر نے طلاق دی تھی ایک فیصلہ دیا کہ اس خاتون کو اسکے سابق شوہر کی جانب سے اخراجات (نان نفقہ) ادا کئے جاتے رہیں۔بعض ترقی پسند مسلمانوں نے اس فیصلہ کا خیر مقدم کیا لیکن اکثریت نے اسکے خلاف یہ کہتے ہوئے احتجاج شروع کیا کہ یہ اسلامی قانون کے خلاف ہے اور اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو پھر انکی مذہبی زندگی میں مزید مداخلت شروع ہو جائے گی۔خواتین کی تحریکوں کے قائدین اور مسلم سماج میں اصلاحات کے متمنی افراد نے خیال ظاہر کیا کہ مسلم خواتین کے ساتھ ہونے والی کھلی ناانصافیوں کا تدارک ہو سکے گا جن کو اکثر یکطرفہ طور پر ان کے شوہروں کی جانب سے طلاق دے دی جاتی ہے۔حکومت قدامت پسند گروپوں کے دباؤ میں آگئی اور 1986ء میں ایک نیا قانون منظور کیا گیا جس نے مسلم مردوں کو استثنیٰ دیا اور مسلم مذہبی اداروں کو

اجازت دی کہ مطلقہ خواتین کو تین ماہ کی قلیل مدت تک نان نفقہ دینے کے اصول پر عمل کیا جائے۔اس عمل کو اکثر لوگوں نے مذہبی قدامت پرستی سے سمجھوتہ اوراس فرقے کی خواتین کے مفادات کونظر انداز کرنا قرار دیا۔

اسی دوران ہندوؤں کے بعض گروہوں نے ایودھیا میں بابری مسجد کے مقام پر رام مندر کی تحریک شروع کی۔ان کا دعویٰ تھا کہ یہ رام چندر جی کی پیدائش کا مقام ہے اور قدیم مندر کو توڑ کر مسجد بنائی گئی ہے۔بابری مسجد کے متولیوں نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ یہ شروع ہی سے مسلمانوں کی مسجد رہی ہے۔یہ تنازعہ کچھ عرصے تک چلتا رہا اور عدالت نے حکم دیا کہ قطعی فیصلہ ہونے تک سال بھر میں ایک دن کے علاوہ مسجد کو بند رکھا جائے۔1986ء میں عدالت نے فیصلہ دیا کہ مسجد کو تمام دنوں کے لئے کھول دیا جائے اور ہندوؤں کو روزانہ عبادت کی اجازت دی گئی۔اس فیصلہ پر یہ عمومی ردعمل ظاہر کیا گیا کہ مرکزی حکومت کی ایماء پر ایسا فیصلہ کیا گیا۔اس فیصلہ سے ان لوگوں کو تقویت حاصل ہوئی جو مسجد کو مندر میں تبدیل کرنا چاہتے تھے،انہیں لاتعداد لوگوں کو ترغیب دینا آسان ہوگیا۔

کئی مبصرین کا احساس تھا کہ منظّم سیاسی پارٹیاں عوام میں اپنی مقبولیت کھو رہی تھیں۔غیر سیاسی قائدین کی قیادت میں کئی امور سے متعلق تحریکیں شروع ہورہی تھیں۔بڑے کاشتکار جو بازاروں کے لئے پیداوار مہیا کرتے تھے زرعی پیداوار کی بہتر قیمتوں کے لئے جدوجہد کررہے تھے اور ماحصل اشیاء جیسے ڈیزل،کھادوں اور بجلی پر زیادہ سبسیڈی کی مانگ کررہے تھے۔اتر پردیش اور ہریانہ کے کاشتکار مہندر سنگھ ٹکیٹ کی قیادت میں احتجاج کررہے تھے،جبکہ مہاراشٹرا کے کسان شرد جوشی کی رہنمائی میں جدوجہد کررہے تھے۔کئی ریاستوں میں ترقیاتی پراجکٹس مثلاً ڈیموں اور کانوں کی وجہ سے قبائیلوں اور کسانوں کی دوسرے مقامات کو منتقلی کے خلاف تحریکیں چلائی جارہی تھیں۔مبصرین کا خیال تھا کہ شہرت میں کمی کی وجہہ سے قومی سیاسی پارٹیاں ہندوؤں اور مسلمانوں میں مذہبی جذبات کو بھڑکا کر انتخابات میں ان کی حمایت حاصل کرنا چاہتی ہیں۔لیکن اس کی وجہہ سے ہندوستانی سیاست کے تانے بانے کمزور ہوگئے اور آنے والے برسوں میں فرقہ وارانہ سیاست کے عروج کے راستے ہموار ہوئے۔

اسی دوران کئی قائدین کے خلاف یہ الزامات لگائے گئے کہ انہوں نے راست یا بالواسطہ طور پر ہندوستانی فوج کو سربراہ کئے جانے والے ہتھیاروں کی معاملت میں سویڈش صنعتکاروں سے رشوت حاصل کی ہے۔حالانکہ ان الزامات کو واضح طور پر ثابت نہیں کیا جاسکا،مگر اس معاملہ پر ایک زبردست مہم وی پی سنگھ جیسے سابق کابینی وزیروں کی جانب سے چلائی گئی۔1989ء کے انتخابات میں انتظامیہ اور سیاسی حلقوں میں رشوت ستانی کا مسئلہ غیر کانگریسی پارٹیوں کے لئے نہایت اہم انتخابی مسئلہ بن گیا۔ایک بار پھر غیر کانگریسی پارٹیوں نے اپنے اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے آپس میں اتحاد کیا تو کانگریس کے لئے کامیابی ممکن نہ ہوسکی۔کانگریس نے انتخابات میں قابل لحاظ نشستوں پر کامیابی حاصل کی لیکن حکومت بنانے کی بقدر اکثریت اسے حاصل نہ ہوئی۔لہٰذا پہلی مخلوط حکومت وی پی سنگھ کی قیادت میں جنتا دل پارٹی نے تشکیل دی۔

مخلوط سیاست کا دور

1990 کا دہا ہندوستان کی مابعد آزادی کی تاریخ میں نمایاں تبدیلیوں کا دہا تھا۔مسابقتی کثیر پارٹی نظام میں تبدیلی کے بعد اب یہ تقریباً ناممکن ہوگیا کہ کوئی واحد سیاسی پارٹی اپنے بل پر نشستوں کی اکثریت حاصل کرلے اور حکومت تشکیل دے۔1989ء کے بعد سے قومی سطح پر تشکیل دی گئی تمام حکومتیں یا تو مخلوط حکومتیں تھیں یا پھر اقلیتی نشستوں کی حامل حکومتیں تھیں۔کئی قومی اور علاقائی پارٹیوں کو مرکزی حکومت تشکیل

دینے کے لئے اتحاد کرنا لازمی ہوگیا۔اس کا مطلب یہ تھا کہ کئی پارٹیوں کے نظریات اور پروگراموں میں مطابقت پیدا کرنا اوران پر صلح جوئی کا مظاہر کرتے ہوئے ایک مشترکہ لائحہ عمل پر متفق ہونا ضروری ہوگیا تھا۔کوئی پارٹی اپنے ذاتی ایجنڈے کو روبہ عمل نہیں لاسکتی تھی اوراسے اپنے نظریات اور طریقہ کار پر سمجھوتہ کرنا ضروری ہوجاتا تھا۔حالانکہ اس کی وجہہ سے مرکزی حکومت سیاست اور پالیسی امور میں مختلف پارٹیوں کے نظریات کے تئیں حساسیت کا مظاہرہ کرنے لگی، لیکن اسکی وجہہ سے حکومت کے استحکام کو خطرہ لاحق ہوگیا۔چھوٹی چھوٹی پارٹیاں بھی اس کمزوری کا ناجائز فائدہ اٹھانے لگیں کہ اگر وہ حکومت کی تائید سے دستبرداری اختیار کرلیں تو حکومت کا زوال ہوجائے گا۔بعض اوقات اس بناء پر حکومت میں ''پالیسی مفلوجیت'' طاری ہوگئی کیونکہ مخلوط حکومت کسی بڑی تبدیلی کے لئے کوئی پالیسی نافذ نہیں کر پاتی تھی،صرف اس خوف سے کہ اس کی کوئی حامی پارٹی اپنی تائید سے دستبردار نہ ہوجائے۔

شکل 19.6:وی پی سنگھ

ابتدائی مخلوط حکومتیں انتہائی غیر مستحکم تھیں اور وہ اپنی میعاد کی تکمیل بھی نہ کر پائیں۔لیکن بعد میں بننے والی مخلوط حکومتوں نے مشترکہ پروگراموں کو اپنایا اور اپنی حامی پارٹیوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے کوآرڈنیشن کمیٹیاں قائم کیں۔ جیسے کہ بی جے پی کی زیرقیادت نیشنل ڈیموکراٹک الائنس کی مخلوط حکومت اور کانگریس کی زیرقیادت یونائیٹڈ پروگریسیو الائنس کی مخلوط حکومت نے اپنی میعاد کی تکمیل کی ۔مزید یہ کہ UPA ایسی پہلی مخلوط حکومت بنی جو دوبارہ منتخب ہوئی۔

> ❍ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مخلوط سیاست نے حکومت کو کمزور کردیا ہے جبکہ دوسرے خیال کرتے ہیں کہ اس نے کسی بھی پارٹی کو اپنا ایجنڈا ملک پر مسلط کرنے سے روک دیا ہے۔مثالوں کے ذریعے بحث کیجئے۔

مغربی بنگال میں ''بائیں محاذ کی حکومت''

بائیں بازو کی پارٹیوں نے یعنی کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا(CPI) ، فارورڈ بلاک، انقلابی سوشلسٹ پارٹی، کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا مارکسسٹ(CPM) نے ملکر بایاں محاذ تشکیل دیا اور 1977ء میں مغربی بنگال میں انتخابات میں کامیابی حاصل کرکے CPM کے جیوتی بسو کی قیادت میں حکومت تشکیل دی۔ اس کے اہم پروگراموں سے ایک یہ تھا کہ ریاست میں اراضی اصلاحات کے نامکمل معاملات کو نمٹایا جائے۔جون 1978ء میں مغربی بنگال کی حکومت نے آپریشن بارگا شروع کیا جسکا مقصد یہ تھا کہ بارگاداروں (Sharecroppers) کے ناموں کا اندراج کیا جائے تاکہ ان کے حقوق کا تحفظ ہوسکے۔بارگادار وہ لوگ تھے جو زمینداروں کے زمینوں پر کاشتکاری کرتے اور پیداوار کا بڑا حصہ کرایہ کے طور پر زمینداروں کے حوالے کرتے تھے۔یہ لوگ مغربی بنگال کی زرعی سرگرمیوں میں مصروف آبادی کا بڑا حصہ تھے۔آپریشن بارگا کی کامیابی کا انحصار بارگہ داروں اور پنچایت راج اداروں کی مشترکہ کاوشوں پر تھا جنہوں نے دفتری تاخیر سے گریز کیا اور زمیندار طبقے کے رعب

ودبدبہ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اپنا کام کیا۔ عہدیداروں نے دیہاتوں میں کیمپ قائم کئے جہاں مختلف بارگہ دار وغیرہ آتے اور اپنے مسائل پر نمائندگی کرتے تھے۔ دعویداروں کی ایک فہرست فوری ترتیب دی جاتی تھی اور زمینداروں کی موجودگی میں فوری تنقیح عمل میں آتی تھی۔ زمیندار چاہے تو اپنے اعتراضات وہاں درج کرواسکتے تھے۔ تنقیح کے بعد بالآخر موقع پر ہی بارگہ داروں کے نام درج کر لیے جاتے اور قانونی دستاویزات کی اجرائی اور تقسیم فوری عمل میں آتی تھی۔

آپریشن بارگا کے نتیجے میں زمیندار، بارگہ داروں کو جبری طور پر زمینوں سے بے دخل کرنے سے باز آ گئے۔ درحقیقت بارگا داروں کے حقوق کو موروثی اور بعد میں مستقل کر دیا گیا۔ دوسرا یہ کہ حکومت نے تیقن دیا کہ بارگاداروں کا پیداوار میں قابل لحاظ حصہ ہوگا۔(75 فیصد اگر بارگہ دار خود مزدوروں سے ہٹ کر ماحصل فراہم کرتا ہے اور اگر یہ محاصل (Inputs) زمیندار فراہم کرتے ہیں تو بارگہ دار کو 50 فیصد پیداوار حاصل ہوگی) مجموعی طور پر مغربی بنگال میں دیہی گھرانوں میں سے نصف نے اصلاحات اراضی کے فائدوں سے استفادہ کیا۔

ان اقدامات کے نتیجے میں مغربی بنگال کی زرعی پیداوار میں تقریباً 30% تک اضافہ ہوا اور دیہی غربت میں قابل لحاظ کمی ہوئی۔ تاہم کئی معترضین کا خیال تھا کہ ابھی بھی مغربی بنگال میں بارگہ داروں کی اکثریت (تقریباً 70%) کا اندراج نہیں ہوا اور اس جزوی عمل کی وجہ سے دیہی دولتمندوں کا ایک نیا طبقہ وجود میں آیا۔

- مغربی بنگال میں اصلاحات اراضی کا تقابل ویت نام اور چین کے اصلاحات اراضی سے کیجئے۔ یہ کسطرح مشابہہ یا مختلف ہیں؟
- آپ کے خیال میں بارگہ داروں کے حقوق کے تحفظ سے پیداوار میں اضافہ کیوں ہوا؟

اس کے باوجود آپریشن بارگا اور پنچایت راج کے نفاذ سے بایاں محاذ دیہی آبادی کی قابل لحاظ تائید حاصل کرنے میں کامیاب رہا اور 2006ء تک متعدد بار انتخابات میں بائیں محاذ نے کامیابی حاصل کی۔ یہ جمہوری انداز میں ریاست کے عوام کی امنگوں اور ضرورتوں کو پورا کرنے کے مختلف راستوں میں سے ایک تھا۔

قومی جمہوری محاذ 1998 تا 2004	متحدہ محاذ 1986 تا 1998	متحدہ محاذ 1989 تا 1990
حکومتی جماعتیں	حکومتی جماعتیں	حکومتی جماعتیں
جنتادل یو،شرومنی اکالی دل، آل انڈیا انادراوڑا مونتیرا کازگم، جموں کشمیر نیشنل کانفرنس، ترنمول کانگریس بیجو جنتادل، شیوسینا	جموں کشمیر نیشنل کانفرنس، تلگودیشم، ٹامل منیلا کانگریس، کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا، آسام گناپریشد، دراوڑا مونتیرا کازگم، ایم جی پی، سماج وادی پارٹی	جنتادل، دراوڑا مونتیرا کازگم، آسام گناپریشد، تلگودیشم، جموں کشمیر نیشنل کانفرنس،
حلیف جماعتیں	حلیف جماعتیں	حلیف جماعتیں
تلگودیشم	کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا	کمیونسٹ پارٹی مارکسیٹ، کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا، بی جے پی (بھارتیہ جنتا پارٹی)

یہ حلیف جماعتوں کی مکمل فہرست نہیں ہے یا ایسی جماعتیں جو کبھی حکومت کا حصہ تھیں۔ ہم نے انہی جماعتوں کی فہرست بنائی جس کے پانچ یا زائد پارلیمانی رکن تھے۔

20 ویں صدی عیسوی کے آخری دہے میں سیاسی اضطراب

سیاست میں اس تبدیلی کی وجہہ سے کئی دیگر تبدیلیاں بھی رونما ہوئیں۔ایک طرف ہندوستان کو اپنی معیشت میں کھلے پن کو اختیار کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔اور بیرونی سرمایہ اور اشیاء کو ہندوستان میں داخلہ کی اجازت دینی پڑی۔اور دوسری طرف نئے سماجی گروپوں نے اپنے آپ کو منوانا شروع کر دیا اور آخرکار مذہبی قوم پرستی اور فرقہ وارانہ سیاسی حرکت پذیری ہندوستانی سیاسی نظام کی اہم خصوصیت بن گئے۔

دستوری مراعات میں وسعت

جنتا دل نے پسماندہ طبقات کو مواقع کی فراہمی اور مشمولاتی ترقی کی اہمیت پر زور دیا۔نیشنل فرنٹ گورنمنٹ نے منڈل کمیشن کی رپورٹ کو روبہ عمل لانا چاہا جس میں دیگر پسماندہ طبقات (OBCs) کو سرکاری ملازمتوں اور تعلیمی مواقع میں تحفظات دینے کی سفارش کی گئی۔وی پی سنگھ کی حکومت نے سماجی اور تعلیمی اعتبار سے پسماندہ طبقات کو 27% تحفظات دیتے ہوئے ان سفارشات پر عمل کرنے کا اعلان کیا۔اس حکم نے بے شمار احتجاجات کو ہوا دی خصوصاً شمالی ہندوستان میں۔جنوب میں کئی ریاستیں پہلے ہی OBCs کو تحفظات دینے کی پالیسی پر عمل پیرا تھیں۔دیگر کئی سیاسی پارٹیاں وی پی سنگھ کے اس فیصلہ کی تائید میں نہیں تھیں لیکن وہ لوگوں کی تائید سے محروم ہوجانے کے خوف سے اسکی مخالفت نہیں کررہی تھیں۔یہ اس لئے کہ گذشتہ دو دہوں میں کئی OBC طبقات دولت مند ہو گئے اور اپنے حقوق کو منوانے میں کامیاب رہے تھے۔ انہوں نے اصلاحات اراضی اور سبز انقلاب سے کافی فائدہ اٹھایا اور اب یہ چاہتے تھے کہ انہیں تعلیم، سرکاری ملازمتوں اور سیاست میں نمائندگی حاصل ہو۔انہوں نے ان میدانوں میں اپنے حق کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا۔وی پی سنگھ کی حکومت نے منڈل کمیشن کی سفارشات پر عمل کرتے ہوئے ان کے اس مطالبہ کی تکمیل کی کوشش کی۔اسطرح دھیرے دھیرے تمام سیاسی پارٹیوں نے ہندوستانی سیاست میں OBCs کی اہمیت کو تسلیم کرلیا۔ان تمام سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہندوستانی سیاست عام طور پر ذات پات کے مسائل خصوصاً کم تر ذاتوں کو درپیش مسائل کے تئیں حساسیت کا مظاہرہ کرنے لگی ہے۔کئی پارٹیاں جو ذات پات کی نمائندگی کرنے لگیں ہندوستانی سیاست میں اہمیت اختیار کر گئیں۔جیسے بہوجن سماج پارٹی جو دلتوں کے مسائل کی نمائندگی کا دعویٰ کرتی ہے اور کئی دیگر علاقائی پارٹیاں جو ابھرنے والی دیگر

پنچایت راج اور تہتر ویں (73) ترمیم

سن 1922ء میں پی وی نرسمہا راؤ کی زیرنگرانی حکومت نے ایک اہم دستوری ترمیم کی جس کی رو سے مقامی خود اختیار حکومتوں کو دستوری درجہ دیا گیا۔ دستور کی تہتر ویں (73) ترمیم نے مقامی خود اختیاری حکومتی اداروں کو دیہی سطح جبکہ چوہترویں (74) دستوری ترمیم نے ان ہی اداروں کو قصبوں اور شہروں کی سطح پر وجود میں لایا یہ راہ دکھانے والی ترمیمات تھیں۔ یہ پہلی مرتبہ بالغ رائے دہی کے ذریعہ سے مقامی عہدیداروں کے چناؤ کا نقیب ثابت ہوئیں۔

ایک تہائی نشتوں کو خواتین کے لیے محفوظ رکھا گیا۔ اور چند نشتوں کو درج فہرست طبقات اور درج فہرست قبائل کے لیے محفوظ رکھا گیا۔ ریاستی حکومتوں کی تشویش کے پیش نظر انہیں یہ اختیار دے دیا گیا کہ مقامی خود اختیاری حکومتوں کو کونسے اختیارات سپرد کئے جائیں۔ نتیجے کے طور پر مقامی خود اختیاری حکومتوں کے اختیارات ملک بھر میں الگ الگ تھے۔

ذاتوں جیسے یادو اور جاٹ طبقے کی نمائندگی کرتی ہیں۔

مذہب اور سیاست کا استعمال

بھارتیہ جنتا پارٹی نے اس سیاسی رجحان کی قیادت کی کہ ہماری قوم کی تعمیر آبادی کی اکثریت کے یعنی ہندوؤں کے مذہبی تشخص کی اساس پر ہونی چاہیے۔ اس پارٹی کا ماننا ہے کہ جمہوریت اور سیکولرازم مغربی تصورات ہیں اور قدیم ہندوستانی ثقافت کی بنیادوں پر منصوبہ سازی کی ضروریات کی تکمیل کے لئے ناکافی ہیں۔ اس کے باوجود بی جے پی مذہبی پروہتوں کی زیر نگرانی چلنے والی مذہبی مملکت کے تصور کی مخالفت بھی کرتی ہے۔ اس پارٹی نے ملک میں سیکولرازم کی نوعیت سے متعلق بحث چھیڑ دی ہے کہ سیکولر مملکت میں اقلیتوں کی ساتھ خصوصی سلوک روا نہیں رکھا جاسکتا۔

یہ سیاسی رجحان 1980ء تک ہندوستانی سیاست کے حاشیوں پر تھا۔ مثال کے طور پر 1984ء کے انتخابات میں بی جے پی نے لوک سبھا میں صرف دو نشستیں حاصل کی تھیں۔ لیکن جب اس پارٹی نے ایودھیا مسئلہ کو اٹھایا تو وہ شہرت حاصل کرنے لگی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ مسجد کے مقام پر مندر کی تعمیر کی مہم چلائے گی جس کے بارے میں ان کا دعویٰ تھا کہ وہ رام چندر جی کی پیدائش کا مقام ہے۔ 1990ء میں بی جے پی لیڈر ایل کے اڈوانی نے سومناتھ سے ایودھیا تک اس مطالبہ کی حمایت میں ''رتھ یاترا'' نکالی۔ اس مہم کے دوران بی جے پی نے اس بات پر بحث چھیڑ دی کہ سیکولر سیاست میں اقلیتوں خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے ہندو اکثریت کے مفادات کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس مہم کی وجہ سے سماج فرقہ وارانہ خطوط پر تقسیم ہوگیا اور بے شمار فرقہ وارانہ فسادات ہوئے اور بہار میں ایل کے اڈوانی کی گرفتاری کے ساتھ اس مہم کا اختتام ہوا۔ اس گرفتاری پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے بی جے پی نے وی پی سنگھ حکومت سے اپنی تائید واپس لے لی اور انتخابات کروانے پر مجبور کیا۔

اس انتخابی مہم کے دوران سری لنکا کے ٹامل علاحدگی پسند گروپ LTTE نے سری لنکا کو ہندوستانی فوج روانہ کرنے کے لئے انتقام کے طور پر راجیو گاندھی کا قتل کردیا۔ راجیو گاندھی کے قتل کے بعد چلی ہمدردی کی لہر میں کانگریس نے مرکز میں اقتدار حاصل کرلیا لیکن بی جے پی کی عددی طاقت لوک سبھا میں 120 کو پہنچ گئی۔ 1992ء میں مندر کی مہم چلاتے ہوئے ایودھیا میں جمع ہوئے ہجوم نے مسجد کو شہید کردیا۔ اس واقعہ کی وجہ سے بڑے پیمانے پر احتجاج ہوئے اور فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بھڑک اٹھی جس میں ہزاروں لوگ مارے گئے۔

معاشی رواداری

1991ء میں جب وی پی سنگھ حکومت کا زوال ہوگیا تھا، ملک شدید معاشی بحران سے دوچار تھا۔ اسکے بیرونی زرمبادلہ کے ذخائر ختم ہوچکے تھے جن کے ذریعے قرضوں اور درآمدات کے لئے ادائیاں کی جاتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ فوری مزید قرض حاصل نہ کیا گیا تو ہندوستان دوسرے ملکوں کو ادائی نہ کرنے کی وجہ سے خاطی قرار پائے گا۔ 1992ء میں پی وی نرسمہاراؤ کی زیر قیادت قائم ہوئی کانگریس کی نئی حکومت نے انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ (IMF) سے قرض کے لئے مذاکرات کئے تاکہ اس بحران سے نکلا جاسکے۔ IMF نے قرض جاری کرنے کے لئے چند سخت شرائط رکھے (جسے اسٹرکچرل ایڈجسٹمنٹ پروگرام کہا گیا) جسکی بنیاد پر ہندوستان کو لبرلائزیشن (آزادیانے) کی پالیسی پر عمل کرنے

پر مجبور ہونا پڑا۔اس کا مطلب یہ تھا کہ:

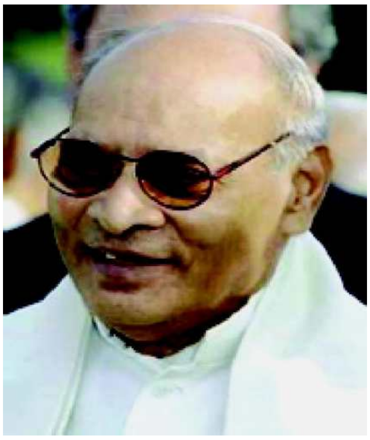

شکل 19.7: پی وی نرسمہا راؤ

a) حکومتی اخراجات میں شدید کمی کرنا جس میں کسانوں کو دی جانے والی امداد، عوامی خدمات اور صحت عامہ پر ہونے والے اخراجات بھی شامل تھے

b) غیر ملکی اشیاء کی درآمدات پر پابندیوں اور محاصل میں کمی کرنا

c) ہندوستان میں بیرونی سرمایہ کاری پر عائد پابندیوں کو گھٹا دینا

d) معیشت کے کئی شعبوں میں خانگی سرمایہ داری کے لئے اجازت دینا جیسے ٹیلی فون، بنکنگ، ہوائی سفر کی خدمات وغیرہ جو اس سے قبل حکومت کے کنٹرول میں تھے

ان اقدامات سے ہندوستان میں بیرونی اشیاء درآئیں اور ہندوستانی تاجروں کو بین الاقوامی پیداکاروں سے مسابقت کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ ہندوستان میں غیر ملکی کمپنیوں نے اپنے کارخانے اور تجارتی ادارے قائم کئے۔ اسکی وجہ سے عام لوگوں کو سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ حکومت نے امداد میں کمی کردی تھی۔ سستی غیر ملکی اشیاء کی درآمد سے کئی کارخانے بند کردینے پڑے۔اس کے علاوہ کئی عوامی خدمات کو خانگیانے کا عمل شروع ہوا جیسے کہ تعلیم، صحت اور حمل ونقل کی خدمات اور لوگوں کو ان خدمات سے استفادہ کے لئے مہیا کنندوں کو بھاری قیمت ادا کرنا پڑتا تھا۔

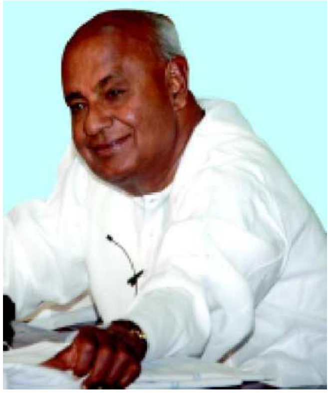

شکل 19.8: ایچ ڈی دیوا گوڑہ

شکل 19.9: اٹل بہاری واجپائی

بیسویں صدی کے اختتام تک ہندوستان بین الاقوامی بازار میں پہنچنے پر مجبور ہو چکا تھا۔ ہندوستان میں ایسی جمہوریت فروغ پارہی تھی جس میں مختلف طبقات کی اپنی آواز تھی اور انتشار پسند فرقہ وارانہ سیاسی حرکت پذیری ملک اور سماج کے امن کے لئے خطرہ بنی ہوئی تھی۔ ہندوستان نے اپنے پچاس سالہ آزمائشی دور میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نسبتاً طاقتور معیشت اور مضبوط و مستحکم جمہوری سیاست کی تعمیر میں کامیابی حاصل کی۔ البتہ اس نے شدید غربت اور ذات پات، طبقات، علاقوں اور جنس پر مبنی عدم مساوات کو ختم کرنے میں مکمل طور پر کامیابی حاصل نہیں کی۔ یہ وہ ورثہ تھا جو آزادی کے بعد پچاس سالہ دور نے 21 ویں صدی کے ہندوستان کے لئے چھوڑا۔

اختتام

ہم نے دیکھا کہ ہندوستانی جمہوریت نے بے شمار چیلنجوں کا سامنا کیا اور اس دوران اس نے اپنے آپ کو مضبوط و مستحکم کیا۔ ہندوستانی جمہوریت کو کئی اعتبار سے کامیاب جمہوریت کہا جاسکتا ہے۔ مثلاً آزادانہ ومنصفانہ طریقے سے انتخابات کا باقاعدہ انعقاد، ووٹروں کا جوش وخروش اور حکومتوں کی پرامن تبدیلی، نئے گروہوں کا فروغ اور لازمی شہری آزادیوں کی برقراری وغیرہ اس کی کامیابی کے نشاندہندے ہیں۔ صدی کی

اختتام پر ہندوستانی جمہوریت کے آگے کئی سوال ہیں۔ مسلسل جمہوریت کے باوجود ہندوستان اپنے شہریوں کی اکثریت کا خیال رکھنے سے کیوں قاصر ہے؟ ہندوستان متضاد مطالبات اور ترقی کے عمل کے دباؤ کے درمیان بڑھتے تناؤ سے کیسے چھٹکارہ پائے گا؟ جمہوری ہندوستان ملک میں موجود سماجی اور معاشی عدم مساوات پر کیوں قابو نہیں پا سکا؟ یہ چند سوال ہیں جن کا جواب ہندوستانی جمہوریت کو آنے والے برسوں میں دینا ہے۔ کیا آپ کے خیال میں ہندوستان ان سوالوں کے جواب دینے کی اہلیت رکھتا ہے؟

کلیدی الفاظ

علاقائی امنگیں   مخلوط حکومتیں   فرقہ وارانہ اکثریت   اقلیت

اپنے اکتساب کو بڑھائیے

1- حسب ذیل کے مناسب جوڑ ملائیے۔

(i)	معاشی رواداری	(a)	غیر ملکی اشیاء کی درآمد پر ٹیکس میں کمی
(ii)	ظالمانہ برطرفی	(b)	مرکزی حکومت کی جانب سے ریاستی حکومت کی برخواستگی
(iii)	نسلی تطہیر	(c)	ان لوگوں کے لیے جوان (نسلی پرستوں) سے مختلف ہوں۔
(iv)	وفاقی اصول	(d)	ریاستی حکومتوں کو وسیع تر خودمختاری

2- آزادی کے بعد دوسرے مرحلہ میں پارٹی نظام میں ہوئی تبدیلیوں کی نشاندہی کیجیے۔

3- اس باب میں اور گذشتہ باب میں بیان کی گئی مرکزی اور ریاستی سطح پر مختلف حکومتوں کی اہم معاشی پالیسیاں کیا تھیں؟ وہ کیسے مشابہہ یا مختلف ہیں؟

4- علاقائی امنگوں کی وجہ سے کیسے علاقائی پارٹیوں کا قیام عمل میں آیا؟ دو مرحلوں کے دوران ان میں مشابہتوں اور اختلافات کا تقابل کیجیے۔

5- حکومت تشکیل دینے کے لئے سیاسی پارٹیوں کو سماج کے مختلف طبقات کے لوگوں کو راغب کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ آزادی کے بعد دوسرے مرحلہ میں مختلف پارٹیوں نے ان مقاصد کو کیسے حاصل کیا؟

6- ہندوستانی سیاست کی مشمولاتی نوعیت کو کن عوامل نے کمزور کیا؟ مختلف فرقوں اور علاقوں کی امنگوں کو ہم آہنگ کرنے کی صلاحیت کیسے تبدیل ہو رہی ہے؟

7- معاشی اور ثقافتی بنیادوں پر کیسے مختلف علاقائی امنگیں عروج پاتی ہیں؟

8- آزادی کے بعد پہلے مرحلہ میں ہندوستان میں منصوبہ بند ترقی کو اہمیت دی گئی جبکہ دوسرے مرحلہ میں لبرلائزیشن کو اہمیت دی گئی۔ بحث کیجیے کہ یہ تبدیلی ہمارے سیاستی نظریات کا کیسے اظہار کرتی ہے؟

9- اخبارات اور رسائل کا مطالعہ کیجیے اور کم از کم ایک مثال کی نشاندہی کیجیے کہ مخلوط حکومت کو کیسے اعتدال کی پالیسی اختیار کرنی پڑی اور مخلوط حکومت میں شامل علاقائی پارٹیاں کیسے اپنے علاقائی مطالبات کی تکمیل پر زور دیتی ہیں؟

باب 20

دوسری عالمی جنگ کے بعد۔ دنیا اور ہندوستان

دوسری عالمی کے جنگ کے اثرات

تصویر۔ 20.1 : وارسا شہر کا منظر۔ جنگ سے 85% عمارتیں تباہ ہوگئیں

دوسری عالمی جنگ کے مختلف ملکوں پر الگ الگ اثرات مرتب ہوئے۔اس کے بدترین اثرات یوروپی ممالک خصوصاً USSR، پولینڈ اور یوگوسلاویہ پر پڑے جنگی تقریباً 20% آبادی کا صفایا ہوگیا۔معاشی اعتبار سے بھی شہروں، کارخانوں اور کانوں کی بڑے پیانے پر تباہی کی صورت میں یو ایس ایس آر (روس) اور دیگر یوروپی ممالک کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔USSR کے لگ بھگ 1700 قصبات، 31,000 کارخانے اور 70,000 سے زائد دیہات تباہ وتاراج ہوگئے۔اس کے برخلاف USA (امریکہ) کا اس جنگ میں کم تر نقصان ہوا کیونکہ یہ جنگ اسکی سرزمین پر نہیں لڑی گئی تھی۔ درحقیقت دوسری عالمی جنگ نے عظیم معاشی بحران سے باہر نکلنے میں امریکہ کی مدد کی ۔جنگ زدہ علاقوں سے دور امریکہ کی صنعتیں اورزراعت ترقی کرتی رہی۔ اس لئے دوسری عالمی جنگ کے دوران بھی امریکہ میں روزگار اور پیداوار کی اونچی شرح نوٹ کی گئی۔مارچ 1945ء میں امریکہ کے صدر ہنری ٹرومن نے کہا ''اس جنگ کی وجہ سے ہم دنیا کی عظیم قوم ۔۔غالباً تاریخ کی سب سے عظیم قوم بن کرابھرے ہیں۔''

جنگ کے بعد تاراج ملکوں نے اپنے آپ کودوبارہ تعمیر تو کرلیا، مگر دنیا کو بعض بڑی تبدیلیاں دیکھنے کوملیں۔ان میں تین بہت زیادہ اہم مجلس اقوام متحدہ کا قیام، سرد جنگ اور استعماریت کا خاتمہ تھے۔دوسری عالمی جنگ آمریت اور سامراجیت جیسے نازی تصورات کے خلاف امن، جمہوریت اوراقوام کی آزادی کے اصولوں کی بنیاد پرلڑی گئی تھی۔اس لئے سب سے پہلا کام یہ تھا کہ ایک ایسے عالمی ادارہ کا قیام عمل میں لایا جائے جودنیا میں امن کو قائم کرسکے اور تمام قوموں کی ترقی میں معاون بنے۔چنانچہ مجلس اقوام متحدہ (United Nations Organisations) کا قیام عمل میں آیا۔برطانیہ اورفرانس جیسی استعماری طاقتوں کے نزدیک اپنی نوآبادیاتی پالیسیوں مزید کوئی جواز باقی نہیں رہا۔وہ امریکہ کے بالمقابل معاشی اور سیاسی طور پر کمزور ہوچکی تھیں اور امریکہ ان پر دباؤ ڈال رہا تھا کہ وہ اپنے قدیم نوآبادیاتی نظام کوختم کردیں جسکی وجہ سے وہ دنیا بھر میں نوآبادیوں کی بلاشرکت غیرے مالک بن بیٹھی تھیں۔روس بھی مخالف نوآبادیاتی تحریکوں کا علمبردار بن کرابھر رہا تھا۔ایسی تحریکوں کی قیادت مختلف مقامات پرکمیونسٹ پارٹیاں کررہی تھیں جنکی پشت پناہی روس کررہا تھا۔ان حالات میں برطانیہ جیسی قدیم طاقتوں کواپنی نوآبادیوں کوآزاد کرنے کے سوا کوئی راستہ باقی نہیں رہا۔آپ اس بارے میں اس سے پہلے ایک باب میں پڑھ چکے ہیں۔جب یہ ممالک آزاد ہوئے انہوں نے اپنے آپ کوایک ایسی دنیا میں پایا جوسرمایہ داریت اوراشتراکیت کے دوگروہوں میں منقسم تھی جسکے سربراہ امریکہ

اور روس تھے اور نو آزاد ممالک پر مستقل دباؤ تھا کہ وہ ترقی کے لئے اپنا راستہ خود چننے کے بجائے ان دونوں میں سے کسی ایک کے راستے کو منتخب کریں۔ انہیں اس بات کا موقع بھی حاصل ہوا کہ وہ ایک طاقت کے خلاف دوسری طاقت سے مذاکرات کریں۔ اس باب میں ہم ان میں سے چند امور کے بارے میں تفصیل سے پڑھیں گے۔

- استعماریت کے خاتمہ کی اصطلاح کا آپ کیا مطلب سمجھتے ہیں؟
- آپ کے خیال میں دو طاقتور بلاکوں کے درمیان مسابقت سے نو آزاد ممالک کیسے متاثر ہوئے؟

مجلس اقوام متحدہ (United Nations Organisation)

جنگ کے خاتمہ کے بعد اہم تحادی ملکوں جیسے برطانیہ، فرانس، امریکہ، روس اور چین نے مجلس اقوام متحدہ کے قیام سے متعلق ایک دستاویز تیار کیا تھا۔ اس دستاویز میں نہ صرف امن عالم کے قیام اور جنگوں کو روکنے پر زور دیا گیا بلکہ انسانی حقوق کے تحفظ، جمہوریت کی بحالی اور دنیا کے تمام لوگوں کے لئے غربت وفاقہ کشی کے انسداد پر بھی زور دیا گیا۔ اسطرح UNO کی ابتداء دائمی امن اور انسانی ترقی کے دو مقاصد کے ساتھ ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی اس دستاویز میں ملکوں کی آزادی کو تسلیم کیا گیا اور تیقن دیا گیا کہ کسی بھی ملک کے داخلی معاملات میں مداخلت نہیں کی جائے گی سوائے اس کے کہ وہ معاملہ انسانی حقوق کی صریح خلاف ورزی کے دائرے میں آتا ہو یا امن عالم کے لئے خطرہ ہو۔

UNO کے قیام کے وقت رکن ممالک کی تعداد 54 تھی جو بڑھ کر 2014 میں 193 تک پہنچ گئی۔ بعد کی دہائی میں اکثر ممالک نے استعماری طاقتوں کے تسلط سے آزادی حاصل کرنے کے بعد مجلس اقوام متحدہ میں رکنیت حاصل کر لی۔ مجلس اقوام متحدہ اپنے چھ شعبوں کے ذریعے فرائض انجام دیتا ہے۔ ان میں ہر ایک کے خصوصی فرائض ہیں جیسے امن وسلامتی کی برقراری، تعلیم وصحت کی سہولتوں کا فروغ، غربت میں کمی کرنے، بین الاقوامی جرائم کے تناظر میں انصاف رسانی وغیرہ۔ ان فرائض کی انجام دہی کے لئے چند خصوصی ادارے بھی مجلس اقوام متحدہ کے تحت کام کرتے ہیں مثلاً بین الاقوامی عدالت جو ہیگ میں واقع ہے، عالمی صحت تنظیم جو جنیوا میں واقع ہے، مجلس اقوام کی تعلیمی، سائنسی وثقافتی تنظیم (یونیسکو) جو پیرس میں واقع ہے اور مجلس اقوام کا بچوں کا ایمرجنسی فنڈ (یونیسیف) نامی ادارہ جو نیویارک میں ہے۔

مجلس اقوام متحدہ کے تمام رکن ممالک مل کر سکریٹری جنرل کا انتخاب کرتے ہیں جو مجلس اقوام متحدہ کا سب سے اہم عہدیدار ہوتا ہے۔ اس عہدہ پر تقرر مختلف براعظموں سے گشتی بنیاد پر ہوتا ہے۔ مجلس اقوام متحدہ کا سب سے اہم شعبہ جنرل اسمبلی ہوتا ہے جہاں تمام ملکوں کے درمیان مختلف اہم معاملات پر باقاعدہ مذاکرت ومباحثے ہوتے ہیں۔ البتہ جنگ اور امن سے متعلق فیصلے سیکوریٹی کونسل میں کیے جاتے ہیں جو ایک اور اہم شعبہ ہے۔ اس میں پانچ ملکوں کو خصوصی موقف حاصل ہے جو سیکوریٹی کونسل کے مستقل ارکان کہلاتے ہیں یہ ممالک چین، فرانس، برطانیہ، روس اور امریکہ ہیں۔ کونسل کے کسی بھی فیصلہ کو ان میں سے کوئی بھی ملک مسترد کرنے کا اختیار رکھتا ہے جو ویٹو کا اختیار کہلاتا ہے۔ تاہم ان بڑی طاقتوں نے اکثر اپنے ویٹو کے اختیار کا غلط استعمال بھی کیا

تصویر۔ 20.2 : مجلس اقوام متحدہ کی علامت

ہے تاکہ ان کے متنازعہ افعال پر مجلس اقوام متحدہ کی کاروائی کوروک دیا جاسکے۔کئی مرتبہ انہوں نے اپنی من مانی کرنے کے لئے بھی اس اختیار کو استعمال کرتے ہوئے مجلس اقوام متحدہ کو آلہ کار بنایا ہے۔البتہ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ مجلس اقوام متحدہ جیسے ادارے کے قیام کی وجہہ سے بڑی طاقتوں پر دباؤ پڑا کہ وہ اعتدال اور تحمل کی راہ اپنائیں۔اس کے علاوہ ان کو دیئے گئے خصوصی اختیارات کی وجہہ سے امن عالم کے تحفظ کے سلسلہ میں انکی خصوصی ذمہ داری بھی بڑھ گئی۔

مجلس اقوام متحدہ تعلیم،صحت،ثقافتی ترسیل اور تہذیب و ورثے کے تحفظ کے میدانوں میں قابل ذکر کارنامے انجام دے رہا ہے لیکن جنگوں کو روکنے میں اسے کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔بلکہ وہ بسا اوقات دنیا پر تسلط کی خواہش رکھنے والی بڑی طاقتوں کا پشت پناہ بنارہا۔

تصویر۔ 20.3 : نیویارک میں مجلس اقوام متحدہ کا ہیڈکوارٹر

- کیا آپ کے خیال میں جنگوں کا تعلق غربت،غیر مساوی ترقی اور ملکوں کے درمیان ثقافتی تبادلہ سے ہے؟
- بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پانچ ملکوں کو دیئے گئے خصوصی اختیارات غیر جمہوری ہیں اور ان کو منسوخ کردینا چاہیے۔جبکہ بعض لوگ یہ محسوس کرتے ہیں اگر ان ملکوں کو یہ خصوصی اختیارات نہ دیئے جائیں تو مجلس اقوام متحدہ بہتر طریقے سے اپنے فرائض انجام نہیں دے سکتا۔بحث کیجیے۔

دو بلاک اور سرد جنگ (1945-1991)

مابعد جنگ کے دور میں دو بڑے سیاسی اور نظریاتی بلاک وجود میں آئے۔ایک کمیونسٹ بلاک جسکی قیادت USSR کررہا تھا اور دوسرا جمہوری سرمایہ دار بلاک جسکی قیادت USA کررہا تھا۔ایک طرف USSR نے مساوات اور مملکتی نگرانی میں ترقی کے تصورات اور ان تصورات کی مخالفت کرنے والوں کے ساتھ سختی سے نمٹنے کا نظریہ پیش کیا تو دوسری طرف USA نے کثیر پارٹی جمہوریت اور خانگی سرمایہ داروں کی نگرانی میں ترقی کے نظریہ کو پیش کیا۔USSR کے بلاک میں پورا مشرقی یوروپ (پولینڈ، ہنگری اور مشرقی جرمنی وغیرہ) اور کئی نوآبادیاں جو آزادی حاصل کررہی تھیں جیسے چین اور ویتنام وغیرہ تھے۔مغربی یوروپ کے ممالک جیسے برطانیہ، فرانس، اسپین وغیرہ USA کے قریبی حلیف تھے۔ان دو بلاکوں میں دوسرے تمام ممالک کو اپنے بلاکوں میں شامل کرنے کے معاملے میں زبردست مسابقت تھی۔

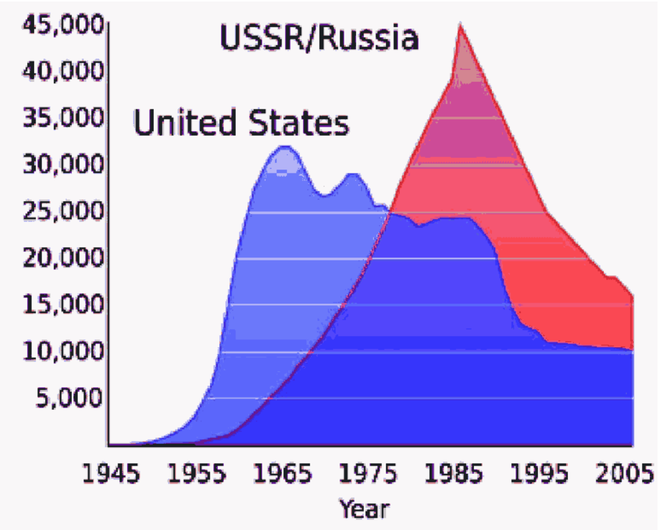

گراف۔ 20.1 : USA اور USSR کے نیوکلیر اسلحہ کے ذخائر

دوسری عالمی جنگ کے بعد ان دو بلاکوں کے درمیان لگ بھگ پینتالیس سال تک ایک عجیب جنگ لڑی گئی۔ یہ ایسی جنگ تھی جس میں اصل مقابلہ آرائی کرنے والے ایک دوسرے پر نہ حملہ کرتے تھے اور نہ ہی راست لڑائی ہوتی تھی اور اس طرح یہ کوئی ''گرم'' جنگ نہیں تھی ۔ بلکہ یہ جنگ بند کمروں میں بیٹھ کر افواہوں اور پروپگنڈے کے ذریعے لڑی گئی۔ اسے ''سرد جنگ'' کا نام دیا گیا کیوں کہ اس میں روایتی جنگوں کی طرح حقیقی لڑائی نہیں ہوئی تھی۔ اس سرد جنگ نے جو USA اور USSR کے درمیان شدید تناؤ سے عبارت تھی، 1945ء سے 1991ء کے درمیان دنیا میں ہونے والی ہر شئے کی صورت گری کی اور اسے متاثر کیا۔

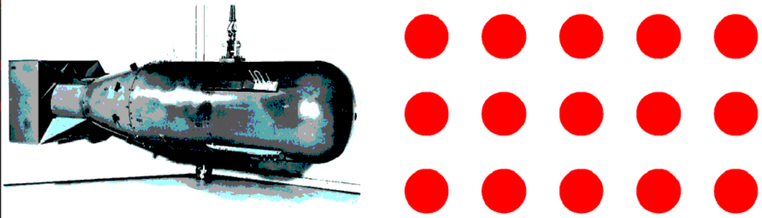

تصویر۔ 20.4 : ایٹم بم کی طاقت کو سمجھنے کے لئے اس پر غور کیجئے۔ ہیروشیما پر گرایا گیا ایٹم بم 15 کلوٹن اور ناگا ساکی پر گرایا گیا ایٹم بم 21 کلوٹن تھا۔ USSR کا سب سے طاقتور بم Tsar Bomb ہے جو 50,000 کلوٹن ہوتا ہے۔ تصور کیجئے کہ ہمیں کتنے صفحات درکار ہوں گے اگر ہم اسے کاغذ پر سرخ نقطوں کی مدد سے ظاہر کرنا چاہیں جیسے کہ ہم نے اس تصویر میں ہیروشیما پر گرائے گئے ایٹم بم کو ظاہر کیا ہے۔ اور اسی طرح تصور کیجئے اگر Tsar Bomb کا کبھی استعمال کیا گیا تو اسکے کیا اثرات ہوں گے؟

سرد جنگ صرف پروپیگنڈے کی جنگ نہیں تھی۔ اس میں حقیقتاً لڑائیاں بھی ہوئیں اور تقریباً 20 ملین انسانی جانوں کا اتلاف ہوا۔ لیکن یہ سارا جانی نقصان تیسری دنیا کے لوگوں کا تھا یعنی وہ ممالک جو نوآبادیاتی تسلط سے آزاد ہو رہے تھے یعنی ویتنام، کوریا، انگولا اور افغانستان وغیرہ۔ اسکی وجہ سے نسلی مماثلت رکھنے والے لوگ اور جغرافیائی اعتبار سے متصلہ علاقے رکھنے والے آپس میں دشمن بن گئے اور ان کے درمیان فضول جنگیں ہونے لگیں۔

سرد جنگ میں بعض اہم تدابیر اختیار کی گئیں جن میں نیابتی جنگیں، فوجی معاہدے اور ہتھیاروں کی دوڑ شامل تھے۔

نیابتی جنگ (Proxy War)

امریکہ اور روس نے شروع سے ہی اس بات کی کوشش کی کہ آزادی کی جدوجہد کرنے والے دوسرے ملکوں کو اپنے دائرہ اثر میں لایا جائے۔ اسکی وجہ سے ان ملکوں میں دو متحارب گروپوں کی تائید یہ دونوں ممالک کرنے لگے۔ امریکہ کے صدر ہنری ٹرومن نے 1947ء میں ترکی اور یونان میں مخالف کمیونسٹ گروپوں کی مدد کی توثیق کی۔ کانگو جو افریقہ میں بلجیم کی نوآبادی تھا 1960ء میں آزاد ہوا۔ لیکن وہاں کا انقلابی کمیونسٹ قائد 'پاٹریس لومبا' کو مبینہ طور پر امریکہ کے جاسوسی ادارہ CIA کی ایماء پر 1961ء میں قتل کر دیا گیا۔ انگولا نے نومبر 1975ء میں پرتگال سے آزادی حاصل کی۔ کمیونسٹوں نے USSR اور کیوبا کی مدد سے انگولا میں اقتدار پر قبضہ حاصل کیا۔ لاطینی امریکہ میں فیڈل کاسٹرو نے امریکہ کی حامی حکومت کے خلاف ایک انقلاب کی قیادت کی اور USSR کی طرز پر سوشلزم کو قائم کرنا چاہا۔ اس سے لاطینی امریکہ کے کئی ملکوں کو یہ حوصلہ ملا کہ وہ بھی اپنے ملکوں میں اسی طرز کے انقلاب کے لئے جدوجہد کریں۔ وہاں کے بعض اہم قائدین میں سے ایک 'چی گویرا' کا قتل کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ منتخب حکومتوں کو جنکے سربراہ سوشلسٹ قائدین تھے امریکہ کے حامی فوج کے جرنیلوں نے بے دخل کر دیا گیا جیسا کہ چلی میں 'ایس الینڈے' کی حکومت کو بے دخل کر دیا گیا۔

USSR نے بھی اپنے دائرہ اثر کو بڑھانے کی ہر ممکنہ کوشش کی۔1950 کی دہائی میں اس کو جرمنی، ہنگری اور چیکوسلواکیہ جیسے ممالک کی طرف سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا، اس نے وہاں کی غیر حلیف حکومتوں کو بے دخل کرنے کے لئے اپنی فوجوں کو روانہ کیا اور حلیف حکومتیں ان ملکوں میں قائم کیں۔1960 کی دہائی کے بعد چین نے اپنے آپ کو USSR سے دور کرنا چاہا تو اس نے چین پر دباؤ ڈالنے کی ناکام کوشش کی۔ 1971ء میں USSR نے افغانستان میں حلیف حکومت قائم کرنے کی غرض سے حملہ کیا۔اسکے جواب میں امریکہ نے افغان باغیوں کو جو مذہبی انتہا پسند تھے ہتھیار فراہم کرتے ہوئے مدد کی۔ایک طویل خانہ جنگی کا آغاز ہوا اور آخر کار USSR نے 1985ء میں افغانستان سے انخلاء کا فیصلہ کیا۔اس وقت وہ ملک مذہبی انتہا پسندوں کے قبضے میں آچکا تھا جنگی قیادت طالبان کر رہے تھے۔اور اب وہ امریکہ کے خلاف صف آرا ہو گئے تھے۔ان تمام واقعات میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ جنگ اور تباہی کا نشانہ تیسری دنیا تھی جو نوآبادیاتی تسلط سے ابھرنے کی کوشش میں تھی۔اوران جنگوں میں نہ USSR کے فوجی دستوں نے شرکت کی اور نہ ہی امریکی فوج کے دستوں نے جنگ کی بلکہ جنگ میں شریک ہونے والے بھی تیسری دنیا کے لوگ ہی تھے۔

فوجی معاہدے (Military Alliances)

امریکہ اور USSR دونوں کے پاس بھی نیوکلیر ہتھیاروں کا ذخیرہ جمع تھا لیکن وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ نیوکلیر جنگ میں کوئی بھی فاتح نہیں ہوسکتا۔اس کے باوجود انہوں نے فوجی اور حربی معاہدے کئے۔مغرب نے 1949ء میں اپنے حلیفوں پر مشتمل ایک تنظیم قائم کی جو نارتھ اٹلانٹک ٹریٹی آرگنائزیشن (NATO) کے نام سے جانی جاتی ہے۔اسکے جواب میں کمیونسٹ ممالک نے مماثل معاہدے کئے اور وارسا معاہدہ وجود میں آیا۔اس کے علاوہ امریکہ نے علاقائی اعتبار سے بھی فوجی معاہدے کئے جیسے ساؤتھ ایسٹ ایشین ٹریٹی آرگنائزیشن (SEATO) اور سنٹرل ٹریٹی آرگنائزیشن (CENTO) وغیرہ۔

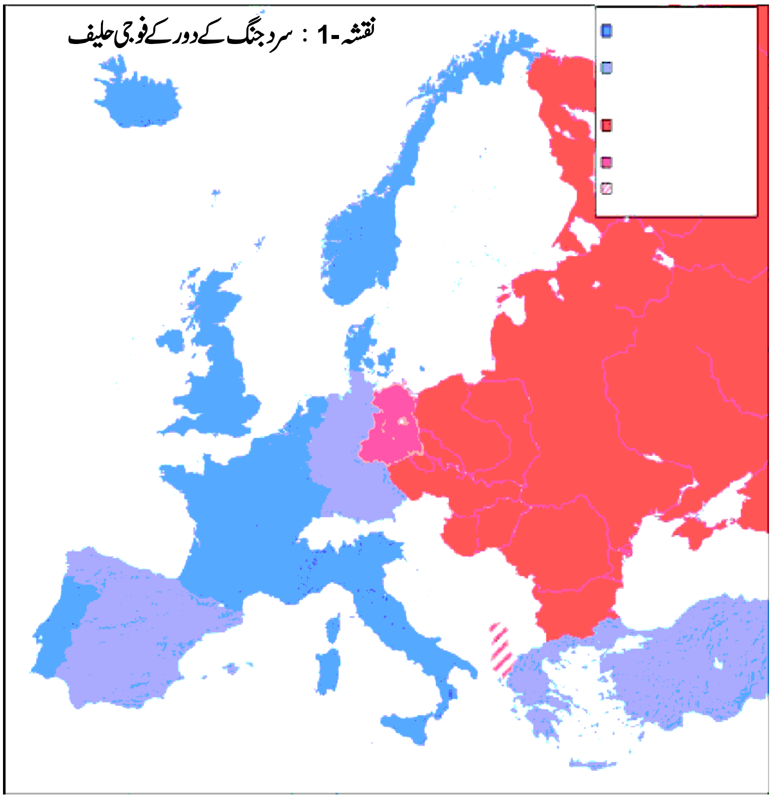

نقشہ-1 : سرد جنگ کے دور کے فوجی حلیف

اپنے آپ کو فوجی معاہدوں سے طاقتور بنالینے کے باوجود وہ اس بات سے واقف تھے کہ جنگیں کرنے سے بڑے پیمانے پر انسانوں کی ہلاکت ہوگی جس سے تمام تہذیبوں اور معاشروں کے وجود کو خطرہ لاحق ہوجائے گا۔اس لئے انہوں نے ایکدوسرے سے مجبوراً تعلقات برقرار رکھے اور کسی نہ کسی طرح ایک دوسرے کی راہ میں حائل ہونے کی کوشش کرتے رہے۔

بڑی طاقتوں کے حلیفوں نے بڑی طاقتوں کے دائرہ اثر کو بڑھانے میں تعاون کیا تاکہ وہ درج ذیل معاملات میں رسائی حاصل کرلیں:

- تیل اور معدنیات جیسے اہم وسائل
- انکی پیداوار کی فروخت کے لئے بازار اور سرمایہ کی بحفاظت سرمایہ کاری کے لئے موزوں مقامات
- انکے فوجوں اور ہتھیاروں کے استعمال کے لئے فوجی اڈے
- انکے نظریات کی اشاعت وترویج
- معاشی تعاون کا حصول تاکہ بھاری فوجی اخراجات کی پابجائی ہو سکے

اسلحہ کی دوڑ اور خلائی مسابقت

USSR اور امریکہ نے کثیر رقومات خرچ کرتے ہوئے ہتھیاروں پر تحقیق و تجربات کئے اور تباہ کن نیوکلیر ہتھیاروں اور میزائلوں کا ذخیرے جمع کر لئے جو براعظموں کے فاصلہ تک بھی ضرب لگانے کی اہلیت رکھتے تھے۔ان دونوں ملکوں کے پاس اس قدر نیوکلیر ہتھیار جمع ہو گئے کہ وہ ساری دنیا کو کئی مرتبہ تباہ و تاراج کرنے کے لئے کافی ہو سکتے تھے۔ دھیرے دھیرے ان کے حلیفوں جیسے برطانیہ، فرانس اور چین نے بھی نیوکلیر ہتھیار حاصل کر لئے۔ اس کے بعد خلاء میں تسلط حاصل کرنے کے لئے مسابقت شروع ہوئی کیونکہ سیٹلائیٹ کی مدد سے جاسوسی اور میزائلوں کے ہدف آسانی سے مقرر کئے جا سکتے تھے۔ USSR نے خلاء میں سب سے پہلا سیٹلائیٹ Sputnik بھیجا اور خلاء میں پہنچنے والا پہلا انسان Yuri Gagarin بھی روسی ہی تھا۔اس طرح دونوں بلاکوں میں سخت مقابلہ کا آغاز ہوا کہ وہ زیادہ سے زیادہ سیٹلائیٹ خلاء میں روانہ کریں۔آخرکار امریکہ نے بھی 1969 میں نیل آرم اسٹرانگ اور دوسرے لوگوں کو چاند پر روانہ کیا۔

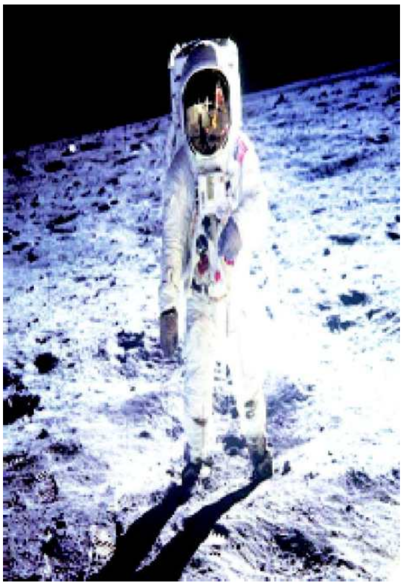

تصویر۔ 20.5 : (بائیں) یوری گیگارن (دائیں) انسان چاند پر

(Flash Points)

دشمن طاقتوں کے تباہ کن اسلحہ سے لیس ہو جانے کی وجہ سے دنیا پر نیوکلیر تباہی کے خوفناک بادل منڈلانے لگے۔ دنیا کے تمام ملکوں کے لوگ مستقل خوف وہراس کے عالم میں زندگی گذارنے لگے۔کئی مواقع ایسے آئے جب یوں لگنے لگا تھا کہ دو طاقتوں کے درمیان نیوکلیر جنگ ناگزیر ہو چکی ہے۔لیکن کسی نہ کسی طرح مفاہمت کے راستے نکل آئے اور جنگیں ٹل گئیں۔ان مواقع میں امریکہ کے جاسوسی طیارہ U2 کو USSR کی جانب سے ماگرانے، کیوبا میں سوویت میزائل کی دستیابی کا واقعہ بھی تھا اور کوریا اور مشرق وسطیٰ کی جنگوں کے دوران بھی ایسے کئی مواقع آئے۔

تحریک عدم وابستگی (Non Aligned Movement)

1960 میں NAM اجلاس کے دوران جواہرلال نہرو، کینیا کے کوامی عبدالناصر (مصر) سوکارنو (انڈونیشیاء) ٹیٹو (یوگوسلاویہ) دیکھے جاسکتے ہیں۔

1950 کی دہائی میں دنیا دو مخالف بلاکوں میں منقسم ہو رہی تھی اور فوجی تیاریاں بھی عروج پر تھیں۔ دو برتر طاقتوں کے درمیان فوجی برتری کی خواہش، نظریاتی اختلافات اور معاشی برتری کی خواہش نے دو قطبی دنیا کے قیام کی راہیں ہموار کیں۔ حالانکہ اس تنازعہ نے ان ممالک کے لئے کوئی راستہ نہیں چھوڑا، جو ان دونوں میں سے کسی بھی بلاک میں شامل ہونے کے لئے تیار نہیں تھے لیکن ایسے بعض ممالک نے اپنے آپ کو متحد کرنے کی ایک کوشش کی۔ کیونکہ لوگ (خصوصاً وہ جو حالیہ عرصے میں نوآبادیاتی تسلط سے آزاد ہوئے تھے) جن مسائل سے متعلق فکرمند تھے جیسے غربت، بیماریاں، عدم مساوات، نوآبادیاتی تسلط وغیرہ ان برتر طاقتوں کے متنازعہ امور کے بیچ ان کے لئے کوئی جگہ ہی نہیں تھی۔

نوآزاد ممالک کے قائدین اس غیر محفوظ اور تناؤ والی صورتحال میں تبدیلی کی ضرورت کو محسوس کرنے لگے۔ اس لئے 1955ء میں انڈونیشیاء میں بانڈونگ کے مقام پر ایک کانفرنس منعقد کی گئی۔ یہ پہلی ایشیائی افریقی کانفرنس تھی جس میں 29 ملکوں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں شریک ہونے والے اہم قائدین پنڈت جواہرلعل نہرو ہندوستان کے وزیر اعظم، جمال عبدالناصر مصر کے صدر، اور جوزف بروز ٹیٹو یوگوسلاویہ کے قائد تھے۔ پنڈت نہرو کو اس میں بہترین ترجمان کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا اور اس کانفرنس کے انعقاد سے عدم وابستگی کی تحریک کے آغاز کی راہ ہموار ہوئی۔

اس طرح عدم وابستہ ممالک کی تحریک ایک بین الاقوامی تنظیم کی حیثیت سے ایشیاء، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے نوآزاد ممالک کے مابین ثقافتی اور معاشی تعاون کے مقصد سے قائم کی گئی۔ اسکی پہلی چوٹی کانفرنس یوگوسلاویہ کے بلگریڈ میں سپٹمبر 1961ء میں ہوئی۔ جس میں 25 ممبر ممالک نے شرکت کی۔ 2012ء تک اس میں رکن ممالک کی تعداد 120 تک پہونچ گئی اور اس میں 17 مبصرین (Observers) بھی ہیں۔ پہلی چوٹی کانفرنس کا اختتام درج ذیل تین اہم امور پر غور وخوص کے بعد ہوا۔

- NAM کے اراکین کے درمیان تعاون جن میں اکثریت نوآزاد ممالک پر مشتمل تھی۔
- سرد جنگ کا بڑھتا تناؤ اور ساری دنیا پر اسکے اثرات
- دیگر ممالک جو نوآبادیاتی تسلط سے آزاد ہو رہے ہیں انہیں کسی بھی فوجی بلاک میں شامل ہونے سے روکنا

کئی برسوں تک NAM نے ہندوستان جیسے آزادانہ موقف کے متمنی ملکوں کا تعاون کیا جب دو بڑی طاقتیں کئی مواقع پر شدت پسندی پر اتر آئیں اور ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ دنیا کے دیگر ممالک ان کی تائید وحمایت کریں۔ اس نے بڑی طاقتوں سے اپنے مفادات کی تکمیل

کے لئے مذاکرات کرنے میں بھی ابھرنے والے ملکوں کی مدد کی۔اسی بناء پر نام ممالک کے درمیان بعض اوقات غلط فہمیاں بھی پیدا ہوگئیں۔ یہاں تک کہ دو بڑی طاقتوں نے بھی NAM کے تئیں مشکوک ہوگئیں۔امریکہ نے یہ خیال کیا کہ NAM کا بین الاقوامی معاملات میں USSR کی طرف جھکاؤ زیادہ ہے۔جب سوویت یونین (روس) نے افغانستان پر حملہ کیا تو NAM کی خاموشی اس کے غیر جانبدارانہ موقف کے خلاف تصور کی گئی۔NAM کی ایک اور کمزوری یہ تھی کہ وہ اپنے ارکان کے مابین جنگوں کو روکنے میں کامیاب نہ ہوسکی۔لہٰذا جب عراق اور ایران آپس میں سات سال تک جنگ کرتے رہے، NAM کچھ بھی نہ کرپائی۔ ان تمام کمزوریوں اور ناکامیوں کے باوجود NAM نے ایسے وقت میں نوآزاد ممالک کی بین الاقوامی امور میں اپنی خودمختاری کو منوانے میں مدد کی جب کہ دنیا دو بڑی طاقتوں میں بٹی ہوئی تھی۔

- 1955ء میں منعقد ہوئی بانڈونگ کانفرنس کا اہم مقصد کیا تھا؟
- NAM کے اصولوں پر بڑی طاقتوں کا ردعمل کیا تھا؟
- عدم وابستہ ممالک کو تیسری دنیا کے ممالک کیوں کہا جاتا ہے؟

مغربی ایشیاء کے تنازعات

مغربی ایشیاء اس خطہ کو کہا جاتا ہے جو یورپ اور ایشیاء کے درمیان واقع ہے۔اسکے لئے مشرق وسطیٰ کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے۔عربوں اور یہودیوں کے درمیان چلے آرہے تنازعات کو اکثر مغربی ایشیاء کا بحران بھی کہتے ہیں۔جو فلسطین پر قبضہ سے متعلق ہے۔فلسطین کا علاقہ جو عرب باشندوں سے آباد تھا دوسری جنگ عظیم سے پہلے برطانیہ کے زیر تسلط تھا۔اس علاقہ میں یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے لئے یکساں تقدس کا حامل شہر یروشلم واقع ہے۔

یہودیوں کا خیال ہے کہ فلسطین کی سرزمین انکی وہی ''موعودہ سرزمین'' ہے جہاں سے وہ زمانہ قدیم میں نکالے گئے اور یورپ اور ایشیاء کی طرف انہیں ڈھکیل دیا گیا تھا۔یوروپ میں وہ ایک مقہور قوم تھے کیونکہ عیسائیوں کے نزدیک وہی حضرت عیسیٰؑ کو مصلوب کرنے کے ذمہ دار تھے۔یہ تنازعہ اس وقت عروج پر پہنچا جب نازی جرمنی میں کئی ملین یہودیوں کو قید کردیا اور قتل کردیا گیا۔

یہودیوں میں اس وقت ایک تحریک شروع ہوئی جسے Zionist تحریک کے نام سے جانا جاتا ہے جس نے دنیا بھر کے یہودیوں کو متحد ہونے، فلسطین پر انکے وطن ہونے کا دعویٰ کرنے اور یہودیوں کے لئے ایک علاحدہ مملکت کو قائم کرنے کی آواز لگائی۔1945ء کے بعد ان کے اس مطالبہ کی حمایت مغربی طاقتوں نے کی۔لیکن اس علاقے میں فلسطینی باشندے (جنکی اکثریت عرب مسلمانوں پر مشتمل تھی) عرصے سے زندگی بسر کررہے تھے جسکی وجہ سے یہ تنازعہ پیچیدگی کا شکار ہوگیا۔

مشرق وسطیٰ میں اور خصوصاً جزیرہ نمائے عرب میں تیل کے ذخائر کی دریافت نے معاملہ کو اور سنگین کردیا۔امریکہ اور USSR دونوں یہ چاہتے تھے کہ اس علاقے پر ان کا تسلط قائم ہو اور کوئی دوسرا ملک اپنا کنٹرول یہاں قائم نہ کرے۔

1947ء میں مجلس اقوام متحدہ نے ایک قرارداد منظور کی جس کے مطابق فلسطین کے دو ٹکڑے کردیئے گئے ایک فلسطینی اور دوسرا یہودی علاقہ۔1948ء میں برطانیہ نے اپنے دستوں کو فلسطین سے واپس بلوالیا اور یہودیوں کے لئے اسرائیل نامی ملک قائم کیا گیا۔فلسطینی اس بات کے لئے تیار نہیں تھے کہ وہ اپنے وطن کو یہودیوں کے حوالے کردیں۔انہوں نے یہودی مملکت کی قانونی حیثیت کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔اسرائیلی مملکت کی اختیار کردہ پالیسیوں کے سبب تلخیوں میں مزید اضافہ ہوا۔فلسطینیوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے مکانات اور جائدادوں کو چھوڑ کر چلے جائیں اور انہیں دوسرے عرب ممالک میں پناہ لینی پڑی۔

مصر کے صدر جمال عبد الناصر (1918-1970) نے عربوں کو متحد کرنے کی کوشش کی۔انہوں نے فدائین (خودکشی) دستے تیار کئے تاکہ اسرائیل میں عوامی مقامات پر حملے کئے جائیں۔ انہوں نے برطانیہ اور فرانس کے تعلق سے سخت پالیسی اپنائی اور برطانیہ سے مانگ کی کہ وہ اپنے دستوں کو سوئز کنال سے واپس بلالے۔مجلس اقوام متحدہ نے مصر کو اسوان ڈیم کی تعمیر کے لئے دی جانے والی امداد روک دی۔ناصر نے USSR کی مدد سے سوئز کنال کو قومیالیا۔مغرب کے خلاف مصر کی جدوجہد کی حمایت کرتے ہوے USSR نے مصر کو اسلحہ اور ہتھیار فراہم کئے۔

1956ء میں مغربی طاقتوں کی تائید سے اسرائیل نے مصر پر حملہ کیا اور امریکہ اور USSR دونوں نے جنگ بندی کا مطالبہ کیا۔اسرائیل کو اپنی فوجیں پیچھے ہٹانا پڑا۔ 1967ء میں عربوں نے اسرائیل پر حملہ کیا تو اسرائیل نے فیصلہ کیا کہ حملہ ہی دفاع کا بہترین راستہ ہے اور اس نے مصر پر حملہ کر کے اسکی ساری ہوائیہ کو تباہ کر دیا۔اس کے علاوہ اسرائیل نے غازہ، گولان کی پہاڑیوں اور مغربی کنارہ پر قبضہ کرلیا۔مجلس اقوام متحدہ کی قرارداد پر اسرائیل جنگ بندی کے لئے تو آمادہ ہوگیا لیکن اس نے مقبوضہ علاقوں کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔اس کا ماننا تھا کہ یہ علاقے اسکے لئے حائلی خطہ کا کام کریں گے۔اس جنگ کے بعد عرب مسئلہ کی شدت میں کمی آ گئی۔

اسی دوران 1964ء میں فلسطینی حریت تنظیم (Palestinian Liberation Organisation) اردن میں قائم ہوئی۔اس تنظیم نے مختلف عرب گروہوں کو متحد کر کے مسئلہ کو ایک نئی جہت عطا کی۔اس کا مقصد عدم تشدد کے ذریعے اپنے کھوئے ہوئے علاقے کو حاصل کرنا تھا۔لیکن 1967ء میں PLO نے یاسر عرفات کی قیادت میں عرب ملکوں پر دباؤ ڈالا کہ وہ اسرائیل پر حملہ کریں۔اس کے باوجود عرب ملکوں نے کسی قسم کے جوش وخروش کا مظاہرہ نہیں کیا۔جسکی بناء پر PLO کے ایک گروپ نے یاسر عرفات کی قیادت میں انتہا پسندانہ کاروائیاں انجام دیں جیسے ہوائی جہازوں کی ہائی جیکنگ، ستمبر 1972ء میں میونخ اولمپک گیمس کے دوران اسرائیلی کھلاڑیوں کو یرغمال بنالینا اور کئی کھلاڑیوں کا قتل وغیرہ۔اسرائیل نے ان حملوں کو فلسطینی عوام پر مزید مظالم ڈھانے کا ذریعہ بنایا اور جو وعدے کئے تھے ان پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔

یہ خطہ انتقامی اور جوابی انتقامی کاروائیوں کے نتیجہ میں حالت جنگ اور انتہا پسندانہ کاروائیوں کی مسلسل زد میں آ گیا۔ PLO بھی کئی گروپوں میں منقسم ہوگئی تھی جو خود آپس میں برسرپیکار رہتے تھے۔آخرکار یاسر عرفات نے انتہا پسندی کا راستہ ترک کر کے اسرائیل کے قیام کو تسلیم کرتے ہوئے پرامن حل کی تلاش کے لئے رضامندی اختیار کی۔انہوں نے اسرائیل سے مذاکرات کئے تاکہ طویل عرصے سے جاری جنگ کا خاتمہ ہو اور فلسطینیوں کی خودمختاری کے لئے کئی معاہدے کئے۔اسرائیل بھی مغربی کنارہ سے اپنے فوجی دستے ہٹانے پر راضی ہوگیا اور اس نے

فلسطین کے عرب باشندوں کو ووٹ دینے کے حق کو بھی تسلیم کرلیا۔لیکن اسرائیل کی وعدہ خلافی کی وجہ سے یہ تمام معاملات ادھورے رہ گئے اور اس نے کسی نہ کسی بہانے فلسطینیوں پر مظالم کا سلسلہ جاری رکھا۔کئی ممالک نے PLO کو فلسطینی مملکت کے قانونی نمائندے کے طور پر اور یاسر عرفات کو اسکے صدر کے طور پر تسلیم کرلیا۔ 2004ء میں یاسر عرفات کی موت واقع ہوگئی جس پر انہیں زہر دینے کا شبہ کیا گیا۔ فلسطینی باشندے آج بھی اپنے وطن اور امن کے حصول کی خاطر جلاوطنی اور جنگ کی حالت میں انتہائی دشوار اور کٹھن زندگی گذار رہے ہیں۔

- عربوں اور اسرائیل کے درمیان تنازعہ کے اسباب کیا تھے؟
- اس تنازعہ میں مصر نے فلسطینیوں کی مدد کیوں کی؟
- آپ کے خیال میں فلسطینیوں نے انتہا پسندی کا راستہ کیوں اختیار کیا؟ اس کا کیا نتیجہ نکلا؟
- پناہ گزینوں کے کیمپوں میں رہنے والے فلسطینیوں کی حالات معلوم کیجئے جو مستقل طور پر جنگ اور غربت کا سامنا کر رہے ہیں؟

مشرق وسطیٰ میں قومیت کا عروج

اسرائیل کو امریکہ کی مسلسل حمایت اور فلسطینیوں کی حالت زار کی وجہ سے اس خطہ میں وسیع پیمانے پر امریکہ کے خلاف جذبات بھڑکنے لگے۔اس علاقے میں غیر جمہوری حکومتوں کی حمایت اور تیل کے ذخائر تک اسکی اور اسکے حلیفوں کی رسائی کی وجہ سے بھی امریکہ بدنام ہوگیا تھا۔یہاں کے عوام چاہتے تھے کہ اس ریگستانی خطہ میں دیگر وسائل کی عدم دستیابی کی بناء پر تیل کے ذخائر سے ہونے والی آمدنی عام لوگوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کی جائے۔1968ء میں عراق میں ایک بغاوت ہوئی اور عرب قومیت اور سوشلزم کے نعروں کے ساتھ صدام حسین نے اقتدار حاصل کیا۔سوشلزم سے ان کی مراد یہ تھی کہ تیل کے ذخائر کو قومیایا جائے اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی سے حکومت شہریوں کی بہبود کے اقدامات کرے۔1969ء میں لیبیا میں بھی ایسی ہی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔(آپ اسکی تفصیل جماعت نہم میں باب 19 میں پڑھ چکے ہیں) یہ حکومتیں فلاحی پالیسوں کے ساتھ مطلق العنان اور آمرانہ طرز کی تھیں جو کسی ایک فردِ واحد یا حکمرانوں کے گروپ کے ذریعے چلائی گئیں۔ انکے خلاف کسی فرد یا گروہ کو کسی قسم کی مخالفت یا جمہوری احتجاج کرنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔

کئی معاملات میں امریکہ اور اسکی پشت پناہی والی حکومتوں کے خلاف غم وغصہ کی لہریں مذہبی رنگ اختیار کرگئیں۔قوم پرستوں نے دولت اور مواقع کی مساویانہ تقسیم پر زور دینے کی بجائے ان ملکوں میں مذہبی بنیاد پرستی کے نظریہ کی حوصلہ افزائی کی۔1979ء میں ایران میں ایک بغاوت رونما ہوئی جس کے نتیجے میں امریکہ کے حامی شاہ ایران کو بے دخل کردیا گیا اور ایک نئی حکومت قائم ہوئی جو شیعہ مذہب کے علماء اور جمہوری طور پر منتخب نمائندوں کے ذریعے مشترکہ طور پر چلائی جاتی ہے۔

افغانستان سے روسی فوج کے انخلاء کے بعد وہاں کا اقتدار طالبان نے حاصل کیا اور ایک بنیاد پرست مذہبی حکومت قائم کی۔ان حکومتوں نے تمام لوگوں پر زور دیا کہ وہ مذہبی کتب میں مذکور اصولوں پر سختی سے عمل پیرا ہوں۔کئی معاملات میں اس کا نتیجہ عورتوں اور مذہبی اقلیتوں کی حق آزادی اور مساوی مواقع کے حصول کی خلاف ورزی کی صورت میں نکلا۔

اکیسویں صدی کے آغاز سے عربوں کی بے چینی اور ناراضگی میں مزید اضافہ ہوا جس کے نتیجے میں مذہبی انتہا پسندی کو فروغ حاصل ہوا۔

بعض عرب دہشت گردوں نے امریکہ میں دو ہوائی جہازوں کو ہائی جیک کیا اور نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے ٹکرا دیا جس سے ہزاروں لوگوں کی ہلاکت واقع ہوگئی۔ اسی سبب کو لیکر طالبان کے خلاف اور آخر کار عراق کے خلاف بھی جنگ کا آغاز ہوا۔ اسکے بارے میں حالیہ واقعات کی تفصیل آپ اخبارات اور رسائل سے حاصل کریں۔

- عربوں کی سوشلسٹ قوم پرستی اور مذہبی قوم پرستی میں کیا مشابہت اور اختلاف پائے جاتے ہیں؟
- مذہبی مملکتوں کا انداز کارکردگی کو سمجھنے کے لئے ایران اور افغانستان کے حالیہ واقعات کی تفصیل معلوم کیجئے۔

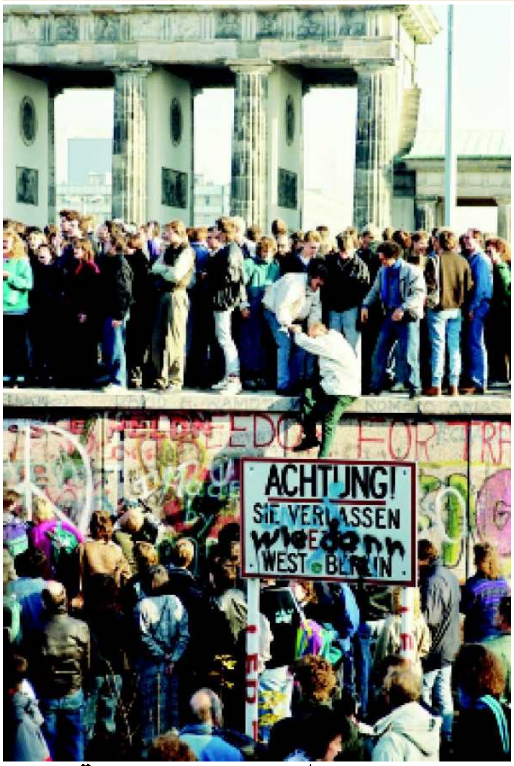

تصویر۔20.8 : دیوار برلن کا انہدام، جو جرمنی کے مشرقی اور مغربی حصوں کو الگ کرتی تھی

امن کی تحریکیں، اور سویت یونین کی تحلیل اور سرد جنگ کا خاتمہ

وقت کے گزرنے کے ساتھ امریکہ اور USSR پر عوام کا شدید دباؤ بڑھنے لگا کہ وہ اسلحہ کی اس دوڑ کو ختم کریں اور نیوکلیر ہتھیاروں کو تلف کر دیں۔ اسکی تفصیل آپ اسی کتاب میں آگے پڑھیں گے۔ اسکی وجہ سے ان کو 1985 سے 1991 کے دوران اسلحہ کے ذخیروں کو کم کرنے اور آخر کار نیوکلیر تجربات پر امتناع عائد کرنے کے سلسلہ میں آپس میں مذاکرات کرنا پڑا۔

USSR میں میخائیل گورباچوف کے اقتدار حاصل کرنے کے بعد ہی یہ ممکن ہوسکا۔ انہوں نے شفافیت اور انقلابی تبدیلیوں کے ذریعے USSR کی سیاست میں تبدیلی لانے کی بھرپور کوشش کی۔ وہ ایک وسیع النظر سیاستداں تھے جس نے ملک کی معیشت کے احیاء کی خاطر کئی اصلاحات کو متعارف کروایا اور مغربی ممالک سے دوستانہ تعلقات قائم کئے۔ ان اصلاحات کو اکثر 'Glasnost' اور 'Perestroika' کے طور پر جانا جاتا ہے۔

اسی دوران مشرقی یوروپ کو شدید معاشی بحران کا سامنا کرنا پڑا اور USSR اس موقف میں نہیں تھا کہ انکی مدد کر سکے۔ اس کے نتیجے میں آزادی، جمہوریت اور معاشی اصلاحات کے مطالبات کو لیکر عوامی تحریکوں نے مشرقی یوررپ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ کئی حکومتیں ان پر قابو پانے میں ناکام ہوگئیں اور ملک منتشر ہوگئے۔ اسکی بہترین مثال دیوار برلن کا انہدام ہے جو جرمنی کے مشرقی اور مغربی حصوں کو الگ کرتی تھی اور جرمنی پر USSR کی ناپسندیدہ قبضہ کی علامت سمجھی جاتی تھی۔

1991ء میں USSR میں بھی شدت پسند کمیونسٹوں نے گورباچوف کو بے دخل کرنے کے لئے ایک بغاوت کی۔ روسی پارلیمنٹ کی ایماء پر بورس یلتسن نے بغاوت پر قابو پالیا۔ اسکے بعد 1991 میں ہی اس نے صدارتی انتخابات میں کامیابی حاصل کی اور USSR کی تحلیل کا اعلان کیا۔ ماضی میں USSR میں شامل ریاستیں آزاد ہوگئیں۔ جن میں سے کئی نے بعد میں روس کے ساتھ اتحاد کرلیا۔

❍ دو قطبیت اور ایک قطبیت کے اصطلاحوں کی وضاحت کیجئے۔

USSR کی تحلیل کے بعد دنیا کی سیاست میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا جسے یک قطبی دور اور گلوبلائزیشن کا دور کہا جاتا ہے۔اس کے بارے میں آپ اسی کتاب میں ایک علاحدہ باب میں پڑھیں گے۔

ہندوستان اور اسکے پڑوسی

ہم نے دیکھا کہ کیسے ہندوستان نے عدم وابستگی کی تحریک کی بنیاد ڈالی جس نے دو برتر طاقتوں کے درمیان اپنے آزادانہ موقف کو برقرار رکھا۔ ہندوستان نے اس بات کی کوشش کی کہ اپنی خارجی پالیسی کی بنیاد امن اور عدم تشدد جیسے گاندھیائی اصولوں پر رکھے۔امن کے لئے اپنے اس عزم مستقل کے اظہار کے لئے جواہر لعل نہرو نے مشہور پنچ شیل اصول تشکیل دیئے۔

1۔ایک دوسرے کے اقتدار اعلیٰ اور علاقائی سالمیت کا احترام کرنا

2۔دوسرے ملکوں کے داخلی معاملات میں مداخلت سے گریز کرنا

3۔عدم جارحیت اور آپسی مفاہمت کے ذریعے تنازعات کو حل کرنا

4۔آپسی تعاون کی کوشش کرنا اور بین الاقوامی تعلقات میں آپسی احترام کا مظاہرہ کرنا

5۔پرامن بقائے باہم کے اصول پر عمل کرنا

ان اصولوں کی بنیاد پر ہندوستان نے دوسرے ملکوں کے تعلقات استوار کئے خصوصاً اپنے پڑوسی ممالک سے یعنی چین، پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش کے ساتھ۔

ہندوستان کے اسکے پڑوسیوں کے ساتھ تعلقات کی تفصیل کا ذیل میں مطالعہ کیجئے اور دیکھئے کہ یہ متذکرہ بالا اصولوں پر کس حد تک مبنی رہے۔

ہندوستان کے چین کے ساتھ تعلقات

ایک طویل ترین جدوجہد اور پرتشدد انقلاب کے بعد چین 1949ء میں کمیونسٹ جمہوریہ بنا۔چین کی کمیونسٹ حکومت کو تسلیم کرنے والے ابتدائی ملکوں میں ہندوستان بھی ایک تھا۔ ہندوستان نے چین کے لئے مجلس اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں مستقل نشست کی حمایت کی۔ جواس سے قبل چیانگ کائی شیک کی حکومت کی قبضے میں تھی۔نظریاتی اختلافات کے باوجود ہندوستان نے چین کی بانڈونگ کانفرنس میں شرکت کی راہ ہموار کی۔دونوں ملکوں نے پنچ شیل کے معاہدے پر 29/اپریل 1954ء کو دستخط کئے۔دونوں ملکوں کے قائدین نے ایک دوسرے کے ملک کا دورہ کیا جہاں عوامی سطح پر ان کا والہانہ خیر مقدم کیا گیا۔

نوآبادیاتی دور میں مک موہن لائن دونوں ملکوں کے درمیانی سرحدی خط تھا جسے نہرو نے بھی تسلیم کرلیا تھا۔تبت کا علاقہ ہندوستان اور چین کے درمیان حائلی علاقہ (Buffer Zone) تھا۔لیکن چین نے 1950ء میں تبت پر اس ادعا کے ساتھ قبضہ کرلیا کہ وہ علاقہ قدیم چینی سلطنت کا حصہ تھا۔اس طرح ہندوستان اور چین کے درمیان حائلی خطہ مفقود ہوگیا۔ہزاروں تبتی باشندے اپنے قائد دلائی لاما کے ہمراہ وہاں سے ہندوستان چلے آئے اور ہندوستان نے دلائی لاما کو سیاسی پناہ عطا کی۔جسکی وجہ سے تنازعہ شروع ہوا اور چین نے ہندوستان کو اپنا حریف سمجھنا شروع کیا۔اس سے قبل ہندوستان اور چین کے درمیان سرحدی تنازعہ بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔چین نے لداخ کے خطہ میں اکسائی چن کے علاقہ اور ارونا چل پردیش کے بڑے حصے پر اپنا دعویٰ کیا۔کافی کوششوں اور طویل مذاکرات کے باوجود بھی آج تک یہ تنازعے حل نہیں کئے جاسکے۔

چین نے اکٹوبر 1962ء میں ہندوستان کے ساتھ کئے گئے امن معاہدوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ہندوستان پر حملہ

کر دیا۔ ہندوستان اس اچانک حملہ کے لئے تیار نہیں تھا جسکی بناء پر اسے شدید نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر کار چین نے یک طرفہ طور پر جنگ بندی کا اعلان کیا اور فوج کو جنگ سے پہلے مورچوں پر واپس طلب کر لیا۔ اس کے بعد عام تعلقات کی بحالی کے لئے دس سال سے زیادہ کا عرصہ لگا۔ اور مکمل سفارتی تعلقات تو 1976ء کے بعد ہی بحال ہو سکے۔

فی الحال دونوں ملکوں کو حکمت عملی اور معاشی میدانوں میں کافی مواقع حاصل ہیں کیونکہ دونوں کو ایشیاء کی ابھرتی ہوئی قومیں تسلیم کیا جا چکا ہے۔ دونوں ممالک اس بات کے متمنی ہیں کہ وہ دنیا کی بڑی سیاسی اور معاشی طاقتیں بن کر ابھریں۔ اسی لئے دونوں ایک دوسرے کو اپنا سیاسی اور معاشی حریف خیال کرتی ہیں۔ دونوں حکومتوں نے چند ایک استثنائی واقعات کو چھوڑ کر سرحدوں پر امن کی برقراری کے لئے اقدامات کئے ہیں۔

- کیا آپ کے خیال میں دلائی لاما اور ان کے حامیوں کو پناہ دینے کا ہندوستان کا عمل درست تھا؟
- کیا آپ کے خیال میں تبت پر قبضہ کرنے کا چین کا عمل منصفانہ تھا؟
- آپ کے خیال میں دونوں ممالک سرحدوں سے متعلق ماضی کے تنازعات کو کس حد تک فراموش کر سکتے ہیں اور کیسے تعاون اور دوستی کو فروغ دے سکتے ہیں؟

ہندوستان کے پاکستان کے ساتھ تعلقات

ہم اس سے پہلے ایک باب میں پڑھ چکے ہیں کہ انگریزوں کے زیر تسلط ہندوستان کو تقسیم کر کے ہندوستان اور پاکستان آزاد ملک بنائے گئے۔ اس وقت سے دونوں ممالک کے درمیان مسلسل تنازعات چلے آ رہے ہیں۔ ان کے بیچ سب سے اہم نزاعی مسئلہ کشمیر کا ہے۔

ہندوستان اور پاکستان کے درمیان پہلی جنگ 48-1947 کے دوران کشمیر کے مسئلہ پر ہوئی۔ لیکن اس سے مسئلہ کا حل برآمد نہ ہو سکا۔ جنگ کی وجہ سے کشمیر دو حصوں میں بٹ گیا یعنی پاکستانی مقبوضہ کشمیر (POK) اور ہندوستانی صوبۂ کشمیر۔ ان دو حصوں کو جدا کرنے والا خط لائن آف کنٹرول) کہلاتا ہے۔

1965ء میں جبکہ لال بہادر شاستری ہندوستان کے وزیر اعظم تھے پاکستان میں جنرل ایوب خان کے تحت فوجی آمریت قائم تھی۔ ایوب خان نے کشمیر کو آزاد کرانے کے بہانے ہندوستان پر حملہ کر کے کشمیر میں بغاوت کرانے کی کوشش کی لیکن کشمیر کے عوام نے اس پر توجہ نہیں دی اور جنگ میں ہندوستان کے جوابی ردعمل کی حمایت کی۔ اس وقت ہندوستان نے لاہور کو ہدف بناتے ہوئے پنجاب میں محاذ آرائی شروع کر دی اور پاکستان کو مجبور کیا کہ وہ کشمیر کے محاذ سے پیچھے ہٹ جائے۔ مجلس اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل یو تھانٹ

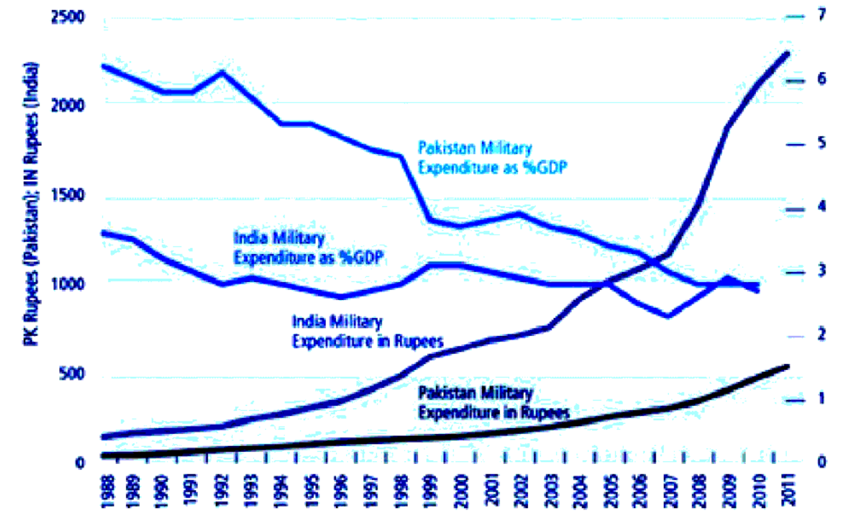

Source: Stockholm International Peace Research Institute (SIPRI)

نے دونوں ممالک کو جنگ بندی کے لئے آمادہ کیا۔
جنگ بندی کے بعد دونوں ملکوں کے وزرائے اعظم نے تاشقند سمجھوتہ پر 1966ء میں دستخط کئے۔

1970ء کی ابتداء میں پاکستان میں بہت بڑا داخلی بحران شروع ہوا۔ پاکستان کے فوجی ڈکٹیٹر جنرل یحییٰ خان نے جمہوری حکومت کی تشکیل کا وعدہ کیا اور انتخابات کروانے کا حکم دیا۔ انتخابات میں منقسم نتائج سامنے آئے۔ مغربی پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو نے کامیابی حاصل کی جبکہ مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمٰن کی قیادت میں عوامی لیگ کو کامیابی حاصل ہوئی۔ پاکستانی حکومت نے نتائج کو قبول نہیں کیا اور عوامی لیگ کے مشرقی پاکستان کو خودمختاری دینے کے مطالبہ کو بھی مسترد کردیا۔ اسکے بجائے حکومت نے شیخ مجیب الرحمٰن کو گرفتار کرلیا اور جبر و استبداد کی حکمرانی شروع ہوگئی۔

مذہب اور جنگ

جنگ کے خاتمہ کے بعد لال بہادر شاستری نے دہلی میں ایک جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے جنگ میں مذہب کو شامل کرنے کی پاکستانی کوششوں کی مذمت کی کہ اس نے جنگ کو ہندوؤں اور مسلمانوں کی جنگ کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے فخریہ طور پر بیان دیا کہ ہندوستان ایک سیکولر ملک ہے۔

''ہمارے ملک کی منفرد خصوصیت یہ کہ یہاں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی اور دیگر تمام مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔ ہمارے یہاں منادر، مساجد، گردوارے اور چرچ موجود ہیں۔ مگر ہم ان سب کو سیاست میں داخل نہیں کرتے۔۔۔ یہی ہندوستان اور پاکستان کے درمیان کا فرق ہے۔ جبکہ پاکستان خود کو ایک اسلامی ملک قرار دیتا ہے اور مذہب کو سیاسی عنصر کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ ہم ہندوستانیوں کو یہ آزادی حاصل ہے کہ کسی بھی مذہب کو اپنائیں اور اپنے پسندیدہ طریقہ عبادت کو اختیار کریں۔ جہاں تک سیاست کا تعلق ہے ہم میں سے ہر ایک دوسرے کی طرح ہندوستانی ہے۔''

ہندوستان کو مشرقی پاکستان سے آنے والے پناہ گزینوں کے ہجوم کو برداشت کرنا پڑا۔ شیخ مجیب الرحمٰن کے حامیوں نے ''مکتی باہنی'' کے نام سے آزادی کی جدوجہد شروع کی۔ ہندوستان نے اندرا گاندھی کی قیادت میں نہ صرف اس جدوجہد کی تائید کی بلکہ اس مقصد کے حصول کے لئے بین الاقوامی حمایت بھی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ USSR نے اس سلسلہ میں ہندوستان کی حمایت کا وعدہ کیا تو ہندوستان نے USSR سے دوستی کا معاہدہ بھی کیا۔

ڈسمبر 1971ء میں پاکستان کے ساتھ بڑے پیمانے پر جنگ شروع ہوئی۔ جو مشرقی پاکستان کی آزادی اور بنگلہ دیش کے قیام کے بعد ہندوستان کی طرف سے جنگ بندی کے اعلان پر ختم ہوئی۔ بعدازاں ذوالفقار علی بھٹو اور وزیر اعظم ہند اندرا گاندھی کی قیادت میں دونوں ملکوں کے درمیان شملہ معاہدہ ہوا۔

1971ء کے بعد سے دونوں کے درمیان کوئی جنگ تو نہیں ہوئی لیکن لاتعداد سرحدی جھڑپیں اور لڑائیاں مختلف مورچوں پر چلتی رہی ہیں۔ آپ نے ''کارگل جنگ'' کے بارے میں سنا ہوگا جس میں ہندوستان کے مخالف جنگجوؤں نے پاکستانی فوج کی حمایت سے ہندوستانی علاقو ں کے مورچوں پر قبضہ کرلیا تھا جنہیں ایک بڑی فوجی مہم کے بعد 1999ء میں وہاں سے پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا گیا۔

پاکستان برسوں سے ہندوستان کی سرحدی ریاستوں میں جیسے کہ پنجاب اور جموں وکشمیر میں علاحدگی پسند تحریکوں کی حوصلہ افزائی کرتا رہا ہے۔ ہندوستان نے الزام عائد کیا کہ پاکستان نہ صرف ان تحریکوں کی حمایت کررہا ہے بلکہ وہ سرگرم طور پر مذہبی انتہا پسندوں کو تربیت دے کر ہندوستان میں داخل کرکے ہندوستان میں تخریب کاری کررہا ہے۔ جواباً پاکستان الزام عائد کرتا ہے کہ ہندوستان فوجی آپریشنوں اور نیوکلیر

ہتھیاروں کا ذخیرہ کرتے ہوئے مسلسل ہراساں کرنے اوراسے عدم استحکام سے دوچار کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ان ہی وجوہات کی بناء پر دونوں ممالک خودکوا یکدوسرے کےخلاف مسلح کرنے کے لئے غیر معمولی رقومات خرچ کررہے ہیں۔دونوں کے پاس نیوکلیر ہتھیار ہیں اوروہ انہیں دفاع کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔

ان تنازعات کےساتھ ہی ساتھ ہندوستان اور پاکستان کےعوام جومشترکہ تہذیب وثقافت کی تاریخ رکھتے ہیں،مفادات کے لئے فروغ پائی اس نفرت پرقابو پانے کی کوشش کی اورتجارت،کھیلوں،فلموں،سیاحت اورثقافتی لین دین کے ذریعے دوستی کی راہیں ہموارکرنے کی کوشش کی۔کئی ہندوستانی اور پاکستانی یہ خیال کرتے ہیں کہ دونوں ملکوں میں سیکولرازم ،جمہوریت اورآزادی سے دونوں عوام کے درمیان وسیع تر مفاہمت اورتعاون کوفروغ حاصل ہوسکتا ہے۔اوران تصورات کے وجود پر منڈلانے والے خطرات دونوں ملکوں کے درمیان تنازعات کو بڑھادیتے ہیں۔

- آپ کے خیال میں ہندوستان اور پاکستان کو مستقل امن کے قیام کے لئے کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟
- ہندوستان اور پاکستان کی ترقی کے لئے دونوں کے درمیان امن کا قیام کیوں ضروری ہے؟

ہندوستان کے تعلقات بنگلہ دیش کے ساتھ

1972ء میں بنگلہ دیش،ہندوستانی فوج کی مدد سے پاکستان سے آزاد ہوا تھا۔اس نے آزادی حاصل کرنے کے فوری بعد ہندوستان کے ساتھ ایک 25 سالہ امن معاہدہ پر دستخط کئے۔اس کے باوجودان دونوں کے درمیان کئی امور پر اختلافات رہے جیسے کہ برہم پترا اورگنگا کے پانی کی تقسیم وغیرہ۔ہندوستان نے بنگلہ دیش سے ہونے والی بڑے پیمانے پر غیرقانونی مہاجرت کی مخالفت کی۔بنگلہ دیش حکومت نے ہندوستان کی جانب سے سرحدوں پر باڑھ لگانے پر اعتراض کیا۔وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ ہندوستان اس خطہ میں بڑے بھائی جیسا رول ادا کررہا ہے۔

ان اختلافات کے باوجود دونوں ملکوں نے کئی میدانوں میں خصوصاً معاشی میدان میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کیا ہے۔بنگلہ دیش ہندوستانی جزیرہ نما کا داخلی حصہ ہے۔دونوں ممالک تباہیوں سے نمٹنے کی حکمت عملی میں ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں۔بنگلہ دیش نے کئی ہندوستانیوں کوانعامات سے نوازا جنھوں نے بنگلہ دیش کی آزادی کی خاطر خدمات انجام دیں اوراپنی زندگیوں کوقربان کردیا۔

تصویر۔ 20.8 : (بائیں) 1958 میں چین کے خلاف لوگ احتجاج کرتے ہوئے کہ (دائیں) 1971ء میں مشرقی پاکستان کے پناہ گزینوں کی ہندوستان میں آمد

- کئی چھوٹے ممالک یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے بڑے پڑوسی ممالک ”بڑے بھائی“ جیسا برتاؤ اختیار کرتے ہیں۔آپ اس کا کیا مطلب سمجھتے ہیں؟
- ہندوستان اور بنگلہ دیش کے نقشے کو دیکھئے اورغور کیجئے کہ دونوں ملکوں کے درمیان تعاون دونوں کے لئے نہایت اہمیت کا حامل کیوں ہے؟

ہندوستان اور سری لنکا کے تعلقات

سری لنکا ہندوستان کے جنوب میں بحر ہند میں واقع ایک جزیرہ پر مبنی ملک ہے۔اس نے 1948ء میں آزادی حاصل کی۔قدیم زمانے سے ہندوستان اور سری لنکا کے درمیان ثقافتی، نسلی اور معاشی تعلقات رہے ہیں۔دونوں تقریباً یکساں وقت میں آزاد ہوئے اور موجودہ دور تک ان میں جمہوریت برقرار ہے۔ان دونوں ملکوں کے تعلقات کے درمیان کشیدگی کا باعث بننے والا مسئلہ سری لنکا کی حکومت کی جانب سے وہاں کی ٹامل بولنے والی اقلیت کے ساتھ ناروا سلوک تھا۔آپ نے اس کے متعلق جماعت نہم میں پڑھا ہے۔اس بحث کو یاد کیجیے۔

سری لنکا سے ٹامل باشندوں کی بڑے پیمانے پر مہاجرت سے ایک بڑا مسئلہ پیدا ہو گیا۔جسکی وجہہ سے ہندوستان کو اس معاملہ میں سرگرم مداخلت کرنی پڑی۔ہندوستان نے سری لنکا اور ٹامل جنگجوؤں کے درمیان امن معاہدہ کروایا۔آپ امن کے قیام کے لئے سری لنکا کو ہندوستانی فوجوں کی روانگی اور ہندوستانی وزیر اعظم راجیو گاندھی کا ٹامل جنگجوؤں کے ہاتھوں قتل کے بارے میں پہلے پڑھ چکے ہیں۔آخر کار جب سری لنکا کی حکومت نے ٹامل جنگجوؤں کے خلاف جنگ شروع کی تو ہندوستان نے مداخلت نہ کرنے کا فیصلہ کیا جس کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر خون خرابہ ہوا اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کی گئی۔اس کے بعد ہی سری لنکا برسوں سے جاری اس پرتشدد تنازعہ پر قابو پا سکا۔

❍ ہندوستان کی بنگلہ دیش کو حمایت اور سری لنکا میں اس کے رول کا تقابل کیجیے۔آپ کے خیال میں دونوں جگہوں پر صورتحال یکساں تھی یا مختلف؟

کلیدی الفاظ

فوجی معاہدے، نیابتی جنگ، اسلحہ کی دوڑ، ایک قطبیت، دوقطبیت، استعماریت کا خاتمہ، امن، ویٹو، نسلی تنازعہ، پنچ شیل

اپنے اکتساب کو بڑھائیے

1۔ درست جواب کا انتخاب کیجیے۔ذیل میں سے کونسا جملہ سرد جنگ سے متعلق غلط ہے۔

a) امریکہ اور USSR کے درمیان رقابت　　b) امریکہ اور USSR نے راست جنگ کی

c) اسلحہ اور ہتھیاروں کی دوڑ کی ابتداء　　d) دو برتر طاقتوں کے درمیان نظریاتی جنگ

2۔ ذیل میں سے کونسا ملک مغربی ایشیاء کے بحران میں شامل نہیں ہے؟

a) مصر　　b) انڈونیشیاء　c) برطانیہ　　d) اسرائیل

3۔ عالمی جنگ کے بعد دنیا میں طاقت کا توازن کیسے تبدیل ہوا؟

4۔ دنیا میں امن کو قائم کرنے کے لئے مجلس اقوام متحدہ نے کونسے مختلف رول انجام دیئے۔

5۔ جمہوریت کے تصور کے تناظر میں کیا آپ سوچتے ہیں کہ بعض ملکوں کو فیصلہ سازی کے عمل میں خصوصی اختیارات دیا جانا چاہیے؟

6۔ فوجی معاہدوں کے ذریعے برتر طاقتوں کو کیا فوائد حاصل ہوئے؟

7۔ سرد جنگ نے کیسے اسلحہ کی دوڑ کی ابتداء کی اور ساتھ ہی ساتھ کیسے اسلحہ پر قابو پانے کا کام بھی انجام دیا؟

8۔ مغربی ایشیاء دنیا میں تناؤ کا مرکز کیوں بن گیا ہے؟

9۔ بیسویں صدی کے اختتام تک دنیا پر صرف ایک ملک کا غلبہ باقی رہ گیا ہے۔آپ کے خیال میں اس پس منظر میں NAM کا کیا رول ہونا چاہیے؟

10۔ ”NAM کی تشکیل صرف فوجی معاہدوں کے پس منظر میں نہیں ہوئی بلکہ معاشی پالیسوں کے تناظر میں بھی ہوئی۔“اپنے جواب کی وجوہات بیان کریں۔

11۔ ہندوستان اور اسکے پڑوسی ممالک کے درمیان تعلقات کو ظاہر کرنے کے لئے حسب ذیل امور پر مشتمل ایک جدول بنائیے۔

نزاعی امور ۔ جنگ کے واقعات ۔ تعاون اور امداد کے واقعات

12۔ ”نسلی اختلافات نے ہندوستان اور سری لنکا کے تعلقات کو متاثر کیا۔“ وضاحت کیجیے۔

باب
21

عصر حاضر کی سماجی تحریکیں

آپ نے مختلف تحریکوں میں کثیر تعداد میں لوگوں کو شریک ہوتے دیکھا ہوگا۔ان تحریکوں میں شمولیت سے کسی نہ کسی مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کرنا،کسی تبدیلی کے لئے فیصلہ کرنا اور اسکے لئے سرگرمی سے مہم چلانا مقصود ہوتا ہے۔ان میں سے کسی تحریک میں خود آپ نے بھی شرکت کی ہوگی۔ایسی کسی تحریک کے بارے میں یاد کیجئے جس کے بارے میں آپ نے اخبارات میں پڑھا ہو یا آپ نے اس میں شرکت کی ہو۔اس تحریک کے آگے کونسے مسائل تھے،ان کے متاثرین کون تھے،ان کے کیا مطالبے تھے،تحریک کی قیادت کس نے کی،تحریک میں شمولیت کے لئے لوگ کیسے راغب ہوئے،کیا تحریک کو کچھ داخلی اختلافات کا سامنا کرنا پڑا،تحریک کیسے آگے بڑھی اور وہ اپنے مقاصد کے حصول میں کس حد تک کامیاب رہی؟

پس منظر

بیسویں صدی کے ابتدائی نصف حصہ میں دنیا پر عظیم جنگوں،انقلابوں،جرمن نازی ازم،سوویت سوشلزم،مغربی لبرل ازم اور قومی آزادی کی تحریکوں کا غلبہ رہا۔البتہ دوسری عالمی جنگ کے خاتمہ اور ہندوستان،چین،انڈونیشیاء،نائجر یا اور مصر جیسی نوآبادیوں کی آزادی کے بعد 1950 کے دہے کے وسط میں دنیا میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔یہ دور کئی ملکوں کے لئے معاشی ترقی اور خوشحالی کا رہا،لیکن دیگر کئی ممالک اور سماجی طبقات کے لئے الجھنوں اور تناؤ سے بھرا دور تھا جنہیں صدیوں سے مساوی حقوق نہیں دیئے گئے اور اب وہ اپنے حقوق کا مطالبہ لے کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

تصویر۔21.1 : ول سی ایلز بتھ ایکفورڈ کی بنائی تصویر۔
ایک سیاہ فام لڑکی 4/ستمبر 1957 کو لٹل راک اسکول میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہوئے

1960ء میں شہری حقوق اور دیگر تحریکیں

ان تحریکوں میں سے ایک نہایت ہی اہم تحریک امریکہ کی شہری حقوق کی تحریک تھی۔اس کا مقصد افرو۔امریکن یعنی سیاہ فام امریکی باشندوں کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کے لئے جدوجہد کرنا تھا۔اور ان امتیازی قوانین کے خلاف لڑنا تھا جسکے تحت اسکولوں،بسوں اور عوامی مقامات پر سیاہ فام اور سفید فام باشندوں کو علاحدہ علاحدہ رکھا جاتا تھا اور سیاہ فاموں کے ساتھ ملازمتوں،مکانات اور ووٹ کے حق میں امتیاز برتا جاتا تھا۔یہ تحریک جو 1960 کے دہے میں عروج کو پہونچی،بڑی حد تک پرامن تھی اور اس کی سرگرمیوں میں عام مظاہرے،جلوس،سول نافرمانی(امتیازی قوانین کی پرامن خلاف ورزی کرنا) اور امتیازی

خدمات مثلاً بسوں کا بائیکاٹ شامل تھا، جس میں سیاہ فاموں اور سفید فاموں کو الگ کر دیا گیا تھا۔ ان تمام میں اہم ایک سالہ طویل بائیکاٹ کا پروگرام تھا جسکی قیادت مونٹگومری کے ڈاکٹر مارٹن لوتھر کنگ نے کی۔ اس بائیکاٹ کے دوران سیاہ فاموں نے بسوں کا بائیکاٹ کیا جسکی وجہ سے بس کمپنی کو زبردست نقصان اٹھانا پڑا اور نتیجتاً عدالت کو بسوں میں علاحدگی کے قانون پر امتناع عائد کرنا پڑا۔ اسی دوران ایک طاقتور تحریک اسکولوں میں علاحدگی کے قانون کے خلاف چلائی گئی (اس وقت سیاہ فاموں اور سفید فاموں کے بچوں کے لئے الگ الگ اسکول ہوتے تھے)۔ 28/ مارچ 1963ء کو دو لاکھ سے زائد افراد نے واشنگٹن کو مارچ کیا اور شہری حقوق کے قانون کی منظوری کا مطالبہ کیا۔ اس کے ساتھ ان کے دیگر مطالبات میں مکمل روزگار کی فراہمی، مناسب مکانات، ووٹ کا حق، مناسب تعلیم کی فراہمی (جس میں گورے اور کالے بچے ایک ساتھ پڑھتے ہوں) شامل تھے۔ اس مارچ میں ڈاکٹر لوتھر کنگ کے بشمول کئی لوگوں نے خطاب کیا۔ ڈاکٹر لوتھر کنگ نے یہاں اپنی تاریخی تقریر کی تھی "میرا ایک خواب ہے۔۔۔۔۔" یہ قوانین بتدریج منظور ہوئے اور طویل جدوجہد کے بعد ان کو موثر طریقے سے نافذ کیا گیا۔ اس سے دنیا بھر میں اصلاحات اور تبدیلی کے لئے چلنے والی پرامن سماجی تحریکوں کو ترغیب اور حوصلہ ملا۔

ڈاکٹر مارٹن لوتھر کنگ مخاطب کرتے ہوئے۔

میرا ایک خواب ہے۔۔۔۔

سال پہلے ایک عظیم امریکن نے جس کے علامتی سایہ تلے آج ہم ٹھہرے ہوئے ہیں آزادی کے اعلان نامہ پر دستخط کئے تھے۔ یہ یادگار فرمان لاکھوں نیگرو غلاموں کے لئے روشنی اور امید کا مینارہ ثابت ہوا جو ناانصافی کے شعلوں میں جھلس رہے تھے۔۔۔ مگر ایک صدی کے بعد بھی نیگروس (سیاہ فام باشندے) آزاد نہیں ہیں۔ ایک صدی بعد بھی سیاہ فاموں کی زندگی علاحدگی کی ہتھکڑیوں میں اور امتیازات کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔۔۔

میرا ایک خواب ہے کہ میرے چار چھوٹے بچے ایک ایسے ملک میں جئیں گے جہاں انکے رنگ کی بنیاد پر انکا مقام طے نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کے کردار کی بنیاد پر ان کا مقام طے ہوگا۔۔۔۔۔۔۔

ڈاکٹر مارٹن لوتھر کنگ جونیر

ڈاکٹر لوتھر کنگ کی اس مشہور تقریر کا مطالعہ کرنے کی کوشش کیجئے اور امریکی سماج کے لئے ان کے سوچے ہوئے اقدار اور ان پر عمل کرنے کے لئے لائحہ عمل کے بارے میں ایک مضمون لکھئے۔

جیسے جیسے اس تحریک کی طاقت میں اضافہ ہوا کئی نقاط نظر ابھرنے لگے۔ کئی لوگ ڈاکٹر لوتھر کنگ سے متفق تھے کہ تمام لوگوں کے لئے مساوات کا حصول پرامن ذرائع کو اختیار کرنے اور ضروری قوانین کے لئے حکومت سے رجوع ہونے سے ہوسکتا ہے۔ جبکہ مالکم ایکس جیسے کئی دوسرے لوگوں کا خیال تھا کہ سیاہ فام ایک الگ قوم ہیں اور انہیں سفید فاموں سے آزادی کے حصول کی خاطر لڑنا چاہیے۔ ان کا کہنا تھا کہ اقتدار کے حصول کے لئے بشمول مسلح لڑائی کے کوئی بھی راستہ اختیار کرنا پڑے تو کرنا چاہیے۔

شہری حقوق کی تحریک میں سرگرم حصہ لینے والوں میں اکثریت خواتین کی تھی جنکی شکایت یہ تھی کہ تحریک کے اندر بھی ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور تحریک بھی مردوں کے زیر اثر ہے۔ مثلاً واشنگٹن مارچ میں کسی عورت کو خطاب کرنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ انہوں نے محسوس کیا کہ

عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ بھی مساویانہ حقوق کے لئے جدو جہد کریں۔

یہ تمام متنوع دھاروں نے ملکر مساوات کی تحریک کو طاقتور بنایا جس نے ریاستہائے متحدہ امریکہ کی جدید تاریخ کی تشکیل کی۔

- شہری حقوق کی تحریک کے مطالبات کی فہرست اور آپ کی رائے میں ان کے ممکنہ حل سے متعلق ایک جدول بنائیے۔
- امریکہ ایک جمہوری ملک ہونے کا دعویٰ کرتا ہے جبکہ گذشتہ صدی کے وسط تک کئی گروہوں کو سماج میں الگ تھلگ رکھا گیا۔ بحث کیجئے کہ آپ کی نظر میں جمہوریت کا تصور زیادہ مشمولاتی نوعیت کا کیسے ہونا چاہیے؟
- ہم کو ایک ہی تحریک میں داخلی طور پر کئی نظریات اور خیالات کیوں نظر آتے ہیں؟ کیا آپ میں فرق تلاش کر سکتے ہیں؟

سویت یونین میں انسانی حقوق کی تحریکیں

ان دنوں میں سویت یونین Union of Socilalist Soviet Republic (USSR) اور مشرقی یوروپ کے ممالک میں جو سویت یونین کے زیر اثر تھے، کثیر پارٹی انتخابات، آزاد صحافت، اظہار خیال کی آزادی اور عام لوگوں کے لئے نقل وحرکت کی آزادی بھی نہیں تھی۔ یہاں کی حکومتوں کو ہمیشہ اس بات کا خطرہ لگا رہتا تھا کہ انہیں عدم استحکام کا شکار کرنے کے لئے کوئی سازش نہ کر بیٹھے۔ جسکی وجہہ سے وہ تمام عوام کی سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھتی تھیں۔ چونکہ لوگ ان پابندیوں سے عاجز آچکے تھے، انہوں نے انسانی حقوق جیسے اظہار خیال کی آزادی، صحافت کی آزادی وغیرہ کی خاطر کئی تحریکیں سویت یونین کے مختلف حصوں اور مشرقی یوروپ میں چلائی گئیں۔ ہنگری، چیکوسلواکیہ اور پولینڈ نے تو سویت یونین کے تسلط سے ہی آزادی کا مطالبہ کیا۔ ان میں سے بعض تحریکوں کی حمایت مخالف کمیونسٹ ملکوں بشمول امریکہ، برطانیہ نے کی۔ ان تحریکوں میں بھی ہمیں اختلافات کی پرچھائیاں نظر آتی ہیں۔ ان میں سے بعض نے عام لوگوں کے لئے وسیع تر آزادی کا مطالبہ کیا تو بعض نے ان کے ملکوں میں قائم سوشلسٹ نظام کو تحلیل کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ اس تحریک کے قابل ذکر قائدین میں مشہور ومعروف مصنف الیگزینڈر سولزینسن اور نیوکلیر سائنسدان اینڈری سکاروف شامل تھے۔ ان تحریکوں کے زیر اثر سویت یونین میں صدر گورباچوف کی سرپرستی میں نئی قیادت کو عروج حاصل ہوا جس نے اصلاحات کے عمل کو شروع کیا جسے Glasnsost کا نام دیا گیا تا کہ لوگوں کو وسیع تر آزادی مہیا کی جاسکے۔

- کیا آپ امریکہ اور سویت یونین کے سیاسی نظام میں مشابہتیں اور اختلافات کی نشاندہی کر سکتے ہیں؟ اور بتلائیے کہ لوگوں کے حقوق کے معاملہ میں ان کا ردعمل کیسا تھا؟

جوہری توانائی اور جنگ کے خلاف تحریکیں:

1970 اور 1980 کی دہائیوں میں ایک نئی تحریک کا عروج ہوا یہ تحریک جنگ اور نیوکلیر ہتھیاروں کے خلاف تھی۔ اگست 1945ء میں ہیروشیما اور ناگاساکی پر نیوکلیر بموں کے حملے سے ہونے والی بھیانک تباہی ساری دنیا پر آشکار ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود سرکردہ عالمی طاقتیں جیسے کہ امریکہ، سویت یونین، برطانیہ اور فرانس یہ عذر تراشتے ہوئے نیوکلیر ہتھیاروں کے ذخیرے جمع کر رہے تھے کہ اسکے خوف کی وجہہ سے دوسرے ملک ان ہتھیاروں کا استعمال نہیں کریں گے۔ وہ دور امریکہ اور سویت یونین کے درمیان شدید سرد جنگ کا دور تھا۔ اس کے علاوہ امریکہ نے ویت نام سے بھی جنگ چھیڑ رکھی تھی۔ ساری دنیا پر ایک بار پھر عالمی جنگ کا خطرہ منڈلانے لگا تھا۔ یہ اندیشہ تھا کہ اگر جنگ شروع ہوجائے

اور نیوکلیر ہتھیاروں کا استعمال کیا جائے تو کرہ ارض سے ساری بنی نوع انسانی کا ہی خاتمہ ہوسکتا ہے۔ دنیا بھر کے دانشوروں اور سائنسدانوں نے نیوکلیر ہتھیاروں پر پابندی کی مہم چلائی اور امریکہ اور سویت یونین کو مجبور کیا کہ وہ اسلحہ کی بے فائدہ دوڑ کو ختم کرنے کے لئے معاہدہ کریں۔

ویت نام کی جنگ میں اندازہ لگایا گیا کہ لگ بھگ 8,00,000 سے 30,00,000 ویت نامی فوجی اور شہری مارے گئے اس کے علاوہ تقریباً اتنے ہی لوگ کمبوڈیا اور لاؤ یا کے مارے گئے۔ اس جنگ میں امریکہ کے عام شہری تو ہلاک نہیں ہوئے لیکن فوجیوں کی بڑی تعداد ہلاک ہوئی اور اس سے زیادہ لوگ جسمانی طور پر معذور ہوگئے۔ ویت نام اس سے جنگ کرنے والے امریکہ اور فرانس کے مقابلہ میں نہایت ہی غریب ملک تھا جس کا اکثر رقبہ جنگلاتی خطہ پر مشتمل تھا۔ ویت نام نے جنگ میں گوریلا طرز اختیار کیا۔ امریکہ نے کیمیائی ہتھیاروں کو ایجاد کیا اور اس جنگ میں استعمال کیا جس میں نیپام بم بھی شامل تھے جو بستیوں کی بستیوں کو اجاڑنے کے لئے کافی تھے۔

1970ء کی دہائی کے ابتداء میں بے شمار امریکی فوجی ویت نام کے معصوم لوگوں پر (جو کسی بھی طرح سے امریکہ کے لئے خطرہ نہ تھے) بے تحاشہ بمباری کے جواز پر شکوک وشبہات کا اظہار کرتے ہوئے ویت نام سے لوٹ گئے۔ امریکیوں کی کثیر تعداد اپنے بچوں کو جنگ کے لئے دور دراز علاقے ویت نام کو روانہ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا امریکہ کے طول وعرض میں ویت نام کی جنگ کے خلاف مظاہرے ہوئے اور آخر کا امریکی حکومت کو جنگ ختم کر کے ویت نام سے واپس لوٹنا پڑا۔ اس تحریک کی کامیابی نے دنیا بھر میں امن کی تحریکوں کو تقویت عطا کی۔

''ہم نہیں جائیں گے''

امریکہ میں ایک قانون ہے جس کے تحت تمام صحت مند شہریوں کو کچھ عرصے کے لئے لازمی طور پر فوجی خدمات انجام دینا پڑتا ہے۔ ویت نام کی جنگ کے دوران ہزاروں امریکی شہریوں نے ویت نام کی جنگ میں جانے سے انکار کردیا۔ آیئے ایسے ہی ایک احتجاج کے بارے میں پڑھتے ہیں۔ یہ بیان اس وقت ایک اخبار Havard Crimson میں شائع ہوا تھا۔

''ہم امریکہ کے لوگوں کو جو فوجی خدمات کی لازمی زمرے کے تحت آتے ہیں ہماری حکومت نے ویت نام کی جنگ میں شریک ہونے کے لئے کہا ہے۔ ہم نے اس جنگ کی نوعیت اور اسکی تاریخ پر غور کیا تو پتہ چلا کہ اس جنگ میں شرکت ہمارے ضمیر کی آواز کے خلاف ہوگی۔ اس لئے ہم فوجی خدمات سے انکار کا اعلان کرتے ہیں (جو قانون کے تحت تمام شہریوں کے لئے لازمی ہے) جبکہ ہمارا ملک ویت نام سے جنگ کر رہا ہے۔ اس بیان پر دستخط کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ایسے تمام لوگوں کو متحد کرنا ہے جو لازمی فوجی خدمات کے زمرے میں آتے ہیں اور ہمارے خیالات سے اتفاق کرتے ہیں۔ تاکہ اس جنگ میں شرکت کے لئے ہمارے اخلاقی استرداد کو موثر سیاسی مخالفت میں تبدیل کیا جائے۔''

بعض لوگوں کا خیال تھا کہ یہ لوگ محبِّ وطن نہیں ہیں جبکہ دوسروں کا خیال تھا کہ اس غیر منصفانہ جنگ میں شرکت کرنے سے انکار کرنے کا یہ عمل بالکل درست اور منصفانہ تھا۔ ان دو نظریوں پر کمرہ جماعت میں بحث کیجئے اور دونوں جانب کے خیالات پر مختصر نوٹ لکھتے ہوئے اپنا نقطہ نظر بھی تحریر کیجئے۔

ویت نام کی جنگ کے بعد نیوکلیر ہتھیاروں کی مسابقت میں شدت آگئی کیونکہ زیادہ سے زیادہ ممالک نیوکلیر ہتھیاروں کے ذخیرے جمع کرنے میں ایکدوسرے سے سبقت لے جانا چاہ رہے تھے۔ ہتھیار تیار کرنے والی کمپنیاں (جو ملٹری انڈسٹریل کامپلکس کہلاتی تھیں) اور حکومتیں عوام کو جنگ کے خوف میں مبتلا رکھتی تھیں تاکہ وہ ان کے ٹیکسوں میں سے خرچ کئے جانے والے بھاری جنگی مصارف کی تائید کرتے رہیں۔ بالآخر دنیا کے عوام نے اور خاص کر یوروپ کے لوگوں نے اس حقیقت کو جان لیا کہ جنگی جنون اور اسلحہ کی دوڑ سے دنیا انتہائی غیر محفوظ ہوتی ہے اور تمام ممالک اس کی تباہیوں سے دوچار ہوتے ہیں وہ ممالک بھی جو جنگ میں راست طور شریک نہیں ہوتے۔ اس لیے دنیا بھر میں حکومت کی پالیسیوں کے خلاف بڑے پیمانے پر احتجاجات ہوئے اور یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ نیوکلیر ہتھیاروں میں کمی کرنے اور امن کے قیام کے لئے دوسری حکومتوں سے گفت وشنید کریں۔

اس دباؤ کے نتیجے میں امریکہ اور USSR جو ہتھیاروں کی دوڑ میں سب سے آگے تھے مذاکرات اور ہتھیاروں میں کمی کرنے کے لئے مجبور ہوئے۔ سب سے پہلے (Strategic Arms Limitation Talks) SALT نامی معاہدہ ہوا جو ناکامی سے دو چار ہوئے۔ آخرکار 1991ء میں جنگی ہتھیاروں کی تخفیف کا معاہدہ (Strategic Arms Reduction Treaty) START نامی معاہدے پر دستخط کئے گئے۔ یہ معاہدہ ہتھیاروں پر کنٹرول کے لئے کیا گیا تاریخ کا سب سے بڑا معاہدہ تھا۔ اس پر قطعی عمل درآمد 2001ء میں کیا گیا۔ جسکے نتیجے میں اس وقت موجود تباہ کن نیوکلیر ہتھیاروں کا 80% ذخیرہ تلف کرنے پر اتفاق ہوگیا۔ معاہدہ پر دستخط کے کچھ عرصے کے بعد USSR تحلیل ہوگیا۔ اور متوقع عالمی جنگ کے خوف و ہراس کا خاتمہ ہوا۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جاسکتا کہ ملکوں کے مابین جنگوں اور پرتشدد تصادموں کا خاتمہ ہوگیا۔ جیسا کہ ہم مشرق یوروپ، عراق،

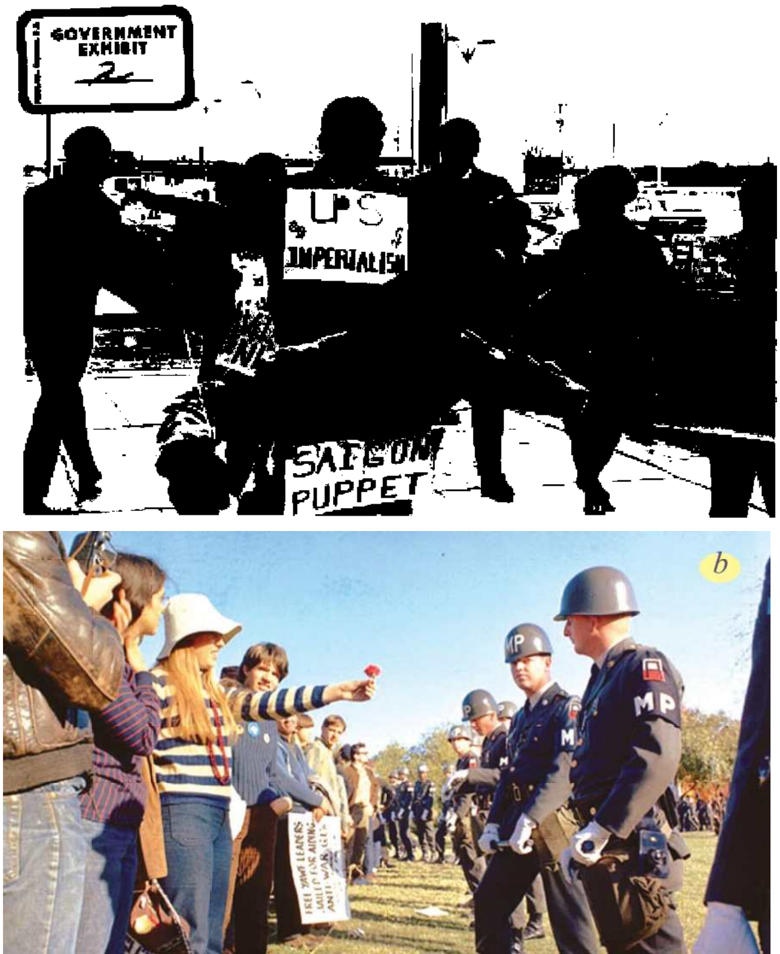

تصویر۔ 21.3a :ویت نام جنگ کے خلاف احتجاج کرنے والے

b۔ایک خاتون احتجاجی پنٹاگان میں ڈیوٹی پر موجود فوجیوں کو پھول پیش کرتے ہوئے

ان تصویروں میں پیش کئے گئے خیال پر بحث کیجئے۔

افغانستان کی جنگوں کے بارے میں سنتے آئے ہیں۔
USSR کے تحلیل کے آخری مرحلے میں چرنوبائیل نیوکلیر پلانٹ میں ایک بہت بڑا حادثہ ہوا جس میں ورکروں کی بڑی تعداد ہلاک ہوگئی۔ لیکن اس کی وجہ سے یوروپ کے کئی ممالک پر مشتمل بڑے خطے میں فضاء زہرآلود ہوگئی۔ اس کے اثرات نے لوگوں میں نیوکلیر ہتھیاروں کے خطرے کے خلاف شعور بیدار کیا۔ چاہے وہ ہتھیار امن کے قیام کے مقصد سے جمع کیے جائیں یا جنگ کرنے کی غرض سے۔ اس سانحہ نے مخالف جنگ تحریکوں اور ماحولیاتی تحفظ کی تحریکوں کو آپس میں قریب کردیا۔

- ہتھیاروں کے جمع کرنے کے تعلق سے کون کونسے مختلف ردعمل سامنے آئے؟
- اگر مختلف ممالک کے لوگ آپس میں ملتے ہیں تو جنگ کے اندیشے نہیں ہوتے برعکس دو حکومتوں کے جو ایک دوسرے کے تعلق سے پالیسیاں طے کرتے ہیں۔ کیا آپ اس جملہ سے متفق ہیں۔ اپنے جواب کے لئے دلائل دیجئے۔
- وضاحت کیجئے کہ ماحولیاتی امور ان ممالک کے عوام کو بھی متاثر کرتے ہیں جن کا رول نیوکلیر پلانٹوں اور آلودگی پھیلانے والے کارخانوں کے قیام میں نہیں ہوتا۔ ہم ایسی صورتحال سے کیسے نمٹ سکتے ہیں؟

عالمگیریت (Globalisation)، پسماندہ افراد اور ماحولیاتی تحریکیں

1990ء کے دہے سے دنیا بھر میں ہونے والی معاشی اور سیاسی تبدیلیوں کو گلوبلائزیشن اور نیولبرل ازم کا نام دیا گیا۔ اسکی وجہ سے غریبوں اور مراعات سے محروم حاشیائی افراد کی زندگیوں پر بہت گہرا اثر پڑا۔ قبائلی لوگ، غریب کسان، بے زمین مزدور، خواتین، غیر منظّم شعبوں میں کام کرنے والے شہری لوگ اور صنعتی مزدور وغیرہ اس کے بدترین شکار بنے۔ کم و بیش یہ وہ لوگ تھے جو تعلیم، تغذیہ اور صحت جیسی بنیادی سہولتوں سے محروم تھے۔ جس کے نتیجے میں اچھی تنخواہ والی ملازمتیں اور قانونی یا دستوری چارہ جوئی کے راستے بھی ان کی دسترس سے دور تھے۔

گذشتہ چند دہائیوں کے دوران قبائیلیوں اور حاشیائی کسانوں کو بڑے کاشتکاروں، کان کنی کارپوریشنوں، ڈیموں اور پراجکٹوں سے بھی خطرات لاحق ہوگئے تھے۔ چونکہ دور دراز کے دیہی علاقوں میں معدنیات، درخت، جانور، اور پانی وافر مقدار میں دستیاب ہوتے ہیں، اس لئے بڑی بڑی کمپنیاں ان کاشتکاری کی زمینوں پر قبضہ کرلیتی ہیں اور قبائیلیوں کو انکے قدیم علاقوں سے بے دخل کردیتی ہیں۔ یہ لوگ نئے نئے علاقوں میں پھیل جاتے ہیں اور قبائلی ثقافتیں تباہ ہوجاتی ہیں۔ بالآخر یہ طبقات سماج کے سب سے کمزور اور مفلوک الحال طبقات بن جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ترقی کی سرگرمیوں کی وجہ سے قدرتی وسائل پر پڑنے والے مضر اثرات کے نتیجے میں ماحولیاتی تحریکیں ان طبقات کے قریب ہوگئیں اور ترقیاتی سرگرمیوں کے اس تخریبی اور تباہ کن پہلوؤں کی مخالفت کرنے لگیں۔ اس طرح ان تحریکوں نے ایک نیا رخ اختیار کیا۔

یوروپ میں سبز امن تحریک (Green Peace movement in Europe)

ابتداءً یہ تحریک امریکہ کی جانب سے الاسکا میں کئے گئے زیر آب نیوکلیر ٹسٹوں کے خلاف 1971ء میں شروع کی گئی۔ احتجاجیوں کا ایک گروپ ایک چھوٹی سی کشتی میں سوار ہوکر جوہری توانائی کے تجربے کے علاقے کو روانہ ہوا تھا اس کشتی کا نام Green peace تھا۔ جو بالآخر اس تحریک کا نام بن گیا۔ موجودہ دور میں یہ تحریک وسعت اختیار کرتے کرتے 45 ملکوں میں پھیل چکی ہے۔ اسکا ہیڈ کوارٹر ایمسٹرڈم (ہالینڈ)

میں واقع ہے اور یہ دنیا کی اہم ترین ''غیرسرکاری تنظیموں'' میں سے ایک بن گئی ہے۔

گذشتہ چند دہائیوں کے دوران سائنسدانوں پتہ لگایا کہ آلودگی میں اضافہ کی وجہہ سے اوزون پرت تباہ ہوتی جارہی ہے جبکہ یہ پرت سورج کی مضر شعاعوں کو جذب کرنے کے لئے انتہائی ضروری ہے۔آلودگی کی بنا پر کرہ ارض کا درجہ حرارت مسلسل بڑھتا جارہا ہے۔قطبین پر موجود برف(Pole Ice caps)۔پگھلنے کی وجہہ سے سمندروں میں پانی کی مقدار میں اضافہ ہورہا ہے۔اور یہ خطرہ لاحق ہوگیا ہے کہ اسکی وجہہ سے ساحلی علاقے زیر آب آجائیں گے۔بنگلہ دیش،سری لنکا،ہندوستان،ماریشس اور انڈونیشیاء جیسے ممالک جن کے ساحلوں پر کئی شہر و دیہات آباد ہیں ان کو سیلاب اور غرقابی کا اندیشہ ہوسکتا ہے۔یہاں تک کہ وہ لوگ جو ساحلوں سے دور خشکی کے اندرونی علاقوں میں رہتے ہیں وہ بھی عالمی حدت کی وجہہ سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہیں گے اور نامناسب بارشوں (غیر موسمی بارش،کثرت باراں،قلت باراں یعنی قحط) سے اور فصلوں کے نقصان سے دوچار ہوں گے۔بالفاظ دیگر اس تبدیلی سے وہ ممالک شدید متاثر ہوں گے جن کی آبادی کا زیادہ تر انحصار زراعت پر ہے۔

Greenpeace تحریک نے کئی ممالک میں آب و ہوا میں تبدیلی کے اثرات کا جائزہ لیا۔اس کا مقصد ''کرہ ارض کو زندگی کی تمام انواع کی بقاء کے قابل بنانا'' ہے۔ان برسوں کے دوران اس تحریک نے پائیدار ترقی کے تصور کو فروغ دیا ہے یعنی ایسی ترقی جو ماحولیاتی اعتبار سے طویل مدت تک برقرار رہے اور جو سارے لوگوں کے لئے دستیاب رہے یعنی ترقی یافتہ ممالک کے لوگوں کے ساتھ ساتھ غیر ترقی یافتہ ملکوں کے عوام کے لئے بھی۔

> سبز امن تحریک کی ویب سائیٹ
>
> (http://www.greenpeace.org/international) دیکھئے۔
> اس تحریک کے زیر بحث مسائل اور اس کے طریقہ کار کے بارے میں معلومات حاصل کیجئے۔اور اس تحریک کی تائید و مخالفت میں مباحث کا جائزہ لیجئے۔

بھوپال گیس المیہ سے متعلق تحریکیں

آپ نے 1984ء میں بھوپال میں ہوئے گیس کے عظیم سانحہ کے متعلق سنا ہوگا۔اس میں ہزاروں لوگ ہلاک ہوگئے اور ہزاروں افراد ابھی تک اس کے مضر اثرات کا شکار ہیں۔یہ غالباً دنیا کی سب سے بدترین صنعتی تباہی تھی۔بھوپال گیس المیہ کے متاثرین بنیادی طور پر چار مطالبات کی تکمیل کے لئے جدوجہد کررہے ہیں:

متاثرین کے مناسب علاج معالجہ کی فراہمی؛ انکے لئے مناسب معاوضہ جو بین الاقوامی معیارات کے مطابق ہو کیونکہ وہ کمپنی ایک ملٹی نیشنل کمپنی تھی؛ کمپنی کے انتظامیہ پر اس جرم کی ذمہ داری عائد کرنا؛ اور آخری یہ کہ مستقبل میں اس قسم کی تباہیوں کے تدارک کے اقدامات کرنا۔

اس سلسلہ میں انہیں کسی قدر کامیابی تو ملی ہے لیکن اپنے تمام بڑے مطالبات کی تکمیل کے لئے انہیں مزید جدوجہد کرنا پڑے گا۔حالانکہ بھوپال میں طبی سہولتوں کی فراہمی کے لئے کثیر رقم خرچ کی گئی ہے پھر بھی متاثرین کو مکمل راحت حاصل نہیں ہوئی۔معاوضے بین الاقوامی معیارات کے مطابق نہیں دیئے گئے اور جو معاوضہ ادا کیا گیا وہ بھی تمام متاثرہ افراد کو حاصل نہ ہوسکا۔کمپنی کی انتظامیہ پر جسکی لاپرواہی کے نتیجے

میں یہ سانحہ پیش آیا، حکومت مقدمہ چلانے اور سزا دلوانے میں ناکام رہی۔ آج ہمارے پاس بہترین قوانین تو موجود ہیں لیکن ایسی کوئی مناسب پالیسی یا معائنہ کاری کا غیر جانبدارانہ نظام موجود نہیں ہے جو مستقبل میں اس قسم کے حادثات کے امکانات کو ختم کردے۔ یہ احتجاج کافی پیچیدگیوں کا شکار ہوگیا کیونکہ وہ کمپنی امریکی کمپنی تھی۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کمپنی کے خلاف بین الاقوامی قوانین سے مدد لیتے ہوئے اس المیہ سے متاثر ورکرس اور خواتین کو درپیش مسائل کے لئے لڑسکیں۔ دنیا بھر میں بے شمار لوگوں نے اس کمپنی کی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا ہے۔ جس وقت کمپنی نے لندن میں منعقدہ اولمپک کھیلوں کی اسپانسر شپ حاصل کی تو اس کے خلاف بڑے پیمانے پر احتجاج کیا گیا اور دنیا کی بے شمار تنظیموں نے اولمپک تنظیم اور DOW کے غیر اخلاقی اتحاد پر اعتراض کیا۔

تصویر۔21.4: بھوپال گیس المیہ کی یاد منائی جارہی ہے

ماحولیاتی تحریکیں

ماحولیاتی تحریکوں کا آغاز قدرتی جنگلات کے تحفظ کی خاطر 1970 کی دہائی میں ہمارے ملک میں ہوا۔ ان میں ایک چپکو تحریک تھی جسکے بارے میں آپ 12 ویں باب میں پڑھ چکے ہیں۔

دریائے نرمدا پر ڈیم کی تعمیر کے خلاف تحریکیں

بڑے بڑے ہمہ مقصدی پراجکٹوں کی تعمیر 1950 سے ہی ہندوستان کی منصوبہ بند ترقی کا لازمی حصہ رہی ہے۔ ان میں سے چند بڑے پراجکٹ بھاکرہ ننگل، ہیراکڈ اور ناگرجنا ساگر پراجکٹ ہیں۔ ابتداء میں لوگ ان پراجکٹوں سے مرعوب ہوگئے کہ ان میں کافی مقدار میں پانی ذخیرہ کیا جاسکتا ہے، بڑی بڑی وسیع وعریض زمینات کو سیراب کیا جاسکتا ہے، کافی مقدار میں بجلی کی تیاری ہوسکتی ہے، سیلابوں کو روکنے میں کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔ اس لئے کسی نے بھی یہ سوال نہیں کیا کہ ان کی تعمیر کی وجہہ سے زیر آب آنے والے علاقوں کے لوگوں، درختوں، کھیتوں اور جانوروں کا کیا ہوگا۔ ہزاروں درخت، جانور اور ایکڑوں رقبہ پر مشتمل زرخیز زمینات اور متاثرہ افراد کو یکسر نظرانداز کردیا گیا۔ ان کی

کوئی جائے پناہ نہ تھی اور ان کو یا تو نہایت ہی قلیل معاوضہ دیا گیا یا پھر کوئی معاوضہ ہی نہیں دیا گیا۔ ڈیموں کی تعمیر سے ملک کے عوام کو ہونے والے عظیم فوائد کے مقابل بے دخلی کے شکار لوگوں کو دیا گیا معاوضہ بہت ہی کم تھا۔ آخر کار لوگ یہ اعتراض کرنے لگے کہ ان کی تعمیر سے حاصل ہونے والے فوائد کا تقابل تعمیر کے اخراجات اور جنگلات، کھیتوں اور بستیوں کو ہونے والے نقصانات سے کیا جائے تو یہ تعمیر لا حاصل نظر آئے گی۔ کیونکہ ڈیموں کی تعمیر پر کثیر اخراجات ہوتے ہیں اور یہ اسوقت مزید بڑھ جاتے ہیں جب تعمیر میں تاخیر ہوتی ہے یا قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

دوسرا یہ کہ جس قدر زمینوں کے رقبے کی آبپاشی اور جتنی بجلی کی پیداوار کی توقع کی گئی اس نشانہ کو شاید ہی کبھی پورا کیا جاسکا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ ماہرین نے ان ڈیموں میں پانی کے جس قدر ذخیرہ ہونے کا اندازہ لگایا تھا وہ درست ثابت نہ ہوا۔ یہ تمام اعتراضات شدت سے اسوقت سامنے آئے جب ہندوستان کے عظیم دریائی وادیوں میں سے ایک نرمدا کی وادی میں کئی بڑے چھوٹے ڈیموں کی تعمیر کے لئے حکومت نے منصوبہ بنایا۔

اس پراجکٹ کی وجہہ سے بے دخلی کا سامنا کرنے والے لوگوں نے قابل لحاظ ہرجانہ کا مطالبہ کیا۔ وہ یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ وہاں کی زمینات کے مالکین کو ہی نہیں بلکہ اس علاقے میں روزگار سے وابستہ تمام افراد کو ہرجانہ ملنا چاہیے۔ وہ یہ بھی مطالبہ کر رہے تھے کہ انہیں کسی دوسری جگہ زمین کے بدلہ زمین دی جائے اور ڈیم کی تعمیر کی وجہہ سے جنگلات کو ہونے والے نقصان کی پابجائی کے لئے دوسرے علاقوں میں جنگلات اگائے جائیں۔ بہت جلد لوگوں نے اس بات کو محسوس کیا کہ زمین کے بدلے زمین دینے کے لئے مناسب سہولتیں موجود نہیں ہیں اور تمام افراد کی مناسب انداز میں بازآبادکاری بھی محال ہے۔ اور اس کے علاوہ یہ مسئلہ صرف معاوضہ کی ادائیگی یا بازآبادکاری کا نہیں ہے بلکہ ترقی کے غلط تصور کو اپنانے کا ہے۔ ایسی ترقی جسکی اساس قدرتی وسائل کی تباہی پر رکھی جاتی ہے جسکے نتیجے میں صنعتیں قائم ہوتی ہیں اور تجارتی فصلیں تو اگائی جاتی ہیں لیکن دیگر فصلوں کی بربادی اور قبائلی طبقات کی تہذیب وثقافت اور انکی معیشت کی بربادی کی قیمت پر۔ اس کے علاوہ اس ترقی نے کسانوں اور قبائلیوں کو غیر ماہر مزدوروں میں تبدیل کردیا حالانکہ اس تبدیلی سے انکی معیار زندگی میں کوئی بہتری نہیں آئی۔

اس لئے تحریک کے قائدین نے ڈیموں کی تعمیر کی مخالفت کرنے کا فیصلہ کیا۔ 12 ویں باب میں آپ نے بابا مہاریہ کے خط کے بارے میں پڑھا ہے۔ وہ بھی نرمدا بچاؤ آندولن (NBA) میں شامل تھے۔ جس کے تحت ڈیم کی تعمیر کے خلاف نرمدا کی وادی میں عوامی تحریکیں منظم کی گئیں۔

ابتداءً سردار سرور پراجکٹ کی تعمیر ورلڈ بنک سے لی گئی قرض کے رقم سے کی جانے والی تھی۔ لیکن شدید احتجاجوں، جلوسوں، بھوک ہڑتالوں اور بین الاقوامی احتجاجی مہم کے پیش نظر ورلڈ بنک نے اس تعمیر میں سرمایہ کاری کے فیصلہ کو واپس لے لیا۔

تصویر۔ 21.5 ۔لوگوں کی بے دخلی کے خلاف نرمدا وادی میں احتجاج کا منظر

نرمدا بچاؤ آندولن تحریک کو سردار سرور ڈیم کی تعمیر کو رکوانے میں کامیابی تو حاصل نہیں ہوئی لیکن اس نے لوگوں کو ترقی کی نوعیت کے متعلق سوچنے پر مجبور کر دیا کہ کیا وہ غریبوں کے مفاد میں تھی یا دولتمندوں اور اثر و رسوخ رکھنے والوں کے مفاد میں؟ اس لوگوں کو اس بات پر بھی مجبور کیا کہ وہ اس قسم کے بڑے ڈیموں سے حاصل ہونے والے فائدوں کے متعلق غور کریں جو بڑے پیمانے پر قدرتی ماحول میں مداخلت کا سبب بن رہے ہیں۔ اس نے حکومتوں کو مجبور کیا کہ وہ ترقی کے لالچ میں کی جانے والی لوگوں کی بے دخلی کے لئے مناسب اور باوقار ہرجانہ ادا کرنے پر غور کریں۔

کسانوں اور قبائلی لوگوں کو بے دخل کئے بغیر کارخانوں، کانوں یا بجلی کے پلانٹوں کا قیام ناممکن ہے۔ اس کے کیا متبادلات ہوسکتے ہیں؟ اپنے گھر اور اسکول میں ان امور پر بحث کیجئے۔

کئی دیگر تحریکیں NBA تحریک کا حصہ بنیں۔ جیسے کہ مقامی لوگوں کی تحریک، نیولبرل پالیسیوں کے خلاف تحریک، کسانوں کی تحریک جن کی زمینات ڈیموں اور شہروں کی تعمیر، صنعتوں کے قیام، کان کنی اور جنگلات اگانے کے لئے حاصل کرلی جارہی تھیں۔

State of India's Environment(CSE)

1980ء میں انیل اگروال نے CSE کو قائم کیا تا کہ ہندوستان میں ماحولیاتی اور ترقیاتی امور کا مطالعہ کیا جائے اور ان سے متعلق مسائل کے تئیں شعور اجاگر کیا جائے۔ CSE نے اپنی مشہور سلسلہ وار اشاعت سے ابتداء کی۔ جو Citiznen's Report of State of India's Environment کے نام سے 1982ء سے شائع ہونی شروع ہوئی۔ اور یہ ملک کو درپیش مختلف ماحولیاتی مسائل پر مستند حوالہ کی حیثیت اختیار کرچکی ہیں۔ ان کے ویب سائیٹ (http:www.cseindia.org) کا مشاہدہ کیجئے۔ اور اسکے کام اور زیر مطالعہ امور کے بارے میں جانکاری حاصل کیجئے۔

Silent Valley Movement (1973-85)

کیرلا میں مغربی گھاٹ میں واقع خاموش وادی (Silent Valley) سے گذرنے والی دو دریاؤں پر جب ڈیموں کی تعمیر کا منصوبہ بنایا گیا تو کئی تعلیم یافتہ افراد کو اس حقیقت کا ادراک ہوا کہ اس سے وادی میں پائی جانے والی نادر نباتی اور حیوانی انواع کو تباہی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ان جانوروں میں سے ایک مفقود النسل Lion Tailed Macaque (ایک قسم کا بندر) بھی شامل تھا۔ دھیرے دھیرے خاموش وادی کے تحفظ کی حمایت میں اور وہاں ڈیموں کی تعمیر کے خلاف ایک بڑی تحریک کو فروغ حاصل ہوا۔ ریاست بھر کے عوام نے کیرلا شسترا ساہتیہ پریشد (KSSP) کی ترغیب پر تحریک میں شمولیت اختیار کی۔ KSSP ایک تنظیم تھی جو سائینس کی اشاعت اور عام لوگوں میں شعور کو بیدار کرنے کے لئے کام کررہی تھی۔ اس نے عدالت میں مقدمہ دائر کیا کہ پراجکٹ کے علاقہ میں درختوں کو کاٹا جارہا ہے۔ کیرلا ہائی کورٹ نے درختوں کی کٹائی کے خلاف حکم جاری کیا۔ شدید احتجاج کے پیش نظر حکومت نے بالآخر ڈیم کی تعمیر کے منصوبے کو ختم کر دیا گیا۔ اور خاموش وادی کو 1985ء میں ایک نیشنل پارک میں تبدیل کر دیا گیا۔

تصویر۔21.6: اس جنگل میں جھینگر نہیں پائے جاتے، اس لئے یہ جنگل ''خاموش'' رہتا ہے۔ Loin Tailed Macaque اور دیگر کئی انواع کے منفرد حشرات اور پرندے اس میں پائے جاتے ہیں۔

میدھا پاٹکر سے انٹرویو

ذیل میں تحریک کی ایک قائد میدھا پاٹکر کا انٹرویو دیا گیا ہے۔جس میں انہوں نے تنظیم کے بارے میں گفتگو کی ہے۔(2010ء میں)

کیا جدوجہد کو مزید جاری رکھنے کا کوئی اہم مقصد ہے جبکہ گجرات حکومت نے تحریک کے مطالبات کی تکمیل کر دی ہے؟

''یہ جدوجہد اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ مقاصد کی کما حقہ تکمیل نہیں ہوجاتی۔

حالانکہ حکومت نے اپنی پالیسی کا اعلان کیا ہے اور بتلایا ہے کہ وہ ترقیاتی اور زمینی ملکیت کی اساس پر ہوگی۔لیکن یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس پالیسی میں ان لوگوں کے لیے زمین عطا کرنے کا تیقن نہیں دیا گیا جنھوں نے اپنا روزگار کھویا ہے۔اور نہ ہی ماحولیات کے تحفظ کے لئے کئے جانے والے اقدامات کی وضاحت کی گئی۔اس کے علاوہ پالیسی میں کیے گئے وعدوں اور شرائط کے برخلاف ڈیم کی بلندی میں اضافہ کرنا غیر منصفانہ عمل ہے۔

اس جدوجہد کو اس لئے بھی جاری رکھنا ضروری ہے تاکہ دنیا کو یہ بتایا جاسکے کہ قدرتی ماحول میں آباد بستیوں کو ختم کر کے، کثیر سماجی اور ماحولیاتی نقصان کو گوارا کرتے ہوئے اور کثیر مالی اخراجات کے بعد حاصل ہونے والے قلیل فوائد بھی کچھ (Kutch) کے علاقے کے مستحق افراد کو حاصل نہیں ہو رہے ہیں بلکہ اس سے گجرات کے بڑے بڑے شہر اور کارپوریٹ علاقے استفادہ کر رہے ہیں۔نرمدا بچاؤ آندولن اس کیفیت میں تبدیلی کا مطالبہ کرتی ہے۔بے دخلی، تباہی اور عدم مساوات کے خلاف یہ جدوجہد جاری رہے گی تاکہ نرمدا کی وادی میں ہی نہیں بلکہ پورے ملک میں متبادل ترقی کے نمونے اور تعمیری کاموں کے لیے کوشش ہو...''

- سماجی تحریک میں کون کون سے طریقہ کار اور حکمت عملیوں کو استعمال کیا گیا؟
- باز آبادکاری کے وعدوں کے بارے میں تحریک میں شامل لوگوں کی کیا رائے ہے؟

سماجی انصاف اور انسانی حقوق کے لئے خواتین کی تحریکیں

ہم گذشتہ جماعتوں میں خواتین کے ساتھ کئے جانے والے غیر مساویانہ سلوک اور مساوی حقوق، مساوات، سلامتی اور انصاف کے لئے خواتین کی جانب سے شروع کی گئی تحریکوں کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ماضی قریب کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ کئی سماجی تحریکوں میں خواتین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔یہاں ہم ان میں دو مخصوص مثالوں کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ اس چیز کو بہتر انداز میں سمجھا جاسکے۔پہلی مثال آندھرا پردیش نشہ بندی کی تحریک اور دوسری مثال منی پور کے خواتین کی تحریک کی ہے جنھوں نے شمال مشرقی ریاست میں مسلح افواج کو دئے گئے خصوصی اختیارات کے خلاف اور انکے غلط استعمال کے خلاف تحریک چلائی۔

خواتین اگر متحد ہو جائیں...

''یہ کوئی قصہ یا کہانی نہیں ہے۔یہ ان خواتین کی کامیابی کا واقعہ ہے جو تعلیم بالغاں کے مرکز میں تعلیم حاصل کر رہی تھیں۔ہمارے گاؤں کا

نام دو باگنٹہ ہے۔ہم روزانہ مزدوری کرتی ہیں۔اور گویا زمین سے سونا نکالتی ہیں۔لیکن اس قدر محنت ومشقت سے کمائی گئی ہماری آمدنی شراب اور سیندھی پر خرچ ہوجاتی ہے۔ جب ہمارے مردوں کے پاس رقم نہیں ہوتی تو وہ اپنے گھر کے چاول، گھی یا کوئی بھی شئے لے جا کر فروخت کردیتے ہیں جس سے شراب خریدی جاسکے۔ان کے ہاتھ جو چیز لگے وہ اسے لے جاتے ہیں۔نشہ کرنے کے علاوہ وہ ہماری تذلیل کرتے ہیں، ہمارے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں اور ہمارے بچوں کو مارتے پیٹتے ہیں۔انہوں نے ہماری روزمرہ کی زندگی کو جہنم بنادیا ہے۔تب ہم نے خواندگی کی کتاب میں سیتما کی کہانی پڑھی۔اس نے ہمیں سوچنے پر مجبور کردیا۔اسکی موت کے لئے کون ذمہ دار ہے؟اس کے بعد ہم نے سرپنچ سے کہا کہ وہ شراب کی دکان کو بند کرادے۔لیکن ہم کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔

اس لئے دوسرے دن ہم سینکڑوں کی تعداد میں گاؤں کے باہر جمع ہوئیں اور سیندھی کی ایک بنڈی کو روک دیا۔ہم نے اس کے مالک کو کہا وہ ساری سیندھی پھینک دے۔اور ہم نے اس سے یہ بھی کہا کہ اس کے نقصان کی پابجائی کے لئے ہم سب ایک ایک روپیہ جمع کریں گی۔اس نے ڈر کر ویسے ہی کیا۔اس دن سے ہمارے گاؤں میں کوئی سیندھی کی بنڈی داخل نہیں ہوئی۔ایک مرتبہ جب ایک جیپ شراب لئے ہوئے گاؤں میں داخل ہوئی تو ہم نے اسے گھیر لیا اور اس کے مالک سے کہا کہ ہم اس پر مقدمہ دائر کریں گے۔اس بات سے وہ خوفزدہ ہوگیا اور اس نے اپنی دکان بند کردی۔اب ہم میں خوداعتمادی آگئی۔ہم نے محسوس کیا کہ یہ کامیابی ہمیں صرف تعلیم کی وجہہ سے ہی حاصل ہوسکی ہے۔اس سال کسی نے بھی شراب کے ہراج میں حصہ نہیں لیا۔"

یہ واقعہ 1992ء میں پیش آیا اور جیسے ہی یہ خبر پھیلی دوسرے دیہاتوں کی خواتین نے بھی اپنے گاؤں میں شراب کی فروخت بند کرادی۔ آخرکار انہوں نے ہزاروں کی تعداد میں جلوس کی شکل میں جمع ہوکر نیلور ضلع کلکٹر کی جانب سے منعقد ہونے والے شراب کے سالانہ ہراج کو رکوادیا۔کلکٹر نے چھ بار ہراج کو ملتوی کیا اور بالآخر اسے ہراج کو منسوخ کرنا پڑا۔

دوسرے علاقوں میں بھی عورتوں نے شراب کی دکانوں کے خلاف جلوس نکالے، دکانوں کا گھیراؤ کیا اور ان دکانوں کو بند کرنے کی کوشش کی۔انہوں نے شراب کی رسد اور اس کے خریداروں کو روکتے ہوئے شراب کی فروخت روکنے کی کوشش کی۔شراب کے دکانداروں نے اپنی دکانیں بند کرنے سے انکار کیا تو انہیں گھیراؤ کا سامنا کرنا پڑا، دکانوں میں موجود شراب کی پیکٹوں کو پھینک دیا گیا یا آگ لگادی گئی۔اکثر دیہاتوں میں عورتوں نے ہٹ دھرم مردوں کی مونچھیں یا سروں کو مونڈ دیا اور انہیں گدھے پر بٹھا کر گاؤں میں گھمایا۔اس کے علاوہ مردوں سے مندروں میں قسمیں کھلائی گئیں کہ وہ شراب نہیں پیئیں گے۔ریاست بھر میں خواتین کے بے شمار جلسوں اور احتجاجوں کے بعد اکٹوبر 1993ء میں شراب پر امتناع عائد کردیا گیا اور 1995ء میں مکمل نشہ بندی کا قانون نافذ کیا گیا۔

یہ خواتین ہمارے سماج کے غریب ترین طبقے اور دلتوں کے طبقے سے تھیں جو انکے شوہروں اور خاندان کے مردوں کی شراب کی لت میں مبتلا ہونے سے انتہائی اذیتوں کا شکار تھیں۔ان میں سے کئی عورتوں نے خواندگی کی کلاسوں میں شرکت کرنی شروع کی اور وہاں انہوں نے آپس میں درپیش مسائل پر تبصرے کئے۔خواندگی کی ان کلاسوں نے انہیں اپنی زندگیوں کے بارے میں گفتگو کرنے اور روابط قائم کرنے کا موقع مہیا کیا۔ایک مرتبہ جب یہ تحریک شروع ہوگئی تو اس کی کامیابیوں نے خواندگی کی کتابوں کے ذریعے اسے ساری ریاست میں شہرت عطا کردی، جو ریاست کے سارے اضلاع میں پڑھی جاتی تھیں۔اس طرح سماج کے انتہائی پچھڑے ہوئے طبقے کی خواتین شراب تیار کرنے اور فروخت کرنے والے طبقے کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئیں جو انتہائی طاقتور اور با اثر تھا جو دولتمند اور پرتشدد اقدامات کرنے میں ہی ماہر نہ تھا بلکہ اسے سیاسی اثر ورسوخ بھی حاصل تھا۔

آج کل حالات دوبارہ تبدیل ہوگئے ہیں اور شراب کی دکانیں پھر سے اپنا کاروبار شروع کرچکی ہیں۔جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسلسل چوکسی اور فعالیت سے ہی ان تحریکوں کی حاصل کردہ کامیابیوں کو باقی رکھا جاسکتا ہے۔

- موجودہ دور میں مغربی بنگال (نندی گرام)، اڑیسہ (نیاما گری) اور آندھرا پردیش (پولاورم، سوم پیٹا) کی تحریکوں کے بارے میں معلومات حاصل کیجئے۔ان تحریکوں کی اہم خصوصیات کی صراحت کرتے ہوئے ایک پوسٹر تیار کیجئے۔

انسانی حقوق کے لئے سماجی حرکت پذیری

اب ہم دیکھیں گے کس طرح شمال مشرقی ہندوستان میں منی پور کی خواتین نے ان قوانین کے خلاف جدوجہد کی جس کے تحت مسلح افواج کو عوام پر قابو پانے اور کسی قسم کی عدالتی کاروائی کے بغیر اقدامات کرنے کی اجازت ملتی ہے (یعنی عوام مسلح افواج کے اقدام کو کسی عدالت میں چیلنج نہیں کرسکتے)۔

انسانی حقوق میں سے چند دفعات یہاں دی گئی ہیں۔اس حصہ کو دو مرتبہ پڑھئے۔پہلے اس حصہ کو تفصیل سے پڑھئے اور نوٹ کیجئے کہ تمام لوگوں کو کونسے انسانی حقوق دیئے جانے چاہئیں۔اسکے بعد ذیل میں دیئے گئے پیرا اور لائن کو پر کیجئے جس کے بارے میں خیال کرتے ہیں کہ یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے یا انسانی حقوق کی گنجائشات سے متضاد ہے۔(کسی بھی پیرا یا لائن نمبر کو خالی نہ چھوڑیں)۔

دفعہ 3: ہر فرد کو زندگی کا حق، آزادی اور شخصی سلامتی کا حق حاصل ہے۔پیرا--------سطر--------

دفعہ 5: کسی شخص کو ہراساں نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس پر ظلم کیا جاسکتا ہے، اسی طرح کسی کے ساتھ غیر انسانی یا ذلت آمیز سلوک روا نہیں رکھا جاسکتا اور نہ غیر انسانی اور تحقیر آمیز سزا دی جاسکتی ہے۔پیرا--------سطر--------

دفعہ 7: قانون کی نگاہ میں سب مساوی ہیں اور بلا کسی امتیاز کے سب قانونی تحفظ کے حقدار ہیں۔اس اعلان کے برعکس کسی کے ساتھ امتیاز برتنے یا امتیاز برتنے کے لئے اکسایا جانے کے خلاف وہ یکساں تحفظ کا حقدار ہے۔پیرا------سطر------

دفعہ 9: کسی شخص کو ظالمانہ اور غیر قانونی طریقے سے گرفتار، محروس یا جلاوطن نہیں کیا جاسکتا۔پیرا--------سطر--------

دفعہ 10: اگر کسی فرد کے حقوق یا اختیارات سلب کئے جائیں تو اسکو مساوی حق حاصل ہے کہ اسکے کسی مقدمہ کی منصفانہ اور برسرِ عام سماعت آزاد اور غیر جانبدار عدالت میں ہو۔پیرا--------سطر--------

دفعہ 12: کسی شخص کے ذاتی امور، خاندان، گھر یا مراسلت کے امور میں غیر قانونی مداخلت نہیں کی جاسکتی اور اسکے وقار و مرتبہ کو ٹھیس نہیں پہنچائی جاسکتی۔ہر فرد کو اس قسم کی مداخلت یا ایذا رسانی سے تحفظ کا حق حاصل ہے۔پیرا--------سطر--------

دفعہ 13: (1) ہر شخص کو مملکت کی سرحدوں کے اندر آزادی کے ساتھ نقل و حرکت کرنے اور کہیں بھی قیام کرنے کا حق حاصل ہے۔

پیرا--------سطر--------

(2) ہر شخص کو کسی ملک سے باہر جانے بشمول اپنے ملک کے، اور واپس اپنے ملک کو لوٹنے کا حق حاصل ہے۔

پیرا--------سطر--------

تاریخی پس منظر

موجودہ منی پور دو امتیازی جغرافیائی خصوصیات کا حامل ہے۔ پہلا وادی کا علاقہ اور دوسرا پہاڑی سلسلہ۔ آزادی سے قبل وادی کے علاقہ پر دیسی راجہ کی حکمرانی تھی جبکہ پہاڑی علاقہ نسبتاً خودمختار تھا، جہاں بنیادی طور پر قبائیلی لوگ آباد تھے۔ 1891ء میں انگریزوں نے اس علاقہ پر اپنا کنٹرول حاصل کیا اور راجہ کی حکمرانی بھی جاری رہنے دی۔ 1949ء میں منی پور کی سلطنت نے ہندوستان میں شمولیت کے معاہدہ پر دستخط کئے اور تب سے منی پور ہندوستان کا ایک حصہ بن گیا۔ کئی قبائیلیوں نے اس معاہدہ پر اعتراض کیا کہ وہ خودمختار رہنا چاہتے ہیں اور ہندوستان میں شامل ہونا نہیں چاہتے۔

ہندوستان میں شمولیت کی مخالفت کرنے والوں کے احتجاج کے ردعمل میں ہندوستان کی حکومت نے وہاں فوج متعین کردی۔ نظم وضبط کی برقراری کے لئے جو قوانین ہیں ان میں سے ایک AFSPA کہلاتا ہے یعنی Armed Forces Special Powers Act (1958) اس قانون کے تحت مسلح فوجی دستوں کو مخالف قومی سرگرمیوں میں شرکت کے شبہ کی بنیاد پر ہی کسی بھی شخص کو گرفتار کرنے اور ہلاک کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اس بات پر کئی بار بحث چھیڑی گئی کہ اس قانون کا غلط استعمال کیا جا رہا ہے اور اکثر بے گناہ لوگوں کو بھی خوفزدہ کرنے، ہراساں کرنے اور قتل کرنے کیلئے اور خواتین کا استحصال کرنے کے لئے اس قانون کی آڑ لی جاتی ہے۔ خواتین اور مائیں اپنے شوہروں اور بچوں کے تعلق سے فکرمند ہوتی تھیں جنہیں مخالف قومی سرگرمیوں کے شبہ میں فوج گرفتار کر لیتی تھی اور ان پر تشدد کیا جاتا تھا اسی طرح کئی عورتوں کو جنسی طور پر ہراسانی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ان میں سے کئی عورتیں خودکشی کر بیٹھتی تھیں۔ ان ہی سانحات میں سے ایک جس نے ہر ایک کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی وہ ایک 32 سالہ خاتون تھنگ جام منوراما کی حوالات میں موت کا واقعہ ہے۔

میراپائی بی (مشعل برداروں) کی تحریک

میراپائی بی (میتی زبان کا لفظ) جس کے معنی مشعل بردار کے ہیں۔ میراپائی بی تحریک 1970ء میں نشہ بازوں کی ہراسانی کو روکنے کے لئے شروع کی گئی۔ لیکن بہت جلد یہ انسانی حقوق کی تحریک بن گئی جس نے 1980 کے دہے میں ہندوستانی مسلح افواج کی تعیناتی کے خلاف اور منی پور کی آزادی کے لئے جدوجہد کی۔ یہ وہ دور تھا جب اس ریاست کو ''گڑبڑ زدہ'' علاقہ قرار دیا گیا اور ہندوستانی فوج AFSPA کے اختیارات کے ساتھ وارد ہوئی۔ جس کے نتیجے میں کئی ملٹری آپریشن کئے گئے اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں بھی کی گئیں۔ میراپائی بی تحریک نے اس کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اپنے ردعمل کا اظہار کیا۔ میراپائی بی خواتین رات کے اوقات میں گلیوں میں گشت کرتی تھیں۔ ہر لیکائی (محلّہ) اور ہر شہر و گاؤں کی خواتین بغیر کسی ہتھیار کے صرف ایک مشعل لئے ان روزمرہ ہونے والی گشتوں میں شرکت کرتی تھیں۔ ہر محلّہ میں، ہر چوراہے پر خواتین کے گروپ علاقے میں امن کے خلاف کسی گڑبڑ یا ہنگامے کے پیش نظر چوکسی اختیار کئے بیٹھی ہوتی تھیں۔ حالات کسی قدر پر امن ہوتے تو چند خواتین باری باری یہ فرض انجام دیتی تھیں لیکن شدید تناؤ کے حالات میں خواتین اس ذمہ داری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ یہ خواتین کوئی سرگرم کارکن یا سیاسی پس منظر رکھنے والی نہیں تھیں، بلکہ وہ عام عورتیں تھیں جنہوں نے طبقے کی بھلائی اور سلامتی کے لئے یہ روایتی ذمہ داری اپنے سر لی۔ میراپائی بی کا گروپ اس بات کا مطالبہ بھی کر رہا تھا کہ AFSPA کو برخواست کیا جائے۔ دھیرے دھیرے اس قانون کے خلاف احتجاج نے شدت اختیار کر لی اور خواتین نے مختلف طریقوں سے اس کے خلاف اپنے غم وغصہ کا اظہار کیا جیسے انتخابات کا

تصویر۔21.8: میرا پائی بی۔ایک جلوس میں شریک مشعل بردار خواتین

بائیکاٹ کرنا اور مسلسل بھوک ہڑتال کرنا وغیرہ۔ان میں ایک خاتون اروم شرمیلا ہے جو دس سال سے زائد عرصے سے بھوک ہڑتال جاری رکھے ہوئے اپنے گھر پر نظر بند ہے۔

اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کئی کوششیں کی گئیں۔بعض اوقات چند سابق فوجی افسروں نے بھی اس علاقہ کے تنازعہ کے تعلق سے اپنی تحریروں میں اظہار خیال کیا اور رائے دی کہ اس علاقہ میں انفرااسٹرکچر کی سہولتوں اور بنیادی سہولتوں میں اضافہ کرنے سے لوگوں کے اعتماد کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔حکومت نے سپریم کورٹ کے جج، B.P. جیون ریڈی کو اس علاقہ میں قانون اور امن کی بحالی کے تمام ممکنہ متبادلات پر غور کرنے کے لئے متعین کیا اور اس کمیٹی نے اپنی رپورٹ بھی پیش کردی۔لیکن اس کے باوجود اس مسئلہ کا قطعی حل ابھی تک نہ ہوسکا۔

سماجی تحریکوں میں چند مشترکہ خصوصیات

سماجی تحریکوں نے مختلف مطالبات کئے جن میں ماحولیات کا تحفظ اور انسانی حقوق بھی شامل تھے۔ان کے مباحث ان ہی اصولوں سے ماخوذ تھے۔آپ نے دیکھا ہوگا کہ مہالیہ اور لوتھر کنگ نے بھی انسانی حقوق کے تصورات کے لئے آواز بلند کی جس میں ماحولیات اور مساوات کے تصور بھی شامل تھے۔اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ تحریکیں ان تبدیلیوں کے خلاف مزاحمت کرتی ہیں جو ان پر جبری طور پر مسلط کی گئیں۔اور بسا اوقات جیسے مارٹن لوتھر کنگ اور میرا پائی بی نے تبدیلی کے لئے جدوجہد کی۔سماجی تحریکیں عموماً مختلف سیاسی پارٹیوں سے فاصلہ بنائے رکھتی ہیں۔اوران کے پروگرام جمہوری اور مشمولاتی نوعیت کے ہوتے ہیں۔سماجی تحریکیں اس وقت فروغ پاتی ہیں جب کسی علاقہ کے لوگ یا کسی مقصد سے وابستہ افراد یہ محسوس کرنے لگتے ہیں کہ ان کی توقعات ملک میں رائج طاقتور سیاسی نظام کے ذریعے پورے نہیں ہورہے ہیں۔

کلیدی الفاظ

شہری حقوق	سیول نافرمانی	غیر مستحکم کرنا	مخالف جنگ	Draft age
بازآبادکاری	معاوضہ یا ہرجانہ	نشہ بندی	جمہوری	مشمولاتی

اپنے اکتساب کو بڑھایئے۔

1۔ یہاں چند امور کی فہرست دی گئی ہے انکے مطابق سماجی تحریکوں کا جدول بنایئے اور ان کے درمیان مشابہت اور اختلافات کا جائزہ لیجئے۔تحریک کا اہم موضوع۔علاقہ۔اہم مطالبات۔احتجاج کے طریقے۔اہم قائدین۔مملکت کا ردعمل۔سماج پر ممکنہ اثرات

2۔ Kanayya، Ramya اور سلمٰی نے ایک بحث میں حصہ لیا۔ان کے الگ الگ خیالات ہیں۔آپ کس کی تائید کرتے ہیں، انسانی حقوق کے تناظر میں دلائل کے ساتھ بیان کیجئے۔Ramya کا کہنا ہے کہ صحافت کو آزادی دی جائے تو یہ ٹھیک ہے لیکن اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ لوگ غریب نہ رہیں۔سلمٰی کا کہنا ہے کہ غذا ہی اہم نہیں ہے بلکہ صحافت کی آزادی بھی مساوی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ اسی کے ذریعے لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ ملک کے مختلف علاقوں میں عوام کے حقوق اور وقار کی خلاف ورزی تو نہیں ہورہی ہے۔ Kanayya کہتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے اگر صحافت متمول اور مقتدر افراد کی حامی ہوجائے، اور وہ کیسے عام لوگوں کے توقعات کا احاطہ کرے گی؟

3۔ سماجی تحریک کی بنیادی خصوصیات کیا ہوتی ہیں؟

4۔ اوپر بیان کردہ حالات میں عام لوگوں کا کیا رول ہوتا ہے؟

5۔ امریکہ میں کالے لوگوں اور میرا پائی بی تحریکوں میں مطالبہ کئے گئے حقوق میں کیا مشابہت اور اختلافات ہیں؟

6۔ دنیا بھر میں جمہوریت کو کافی ممتاز سیاسی نظام کی حیثیت حاصل ہے۔کیا آپ کے خیال میں وہ عوام کی تمام توقعات کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتی ہے؟ ان ابواب میں دی گئی مثالوں کے ذریعے ''جمہوریت اور سماجی تحریکیں'' پر ایک مختصر نوٹ لکھئے۔

7۔ بحث کیجئے کہ کیسے تحریکیں دنیا بھر کے لوگوں کو سرگرم اور متحرک کردیتی ہیں جیسے کہ اوپر کی مثال میں بھوپال گیس المیہ کے تناظر میں احتجاجی مہم کو بتایا گیا ہے؟

باب
22

شہریان اور حکومتیں

حصہ اول: قانون حق معلومات

گوشیوتا کا تعلق مانا کنڈور منڈل ضلع کریم نگر سے تھا۔2013ء میں وہ کاکتیہ یونیورسٹی میں MSc کی طالبہ تھی۔اس نے اپنی BSc کی ڈگری (RTI) حق اطلاعات کی وجہ سے مکمل کی۔

شیوتا نے مارچ 2011ء میں BSc کے آخری سال کی تکمیل کی۔اس نے تمام مضامین میں اعلیٰ نشانات حاصل کئے سوائے علم کیمیاء کے جس میں اسے صرف 21 نشانات حاصل ہوئے۔ وہ سمجھ نہیں پائی کہ کیوں اسے کم نشانات ملے۔ اس نے دوبارہ پڑھائی میں سخت محنت کی اور وہ ماہ جون میں فی الفور امتحان Instant Exam میں شرکت کی اس دفعہ اسے صرف 9 نشانات ملے۔ وہ سمجھ نہیں پائی کہ امتحان میں تیاری کے باوجود نشانات کم کیوں ملے؟ وہ کاکتیہ یونیورسٹی پہنچی اور پرچوں کی دوبارہ جانچ کیلئے درخواست دی۔لیکن انہوں نے اس کی درخواست قبول نہیں کی۔اس دوران شیوتا نے اپنا MSc کے اہلیتی امتحان میں کامیابی حاصل کی لیکن یونیورسٹی نے اسے MSc میں داخلہ دینے سے منع کر دیا۔ جب تک وہ BSc میں علم کیمیاء کے امتحان میں کامیاب نہ ہو جائے۔

اس نے حق اطلاعات کے سرگرم کارکنوں سے ربط پیدا کیا اور اپنے جوابی بیاض کی عکسی نقل Photo Copy کیلئے عرضی داخل کی۔ یونیورسٹی میں BSc شعبہ کے افسران نے جوابی بیاض کی نقل دینے سے انکار کر دیا۔ MSc میں داخلہ کی تاریخ قریب آ رہی تھی۔ اس لئے وہ ریاستی آفیسر برائے اطلاعات State Chief Information Officer کے پاس گئی اور یونیورسٹی کے افسر برائے عوامی اطلاعات Public Information Officer(PIO) کے خلاف عرضی داخل کی۔ ریاستی کمشنر برائے اطلاعات State Information Commissioner نے یونیورسٹی کے اہلکاروں کو حکم دیا کہ وہ شیوتا کو اس کے جوابی بیاض کی نقل فراہم کریں۔ دوبارہ جانچ کے بعد انہوں نے اس Marks Memo ارسال کیا۔اس دفعہ اسے 51 نشانات ملے چنانچہ وہ امتحان میں کامیاب ہو گئی اور اسے MSc میں داخلہ ملا۔

شیوتا کو اس کے جوابی بیاض کی عکسی نقل (Photo Copy) RTI کی وجہ سے دستیاب ہوئی۔قبل از یں یونیورسٹی امتحان میں طلباء کو مارکس شیٹ کے بجائے صرف نشانات دیئے جاتے تھے لہذا طلباء ہر جواب کے صحیح نشانات کی جانچ نہیں کر سکتے تھے۔

آپ جماعت VIII میں پہلے ہی پڑھ چکے ہیں کہ مرکزی حکومت نے RTI حق برائے اطلاعات کو 2005ء سے لاگو کیا۔ دستور جو عوام کو حقوق عطا کرتا ہے عوام کی رہبری اور توثیق کے ساتھ روبہ عمل لانے کے لئے اس Act کو شامل کیا گیا۔ اس باب میں ہم دونوں کرداروں پر تفصیلی نظر ڈالیں گے جو کہ عوام کو RTI سے مستفید ہونے کیلئے ضروری ہے۔ پہلا کردار حکومت کے اداروں کا ہے اور دوسرا کردار عوام کا ہے۔ کسی بھی جمہوری نظام میں حکومتیں عوام کو جوابدہ ہیں۔ پہلے حکومتی اداروں کی جوابدہی اور اس کی کارکردگی کی ذمہ داری صرف منتخب عوامی نمائندوں تک محدود تھی۔ لیکن اطلاعات کی نشر واشاعت Dis Seminating جس کی تشکیل حکومتی اداروں میں ہوتی ہے تمام حکومتی اداروں کی ذمہ داری بن گئی ہے کہ حکومتی اداروں کے ذریعہ تشکیل شدہ اطلاعات ونشریات کسی بھی شہری ان اطلاعات میں دلچسپی رکھتا ہو انہیں اطلاع فراہم کرے۔

اطلاعات سے کیا مراد ہے (What is Information?)

حکومت کا ہر ادارہ مخصوص اصولوں ضابطوں کی بنیاد پر کام کرتا ہے قوانین وضوابط بتاتے ہیں کہ ادارہ حفظان صحت Health Department کسی دواخانہ کیلئے ڈاکٹروں اور نرسوں کا انتخاب تقرر اور تبادلہ کس طرح کیا جائے یا کیسے دوائیں مہیا کریں اور کیسے تقسیم کریں۔ محکمہ مالگذاری کے اصولوں میں ہے کہ زمین کے متعلق دستاویزات کا ریکارڈ رکھا جائے یا محکمہ تعلیمات میں کیسے مدرسوں کو کتابیں مہیا کریں۔ مڈڈے میل (Mid Day Meal) کی تقسیم، ہاسٹل کی سہولیات کا انتظام، اساتذہ کے لئے چھٹیوں کی اجازت، کھیل کے میدان، اسکول کی تعمیر کیلئے پیسہ جمع کرنا، ان صورتحال میں یہ وہ اصول ہیں جن کی تعمیل کرنا چاہیئے۔ دستاویزات رکھنا چاہیئے اور لئے گئے فیصلوں کی تفصیلات رکھنا چاہیئے۔ اس سے متعدد تحریری دستاویزات انتظامی نظام کے تحت وجود میں آتے ہیں۔ اس سے متعدد تحریری دستاویزات انتظامی نظام کے تحت وجود میں آتے ہیں۔ یہ مختلف شکلوں میں ہوسکتے ہیں جیسا کہ RTI نے ذیل میں بیان کیا۔

> سامان (Material) کسی بھی شکل میں دستاویزات (Records) قانونی تحریر (Documents) Memo' Email' نقطۂ نظر (Opinion) نمونے، ماڈلس، اعداد وشمار جوکسی بھی برقیات (Electronics) کی شکل میں اور اطلاعات کسی بھی غیر سرکاری تنظیم (Private Body) جس کی جانچ عوامی ارباب مجاز (Public Authority) کرسکتے ہیں۔ کسی بھی دوسرے قانون کے تحت جو اس وقت نافذ ہو۔

ایک شہری ان اہم اطلاعات کا کیا کرتا ہے؟ فرض کیجئے کہ اگر کسی محکمہ کی کارکردگی میں بدعنوانیوں کے متعلق شکوک پائے جاتے ہوں تو لوگ اطلاعات جمع کرسکتے ہیں اور تعمیل کے طریقہ کار پر اعتراض کرسکتے ہیں۔ کیا محکمہ تعلیمات نے یونیفارم تقسیم کئے یا محکمہ حفظان صحت نے دوائیں مہیا کیں۔ RTI سے قبل کوئی عام شہری یہ معلومات حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ صرف حکام اعلیٰ یا محکمہ کے وزیر کو اطلاعات دستیاب ہوتیں اور وہی ان کی جانچ کرتے تھے۔

RTI کی موثر عمل آوری کے معنی ہیں کہ حکومتی ادارے انفرادی طور پر دستاویزات مہیا کرنے کے لئے ذمہ دار ہیں اور کوئی بھی شہری جو ان دستاویزات کی مانگ کرے اسے فراہم کرے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ محکمہ رضاکارانہ طور پر عوام کے لئے اپنے طریقہ کار کو آشکار کرے۔

☆ صدر مدرس کی اساتذہ کے لئے زبانی ہدایات کو اطلاعات میں شامل نہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟ بحث کیجیے

☆ تصور کیجیے کہ حکومتی محکمے مجوزہ طریقہ کار سے اصولوں اور ضابطوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کس طرح زیادہ جوابدہ ہوں گے؟

لہٰذا بعض ریاستوں میں سڑکوں کی تعمیر یا مرمت کی جارہی (PWD)Public Works Department (محکمہ برائے عوامی کام) وہاں تختہ اعلانات آویزاں کرتی ہے جس میں بتایا جاتا ہے کہ علاقہ میں کتنا پیسہ خرچ کیا گیا یا کتنے مزدوروں کو روزگار دیا گیا اور کام کی تکمیل کے لئے کتنے دن درکار ہوں گے وغیرہ۔ یہ تمام شفافیت کو یقینی بناتے ہیں۔

ذمہ دار کون ہے؟ Who Is Responsible

اوپر بیان کی گئی تفصیلات سے یہ واضح ہوگیا ہے اس قسم کے قوانین پر عمل آوری کیلئے بنیادی ترتیب کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ ہم نے VIII جماعت میں پڑھا ہے کہ Public Information Department افسر برائے عوامی اطلاعات ہر محکمہ میں موجود اور ساتھ ہی آپ کی درخواست سننے کے لئے مرافع سماعت کے ارباب مجاز (Appelate Authority) اسی محکمہ میں موجود ہوتا ہے۔ اس میں آپ کے سرکاری مدارس بھی شامل ہیں۔ تمام (PIO's) ہر محکمہ کی سماعت کے ارباب مجاز (Applet Authority) دفتر برائے عوامی اطلاعات State Public Information Office(SIO) اور ریاستی کمشنر برائے عوامی اطلاعات State Public Information Commissioner (SPIC) کے ساتھ سبھی شامل ہیں۔ اگر حکومت محکمہ مرکزی حکومت کے تحت ہوں گے (PIO) تمام افسر برائے عوامی اطلاعات کے ساتھ ہی ریاستی عوامی اطلاعاتی کمشنر (SPIC) بھی دفتر برائے مرکزی اطلاعات Central Information Office(CIO) کو جوابدہ ہوں گے۔ جیسے کہ چیف الیکشن کمیشن یا عدلیہ وغیرہ۔

آیئے ہم مخصوص کیس کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ فرض کیجئے کہ آپ ایک گاؤں میں رہتے ہیں۔ آپ کے گاؤں میں تعمیر کی جانے والی سڑک کا جملہ خرچ کتنا ہوا ہے (سڑک کی لاگت کتنی ہے) آپ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو منڈل یا ضلعی سطح کے PWD محکمہ میں RTI حق برائے اطلاعات کو عرضی دینا ہوگا۔ اگر PWD محکمہ ضلعی ہیڈکوارٹر میں آپ نے RTI فائل کیا تو وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ کو محکمہ منڈل آفس سے جواب ملے گا یا اگر آپ PWD محکمہ کے منڈل آفس میں RTI فائل کیا تو وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ محکمہ کے ضلعی سطح سے اطلاعات حاصل کریں۔ اگر ان کے پاس اطلاعات نہ ہوں تو یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ متعلقہ ارباب مجاز کو جانکاری کیلئے مطلع کریں اور انہیں عوام کو فراہم کریں۔

لہٰذا فرض کیجئے کہ اگر دونوں PIO نے آپ کی درخواست پر جواب دینے سے انکار کردیا تو آپ کیا کریں گے؟ یہاں SPIC اور CPIC کا کردار اہم ہوتا ہے۔ محکمہ PWD کے PIO ان اداروں کو جوابدہ ہیں۔ اور SPIC اور CPIC افسر برائے عوامی اطلاعات (PIO) پر جرمانہ عائد کرسکتے ہیں۔

اگر ان محکموں میں قوانین کی خلاف ورزی ہورہی ہو تو یہ یاد رکھئے کہ PIO's افسران برائے عوامی اطلاعات ان کے خلاف کاروائی کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ یہ اختیار ملک کی عدلیہ کے پاس محفوظ ہے۔ SPIC یا CPIC کا دائرہ اختیار کیا ہے؟۔ وہ مقررہ وقت کے اندر صحیح اطلاعات کو یقینی بناسکتے ہیں۔ بعض معاملات میں PIO اطلاع دینے سے انکار کرتا ہے تو ایسے افسران پر SPIC یا CPIC جرمانہ عائد کرنے کے احکام جاری کرسکتے ہیں۔

یہ RTI Act کے مختلف امور کو انجام دینے والے ارباب مجاز کی نشاندہی کرتا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں۔ a۔ دستور کی رو سے قائم کیا گیا ادارہ/انجمن b۔ پارلیمنٹ یا ریاستی لیجسلیچر کے قوانین کے تحت تشکیل دیا گیا۔

c۔اعلان نامہ یا سرکاری حکم کے ذریعہ تخلیق کیا گیا کوئی بھی تسلیم شدہ ادارہ جو حکومت کے اختیار میں ہو یا جسے معقول مالیہ فراہم کیا گیا ہو۔یا کوئی غیر سرکاری تنظیمیں جسے حکومت کی جانب سے راست یا بالراست معقول مالیہ فراہم کیا جاتا ہو اس میں شامل ہیں۔

RTI 2005 Act کے اصولوں کے تحت عوامی ارباب مجاز اس بات کے پابند ہیں کہ a) تمام اطلاعات کو کمپیوٹر کی وضع میں مہیا کریں۔b) جانکاری کے متعلق تفصیلات کی اشاعت کریں۔اس Act کے چند نکات حسب ذیل ہیں۔

1۔ ہر عوامی ارباب مجاز کو چاہئیے کہ وہ

a) اس کے تمام دستاویز کی باقاعدہ فہرست مرتب کریں اور حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دیں......تاکہ اسے دستاویز کی حصولیابی میں سہولت ہو۔

b) ارباب مجاز کو چاہئیے کہ وہ حسب ذیل کی اشاعت کروائے

(i) اپنی تنظیم کی تفصیلات' فرائض منصبی اور ذمہ داریاں

(ii) اس کے افسران اور ملازمین کے فرائض و اختیارات

(iii) فیصلہ لینے کے عمل میں جو طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے اس میں شامل ہے۔نگران رد یکھ بھال اور ذمہ داری و احتساب کے طریقے

(v) اصول وضوابط ہدایات، دستی رسالے (Manuals) اور دستاویزات جو اس کی نگرانی میں ہوتیہیں یا جیسے ملازمین ،ان کے فرائض منصبی کے وقت استعمال کرتے ہیں۔

(viii) رائے مشورہ طلب کرنے کے مقصد سے دو یا زائد افراد پر مشتمل اجلاس بورڈس، انتظامیہ،کونسل، مجلس، کمیٹی کی تشکیل کے اعلان کا طریقہ کار۔

(ix) افسران اور ملازمین کی ڈائرکٹری (معلومات نامہ)

(x) افسران اور ملازمین کی جانب سے حاصل کیا جانے والا ماہانہ مشاہرہ۔اس کے اصولوں رضابطوں کے مطابق ہرجانہ عائد کرنا بھی نظام میں شامل ہے۔

(xi) اس کی ہر شاخ (Agency) کو مختص کیا گیا کیسہ زر/Budget

(xii) امدادی منصوبوں پر عمل آوری کا طریقہ جس میں مختص کردہ رقم بھی شامل ہے۔

(xiii) اس کی جانب سے مراعات، اجازت نامے، یا منظوری حاصل کرنے والوں کی تفصیلات دینا۔

(xvi) PIO افسر برائے عوامی اطلاعات کے نام عہدے اور دیگر تفصیلات۔

c۔ عوام پر اثر انداز ہونے والے اعلانات یا اہم حکمت عملیوں کی تشکیل کرتے وقت تمام متعلقہ حقائق کی اشاعت کرنا۔

d) اس کے انتظامی امور یا نیم عدالتی Quasi-Judicial فیصلوں کیلئے دلائل فراہم کرنا۔
2۔ عوامی ارباب مجاز کو چاہیئے کہ وہ بغیر کسی مطالبہ کے اطلاعات کو افشاء کرے۔
3۔ اطلاعات / معلومات کی اشاعت اس طرح کی جائے کہ یہ عوام کو بہ آسانی دستیاب ہو۔
4۔ اشاعت مقامی زبان میں ہو اور قابل ادائیگی ہو۔

افشاء سے مستثنیٰ: Exemption for disclosure

ان سب کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حکومتی محکموں کا ہر پہلو عوامی احتساب کے لئے فراہم کیا جائے۔ قانون حکومت کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ بعض اطلاعات کو افشاء نہ کرے۔ ان میں بعض معاملات شامل ہیں جیسے کہ ہندوستان کے اختیار اعلیٰ اور سالمیت پر اثر انداز ہونے والی اطلاعات۔

☆ غیر ملکی طاقتوں کے حوالہ سے معاشی، فوجی مصالحت یا سائنٹفک معاملات میں حکومت کی دلچسپی وغیرہ
☆ ایسی اطلاعات جو پارلیمنٹ یا ریاستی لیجسلیچر کے استحقاق میں رخنہ اندازی کرتے ہوں۔
☆ غیر ملکی حکومت سے وصول خفیہ اطلاعات
☆ ایسی اطلاعات جو کسی شخص کی زندگی یا جسمانی تحفظ کیلئے خطرناک ہو۔
☆ کابینی دستاویز یا مجلس شوریٰ کے وزراء اور معتمد کا (حتمی فیصلہ لینے سے پہلے) راز کا افشاء

اس کے معنی ہیں کہ زیادہ تر مسلح افواج اور محافظ ادارے اطلاعاتی کمیشن کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں۔

☆ اس Act کے مطابق اگر کوئی افسر مخصوص اطلاع دینے میں ناکام ہوجائے تو اسے جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔ کیا آپ اس سے متفق ہیں کیوں؟
☆ کس قسم کی اطلاعات عوام کے لئے دستیاب نہیں؟ اس کی تائید میں آپ کیا دلیل دیں گے۔

Act میں تبدیلیاں کون کر سکتے ہیں؟ لہٰذا قانون کی وضع سے پہلے کئی موقعوں پر جب مختلف اداروں میں اختلاف ہو تو ان کی یقینی رہبری کرنا۔ اگر پارلیمنٹ کو قانون کی تجدید مقصود ہو تو تب بھی وہ اطلاعات کے بنیادی حق کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے جیسا کہ دستور میں اس کی توضیح اور صراحت کی گئی ہے۔

عوام اور حق اطلاعات: People and RTI

آیئے ہم مختصراً بیان کریں کہ RTI کے حوالہ سے عوام کا کیا کردار ہوگا۔ آج کوئی بھی شہری حکومت کے کسی بھی محکمہ کے پاس پہنچ کر اطلاعات کو دستاویزی شکل میں طلب کرسکتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ وجہ بیان کریں کہ انہیں اطلاعات کیوں چاہیئے۔ یہ درخواست ہاتھ سے لکھے گئے خط یا الکٹرانک میل کے ذریعہ بھیجی جاسکتی ہے۔

اطلاعات ریاستی سرکاری/ دفتری زبان یا انگریزی یا ہندی میں مہیا کی جاسکتی ہیں۔فرض کیجئے کہ کوئی شخص درخواست لکھے تو وہ اطلاعات کی حصولیابی/رسائی PIOیا SPIOکو زبانی عبارت لکھواسکتا ہے جو فرد اطلاعات وصول کرے وہ غیر معروف رہتا ہے لیکن اسے اپنے ڈاکخانہ کا پتہ مہیا کرنا ہوگا تاکہ دستاویز ارسال کرسکیں۔شہریوں کو برائے نام 5 تا 10 روپے فیس کے طور پر مختلف سطحوں پر محکمہ کو ادا کرنا ہوگا۔

شکل RTI:22.1 کے متعلق ریالی

ذیل میں ٹکڑوں کو جوڑ کر بنائی ہوئی جدول کو پڑھیے اور RTI حق معلومات کے استعمال پر مباحثہ کیجئے۔

RTI کے تحت اطلاعات کمشنر کو جرمانہ TNN
1فروری 2014۔Ist صبح 12:38

RTI نے تھانہ میں باضابطہ اجازت نامہ
40,000 آٹو والوں کا انکشاف کیا
جنوری 25 TNN۔ راؤ یشونت ٹھن

RTI کے آفیسر نے افشا کیا کہ سزائے قید کے
باوجود 117 ہندوستانی بیرون ممالک میں مقیم ہیں

NMC پراویڈنٹ فنڈ کا سب سے بڑا
نادہندہ" RTI کی تفتیش پر انکشاف
TNN۔24 جنوری 2014 صبح 02:57
1st منٹ ہندوستانی معیاری وقت

چینائی: چینائی کارپوریشن کے خلاف دکن کرانیکل کی جانب سے RTI میں عرض داشت (Petition) ارسال کی گئی (Filed) جس میں انکشاف کیا گیا کہ تعلیمی محصول (Education Cess) کے طور پر وصول کئے گئے 175 کروڑ روپے کارپوریشن کے ذخیرہ میں (Corporation Kitty) پچھلے آٹھ سالوں سے غیر صرف شدہ (Unspent) ہیں۔
دکن کرانکل پر امیلا کرشنن 30 جنوری 2014

RTI کے درخواست گذاروں کو پتہ مہیا کروانے کی ضرورت ہیں: مرکز (ڈاک خانہ کا نمبر فراہم کرسکتے ہیں)
PTI نئی دہلی 12 جنوری 2014

متعدد ریاستوں میں RTI دفن کردیا گیا ہے۔بھاویکا جین اور ہیما چھابیا
TNN3 فروری 2014 صبح 6:13
1st۔ہندوستانی معیاری وقت

اگر اطلاعات وصول کرنے والا شخص کا تعلق خط غربت سے نیچے رہنے والوں سے ہو تو فیس سے مستثنٰی ہے۔لہذا کئی طرح سے قوانین نے تمام لوگوں کے لئے اطلاعات کی حصولیابی کو ممکن اور آسان بنانا۔

جمہوریت باشعور قوم اور اطلاعات میں شفافیت کا تقاضہ کرتی ہے۔ یہ بدعنوانی پر قابو پانے میں مددگار ہے اور انفرادی طور پر شہری کے لئے حکومتوں کو جوابدہ وذمہ دار ٹھہراتی ہے۔ پچھلے روایتی نظام سے غیر مشابہہ جہاں محکمہ صرف منتخب نمائندوں کو جوابدہ تھا آج وہ عام شہریوں کو بھی جوابدہ ہے۔

حصہ دوم : لیگل سرویس اتھاریٹی

☆ یہ بات حیرت انگیز ہے کہ ہمارے ملک میں ان لوگوں کو مفت قانونی امداد فراہم کی جارہی ہے جو عدلیہ کے اخراجات کی پا بجائی نہیں کر سکتے۔

☆ مختلف نوعیت کے مقدمات اور نزاعی مسائل کے حل کے لیے مفت قانونی امداد فراہم کی جاتی ہے۔

☆ کیا کوئی ایسا طریقہ کار ہے جو جھگڑوں کا سدباب عدالت کے باہر کر سکیں۔

ہمارے ملک میں عوام الناس کے لیے مفت قانونی امداد فراہم کرنے کا انتظام ہے۔2002 میں سماج کے بچھڑے ہوئے طبقات کو مفت قانونی خدمت فراہم کرنے والا شعبہ تشکیل دیا گیا۔اس کا مقصد سماج کے غریب اور بچھڑے ہوئے طبقات کے لیے قانونی کے لیے قانونی مفت امداد کی فراہمی کو یقینی بنانا ہے۔اور اس بات کا بھی ادعا کرنا ہے کہ قاونی عدل وانصاف کے مواقعوں سے کسی بھی طبقہ کو غریبی بھوک وافلاس کی اساس پر محروم نہیں کیا جائے گا۔

ہمارے ملک میں گاؤں کی پنچایتوں میں جھگڑوں کی سماعت کی جاتی ہے اور انہیں پرامن طور پر ازالہ کیا جاتا ہے۔گاؤں کے بزرگوں کو جھگڑوں کے حقیقی اسباب کا علم رہتا ہے اسی لیے وہ قدرتی طور پر صحیح معنوں میں انصاف کرتے ہیں۔اسی لیے نزاعی امور کو بڑی خوش اسلوبی سے یکسوئی کی جاتی ہے۔1987ء کے ایکٹ کے اعتبار سے ملک کی ہر ریاست میں لوک عدالت کو قائم کیا گیا ہے۔1994 اور 2002 میں قانونی ترمیم کے ساتھ اس بات کا موقع فراہم کیا گیا ہے کہ قانون ماہرین' عہدیداروں اور غیر عہدیداروں کی موجودگی میں جھگڑوں کی سماعت کی جاسکتی ہے۔اور انہیں کا خوش اسلوبی سے حل نکالا جاسکتا ہے۔اب لوگ لوک عدالت سے استفادہ کررہے ہیں۔اور عدالت کے مصارف سے بھی انہیں چھٹکارا مل گیا ہے۔اب ایک بہترین موقع ہاتھ آ گیا ہے کہ بغیر کثیر اخراجات کے نزاعی امور کی یکسوئی کی جاسکتی ہے۔اگر موکلین نے عدالتی فیس ادا کی ہے تو اسے واپس بھی لوٹا دینے کا انتظام کیا گیا ہے۔لوک عدالت کی یکسوئی قدیم طریقہ کار ہے۔جو عہد عتیق سے ہندوستان میں رائج تھا اس کے معنویت اور اہمیت عصر حاضر میں بھی موجود ہے۔

☆ کیا آپ لوک عدالت کی حمایت کرتے ہیں؟ کرتے ہیں تو کیوں؟ اور کس لیے؟

قانونی خدمات کے محکمہ کا مقصد:

☆ اس ادارے کو سماج کے بچھڑے ہوئے غریب طبقات کو مفت قانونی امداد کی فراہمی کے لیے قائم کیا گیا ہے۔
☆ اس کا مقصد سماج کے کسی بھی طبقے کو معاشی پسماندگی کی بنیاد پر قانونی عدل وانصاف سے محروم نہیں کیا جائیگا۔
☆ لوک عدالت کے قیام کا مقصد مساویانہ حقوق کی اساس پر مشتمل ہے۔سماج کے سارے طبقات کو مساویانہ طور پر انصاف سے مستفید ہونے کا موقع فراہم کیا گیا ہے؟
☆ اس کا مقصد ایک ایسے نظام کو فروغ دینا ہے جس سے لوگ اپنے جھگڑوں کی یکسوئی عدالت کے باہر خوش اسلوبی سے کرسکیں۔

قانونی خدمت کے نظام کی تشکیل

قانونی خدمت اور امداد کی فراہمی کے لیے ایک کل ہند سطح پر اس کی شاخیں قائم کی گئیں۔قومی سطح پر قانونی خدمت کی فراہمی کا ادارہ National Services Authority (NALSA) مفت قانونی خدمت کی فرہام کے قوانین تشکیل دیتا ہے۔تاکہ قانونی خدمت کی موثر طریقے سے عمل آواری کی جاسکے۔یہ ادارہ ریاستی قانونی امداد کی تنظیموں کو مالی امداد فراہم کرتا ہے۔غیر حکومتی اداروں NGOs کو بھی دی جاتی ہے تاکہ وہ قانونی امداد کو عملی طور پر یقینی بنائیں۔

ہر ریاست میں قانونی امداد کی تنظیم قائم کی گئی ہے۔تاکہ وہ عوام کو قانونی امداد فراہم کرے اور لوک عدالتوں کا قیام عمل میں لائے۔ریاستی قانونی امداد کا ادارہ ریاست کے چیف جسٹس کی سرکردگی میں کام کرتا ہے جو اس ادارے کا مُربّی وسرپرست رہتا ہے۔اس تنظیم کا عاملانہ صدر موجودہ یا وظیفہ یاب ہائی کورٹ کا جج ہوتا ہے۔

ہر ضلعی سطح پر قانونی امداد کی تنظیمیں تشکیل دی گئی ہیں۔تاکہ وہ مفت قانونی امداد کو عملی جامہ پہنا سکے۔ضلعی عدالت کا جج اس تنظیم کا ایک سابقہ سرکاری رکن ہوتا ہے۔اسے ریاستی حکومت نامزد کرتی ہے۔

ہر تعلقے یا منڈل کی سطح پر مفت قانونی امداد کا ادارہ قائم کیا گیا ہے۔تاکہ وہ اپنی سرگرمیوں میں تال میل پیدا کرتے ہوئے مفت قانونی امداد کے دائرے کو وسیع سے وسیع تر کرسکیں۔ہر تعلقے کے قانونی تنظیم میں ایک معمر سیول جج ہوتا ہے۔جو وہ سابقہ سرکاری رکن بھی ہوتا ہے۔

لیگل سرویس اتھاریٹی کے افعال

لیگل سرویس اتھاریٹی کے تحت کونسی قانونی امدادی سہولیات دستیاب ہیں؟

لیگل سرویس اتھاریٹی لوک عدالت کے ذریعے عرصہ دراز سے زیرالتواء عدالتی مقدمات کی یکسوئی بہت جلد اور بغیر کسی اخراجات کے کرتی ہے جیسے شادی بیاہ کے جھگڑے' نان نفقہ کے مقدمات' شوہر اور سسرالی رشتہ داروں کی جانب سے ہراسانی کے مقدمات' گھریلو تشدد کے مقدمات' تمام اقسام کے دیوانی مقدمات' زمینات کے جھگڑے' فوجداری مقدمات وغیرہ۔ کسی فیس یا اخراجات کے بغیر لوک عدالتوں کے ذریعے ان مقدمات کی یکسوئی خوش اسلوبی سے' مستقل طور پر کی جاتی ہے۔

لیگل سرویس اتھاریٹی مختلف سطحوں پر حسب ذیل افعال انجام دیتی ہے

- ☆ اس ایکٹ کے تحت جو طریقہ اپنایا گیا ہے اس پر اطمینان ظاہر کرنے والے افراد کو قانونی امداد دی جاتی ہے
- ☆ لوک عدالتوں کا قیام
- ☆ مدافعتی وحربیاتی قانونی امدادی پروگراموں کا انعقاد
- ☆ لیگل سرویس اتھاریٹی کی جانب سے متعینہ اصول وضوابط کے مطابق دیگر امور کی انجام دہی۔

عدالت میں زیرالتواء مقدمات کے لیے فریقین کو یا کسی ایک فریق کو لوک عدالت میں درخواست دینی ہوگی تاکہ ان کا مقدمہ لوک عدالت کے حوالے کیا جائے اور اس کا تصفیہ ہو۔ متعلقہ عدالتوں سے ایسے مقدمات لوک عدالت کے سپرد کیے جاتے ہیں جن کے تصفیہ کے لیے بادی النظر میں مطمئن ہو۔

لیگل سرویس اتھاریٹی کے تحت فائدہ حاصل کرنے کے حق دار کون ہیں؟

مندرجہ ذیل افراد مفت قانونی امداد حاصل کرنے کے حق دار ہیں

1۔ درج فہرست طبقات یا قبائلی ارکان
2۔ انسانوں یا گداگروں کی اسمگلنگ کا شکار
3۔ خواتین اور بچے
4۔ ذہنی طور پر معذور اشخاص
5۔ بڑے پیمانے پر تباہی' نسلی تشدد' سماجی ظلم' سیلاب' خشک سالی' زلزلے' صنعتیں آفات وغیرہ سے متاثرہ افراد
6۔ صنعتی مزدور
7۔ غیر قانونی ٹریفک (تدارک) ایکٹ 1956 کی دفعہ 2 شق (g) کے تحت جو شخص تحویل میں یا پروٹکٹیو ہوم کی تحویل میں ہے یا بالغان کے ساتھ انصاف ایکٹ 1986ء کی دفعہ 2 شق (j) کے تحت Juvenile Home میں رہنے والے یا مینٹل ھیلت ایکٹ 1987 کے دفعہ 2 شق (8) کے تحت جو نفسیاتی ھسپتال یا نفسیاتی نرسنگ ہوم میں ہے۔
8۔ ایسے افراد جن کی سالانہ آمدنی 1.0 لاکھ سے زیادہ نہیں ہے۔

اوپر بیان معیارات کو مطمئن کرنے والا شخص متعلقہ اتھاریٹی کی قانونی خدمات حاصل کرسکتا ہے اگر متعلقہ اتھاریٹی مطمئین ہو کہ اس فرد کے خلاف قانونی کاروائی کرنے کے لیے یا دفاع کے لیے یہ ایک اہم Facie کیس ہے۔

کس سے رجوع ہوں اور کیسے؟

جس شخص کے اپنے تنازعات' مقدمات' طویل زیر التواء عدالتی مقدمات کو حل کرنے کے لیے ایک Affidavit کے ساتھ ریاستی یا ضلعی سطح کے لیگل سرویس اتھاریٹی سے رجوع ہوسکتا ہے۔ Affidavit میں کیس کی تفصیلات موجود ہونی چاہیے فوری اور سستے انصاف کے لیے ان کی اہلیت ہونا ضروری ہے۔ شخصی انصاف کے لیے مختلف سطحوں پر رجوع ہوسکتا ہے جو نیچے دی گئی ہیں۔

1۔ **ضلعی سطح پر:** سکریٹری' ڈسٹرکٹ لیگل سرویس اتھاریٹی' ڈسٹرک کورٹ کامپلکس

2۔ **ریاستی سطح پر:** سکریٹری کا رکن' ریاستی لیگل سرویس اتھاریٹی' Nyaya سیواسدھن' سٹی سیول کورٹ بلڈنگ' پرانی حویلی' حیدرآباد۔500002

یا

ہائی کورٹ میں دائر کردہ مقدمات کی مدد کے لیے؟: سکریٹری' ہائی کورٹ لیگل سرویس اتھاریٹی' ہائی کورٹ بلڈنگ' حیدرآباد 500066

لوک عدالت کے فوائد اور تنازعات کی یکسوئی:

1۔ کورٹ کی کوئی فیس نہیں ہے اگر پہلے ہی فیس ادا کردی گئی ہو تو رقم واپس ہوجائے گی۔ اگر لوک عدالت میں اصول کے مطابق تنازعات کی یکسوئی ہو۔

2۔ لوک عدالت کی بنیادی خصوصیت تنازعات کے مقدمے کی سماعت تیزی سے ہوتی ہے لوک عدالت میں تنازعات کی یکسوئی میں سماجی ضابطہ اخلاق' اور ثبوت ایکٹ کی طرح کوئی سخت قانونی کاروائی نہیں ہوتی۔

3۔ فریقین سیدھے جج سے بات چیت کرسکتے ہیں اگر ان کا متعلقہ وکیل کورٹ کو روزانہ حاضر ہونے سے قاصر ہو۔

4۔ لوک عدالت کا فیصلہ فریقین پر لازم آتا ہے اور وہ فیصلہ دیوانی عدالت کے فیصلے کے مماثل ہوتا ہے اور جسے تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ ایسے فیصلے نزاعی امور کی یکسوئی میں تاخیر ہونے نہیں دیتے۔

5۔ وکیلوں کی جانب سے مفت قانونی امداد فراہم کی جاتی ہے۔ وکیلوں کو عدالت میں مقدمہ کی پیروی کے لیے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ وہ مدعی علیہ کی درخواست کو زیر سماعت لاسکیں اور فیصلوں کے نقول فریقین کو مفت فراہم کریں۔

کلیدی الفاظ

معلومات　عدالتی بااختیار　دستاویز　ارباب مجاز　شفافیت　قانونی امداد　لوک عدالت
گھریلوتشدد　دیوانی مقدمات　نابالغ ملزمین کی جیل

اپنے اکتساب کو بڑھایئے۔

(1 ذیل میں دیئے گئے شخصی مطالعہ (Case Study) کو استعمال کرتے ہوئے RTI کے حوالہ سے شہریوں اور حکومت کے مختلف محکموں کے رول کو بیان کیجئے اور لکھئے کہ RTI حکومت کی کارکردگی کواورزیادہ شفاف کس طرح بناتی ہے۔

ذیل کا واقعہ ضلع میدک کے چناشنکرم پیٹ میں وقوع پذیر ہوا ہے۔

امداد باہمی انجمن کے ارکان Member of self help group ریاستی حکومت کی وزارت دیہی فلاحی و بہبود (Rural welfare ministry) کی ''ابھیا ہستم'' ''عام آدمی'' اسکیموں میں شامل ہوگئے۔ اس اسکیم کے تحت ان کے بچے جو جماعت 9 تا12 کے طلباء تھے 1200 روپے تعلیمی وظیفہ کے مستحق تھے۔ حالانکہ سال 11-2008 کے درمیان پچھلے 3 سال سے طلباء کو یہ رقم حاصل نہیں ہورہی تھی طلباء اندرا کرانتی پتھا کم IKP کے دفتر گئے اور اس کے متعلق دریافت کیا لیکن افسروں نے ان کی درخواستوں کو نظرانداز کردیا۔

اس کی اطلاع مقامی اخبار کو ملی۔ وہ تعلیمی وظیفہ کی منظوری کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے متعلقہ افسروں کے پاس عرض داشت پیش کی۔ انہوں نے مستفید ہونے والوں کی تعداد اور سال 09-2008 '10-2009' اور 11-2010 کے درمیان رقمی منظوری کے متعلق دریافت کیا۔ انہیں ایک ہفتہ میں جواب ملا۔ رقم سات لاکھ روپے تھے RTI کی دستاویزوں سے واضح ہوگیا کہ رقم منظور ہونے کے باوجود تقسیم عمل میں نہیں آئی۔ جب اخبار میں اس کی اشاعت ہوئی 1167 بچوں میں اندرون 15 یوم (15 دن کے اندر) یہ رقم تقسیم کی گئی۔

2۔ کیا آپ سوچتے ہیں کہ حکومتوں کے کام کو جانچنے کے لئے اور ان میں بہتری پیدا کرنے کیلئے RTI مددگار ہے؟

3۔ اطلاعات کی شناخت کیسے ہوگی؟ حکومتی اداروں میں اس کی تخلیق کیسے ہوتی ہے؟
کیا اعلیٰ عہدیدار اور اس کے ماتحت افسروں کے درمیان ہونے والی زبانی گفتگو بھی اس میں شامل ہے؟

4۔ ریاستی اور مرکزی (آفس) دفتر برائے اطلاعات کو خودمختاری کیوں دی گئی ہے؟

5۔ یہ Act جمہوریت کی روح کے مماثل ہے۔ آپ اس کا جواز کیسے پیش کریں گے؟

6۔ ملک میں مختلف حکومتی اداروں سے کسی بھی شہری کے لئے اطلاعات کی حصولیابی کو یقینی بنانے کے لئے کیا اقدامات کئے گئے؟

7۔ آپ کس طرح سوچتے ہیں کہ قانونی مشاورت کے لیے رجوع ہونے والے افراد کی لیگل سرویس اتھاریٹی کس طرح مدد کرتی ہے؟

8۔ لوک عدالت کا مقصد کیا ہے؟

9۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ مفت قانونی خدمات کے حصول کے لیے کونسی درکار اہلیتیں ہونی چاہیے اور کس قسم کی نوعیت کے مقدمات اس ایکٹ میں آتے ہیں؟

10۔ گاؤں سماج کے بزرگ لوگ اور کورٹ کی جانب سے مقدمات کے حل کا طریقہ کار کیا ہے؟ اس کا موازنہ کیجیے آپ کس کو ترجیح دینگے اور کیوں؟

Know ! Let Others Know !

Protect the hard earned money of your family

The students of today will be savers and depositors tomorrow. We, therefore, need to learn how not to lose our hard earned money to people who are out to cheat us with their innovative schemes and ideas. We also need to share this information with family and friends so that they also do not fall prey to such cheating.

First thing we have to remember is that the money is a scarce resource and not available easily. It has to be earned. This means that anyone who is offering unrealistically high rates of return on our deposits is attempting to lure us with fraudulent intentions. When banks can pay a moderate rate of interest, how can anyone pay unrealistically high returns? Once we give our money, chances are that we are not going to get it back. There people will vanish after collecting our money. So we should never give our money to such people.

Apart from banks, some Non- Banking Finance Companies (NBFCs) are also granted permission by the RBI to accept deposits from public. But before depositing money with any such NBFC, one should check thoroughly whether it is actually registered with RBI and specifically permitted to accept deposits from public. The names of such companies granted such permission is available in the RBI website (www.rbi.org.in). Some tricksters have even gone to the extent of forging RBI documents to cheat people. We have to be careful.

We know high returns go with high risk. Speculative activities and assured returns do not go together. No one gives money for free. Hence, we should not get tempted by online schemes seeking deposits and promising high returns or gifts. In some schemes (called Multi Level Marketing Schemes or Pyramid Structure Schemes), you will be asked to become a member of their schemes by making an initial deposit and then get more members to maximize your returns. Beware of such schemes.
It is also important to know that money deposited with NBFCs are neither insured nor guaranteed by RBI / Government.

Now that you have learnt this, share it with elders in your family and with the families of your friends. Today you have learnt something which most likely they also don’t know.

Issued in Public Interest by
भारतीय रिज़र्व बैंक
RESERVE BANK OF INDIA
www.rbi.org.in

JAGO GRAHAK JAGO

Don't

get cheated by Emails/SMSs/Calls promising you money

Have you received an Email/SMS/Call informing you that you have won a lottery or will get huge sums from abroad?

Or have you been offered cheap funds for your business ?

Or have you received an email on a letterhead of the Reserve Bank of India with the Governor's photo on it and quoting a senior RBI official's name stating that RBI is holding funds for you which will be released if you pay some amount or part with the important details of your bank account like customer id and password?

Do not believe these. They are fake, howsoever official or attractive they may look. RBI never sends such emails.

- Don't send any money as an initial deposit/ commission / transfer fee to any unknown party in India or abroad.
- Don't reveal your bank account number / details or any other related information to anyone, either on phone or through email.
- Don't enter into any correspondence with any party - Indian or foreign - In the hope of receiving any money from them.
- RBI does not hold funds or accounts for any individual / organisation / trust.
- Inform your friends / family members to be careful.
- Please inform the Cyber Cell / other Law Enforcing Agency of such fictitious offers.
- Please visit the official RBI website(www.rbi.org.in) for more details

Remember... No one gives money for free to anyone

Issued in Public Interest by
भारतीय रिज़र्व बैंक
RESERVE BANK OF INDIA
www.rbi.org.in